

عمدة الیقین

فَسَيَلُوا
أَهْلَ الدُّرِّ وَالْكَرِّ وَالْعَمَلِ

حضرت مولانا سید زوار حسین شاہ صاحب الشیخ

عمدة الفقه

کتاب الایمان

و

کتاب الطهارة

مؤلف

حضرت مولانا سید زوار حسین شاہ رحمۃ اللہ علیہ

ناشر

زوارا کیڈمی پبلی کیشنز

جملہ حقوق بہ حق ادارہ محفوظ

اشاعت جدید: صفر المظفر ۱۴۲۹ھ / مارچ ۲۰۰۸ء

تعداد: گیارہ سو



ناشر

زوار الیشماعیہ پبلیکیشنز

اے ۱۷/۱، ناظم آباد نمبر ۴ - کراچی - فون ۶۶۸۴۷۹۰-۰۲۱

syed.azizurrahman@gmail.com

فہرست مضامین

کتاب الایمان

۱۹	۲۔ فرشتوں پر ایمان لانا	۸	کتابیات
۲۱	۳۔ کتابوں پر ایمان لانا	۹	عرض ناشر
۲۳	۴۔ رسولوں پر ایمان لانا	۱۰	دیباچہ از مؤلف
۲۴	حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم خاتم النبیین ہیں	۱۳	کتاب الایمان۔ تمہید
۲۷	صحابہ کرامؓ و اہل بیت عظامؓ	۱۴	ایمان مجمل و مفصل کا بیان
۲۹	ولایت اور اولیاء اللہ کا بیان	۱۴	ایمان مجمل
۳۰	معجزہ و کرامت	۱۴	اللہ پر ایمان لانے کی تشریح
۳۱	قرآن مجید	۱۵	صفات کمالیہ
۳۱	معراج شریف	۱۵	صفات کمالیہ کی تشریح
۳۲	شق القمر	۱۵	۱۔ وحدت
۳۲	۵۔ یوم آخرت پر ایمان	۱۵	۲۔ قدم
۳۳	عذاب قبر کا بیان	۱۵	۳۔ حیات
۳۳	حشر و نشر	۱۵	۴۔ قدرت
۳۳	عذاب قبر کی تفصیل	۱۵	۵۔ علم
۳۴	مظہر قبر	۱۶	۶۔ ارادہ
۳۵	تناخ	۱۶	۷، ۸۔ سمع و بصر
۳۵	ارواح شہدا	۱۶	۹۔ کلام
۳۶	قیامت کا بیان	۱۶	۱۰۔ خلق و کونین
۳۶	علامات صغریٰ	۱۶	۱۱۔ اسمائے الہی
۳۷	علامات کبریٰ	۱۹	ایمان مفصل
۳۸	دجال موعود	۱۹	۱۔ اللہ تعالیٰ پر ایمان لانا

۶۰	جن کا بیان	۳۹	نزول حضرت عیسیٰ علیہ السلام
۶۱	کلمات کفر اور اس کے موجبات	۳۹	وفات امام مہدی
۶۱	تعریف کفر	۳۹	یا جو ما جوج
۶۱	شرائط لزوم کفر	۴۰	دھوکے کا نمودار ہونا
۶۱	احکام کفر	۴۰	مغرب سے سورج کا طلوع
۶۱	وہ چیزیں جن سے کفر لازم آتا ہے	۴۱	دابة الارض
۶۵	وصیت	۴۱	ہوائے سرد
۶۶	نفاق کا ذکر	۴۱	غلبہ کفار پر جوش
۶۶	شرک و رسوم کفار و جہال	۴۲	۶۔ والقدیر خیر دشرہ من اللہ تعالیٰ
۶۶	شرک کی تعریف	۴۳	قضا کی اقسام
۶۶	شرک فی الذات	۴۳	۷۔ والبعث بعد الموت
۶۶	شرک فی الصفات	۴۵	میدان مشرکی کیفیت
۷۱	بدعت کا بیان	۴۵	میزان عدل
۴۱	تعریف بدعت	۴۵	پل صراط
۷۳	باقی گناہوں اور محرمات و مکروہات شریعت کا بیان	۴۵	آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت
۷۸	دل کے گناہ اور ان کا علاج	۴۸	حوض کوثر
۸۰	مکروہات تحریر و تنزیہ	۴۸	دوزخ کا بیان
۸۰	مکروہات تحریر	۴۹	جنت کا بیان
۸۱	مکروہات تنزیہ	۵۱	جنت کی چار نہریں
۸۱	توبہ و استغفار کا بیان	۵۳	اعراف کا بیان
۸۲	توبہ کی چند اقسام	۵۶	ایمان کے ارکان، احکام اور شرائط وغیرہ
۸۳	اسلامی فرقوں اور ان کے اختلافی عقائد کا بیان	۵۶	ارکان ایمان
۸۹	سلوک و طریق شغل عبادت و ذکر و ریاضت کا بیان	۵۷	ایمان کے احکام
۹۲	اعمال دافع شر شیطان رجیم	۵۷	شرائط ایمان
۹۳	احکام شریعت کا بیان	۵۹	مشش کلمہ کا بیان

۹۵	حرام	۹۴	فرض
۹۵	حلال	۹۴	واجب
۹۵	فرائض اسلام کا بیان	۹۴	سنت مؤکدہ
۹۷	واجبات اسلام کا بیان	۹۴	مستحب
۹۷	سنن اسلام کا بیان	۹۴	مباح
۹۷	مستحبات و سنن زوائد کا بیان	۹۴	مکروہ

کتاب الطہارۃ

۱۲۴	وضو کے مستحبات و آداب	۹۹	طہارت کا بیان
۱۲۸	مکروہات وضو	۹۹	تہیید
۱۳۰	وضو کی ماثورہ دعائیں	۹۹	طہارت کے معنی
۱۳۱	وضو کا مسنون و مستحب طریقہ	۹۹	طہارت کا حکم
۱۳۲	مسواک کا بیان	۹۹	طہارت واجب ہونے کا سبب
۱۳۲	مسواک کا حکم	۱۰۰	طہارت کا رکن
۱۳۲	مسواک کی فضیلت	۱۰۰	طہارت واجب ہونے کی شرطیں
۱۳۳	مسواک کے فوائد	۱۰۰	طہارت صحیح ہونے کی شرطیں
۱۳۴	مسواک کرنے کے مستحب اوقات	۱۰۰	طہارت کی اقسام
۱۳۴	وضو میں مسواک کرنے کا وقت	۱۰۰	حدث سے طہارت حاصل کرنا
۱۳۴	مسواک کے آداب و صفات	۱۰۲	وضو کا بیان
۱۳۶	مسواک کرنے کا مسنون طریقہ	۱۰۲	فضائل وضو
۱۳۶	مکروہات مسواک	۱۰۳	وضو کی حکمتیں اور فائدے
۱۳۷	مسواک کرتے وقت کی دعا	۱۰۶	وضو کے معنی
۱۳۷	متفرقات مسواک	۱۰۷	وضو کے فرائض
۱۳۸	اقسام وضو	۱۱۵	وضو کی سنتیں

۱۶۳	فرائض غسل	۱۳۸	فرض
۱۶۹	سنن غسل	۱۳۸	واجب
۱۷۱	مستحبات و آداب غسل	۱۳۸	سنت
۱۷۲	مکروہات غسل	۱۳۸	مستحب
۱۷۲	غسل واجب ہونے کے اسباب	۱۴۰	مکروہ
۱۷۲	جنابت	۱۴۰	حرام
۱۷۲	جنابت کا ایک سبب	۱۴۰	جن چیزوں سے وضو ٹوٹ جاتا ہے
۱۷۷	جنابت کا دوسرا سبب دخول	۱۳۸	جو چیز سہیلین سے عادت کے طور پر نکلے
۱۸۰	خیض و نفاس	۱۴۳	سہیلین سے جو چیز خلاف عادت نکلے
۱۸۰	اقسام غسل	۱۴۴	سہیلین کے علاوہ کسی اور جگہ سے خون کا نکلنا
۱۸۳	غسل کے متفرق مسائل	۱۴۶	پیسپ اور کچلو کا نکلنا
۱۸۶	غسل کا مسنون و مستحب طریقہ	۱۴۶	کسی بیماری سے پانی نکلنا
۱۸۷	پانی کا بیان	۱۴۹	تے
۱۸۷	پانی کی تعریف اور اقسام	۱۵۲	نہند
۱۸۸	مطلق پانی	۱۵۵	بے ہوشی و غشی
۱۸۸	قسم اول طاہر و مطہر غیر مکروہ	۱۵۵	جنون
۱۸۸	جاری پانی	۱۵۶	نشہ
۱۹۷	ٹھہرا ہوا بند پانی	۱۵۶	تہقہہ مارنا
۱۹۸	کنوئیں کا پانی	۱۵۹	مباشرت قاحشہ
۱۹۹	جن صورتوں میں تمام پانی نکالنا واجب ہے	۱۶۱	جن چیزوں سے وضو نہیں ٹوٹتا
	جن صورتوں میں تھوڑا پانی نکالا جاتا ہے	۱۶۱	وضو میں شک ہو جانے کے مسائل
۲۰۲	کنوئیں کا سارا پانی ناپاک نہیں ہوتا	۱۶۳	غسل کا بیان
۲۰۲	کنواں پاک کرنے کا طریقہ	۱۶۳	تفسیر غسل
	جن صورتوں میں کنواں بالکل ناپاک نہیں ہوتا	۱۶۳	شرائط غسل
۲۰۹	اور جن میں پانی نکالنا مستحب ہے۔	۱۶۳	رکن غسل

۲۵۵	حیض و نفاس اور استحاضہ کا بیان	۲۱۵	خلاصہ بیان
۲۵۵	حیض کا بیان	۲۱۵	ظاہر غیر مطہر یعنی مستعمل پانی
۲۵۵	شرائط حیض	۲۲۲	آدمی اور جانوروں کے جھوٹے پانی اور پسینے کے احکام
۲۵۷	نفاس کا بیان	۲۲۷	مقید پانی
۲۵۸	استحاضہ کا بیان	۲۳۲	متفرقات
۲۵۹	حیض و نفاس اور استحاضہ کے احکام	۲۳۵	تیمم کا بیان
۲۶۲	معذور کے احکام	۲۳۵	تیمم کی تعریف
۲۶۲	تعریف	۲۳۵	جو چیزیں تیمم میں ضروری ہیں
۲۶۶	شرائط	۲۳۵	تیمم واجب ہونے کی شرطیں
۲۶۶	معذور کا حکم	۲۳۵	تیمم صحیح ہونے کی شرطیں
۲۶۹	نجاستوں اور ان کے احکام کا بیان	۲۳۵	نیت
۲۶۹	نجاستوں کے پاک کرنے کا طریقہ	۲۳۵	عذر
۲۷۷	نجس چیزوں کا بیان	۲۳۸	مسح مٹی یا مٹی کی جنس پر کرنا
۲۷۷	نجاست مغلطہ	۲۴۰	استیعاب
۲۷۷	نجاست مختلفہ	۲۴۱	تیمم کے ارکان
۲۷۹	دیگر متفرق مسائل نجاست	۲۴۲	مفت تیمم
۲۸۳	استنجا کا بیان	۲۴۲	تیمم کو توڑنے والی چیزوں کا بیان
۲۸۳	ڈھیلے سے استنجا کرنے کا طریقہ	۲۴۳	تیمم کی سنتیں
۲۸۴	ڈھیلے سے پیشاب کے استنجا کا طریقہ	۲۴۴	تیمم کا طریقہ
۲۸۴	پانی سے استنجا کرنے کا طریقہ	۲۴۵	متفرقات تیمم
۲۸۵	مکروہات استنجا و بیت الخلاء	۲۴۷	موزوں پر مسح کرنے کا بیان
۲۸۶	پانی سے استنجا پانچ قسم پر ہے	۲۴۷	جو چیزیں موزوں پر مسح جائز ہونے میں ضروری ہیں
۲۸۶	مستحبات و آداب بیت الخلاء	۲۴۹	مسح کا مسنون طریقہ
۲۸۷	مکروہات بیت الخلاء	۲۵۱	مسح توڑنے والی چیزوں کا بیان
		۲۵۲	جبیرہ و عصابہ پر مسح کرنے کا بیان

کتابیات

حوالہ جات کے لئے جو رموز استعمال کئے گئے ہیں ان کی تفصیل ذیل کی جدول سے واضح ہے

نمبر شمار	رمز	کتاب کا نام	مصنف
۱	بحر	البحر الرائق شرح کنز الدقائق	علامہ شیخ زین الدین، الشہیر بابن نجیم قدس سرہ
۲	بدائع	بدائع الصنائع	امام علاؤ الدین ابی بکر بن مسعود انکاسانی الحنفی قدس سرہ
۳	جمع الفوائد	جمع الفوائد من جامع الاصول وجمع الزوائد	امام محمد بن محمد بن سلیمان قدس سرہ
۴	در	در المختار	علامہ مولانا محمد علاؤ الدین الحنفی بن شیخ علی حنفی قدس سرہ
۵	در المستملی	در المستملی فی شرح المستملی	ایضاً
۶	ش	رد المحتار عن الدر المختار المعروف بہ فتاویٰ شامی	علامہ سید محمد امین الشہیر بابن عابدین شامی قدس سرہ
۷	ط	طحاوی علی مراقی الفلاح	علامہ الدہر شیخ احمد بن محمد بن اسماعیل الطحاوی الحنفی قدس سرہ
۸	ع	فتاویٰ الہندیہ المعروف بہ فتاویٰ عالمگیری	مصنفہ علمائے ہند ہمارے سلطان اور نگزیب عالمگیر شہنشاہ ہند قدس سرہ
۹	عرف	العرف الشدی علی جامع الترمذی	علامہ مولانا سید نور شاہ کشمیری قدس سرہ جمع کردہ مولانا محمد چراغ قدس سرہ
۱۰	غایۃ الاوطار	غایۃ الاوطار ترجمہ و شرح اردو در مختار	مولانا خرم علی و مولانا محمد احسن صدیقی نانوتوی قدس سرہ
۱۱	فتح	فتح القدیر	شیخ امام کمال الدین محمد بن عبد الواحد بن عبد الحمید بن مسعود المعروف بابن ہمام قدس سرہ
۱۲	کبیری	غیۃ المصلی فی شرح منیۃ المصلی	شیخ ابراہیم الحنفی الحنفی قدس سرہ
۱۳	م	مراقی الفلاح	امام و فقیہ شیخ حسن بن عمار بن علی الشربلہ الحنفی قدس سرہ
۱۴	مجمع	مجمع الانہر فی شرح ملقی الابحار	علامہ شیخ عبدالرحمن بن شیخ محمد بن سلیمان المدعو شیخ زادہ قدس سرہ
۱۵	مظاہر	مظاہر حق ترجمہ شرح اردو مشکوٰۃ شریف	مولانا قطب الدین شاہ جہان آبادی قدس سرہ
۱۶	مظہری	تفسیر مظہری	تبہیقی دوراں مولانا قاضی شاہ، شاہ پانی پتی قدس سرہ
۱۷	منہ	منہ الخالق علی البحر الرائق	علامہ سید محمد امین الشہیر بابن عابدین شامی قدس سرہ
۱۸	نور	نور الایضاح	علامہ شیخ حسن بن عمار بن علی الشربلہ الحنفی قدس سرہ
۱۹	ہدیہ	الہدایۃ	شیخ الاسلام امام برہان الدین ابوالحسن علی بن ابی بکر الرضیانی قدس سرہ
۲۰	احیاء	احیاء العلوم	ابو محمد بن محمد الغزالی قدس سرہ

علاوہ ازیں اردو کی بعض مشہور کتب بہشتی زیور، بہار شریعت وغیرہ جسے بھی بعض مسائل لئے گئے ہیں۔

عرض ناشر

الحمد للہ، ایک طویل مدت کے بعد عمدة الفقہ ہم اپنے قارئین کی خدمت میں جدید انداز طباعت کے ساتھ پیش کر رہے ہیں۔ چونکہ قارئین کا اصرار شدید تھا، اس بنا پر سر دست ہم حصہ اول کو بھی مشینی کتابت کے ساتھ پیش کر رہے ہیں۔ باقی تینوں حصے سابقہ کتابت کی عکس طباعت پر مشتمل ہیں۔ باقی تینوں حصوں کی مشینی کتابت کا کام بھی مکمل ہو چکا ہے، چونکہ موضوع نہایت دقیق ہے، اس بنا پر تصحیح کا کام وقت طلب بھی ہے اور صبر آزما بھی۔ ان شاء اللہ آئندہ اشاعت مکمل طور پر جدید مشینی کتابت کے ساتھ پیش کی جائے گی۔

عمدة الفقہ کو سلاست بیان، جزئیات کے استقصا اور حسن ترتیب کے سبب اردو فقہی ذخیرہ ادب میں جو اختصاص و امتیاز حاصل ہے اس سے گھمبیاں سے وابستہ ہر شخص واقف ہے۔ مؤلف علیہ الرحمہ کی یہ کاوش اردو زبان میں اپنی نوعیت کی منفرد کاوش ہے، جس پر وہ یقیناً عند اللہ ماجور ہوں گے۔ قارئین سے التماس ہے کہ مؤلف رحمہ اللہ، ناشر اور جملہ معاونین کو دعائے خیر میں یاد رکھیں، اللہ تعالیٰ اسے اپنی بارگاہ میں قرب خاص عطا فرمائے۔ آمین

سید عزیز الرحمن

یکم ربیع الاول ۱۴۳۹ھ / ۱۵ مارچ ۲۰۰۸ء

بسم الله الرحمن الرحيم

دیباچہ

الحمد لله وكفى وسلام على عباده الذين اصطفى امابعد

ایک زمانہ وہ تھا جبکہ مسلمانوں میں دین کے علوم کی بہت ترقی اور ذوق و شوق تھا، کثرت سے علماء موجود تھے جن سے آسانی کے ساتھ مسائل دریافت کر سکتے تھے اور عوام بھی اس قدر علم ضرور رکھتے تھے جو ان کی ضروریات کے لئے کافی ہو۔ خلافت راشدہ کے زمانے میں تو عبادات و معاملات میں شرع شریف کی پابندی درجہ کمال کی تھی۔ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے حکم فرمایا تھا کہ ہمارے بازار میں وہی خرید و فروخت کریں جو دین میں فقیہ ہوں (۱) پھر جس قدر صدر اول سے بعد ہوتا گیا اسی قدر علم کی کمی ہوتی گئی یہاں تک کہ آج کل ہمارے زمانے میں مسلمانوں کو دین سے بے تعلقی اس قدر بڑھ گئی ہے کہ عوام تو عوام علمائے کرام میں بھی باوجود دوسرے علوم و فنون میں قابلیت و مہارت کے روزمرہ کے ضروری مسائل حتیٰ کہ فرض و واجبات و سنن و مستحبات و مکروہات کی اکثر و بیشتر جزئیات سے ناواقفیت ہے اور بے علمی کی وجہ سے پڑھا ہوا علم بھی روزانہ انحطاط اور سہو کی نذر ہوتا رہتا ہے۔ عوام میں بھی قلت علم اور بے پرواہی کے نتیجے میں دین سے بے تعلقی اور عدم شوق اس قدر بڑھتا جا رہا ہے کہ نہ خود جاننے اور سیکھنے کی طرف رغبت ہے اور نہ ہی علماء کی صحبت میں بیٹھتے ہیں کہ ان کی برکت سے ذوق و شوق پیدا ہوتا اور مسائل جاننے میں سہولت ہوتی۔ اگر یہی لیل و نہار رہے تو آئندہ اس سے بھی زیادہ تزلزل اور دین سے بعد ہونے کا خطرہ ہے اس لئے دین کی تعلیم کو عام کرنے کی اشد ضرورت ہے۔

چونکہ ہمارے ملک کی قومی زبان اردو ہے اور اسی کے ذریعے دین کی تبلیغ کی جاسکتی ہے اور اسی کے پیش نظر مختلف علوم و فنون کے ماہرین نے اس قومی و ملکی عام زبان اردو میں دوسری زبانوں سے کتابوں کے ترجمے کئے اور مستقل تصانیف بھی فرمائیں۔ چنانچہ علم فقہ میں بھی جو کہ جزئیات و مسائل دیدہ کا حامل ہے عربی و فارسی کی کتابوں کے ترجمے کئے گئے اور مستقل چھوٹی بڑی کتابیں بھی تصنیف و تالیف فرمائیں تاکہ عوام و خواص ان سے استفادہ کر کے دین کے ضروری علم سے با آسانی بہرہ ور ہو سکیں اور عمل کی شاہراہ پر گامزن ہو کر سعادت دارین حاصل کر سکیں۔

شریعت اسلام میں علم فقہ کی فضیلت مسلمہ امر ہے۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں ارشاد فرمایا ہے: فَلْيُؤَلِّمُوا كُلَّ فِرْقَةٍ

مَنْهُمْ طَائِفَةٌ لَيْسَ فَعْلُهُمْ فِي الدِّينِ وَلِيُنذِرُوا قَوْمَهُمْ إِذَا رَجَعُوا إِلَيْهِمْ لَعَلَّهُمْ يَحْذَرُونَ (۱) اس کا مطلب یہ ہے کہ "ایمان والا! تمہارے ہر گروہ میں سے ایک جماعت کو اہل علم کی خدمت میں دین میں فقہ حاصل کرنے کے لئے جانا چاہئے اور جب علم فقہ حاصل کر کے اپنی قوم کی طرف لوٹیں تو اس کو ان کی غلطیوں پر آگاہ کر کے ڈرانا اور دین کی باتوں پر عمل سکھانا چاہئے تاکہ وہ اللہ تعالیٰ سے ڈریں اور دین کی باتیں صحیح طور پر سمجھ کر اس پر عمل کریں۔" اس آیت مبارکہ میں علم فقہ کی ترویج و انضیلت نمایاں طور پر ظاہر فرمائی ہے نیز ارشاد فرمایا وَمَنْ يُؤْتَ الْحِكْمَةَ فَقَدْ أُوتِيَ خَيْرًا كَثِيرًا (۲) "جس کو حکمت دی گئی اُس کو بہت بھلائی دی گئی۔" مفسرین کی ایک جماعت نے حکمت کی تفسیر علم فروع سے کی ہے جو کہ فقہ کا علم ہے۔

حدیث شریف میں ہے مَنْ يُؤْتَ اللَّهُ بِهِ خَيْرًا يُفْقَهُهُ فِي الدِّينِ (۳) "اللہ تعالیٰ جس بندے کے ساتھ خیر کا ارادہ کرتا ہے اس کو دین میں فقیہ کرتا ہے یعنی دین کے کاموں میں صحیح سمجھ عطا فرماتا ہے" ایک حدیث میں ہے مَنْ تَفَقَّهَ فِي دِينِ اللَّهِ كَفَاهُ اللَّهُ هِمَّةً وَبِرًّا فَقَدْ مِنْ حَيْثُ لَا يُخْتَصَبُ (۴) "جو شخص اللہ تعالیٰ کے دین میں سمجھ (فقہ) حاصل کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کو فکر و تردد سے کفایت کرتا ہے اور اس کو ایسی جگہ سے روزی دیتا ہے جس کا اُس کو گمان بھی نہیں ہوتا۔" ایک اور حدیث میں ہے فَبِقِيَّةٍ وَاحِدَةٍ أَشَدُّ عَلَى الشَّيْطَانِ مِنْ أَلْفِ عَابِدٍ (۵) "ایک فقیہ شیطان پر ہزار عابدوں سے بھی زیادہ بھاری ہے۔" فقہ کی فضیلت و اہمیت و ضرورت پر اور بھی احادیث و دلائل کتب فن میں مذکور ہیں۔ پس مزید معلومات کے لئے ان کی طرف رجوع کریں۔

اُردو زبان میں چھوٹی و بڑی کتب فقہ تصنیف و تالیف ہونے اور ترجمے ہونے کے باوجود اس بات کی اشد ضرورت ہے کہ کوئی ایسی جامع و مستند کتاب ہو جو عام فہم ہونے کے علاوہ زیادہ سے زیادہ جزئیات مسائل پر حاوی ہو اور ترتیب و تالیف کے لحاظ سے بھی اس طرز پر ہو کہ مسائل کا سمجھنا اور یاد کرنا آسان ہو جائے۔ اس ضرورت کے پیش نظر ایک مدت سے اس عاجز کا ارادہ تھا کہ ایک ایسی کتاب ترتیب دے کر شائع کی جائے۔ چنانچہ پاکستان بننے سے پہلے اس کو شروع بھی کر دیا تھا اور بہت کچھ ترتیب و جمع مسائل کا کام کر لیا تھا لیکن اپنی کم علمی کے باعث بعض خامیوں کے پیش نظر اس کو طبع کرانے کی جرأت نہ کی۔ پاکستان بننے پر ترک وطن کر کے جب خیر پور نامیوالی ضلع بھاو پور میں بطور مہاجر سکونت اختیار کی تو پھر یہ شوق تازہ ہوا اور سابقہ مسودے کی نظر ثانی شروع کر دی اور ساتھ ساتھ ایک سو تیس صفحات تک کتابت بھی کر چکا تھا کہ پھر یہ کام التوا میں پڑ گیا۔ پھر ایک عرصے کے بعد شروع کیا اور ایک سو تیس صفحات کتابت شدہ حصے کو طبع کرنا بھی رکھ لیا لیکن ہر دفعہ درمیان میں ایسے سوانحائے حائل ہوتے رہے کہ تاحال اس کی تکمیل اور طبعیت و اشاعت کے مراحل طے نہ ہو سکے۔ اب جبکہ نظر ثانی کے بعد کتاب الصلوٰۃ تک مسودے کی تکمیل ہو چکی ہے اور اس کی کتابت بھی ہو رہی ہے تو ارادہ ہوا اور احباب کے مشورے سے طے پایا کہ چونکہ ابتدائی کتابت شدہ کاپیاں کافی عرصے کی ہو چکی ہیں اور ان کے ضائع ہونے کا خطرہ ہے نیز طبع شدہ اجزا بھی پرانے اور خراب ہوتے جا رہے ہیں اس لئے جہاں تک جلدی ہو سکے اس کا ابتدائی حصہ جس کو کتاب ہذا کا حصہ اول قرار دیا جائے کتاب الطہارۃ پر ختم کر کے چھپوایا جائے اور دوسرا حصہ کتاب الصلوٰۃ کی تکمیل پر ختم کر دیا جائے۔ اس طرح جو کاپیاں اور طبع شدہ اجزا خراب ہوتے جا رہے ہیں محفوظ ہو کر ناظرین تک پہنچ جائیں گے اور پھر دوسرا حصہ بھی جلدی طبع ہو کر اشاعت پذیر ہو سکے گا۔ نیز کتاب ہذا کے حصہ اول کو کتاب الصلوٰۃ پر ختم کرنے سے ضخامت بھی بہت زیادہ ہو جاتی اس لئے اس کو دو حصوں میں کرنا مناسب معلوم ہوا۔

(۱) - التوبہ: ۱۲۲ (۲) - البقرہ: ۲۰۲ آیت ۲۶۹

(۳) - ترمذی: ج ۴، ص ۲۹۴، رقم ۲۶۵۳ - ابن ماجہ: ج ۱، ص ۹۴، رقم ۲۲۰

(۴) - ترمذی: ج ۴، ص ۳۱۱، رقم ۲۶۹۰ - ابن ماجہ: ج ۱، ص ۹۶، رقم ۲۲۲

(۵) - مسند ابی حنیفہ: رقم ۲۰ - کنز العمال: رقم ۲۸۸۵۵

اس کتاب میں حتیٰ الوسع یہ کوشش کی گئی ہے کہ عبارت بہت آسان ہو کہ کم علم والے مرد عورتیں اور بچے بھی سمجھ سکیں اور فائدہ حاصل کر سکیں پھر بھی بہت سی جگہ مجبوراً بعض اصطلاحات استعمال کرنی پڑی ہیں اس لئے عوام کو ضروری مواقع میں علماء سے سمجھنے کی ہر وقت ضرورت ہے۔ اکثر و بیشتر مسائل کی مختصر آسان تعلیمات بھی لکھ دی ہیں تاکہ اہل علم حضرات بھی استفادہ کر سکیں لیکن مشکل اور طویل مباحث و دلائل سے پرہیز کیا ہے، اس لئے کہ دلیلوں کا سمجھنا ہر شخص کا کام نہیں اور اصل مقصد مسائل کا جاننا ہے کہ نہ دلائل کا، دلائل کا جاننا علماء کا کام ہے۔ وہ فقہ و اصول فقہ کی بڑی کتابوں میں دیکھ لیتے ہیں، اس قسم کی کتابیں ان کی متحمل نہیں ہو سکتیں اور یہ عاجز خود بھی اس سے بے بضاعت ہے۔ اختلافات فقہاء میں مفتی بہ و مستند مذہب لکھنے کا بھی التزام کیا گیا ہے اور ضعیف قول کہیں صراحۃً اور کہیں اشارتاً درج ہے، مثلاً یہ کہنا کہ یہی صحیح ہے کہ اس کے بالمقابل بھی قول ہے اور وہ ضعیف ہے۔ ہر مسئلے کو اپنی جزئیات متفرعہ کے ساتھ پوری وضاحت سے لکھنے کی کوشش کی گئی ہے تاکہ مسئلہ پوری طرح واضح ہو جائے۔ حتیٰ الامکان مستند کتب مثلاً عالمگیری، شامی، درمختار، مراقی الفلاح و طحطاوی، بحر الرائق، نور الایضاح، مفتی اور دیگر کتب موجودہ عربی سے مسائل کو پوری پوری احتیاط اور صحت کے ساتھ نقل کیا گیا ہے، حوالہ جات کی کمی رہ گئی ہے جو آئندہ انشاء اللہ طبع ثانی میں درج کر دیئے جائیں گے۔ جہاں کہیں عبارتوں میں اخلاق و ابہام تھا۔ ان کو بھی اپنی سمجھ کے مطابق حل کرنے اور اخلاق و ابہام دور کر کے واضح طور پر مسئلے کو بیان کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔ اپنی بے علمی و کم مائیگی کے باوجود اس اہم و اعظم کام کی طرف جسارت کرنا میرا منصب نہیں تھا لیکن ثواب دارین کی حرص دامن گیر ہوئی اور اللہ تعالیٰ کی اذن و نصرت کے بھر دے پر کام شروع کر دیا۔ دیر تو بہت ہو گئی مگر اللہ پاک نے اپنے فضل و کرم سے یہ کچھ کر دیا ہے جو بدیہ ناظرین ہے۔

اہل علم حضرات سے گزارش ہے کہ اگر کتاب ہذا میں کوئی مسئلہ اپنی تحقیق کے خلاف پائیں تو مستند کتب فقہ کی طرف مراجعت کے بعد کتاب ہذا کی غلطی پر اس عاجز کو اذرا و کرم مطلع فرمائیں تاکہ آئندہ ایڈیشن میں ان کی اصلاح کی جاسکے اور اگر کوئی زیادہ غلطیاں ہوئیں جن کا اصلاح نامہ طبع اول کی کتب کے ساتھ شائع کرنا ضروری ہو تو وہ بھی کیا جاسکے کیونکہ باوجود نہایت کوشش و احتیاط کے اغلاط کا رہ جانا بشری تقاضا ہے اور اس عاجز کی علمی کمزوری اس پر مستزاد ہے۔

آخر میں دعا ہے کہ اللہ پاک خاکسار کی اس حقیر محنت کو ہر قسم کی ظاہری و باطنی کوتاہیوں اور یاد و نمود وغیرہ کی برائی کی معافی کے ساتھ شرف قبولیت بخشے اور تمام مسلمانوں کو بالعموم اس سے استفادے کی توفیق عطا فرمائے آمین، اور کوتاہیوں اور خامیوں پر آگاہی نصیب فرما کر بعد اصلاح و ترمیم طبع ثانی کی توفیق بخشے، آمین۔ وما توفیقی الا باللہ العلی العظیم، علیہ توکلت والیہ انیب، ربنا تقبل منا انک انت السميع العليم و تب علینا انک انت التواب الرحیم، و صل علی اللہ تعالیٰ علی خیر خلقہ و نور عرشہ سیدنا و مولانا محمد بن المصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہ و اصحابہ و اتباعہ و بارک و سلم۔

احقر و لاشی ذر کا بے مقدار خاکسار

زوار حسین عفا اللہ عنہ و غفر لہ و لوا لہ یہ

حال مقیم خیر پور مایولی۔ ذاک خانہ خاص، ضلع بہاولپور

۱۵ یقینہ ۱۳۸۳ھ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

کتاب الایمان

تمہید

۱۔ جب آدمی عاقل اور بالغ ہو جاتا ہے تو اس کو ایمان لانا یعنی اللہ تعالیٰ کو ایک اور رسولوں کو برحق ماننا فرض ہو جاتا ہے (جس کی تفصیل دوسرے بیان میں آئے گی) اور ایمان کے فرض ہو جانے پر تمام عبادات منجملہ فرائض اور واجبات وغیرہ کے اس پر فرض ہو جاتے ہیں اور تمام منہیات (یعنی جن چیزوں سے شرع نے منع کیا) اور محرمات (یعنی جو چیزیں شرع میں حرام ہیں) حرام ہو جاتے ہیں۔
۲۔ فرض: دو قسم کے ہیں:

۱۔ دائمی جو ہمیشہ فرض ہو، اور وہ ایمان پر ثابت قدم رہنا اور حرام اور کفر و شرک سے دور رہنا ہے۔ اور یہ عقائد سے تعلق رکھتا ہے جن کا حامل علم کلام ہے۔

۲۔ وقتی، جو کہ خاص وقت پر فرض ہوں، جیسے نماز، روزہ، زکوٰۃ، حج وغیرہ (پہلی قسم کے فرائض کے علاوہ تمام فرائض موقت ہیں جن کا حامل علم فقہ ہے) اس مختصر کتاب میں ان ہر دو قسم کے مسائل بالتفصیل بیان ہوں گے۔ ان شاء اللہ

۳۔ علم الفرائض کا واجب ہونا، جب کسی فرض کا وقت آ جاتا ہے تو اس فرض کا علم بھی ضروری ہو جاتا ہے مثلاً جب آدمی مسلمان ہوا یا بالغ ہوا تو اس پر صالح حقیقی (اللہ تعالیٰ) اور اس کی صفات کی معرفت (پہچان) اور رسول اللہ ﷺ کی رسالت کا جاننا اور ان چیزوں کا جاننا جن کے بغیر ایمان صحیح نہیں ہوتا، اور جب نماز کا وقت آیا تو احکام نماز کا سیکھنا واجب ہوا، اور ماہ رمضان المبارک کے آنے پر روزے کے احکام کا علم اور مال دار صاحب نصاب زکوٰۃ ہو جانے پر (مال کے سال گزرنے پر) زکوٰۃ کے احکام کا علم حاصل کرنا فرض ہو جاتا ہے، اسی طرح حج، نکاح، حیض و نفاس اور بیع و شراء وغیرہ تمام فرائض کا حکم ہے۔

۴۔ چار علم فرض عین ہیں:

۱۔ ایمان، ۲۔ نماز، ۳۔ روزہ، ۴۔ حیض و نفاس

ان چاروں کے احکام کا علم بہ قدر ضرورت حاصل کرنا ہر مؤمن مرد و عورت پر فرض عین ہے۔

اب ایمان کی تفصیل اور اس کے متعلقات بیان کئے جاتے ہیں۔

ایمان مجمل و مفصل کا بیان

ایمان لانا دو طرح پر ہے۔ ۱۔ مجمل، ۲۔ مفصل، جو شخص دونوں طرح ایمان لائے وہ مسلمان ہو جاتا ہے۔

ایمان مجمل

ایمان مجمل یہ ہے:

أَعْتَضْتُ بِاللَّهِ كَمَا هُوَ بِأَسْمَائِهِ وَصِفَاتِهِ وَقَبِلْتُ جَمِيعَ أَحْكَامِهِ

میں اللہ تعالیٰ پر ایمان لایا جیسا کہ وہ اپنے ناموں اور صفاتوں کے ساتھ ہے اور میں نے اُس کے تمام احکام قبول کئے۔

اللہ پر ایمان لانے کی تشریح

اللہ اسم ذاتی (اسم ذات) ہے اور یہ نام ہے اس ذات (اللہ تعالیٰ) کا جو واجب الوجود ہے اور تمام صفات کمالیہ اس میں موجود ہیں۔ اور واجب الوجود اس ہستی یا موجود شے کو کہتے ہیں جس کا وجود (ہر وقت اور ہر جگہ موجود ہوتا) واجب و ضروری ہو اور اس کا عدم (کسی وقت یا کسی جگہ نہ ہونا) محال ہو۔ کمال ذاتی کے لئے جن جن صفاتوں کا اس میں ہونا ضروری ہے وہ سب اس کے لئے ثابت ہیں، ان صفاتوں کو صفات کمالیہ کہتے ہیں۔ جو ذات واجب الوجود ہے وہ ہمیشہ سے ہے اور ہمیشہ رہے گی یعنی وہ ذات قدیم ہوگی اور بذات مقدس خود موجود ہوگی اور وجود بقا میں کسی کی محتاج نہ ہوگی پس اسلامی تعلیم کے بموجب اللہ تعالیٰ واجب الوجود ہے اس کے سوا دنیا کی کوئی چیز واجب الوجود نہیں۔ اسم ذاتی کے علاوہ اور ناموں کو اسمائے صفاتی کہتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ کی بہت صفات ہیں جیسے قدیم ہونا یعنی ہمیشہ سے ہونا اور ہمیشہ رہنا، عالم ہونا (ہر چیز کا جاننے والا ہونا) وغیرہ جو نام ان صفات میں سے کسی صفت کو ظاہر کرے اس کو صفاتی نام کہتے ہیں۔ قرآن میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے

وَلِلَّهِ الْأَسْمَاءُ الْحُسْنَىٰ فَادْعُوهُ بِهَا (۱)

اللہ تعالیٰ کے بہت اچھے نام ہیں پس انہی ناموں سے اس کو پکارو۔

اور حدیث شریف میں ہے اِنَّ لِلّٰهِ تَعَالٰی وَتِسْعِيْنَ اِسْمًا مِائَةً اِلَّا وَاحِدٌ (۲) بیشک اللہ تعالیٰ کے ننانوے یعنی ایک کم سوا نام ہیں اور روایات میں ان کے علاوہ اور بھی اسماء کور ہیں۔

ہیں اور روایات میں ان کے علاوہ اور بھی اسامہ کور ہیں۔

صفات کمالیہ

اللہ تعالیٰ کی ذات کی طرح اس کی تمام صفات اور اسما قدیم ہیں یعنی ہمیشہ سے ہیں اور ہمیشہ رہیں گے۔ اور ان کے سوا اور کوئی چیز قدیم نہیں اور یہ اسما و صفات اللہ تعالیٰ کی ذات شریف سے متعلق ہیں اس طرح پر کہ نہ صین ذات ہیں نہ غیر ذات، مثلاً اسی لئے اللہ تعالیٰ کی صفت علم و قدرت وغیرہ کو اللہ نہیں کہہ سکتے نہ اس کا غیر ہی کہہ سکتے ہیں فافہم۔

صفات کمالیہ (صفات ذاتی) یہ ہیں ۱۔ وحدت ۲۔ قدم (یا وجوب وجود) ۳۔ حیات ۴۔ قدرت ۵۔ علم ۶۔ ارادہ ۷۔ سمع ۸۔ بصر ۹۔ کلام ۱۰۔ خلق و کمون۔ باقی صفات بھی انہی سے متعلق ہیں مثلاً مارنا، زندہ کرنا، رزق دینا، عزت دینا، ذلت دینا وغیرہ وغیرہ۔

صفات کمالیہ کی تشریح

۱۔ **وحدت:** یعنی ایک ہونا یہ اللہ تعالیٰ کی صفت ہے کہ وہ اپنی ذات میں بھی ایک ہے اور صفات میں بھی یکتا ہے اور توحید کے معنی اللہ تعالیٰ کو ایک سمجھنا یا اس کے ایک ہونے کا یقین اور اقرار کرنا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: **يَا أَيُّهَا الْكَافِرُونَ لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ الرَّحْمَنُ الرَّحِيمُ** (۱) ”تمہارا معبود ایک اللہ ہے اس کے سوا کوئی معبود نہیں وہ بہت رحم والا مہربان ہے“ دوسری آیت میں ہے: **شَهِدَ اللَّهُ أَنَّهُ لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ وَالْمَلَائِكَةُ وَأُولُو الْعِلْمِ قَائِمًا بِأَلْفِ سِتٍّ مِّنْ أَلْفٍ لَا يَمُوتُ** (۲) ”اللہ تعالیٰ گواہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں اور فرشتے اور اہل علم بھی اس بات کی گواہی دیتے ہیں وہ انصاف قائم رکھنے والا ہے اس کے سوا کوئی معبود نہیں وہ غالب حکمت والا ہے“ تیسری آیت **قُلْ هُوَ اللَّهُ أَحَدٌ** (۳) ”آپ کہہ دیجئے کہ اللہ ایک ہے“ اور چوتھی آیت **هُوَ اللَّهُ الَّذِي لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ** (۴) ”وہی اللہ ہے جس کے سوا کوئی معبود نہیں“ اسی طرح بے شمار آیتیں اللہ تعالیٰ کی توحید کی تعلیم دیتی ہیں۔

۲۔ **قدم:** قدم کے معنی قدیم ہونا اور ہمیشہ رہنا اور وجوب وجود کے معنی واجب الوجود ہونا، جس کے معنی پہلے بیان ہو چکے ہیں۔ جس کی ابتداء نہ ہو یعنی ہمیشہ سے ہو، اُسے ازلی کہتے ہیں اور جس کی انتہاء نہ ہو یعنی ہمیشہ رہے اُسے ابدی کہتے ہیں۔ پس اللہ تعالیٰ ازلی بھی ہے اور ابدی بھی اور یہی معنی قدیم ہونے کے ہیں۔ **قُلْ هُوَ الْوَلِيُّ لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ** (۵) ”اول بھی وہی اللہ تعالیٰ ہے اور آخر بھی وہی اور ظاہر بھی وہی ہے باطن بھی وہی۔“

۳۔ **حیات:** حیات کے معنی زندگی کے ہیں یعنی اللہ تعالیٰ ہمیشہ زندہ ہے زندگی کی صفت اس کے لئے ثابت ہے اور یہ زندگی فانی زندگیوں کی طرح نہیں ہے۔ **قُلْ هُوَ اللَّهُ لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ الْحَيُّ الْقَيُّومُ** ”اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں وہ ہی اور قیوم ہے۔“

۴۔ **قدرت:** قدرت کے معنی طاقت کے ہیں یعنی کائنات کو پیدا کرنے اور قائم رکھنے اور پھر فنا کرنے اور پھر موجود کرنے کی قدرت رکھتا ہے **إِنَّ اللَّهَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ** ”بے شک اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے۔“

۵۔ **علم:** علم کے معنی جاننے کے ہیں یعنی اللہ تعالیٰ تمام چیزوں کا علیم (جاننے والا) ہے کوئی چیز چھوٹی ہو یا بڑی اُس کے علم سے باہر نہیں، ذرے ذرے کا اس کو علم ہے، ہر چیز کو اس کے وجود سے پہلے اور معدوم (نہیں) ہونے کے بعد بھی جانتا ہے اور اندھیری رات میں کالی چوٹی کے چلنے اور اس کے پاؤں کی حرکت کو بخوبی جانتا اور دیکھتا ہے انسان کے دل میں جو خیالات آتے ہیں وہ اللہ کے علم میں سب

الصَّاحِدُ الْوَاحِدُ الْأَخَذَ الصَّنَدُ الْقَائِدُ الْمُقْبِرُ الْمُقْبِمُ الْمُؤَيَّرُ الْأَوْثَانُ الظَّاهِرُ الْبَاطِنُ الْوَالِي الْمُتَعَالَى الْبَرُّ الْقَوَابِ
الْمُسْتَعْمِرُ الْعَفْوُ الرُّوْفُ مَالِكُ الْمَلِكِ ذُو الْجَلَالِ وَالْإِكْرَامِ الْمُقْبِسُ الْجَمَاعُ الْغَنِيُّ الْمُنْفِي الْمَالِغُ الْعَارُ الْفَالِغُ الْتَوَرُّ
الْقَادِي الْمَدِينُ الْبَالِي الْوَارِثُ الرَّحِيمُ الصُّورُ (۱) حضرت ابو ہریرہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ
کے نالوے نام ہیں جو انھیں یاد کرے جنت میں جائے گا۔ وہ اللہ ہے جس کے سوا کوئی معبود نہیں ۱۔ نہایت مہربان ۲۔ بہت رحم والا ۳۔ وہ
بادشاہ ہے ۴۔ پاک ہے ۵۔ ہر نقص و آفت سے سلامت ۶۔ امان دینے والا ۷۔ پناہ لینے والا ۸۔ زیر دست ۹۔ ذبا و والا ۱۰۔ صاحب
عظمت ۱۱۔ بنانے والا ۱۲۔ پیدا کرنے والا ۱۳۔ صورت بنانے والا ۱۴۔ بہت بخشنے والا ۱۵۔ غالب ۱۶۔ بہت دینے والا ۱۷۔ روزی
و دینے والا ۱۸۔ فیصلہ کرنے والا ۱۹۔ جاننے والا ۲۰۔ سچائی کرنے والا ۲۱۔ فراخی کرنے والا ۲۲۔ پست کرنے والا ۲۳۔ بلند کرنے والا
۲۴۔ عزت دینے والا ۲۵۔ ذلت دینے والا ۲۶۔ سننے والا ۲۷۔ دیکھنے والا ۲۸۔ اٹل فیصلہ والا ۲۹۔ انصاف کرنے والا ۳۰۔ ہمید جاننے
والا ۳۱۔ شہدار ۳۲۔ بردبار ۳۳۔ عظمت والا ۳۴۔ بہت بخشنے والا ۳۵۔ تھوڑے عمل پر بہت دینے والا ۳۶۔ بلند ۳۷۔ بڑائی والا
۳۸۔ حفاظت کرنے والا ۳۹۔ حصہ دینے والا ۴۰۔ حساب کرنے والا ۴۱۔ بزرگی والا ۴۲۔ بے مانگے دینے والا ۴۳۔ مکران ۴۴۔
جواب دینے والا ۴۵۔ وسعت والا ۴۶۔ حکمت والا ۴۷۔ بڑی محبت والا ۴۸۔ محمد شرف والا ۴۹۔ اٹھانے والا ۵۰۔ گواہ ۵۱۔ ثابت
۵۲۔ کام بنانے والا ۵۳۔ زور آور ۵۴۔ مضبوط ۵۵۔ دوست و مددگار ۵۶۔ مستحق تعریف ۵۷۔ ہر چیز کی شمار رکھنے والا ۵۸۔ عدم سے
وجود میں لانے والا ۵۹۔ معدوم کو پھر موجود کرنے والا ۶۰۔ زندہ کرنے والا ۶۱۔ مارنے والا ۶۲۔ ہمیشہ زندہ ۶۳۔ ہمیشہ قائم ۶۴۔ پانے
والا ۶۵۔ بزرگ ۶۶۔ یکساں ۶۷۔ اکیلا ۶۸۔ بے نیاز ۶۹۔ قدرت والا ۷۰۔ ہر شے پر قبضہ والا ۷۱۔ آگے بڑھانے والا ۷۲۔ پیچھے
ہٹانے والا ۷۳۔ سب سے پہلا ۷۴۔ سب سے پچھلا ۷۵۔ سب پر عیاں ۷۶۔ نگاہوں سے اوجھل ۷۷۔ ہر چیز کا ذمہ دار ۷۸۔
مخلوق کی صفات سے بہت بلند ۷۹۔ نیک سلوک کرنے والا ۸۰۔ تو پر قبول کرنے والا ۸۱۔ بدل لینے والا ۸۲۔ معاف کرنے والا ۸۳۔
بڑی رحمت والا ۸۴۔ سارے ملک کا مالک ۸۵۔ بزرگی اور بخشش والا ۸۶۔ بڑا انصاف والا ۸۷۔ سب کو جمع کرنے والا ۸۸۔ سب
سے بے نیاز ۸۹۔ دوسروں کو بے پروا کرنے والا ۹۰۔ روکنے والا ۹۱۔ نقصان پہنچانے والا ۹۲۔ نفع پہنچانے والا ۹۳۔ روشنی والا ۹۴۔
ہدایت دینے والا ۹۵۔ بلا نمونہ بنانے والا ۹۶۔ ہمیشہ رہنے والا ۹۷۔ سب کا وارث ۹۸۔ نیک راہ بتانے والا ۹۹۔ بڑا تحمل کرنے والا۔
اس حدیث کو ترمذی ابن حبان اور حاکم نے روایت کیا ہے۔

کتاب اللہ حدیث رسول ﷺ میں ان اسمائے مبارکہ کے علاوہ اور اسماء بھی آئے ہیں وہ ہذا: قرآن کریم میں یہ نام آئے ہیں
الرَّبُّ، الْأَكْرَمُ، الْأَعْلَى، الْحَافِظُ، الْخَلَّاقُ، السَّاتِرُ، السُّتَارُ، الشَّامِكُ، الْعَادِلُ، الْعَالِمُ، الْغَالِبُ، النَّاطِقُ، الْفَالِقُ،
الْقَدِيرُ، الْقَرِيبُ، الْقَاهِرُ، الْكَافِلُ، الْكَافِي، الْمُبِيرُ، الْمُحِيطُ، الْمَلِكُ، الْمَوْلَى، النُّصِيرُ، الْحَكَمُ الْحَكِيمِينَ، أَرْحَمُ
الرَّاحِمِينَ، أَحْسَنُ الْخَالِقِينَ، ذُو الْفَضْلِ، ذُو الطَّوْلِ، ذُو الْقُوَّةِ، ذُو الْمَغَارِجِ، ذُو الْعَرْشِ، زَلِيقُ الْمَرْجَاتِ، غَالِبُ الذُّنُوبِ،
قَابِلُ التَّوْبِ، فَعَالٌ لِّمَا يُرِيدُ۔ مُخْرِجُ الْحَيِّ مِنَ الْمَيِّتِ، وَغَيْرِهِ

اور حدیث شریف میں آئے ہیں: السَّخَّانُ، الْمَتَّانُ، الْمُعِيبُ، الْمُنْعِمُ اور ان کے علاوہ تورات و غیرہ آسمانی کتب سے اور بھی

نقل کئے گئے ہیں۔

اسمائے الہی تو قینی ہیں یعنی وہ ہیں جو کلام اللہ یا کلام پیغمبران (احادیث شریف) میں آئے ہیں اور صاحب شرع سے سننے پر موقوف ہیں۔ ان کے علاوہ عام لوگوں کے اپنے بنائے ہوئے عقلی و عرفی ناموں سے پکارنا ہرگز جائز نہیں خواہ وہ صحیح ناموں کے ہم معنی ہی ہوں مثلاً عاقل بجائے عالم کے، اسی طرح پر عاشق و معشوق، ساقی، بخی، طیبیب، محبوب، محبوب اور یزداں وغیرہ۔ یزداں اس لئے کہ مجوس نے اللہ تعالیٰ کے دو نام فرض کئے ہیں، ۱۔ یزداں، خالق خیر، ۲۔ اہرمن، خالق شر۔ علیٰ ہذا القیاس۔ یہود و نصاریٰ و ہنود اور دیگر غیر مسلم قوموں کے ہاں جو اللہ تعالیٰ کے نام مقرر ہیں ان ناموں سے نہ پکارنے میں احتیاط ہے، اس لئے کہ ہوسکتا ہے کہ وہ کسی نا جائز صفت کے لحاظ سے قرار دیئے گئے ہوں مگر ان ناموں کی بے ادبی بھی نہ کرنی چاہیے، ممکن ہے کہ وہ کسی صفت الہی کے لحاظ سے صحیح ہوں اور اس زبان میں اپنے پیغمبر سے سیکھے ہوں اور ان مذاہب میں تحریف کی وجہ سے ہمیں اس کا صحیح علم نہ ہوسکا ہو، اس لئے ہمیں احتیاط لازم ہے۔

مسئلہ : اللہ تعالیٰ کو کل اور بعض (جز) سے موصوف کرنا بھی جائز نہیں، اس لئے کہ کلیت و جزئیت اجسام کی صفت ہے اور اللہ تعالیٰ جسم اور جسمانیات سے پاک ہے۔

مسئلہ : اللہ تعالیٰ کی ذات و صفات بے مثل قدیم لازوال اور باکمال ہیں، بندوں کی طرح ناقص نہیں، کیونکہ بندے دیکھنے سننے کلام کرنے میں وغیرہ میں اسباب کے محتاج ہیں، مثلاً بندوں کا دیکھنا بغیر آنکھ کے اور عدم حجاب کے ناممکن ہے اللہ تعالیٰ کی ذات و صفات اس نقص سے بری ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی جمیع صفات بے کیف اور ہمیشہ رہنے والی ہیں اور تمام ناقص صفات اس کی بارگاہ سے دور ہیں، نہ وہ کسی سے پیدا ہوا نہ اُس سے کوئی پیدا ہوا اور نہ وہ ماں باپ اور اولاد والا ہے، بہن، بھائی، بیوی، رشتے داروں وغیرہ سے پاک اور بری ہے مکان و مقام سے پاک ہے اور غیر محتاج ہے۔ علیٰ ہذا اطراف و جہات جسم و جوہر، طول و عرض، حدود و انتہا، فراخی و تنگی، شکل و صورت، رنگ و بو، موت و ہلاک غرض کہ ہر عیب و حدث سے پاک اور بری ہے اور سب کمالات اس کو حاصل ہیں

و عشق با تمام ما جمال یار مستغنی ست رنگ و نہ بخال و خط چہ حاجت روئے زیارا

اس کا کوئی نظیر و ہمسر نہیں، نہ کسی چیز میں حلول کرتا ہے نہ کوئی چیز اس میں حلول کرتی ہے۔ مشابہ و متحد وہم جنس ہونے سے پاک ہے تبعض و تجزئی اس کی بارگاہ میں ناممکن ہے ترکیب و تحلیل اس کی جناب سے دور ہے۔ ہر قسم کے حوادث، مثلاً کھانے، پینے، پیشاب پاخانے، صحت و مرض، رنج و خوشی وغیرہ سے پاک ہے۔ اس کی ذات و صفات کو کبھی فنا و تغیر نہیں کوئی چیز اُس پر واجب اور ضروری نہیں۔ کوئی چیز اُس کی قدرت سے باہر نہیں۔ اُس کے حکم کو کوئی نہیں پھیر سکتا۔ ازل سے ابد تک اُس کی سب صفات بے تفاوت و بلا کم و کاست اس میں موجود ہیں۔ صفات قضا بہات، مثلاً اللہ تعالیٰ کے ید، سمع، بصر اور ساق وغیرہ کو یوں سمجھو کہ یہ اللہ تعالیٰ کی صفات ہیں جن کی کیفیت ہم کو معلوم نہیں، جو کچھ ہمارے فہم و ادراک اور عقل و تصور میں آسکے، حق تعالیٰ اس سے پاک و برتر ہے، وہ واسع ہے، لیکن اس کی وسعت ایسی نہیں جو ہماری سمجھ میں آسکے اور محیط ہے لیکن ایسا احاطہ نہیں جو ہمارے ادراک میں آسکے اور قریب ہے لیکن ایسا قرب جو ہماری عقل میں نہ آسکے اور وہ ہمارے ساتھ ہے لیکن ایسی معیت نہیں جو کہ مشہور و معروف ہے لَا تُدْرِكُهُ الْاَبْصَارُ وَ هُوَ يُدْرِكُ الْاَبْصَارَ (۱) ”نگاہیں اس (اللہ تعالیٰ) کو نہیں دیکھ سکتیں اور وہ تمام ابصار و مبصرات کو دیکھ رہا ہے“۔ اور ان اسما کی کیفیت ہم نہیں جانتے اللہ تعالیٰ ہی خوب جانتا ہے وَمَا يَعْلَمُ قَائِلُهُ إِلَّا اللَّهُ، (۲) ”اور اس کی تاویل اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے“۔

فائدہ : ارباب حقائق لکھتے ہیں کہ اسمائے الہی سے بندے کا نصیب یہ ہے کہ ان کے ساتھ تخلق و حمہ حاصل کرے تاکہ ان اسما کی تجلیات

کی بدولت اسفل السالین کے گڑھے سے نکل کر مقام اعلیٰ علیین پر پہنچ جائے۔ پس چونکہ اللہ تعالیٰ کی صفت رب العالمین ہے تو بندہ بھی اپنی طاقت اور استطاعت کے مطابق کمزوروں کی تربیت سے غافل نہ رہے اور وہ ارجمند الراحمین ہے تو بندہ بھی اللہ تعالیٰ کی مخلوق کے ساتھ رافت و رحمت سے پیش آئے اور اسی طرح صفات مختصہ کے علاوہ ہر صفت کا مظہر بننے کی کوشش میں لگا رہے تاکہ صحیح معنی میں خلافت الہی کا مصداق ہو اور اِنَّ السَّلٰةَ خُلِقَ اَذَمَّ عَلٰی صُوْرَتِهِ، ”بے شک اللہ تعالیٰ نے آدم کو اپنی صورت پر پیدا کیا“ کا راز آشکار ہو جائے۔ حدیث کی شرح کرنے والوں نے ہر ہر اسم کے ساتھ مخلوق کی شرح کر دی ہے، تفصیل کے لئے مظاہر حق وغیرہ ملاحظہ فرمائیں۔

مسئلہ: اس کا کلام آواز سے پاک ہے اور یہ قرآن کریم جس کو ہم اپنی زبان سے تلاوت کرتے اور مصاحف میں لکھتے ہیں اُسی کا کلام قدیم بلا صوت ہے، علیٰ ہذا القیاس دوسری آسمانی کتب بھی۔ اور یہ ہمارا پڑھانا، لکھنا اور یہ آواز حادث یعنی ہمارا پڑھنا حادث ہے اور جو ہم نے پڑھا قدیم ہے، اور ہمارا لکھنا حادث اور جو لکھا قدیم ہے، ہمارا سننا حادث اور جو ہم نے سنا قدیم ہے، اور ہمارا حفظ کرنا حادث اور جو حفظ کیا قدیم ہے، یعنی متحلی قدیم ہے اور مجلی حادث۔

مسئلہ: دنیا کی زندگی میں اللہ عز و جل کا دیدار نبی ﷺ کے لئے خاص اور آخرت میں ہر جنتی کے لئے ممکن بلکہ وقوع پذیر ہے مگر یہ دیدار بلا کیف ہوگا یعنی ہم یہ نہیں کہہ سکتے کہ کیسے دیکھیں گے۔ قلبی دیدار یا خواب میں دیکھنا یہ دیگر انبیائے علیہم السلام بلکہ اولیائے کرام کو بھی حاصل ہے چنانچہ ہمارے امام اعظم کو خواب میں سو بار زیارت ہوئی۔

ایمان مفصل

ایمان مفصل یہ ہے:

اٰمَنْتُ بِاللّٰهِ وَمَلٰئِكَتِهٖ وَكُتُبِهٖ وَرُسُلِهٖ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَالْقَدَرِ خَيْرِهٖ وَشَرِهٖ مِنَ اللّٰهِ تَعَالٰی وَالْبَعْثِ
بَعْدَ الْمَوْتِ

میں اللہ تعالیٰ پر، اُس کے فرشتوں، اُس کی کتابوں اور اس کے رسولوں پر اور آخرت کے دن پر اچھی بری تقدیر پر کہ وہ اللہ طرف سے ہے اور موت کے بعد دوبارہ زندہ کر کے اٹھائے جانے پر ایمان لایا ہوں۔

یہ سات صفات ایمان ہیں، جن کی تشریح درج ذیل ہے:

۱۔ اللہ تعالیٰ پر ایمان

اللہ تعالیٰ پر ایمان لانے کی تشریح ایمان مجمل میں بیان ہو چکی ہے۔

۲۔ فرشتوں پر ایمان

فرشتوں پر ایمان لانے سے مراد یہ ہے کہ سب فرشتے اللہ تعالیٰ نے نور سے پیدا کئے ہیں جو دن رات عبادت الہی میں مشغول رہتے ہیں۔ ہماری نظروں سے غائب ہیں، اور وہ فرشتے نہ عورت ہیں نہ مرد اور نہ خشنی نہ رشتے ناتے کرتے ہیں نہ کھانے پینے کے محتاج ہیں بلکہ تمام صفات بشریہ یعنی غضب، حسد، بغض، کینہ، تکبر، حرص اور ظلم وغیرہ سب سے بری ہیں، اولاد دہونا یا اولاد والا ہونے سے بھی بری ہیں۔ ان کی غذا اپنے رب کی بندگی کرنا اور اس کے احکام کو بجالانا ہے، نہ وہ عبادت سے جھکتے ہیں نہ ان کا دل گھبراتا ہے، وہ گناہوں سے پاک

ہیں۔ آسمانوں اور زمین کے سارے انتظامات اللہ تعالیٰ نے ان کے متعلق کئے ہوئے ہیں۔ وہ بے شمار ہیں، ان کی تعداد اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں جانتا، ان میں چار فرشتے سب سے بزرگ، مقرب اور مشہور ہیں۔

الف۔ حضرت جبرئیل علیہ السلام جو سب فرشتوں سے زیادہ اللہ تعالیٰ کے مقرب فرشتے ہیں اور احکام خداوندی اور کتابیں اس کے نبیوں اور رسولوں پر لاتے رہے ہیں بعض مرتبہ انبیاء علیہم السلام کی مدد کرنے اور اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کے دشمنوں سے لڑنے کے لئے بھی ان کو بھیجا گیا ہے اور بعض مرتبہ اللہ تعالیٰ نے ان کے ذریعے نافرمان بندوں پر عذاب بھی بھیجا ہے۔

ب۔ حضرت میکائیل علیہ السلام جو اللہ تعالیٰ کی تمام مخلوق کو دن رات کی روزی پہنچانے اور ہارش وغیرہ کے انتظامات پر مامور ہیں، ان کی ماتحتی میں بے شمار فرشتے کام کرتے ہیں، بعض ہادلوں کے انتظام پر مقرر ہیں، بعض ہواؤں اور بجلی کڑک وغیرہ پر، اور بعض دریاؤں، تالابوں اور نہروں وغیرہ پر مقرر ہیں، اور ان تمام چیزوں کا انتظام اللہ تعالیٰ کے حکم کے مطابق کرتے ہیں۔

ج۔ حضرت اسرافیل علیہ السلام جو قیامت کے دن صور (کرا۔ بگل) پھونکیں گے اس کی تفصیل ان شاء اللہ تعالیٰ قیامت کے بیان میں آئے گی۔

د۔ حضرت عزرائیل علیہ السلام جو حکم الہی سے مخلوق کی ارواح قبض کرتے ہیں۔ ان کی ماتحتی میں اور بھی بے شمار فرشتے ہیں، نیک بندوں کی جان نکالنے والے فرشتے علیحدہ ہیں اور بدکردار بدکار بندوں کی جان نکالنے والے اور ہیں۔ ان کے علاوہ اور فرشتے یہ ہیں:

۱۔ چار فرشتے ہیں جن کو کراما کاتبین (کاتبین کرام) کہتے ہیں دو دن میں اور دو رات کو ہر ایک بندے کے ساتھ رہتے ہیں۔ ایک دائیں کندھے پر جو اس کی نیکی لکھتا ہے اور دوسرا بائیں کندھے پر جو اس کی بدی لکھتا ہے۔

۲۔ کچھ فرشتے انسان کی آفتوں اور بلاؤں سے حفاظت کرنے پر مقرر ہیں، بچوں بوڑھوں، کمزوروں کی اور جن لوگوں کے ہارے میں اللہ تعالیٰ کا حکم ہوتا ہے، اُن کی حفاظت کرتے ہیں، ان کو حفظ کہتے ہیں۔

۳۔ کچھ فرشتے انسان کے مرجانے کے بعد قبر میں اُس سے سوال کرنے پر مقرر ہیں جن میں سے دو فرشتے ہر انسان کی قبر میں آتے ہیں اور اُس سے سوال کرتے ہیں جن کو منکر نکیر کہتے ہیں۔

۴۔ کچھ فرشتوں کو حکم ہے کہ دنیا میں گشت کرتے رہیں اور ایسی مجلسوں میں جہاں اللہ تعالیٰ کا ذکر ہوتا ہو، وعظ ہوتا ہو، قرآن مجید کی تلاوت ہو رہی ہو، درود شریف پڑھا جا رہا ہو، علم دین کی تعلیم ہو رہی ہو، حاضر ہوا کریں اور جس قدر لوگ وہاں حاضر ہوں، اُن سب کی حاضری کی گواہی اللہ تعالیٰ کے سامنے دیں۔ دنیا میں جو فرشتے کام کرتے ہیں اُن کی صبح و شام تبدیلی ہوتی رہتی ہے، صبح کی نماز کے وقت رات والے فرشتے آسمانوں پر چلے جاتے ہیں اور دن میں کام کرنے والے آجاتے ہیں اور اسی طرح عصر کی نماز کے بعد دن والے فرشتے چلے جاتے ہیں اور رات میں کام کرنے والے آجاتے ہیں۔

۵۔ کچھ فرشتے جنت کے انتظاموں اور اس کے کاروبار پر مقرر ہیں جو داروغہ جنت یعنی ”رضوان“ کے ماتحت ہیں۔

۶۔ کچھ فرشتے دوزخ کے انتظام پر مامور ہیں جو دوزخ کے داروغہ ”مالک“ کے ماتحت ہیں۔

۷۔ کچھ فرشتے اللہ تعالیٰ کا عرش اُٹھانے والے ہیں۔

۸۔ کچھ فرشتے محض اللہ تعالیٰ کی یاد، عبادت اور تسبیح و تہلیل میں مشغول رہتے ہیں ان میں سے بعض قیام میں بعض رکوع میں اور

آتے اور محصور ہیں، ان میں سے بعض دو پر رکھے ہیں بعض تین اور بعض چار پر رکھتے ہیں لقولہ تعالیٰ جَاعِلِ الْمَلٰٓئِکَةِ رُسُلًا اُولٰٓئِیْ اٰجِبَتْہٗ مٰثِیۡنٰی وَفَلَکَ وَرُبَّعَ (۱) ”جس نے ٹھہرایا فرشتوں کو پیغام لانے والا جن کے پر ہیں دو دو تین تین اور چار چار“ اور ان کے پروں (ہاروں) کی حقیقت اللہ تعالیٰ ہی بہتر جانتا ہے اور ان کی تعداد چار پر منحصر نہیں بلکہ حدیث شریف میں آیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت جبرئیل علیہ السلام کو شب معراج میں دیکھا کہ ان کے چھ سو پر تھے۔

فرشتے توری اجسام ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو یہ طاقت دی ہے کہ جو شکل چاہیں اختیار کر سکتے ہیں کبھی وہ انسان کی شکل میں ظاہر ہوتے ہیں اور کبھی دوسری شکل میں۔ بعض فرشتے بعض کی نسبت زیادہ مقرب ہیں لیکن ان کے مقامات اللہ تعالیٰ کے علم میں ہیں۔ یہ سب باتیں قرآن مجید اور صحیح حدیثوں میں مذکور ہیں اس میں ذرا شک نہیں کرنا چاہئے، ان کی توہین اور دشمنی کفر و وبال ہے جو ان کا دشمن ہو جائے اس کا ایمان زائل ہو جاتا ہے۔

۳۔ کتابوں پر ایمان

کتابوں سے مراد وہ صحیفے اور کتابیں ہیں جو اللہ تعالیٰ نے اپنے نبیوں پر نازل فرمائی ہیں جن کی تعداد یقینی طور پر معلوم نہیں، ان میں سے چار کتابیں مشہور ہیں:

۱۔ توراۃ: یہ حضرت موسیٰ علیہ السلام پر عبرانی زبان میں نازل ہوئی اِنَّا اَنْزَلْنَا التَّوْرَةَ لَیْہِیۡہَا هُدًی وَّ نُورٌ (۲) ”بیشک ہم نے توراۃ اتاری، اُس میں ہدایت اور نور تھا“۔

۲۔ انجیل: یہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر آرامی زبان میں نازل ہوئی وَفَقَّیْنَا بِعِیْسٰی ابْنِ مَرْیَمَ وَاٰتٰیہٗ الْاِنْجِیْلِ (۳) ”ہم نے عیسیٰ بن مریم علیہ السلام کو ان کے پیچھے بھیجا اور انھیں انجیل دی“۔

۳۔ زبور: یہ حضرت داؤد علیہ السلام پر عبرانی زبان میں نازل ہوئی وَاٰتٰیہٗ دَاوُدَ زَبُورًا (۴) ”اور ہم نے داؤد کو زبور دی“۔
۴۔ قرآن مجید: یہ حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر عربی زبان میں نازل ہوا، اِلَّا اَنْزَلْنٰہٗ قُرْاٰنًا عَرَبِیًّا لَّعَلَّکُمْ تَعْقِلُوْنَ (۵) ”بے شک ہم نے اس قرآن کو عربی میں نازل کیا تاکہ تم سمجھ سکو“۔

ان چار بڑی کتابوں کے علاوہ کچھ صحیفے (چھوٹی کتابیں) حضرت آدم علیہ السلام پر اور کچھ شیٹ علیہ السلام پر اور حضرت ابراہیم اور حضرت موسیٰ علیہما السلام پر نازل ہوئے، اِنَّ هٰذَا لَیْلِی الصُّحُفِ الْاُولٰٓئِیْ ۝ صُحُفِ اِبْرٰہِیْمَ وَ مُوسٰی ۝ (۶) ”بے شک یہ اہل بیت پہلے صحیفوں یعنی ابراہیم اور موسیٰ علیہما السلام کے صحیفوں میں ہے“۔

ان تمام صحیفوں پر اجمالی ایمان لانا ضروری ہے یعنی یوں کہنا: ”میں ان تمام صحیفوں پر ایمان لایا جو انبیاء علیہم السلام پر نازل ہوئے“۔

قرآن مجید اپنے سے پہلے کی تمام کتابوں اور صحیفوں کا ناخ ہے، یہ سب کتابیں اور صحیفے اللہ تعالیٰ کا کلام اور سچے اور برحق ہیں، حمد و ثناء، امر و نہی، وعدہ و وعید، جنت و دوزخ کی بابت جو کچھ ان میں درج ہے۔ سب صحیح و درست ہے، جو شخص ان کو اللہ تعالیٰ کی کتابیں نہ مانے وہ کافر ہے لیکن چونکہ قرآن مجید سے یہ ثابت ہے کہ موجودہ توراۃ، زبور، اور انجیل وہ اصلی کتابیں نہیں رہیں بلکہ ان میں یہود و نصاریٰ نے

تحریف (اڈل ہڈل) کردی ہے اس لئے ان کے متعلق یہ عقیدہ رکھنا چاہیے کہ یہ موجودہ توراۃ، زبور اور انجیل اصلی آسمانی کتابیں نہیں ہیں بلکہ ان ناموں کی اصلی کتابیں ان حضرات انبیائے کرام علیہم السلام پر نازل ہوئی ہیں۔ اصل یہ ہے کہ ہر صاحب شریعت نبی کے آنے پر پہلی کتاب اٹھائی گئی اور وہ شریعت منسوخ ہو کر نئی کتاب جو موجودہ نبی پر نازل ہوئی قابل عمل قرار دی گئی۔

فتح کا مطلب یہ ہے کہ بعض احکام کسی خاص وقت کے لئے ہوتے ہیں مگر ان کے ساتھ یہ ظاہر نہیں کیا جاتا کہ یہ حکم فلاں وقت تک کے لئے ہے بلکہ جب وقت پورا ہو جاتا ہے تو دوسرا حکم نازل ہوتا ہے جس سے بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ وہ پہلا حکم اٹھا دیا گیا اور دراصل دیکھا جائے تو اس کے وقت کا ختم ہو جانا بتایا گیا ہے۔ منسوخ کے معنی بعض لوگ باطل ہونا کہتے ہیں، یہ بہت سخت بات ہے احکام الہی سب حق ہیں وہاں باطل کی رسائی کہاں مَالِئِ سَخِّ مِیْنِ اَیْہِ اَوْ نُسْبِہَا لَا یَبْغِیْہَا اَوْ یُعْلِیْہَا (۱) ”جو منسوخ کرتے ہیں ہم کوئی آیت یا مصلحہ دیتے ہیں تو بھیج دیتے ہیں اُس سے بہتر یا اُس جیسی۔“

سب سے آخری کتاب قرآن مجید ہے جو نبی آخر الزماں صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوئی ہے اور اس نے اپنے سے پہلے کی تمام کتابوں کو منسوخ کر دیا پس جو کچھ قرآن مجید میں ہے حق ہے اور جو اس کے خلاف ہے وہ غلط اور باطل اور اسی لئے قرآن مجید قیامت تک ہر قسم کی تحریف و تبدیل سے محفوظ ہے، حتیٰ کہ زبرد، پیش اور شوش کی تحریف و کمی و بیشی ہونا بھی محال ہے کیونکہ خود حق تعالیٰ نے اس کی حفاظت کا وعدہ فرمایا ہے لَقَوْلِهِ تَعَالٰی اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّکْرَ وَاِنَّا لَہٗ لَحٰفِظُوْنَ (۲) ”ہم نے ذکر (قرآن مجید) کو اتارا ہے اور ہم ہی اس کے محافظ ہیں۔“ چنانچہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے سے آج تک ہزاروں، لاکھوں بلکہ کروڑوں مسلمانوں کے سینوں میں محفوظ رہا ہے یعنی ہر زمانے میں لاکھوں حافظ ہوتے رہے ہیں اور تاقیامت ہوتے رہیں گے۔ قرآن مجید اللہ تعالیٰ کی کتاب بھی ہے اُس کا کلام بھی۔ اور یہ اللہ تعالیٰ کا وہ معجز کلام ہے کہ آدمی، فرشتے، جن و فیروز اس کی مثل بنانے سے عاجز ہیں۔ کفار کہ باوجود سخت مخالفت اور دعویٰ کمال عربی دانی کے اس کے مقابلے میں چھوٹی سی سورت بھی نہ بنا سکے۔ حالانکہ قرآن مجید نے ان کو پکار کر فرمایا فَاَتُوْا بِسُوْرَةٍ مِّثْلِہٖ (۳) ”پس لاؤ تم سب اس کے مانند کوئی سورت۔“ قرآن مجید کے علاوہ سب کتابیں اپنے اپنے وقت میں ایک ہی دفعہ نازل ہوئی لیکن قرآن مجید کو دلوں و قلوب میں حاصل ہوئی۔ اول ایک ہی دفعہ لیلۃ القدر (غالباً پچیسویں شب) ماہ رمضان المبارک کو لوح محفوظ سے آسمان دنیا پر نازل ہوا اور بذریعہ جبریل علیہ السلام مقام بیت العزت میں ملائکہ مَسْفُوْرَہٗ بِکَرَامٍ نَزَّلُوْا کُوْکُبُوْا یَا گیا اور پھر تیس سال تک ضرورتوں کے لحاظ سے تھوڑا تھوڑا نازل ہوتا رہا ہے۔ اور آہستہ آہستہ اور ضرورت کے وقت اترنے کی وجہ سے لوگوں کے دلوں میں اترتا گیا اور ہزار ہا آدمی اس کے احکام کو قبول کرتے اور مسلمان ہوتے گئے اور یہ سب کچھ حکمت الہی پر مبنی تھا کیونکہ قرآن مجید پر قیامت تک عمل جاری رہے گا اس لئے اس کے احکام ایسے معتدل ہیں کہ ہر زمانے اور ہر قوم کے لئے مناسب ہیں اور دنیا کی کوئی قوم بھی ایسی نہیں کہ وہ کسی بھی زمانے میں اس کے احکام پر عمل کرنے سے عاجز ہو، پس معلوم ہوا کہ قرآن مجید سب کتابوں اور مکتوبوں سے افضل کتاب ہے (کلام الہی میں بعض کا بعض سے افضل ہونا اس معنی میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی حکمت و رحمت سے اس میں ہمارے لئے ثواب و افادیت زیادہ سے زیادہ مرحمت فرمایا ہے، ورنہ اللہ تعالیٰ ایک، اُس کا کلام ایک، اس میں افضل و مفضول کی گنجائش نہیں) اور تو اتر کے ساتھ یعنی اس قدر کثرت سے لوگ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے سے آج تک لقل کرتے ہوئے اور پڑھتے پڑھاتے ہوئے چلے آتے ہیں کہ ادنیٰ عقل والا آدمی بھی یہ یقین نہیں کر سکتا کہ اتنے آدمی سب کے سب جھوٹ بولتے ہوں اس لئے اس کے یقینی اور قطعی الثبوت ہونے میں کسی طرح کے شک و شبہ کی گنجائش نہیں۔ اور یہ قرآن

مجید جو ہمارے پاس موجود ہے بعد وہی قرآن ہے جو حضور اکرم ﷺ پر نازل ہوا تھا اور اس میں ایک ذرہ، ذرہ، پیش کی بھی کمی بیشی نہیں ہوئی۔ قرآن مجید کی ترتیب اگرچہ نزول تدریجی کے مطابق نہیں لیکن نزول دفعی (یعنی ایک ہی دفعہ نازل ہونے) کے مطابق ضرور ہے کیونکہ یہ سب اللہ تعالیٰ کے حکم سے بذریعہ جبرائیل علیہ السلام حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کو معلوم ہوئی۔ پس جب کوئی سورت اترتی تھی تو حضور اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام اپنے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کو فرماتے تھے کہ اس سورت کو فلاں سورت کے بعد اور فلاں سورت سے پہلے لکھ لو اور جب کوئی آیت یا آیتیں نازل ہوتی تھیں تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرمادیتے تھے کہ اس آیت یا ان آیتوں کو فلاں آیت کے بعد اور فلاں آیت سے پہلے لکھ لو۔ سورتوں کی تعداد اور ان کے ابتدا اور انتہا اور ہر سورۃ کی آیتوں کی تعداد اور ہر آیت کی ابتدا اور انتہا اور اسی طرح تمام قرآن مجید کی ترتیب اللہ تعالیٰ کی طرف سے حضرت جبرائیل علیہ السلام کو معلوم ہوئی اور انہوں نے حضور انور علیہ السلام کو بتائی اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعے صحابہ کرام کو معلوم ہوئی اور اسی طرح سلسلہ بہ سلسلہ ہم تک پہنچی اور قولہ تعالیٰ اِنْ عَلَيْنَا جَفَعْنَا وَلَقَرْنَاهُ (۱) ”بیکھ اس کا جمع کرنا اور پڑھوانا ہم نے اپنے ذمے لے لیا ہے“ اس کی جمع و تدوین مخائب اللہ ہونے کی دلیل ہے لافہم ولا تشکک فیہ فان التشکک فیہ ضلالۃ و کفر

قرآن مجید کی بعض آیتیں محکم ہیں کہ ہماری سمجھ میں آتی ہیں اور بعض قشاپہ کہ ان کا صحیح مطلب اللہ تعالیٰ اور اس کے حبیب کے سوا کوئی نہیں جانتا الا ما شاء اللہ۔ قشاپہ کی تلاش اور اس کے معنی کی چھان بین وہی کرتا ہے جس کے دل میں کجی ہو۔ قرآن مجید کی بعض آیتوں نے بعض آیتوں کو منسوخ کر دیا مگر ان کی خلاف ورزی منسوخ نہیں ہوئی۔ تفصیل کتب تفسیر و احادیث میں ملاحظہ فرمائیں۔

۴۔ رسولوں پر ایمان

رسولوں پر ایمان لانے کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے بندوں میں اپنے احکام پہنچانے کے لئے انہی میں سے اپنے چنے ہوئے بندے کتابیں اور مجوزے دے کر بھیجے ہیں جس کو ”رسول“ کہتے ہیں جن میں حضرت آدم علیہ السلام سب سے اول مبعوث ہوئے اور ہمارے حضرت محمد مصطفیٰ احمد مجتبیٰ صلی اللہ علیہ وسلم سب سے آخر میں مبعوث ہوئے ہیں۔ روایتوں میں نبیوں اور رسولوں کا شمار ایک لاکھ چوبیس ہزار آیا ہے بعض روایات میں ایک لاکھ چونتیس ہزار اور بعض میں دو لاکھ چوبیس ہزار کا شمار آیا ہے اور یہ تعداد قطعی نہیں ہے غالباً کثرت کے بیان کے لئے ہے تاکہ کوئی کمی نہ رہے، اس لئے بغیر تعین و تحدید کے اس طرح ایمان لانا چاہئے کہ اللہ تعالیٰ نے جتنے رسول بھیجے ہم ان سب کو برحق اور رسول و نبی مانتے ہیں، ان میں تین سو تیرہ مرسل (رسول) ہیں، مرسل وہ نبی ہے جس پر کوئی کتاب یا صحیفہ نازل ہوا ہے اور نئی شریعت دی گئی اور نبی ہر غیر کو کہتے ہیں خواہ اسے نئی شریعت اور کتاب دی گئی ہو یا نہ دی گئی ہو، وہ پہلی شریعت کا تابع ہو۔ پس ہر مرسل نبی ہے اور ہر نبی مرسل نہیں ہے (بعض نے نبی اور مرسل کو ایک ہی معنی میں لیا ہے) رسالت و نبوت عطیۃ الہی ہے اس میں آدمی کی کوشش، ارادے اور عبادت کو دخل نہیں، اس لئے کوئی ولی خواہ اپنی محنت سے کتنا ہی مرجہ حاصل کر لے لیکن کسی آدمی نبی کے درجے کو بھی نہیں پہنچ سکتا۔ تمام انبیاء علیہم السلام انسان بشر تھے، دوسری مخلوق یعنی جن وغیرہ کی جنس سے کوئی نبی مبعوث نہیں ہوا (ملاحظہ میں بھی رسول ہوئے ہیں جو صرف انبیاء علیہم السلام کے پاس آتے تھے، یہاں رسول سے مراد وہ پیغمبر ہیں جو بندوں کی ہدایت کے لئے احکام الہی لے کر آتے ہیں) سب انبیاء مرد ہوئے ہیں کوئی عورت نبی نہیں ہوئی۔ سب نبی راست باز، نیکوکار، صغیرہ و کبیرہ گناہوں سے قبل نبوت و بعد نبوت پاک (معصوم) ہیں۔ شریعت کے

احکام پہنچانے میں ہے، جنت کی خوشخبری اور دوزخ کا ڈر سنانے والے ہیں۔ ان کا آنا دنیا کے لئے رحمت اور بندوں کے لئے بہت بڑی لعنت ہے۔ سب عقل میں کامل ہیں، ظاہر امراض (جذام یا برص وغیرہ) جن سے لوگ ان کو حقیر جانتے ہیں اور احکام الہی کو نہ مانیں اور باطنی امراض (کفر، جھوٹ، خیانت وغیرہ صیوب) دونوں سے پاک ہیں۔ احکام الہی کے پہنچانے میں ان سے سہو و وسوساں اور کسی قسم کی کوتاہی نہیں ہوتی، سب انبیاء آزاد اور ذی نسب تھے، یعنی ان کے سلسلہ نسب میں کوئی شخص ماں باپ کی جانب سے ایسا نہیں گزرا جس نے بدکاری کی ہو اور وہ نبی بدکاری کے نطفے سے پیدا ہوا ہو۔ کوئی نبی اپنے عہدے سے معزول نہیں ہوا، ان کی اطاعت اللہ تعالیٰ کی اطاعت ہے اور ان کی مخالفت اللہ تعالیٰ کی مخالفت ہے جو کفر و طغیان ہے۔ دنیا کی کوئی قوم ایسی نہیں جس میں کوئی نبی نہ آیا ہو لقولہ تعالیٰ "وَلَنْ يَكُنَّ اُمَّةٌ اِلَّا غَلَا فِيْهَا نَذِيْرٌ" (۱) اور کوئی امت ایسی نہیں جس میں ڈرانے والا نہ گذرا ہو "وَمَكْرُ بَلْغَلْ بَلْغَلْ قَوْمٌ هَادٍ" (۲) "ہر قوم کے لئے ہادی بھیجا گیا ہے"۔ واضح رہے کہ اللہ عزوجل پر انبیاء علیہم السلام کا بھیجنا واجب نہیں ہے بلکہ اس نے محض اپنے فضل و کرم سے لوگوں کی ہدایت کے لئے انبیاء بھیجے ہیں۔ جن پیغمبروں کے اسمائے گرامی قرآن مجید اور احادیث صحیحہ میں مذکور ہیں ان کے علاوہ کسی ممکن کو نبی کہنا درست نہیں۔ پس ہندوؤں یا اور قوموں کے پیشواؤں کے متعلق ہم زیادہ سے زیادہ اتنا کہہ سکتے ہیں کہ اگر ان کے عقائد اور اعمال درست ہوں اور ان کی تعلیم آسمانی تعلیم کے خلاف نہ ہو اور انھوں نے خلق خدا کی رہنمائی کا کام بھی کیا ہو تو ممکن ہے کہ وہ نبی ہوں لیکن ان کے نام سے ان کے یعنی طور پر نبی کہنا درست نہیں۔ اگر وہ اللہ تعالیٰ کے علم میں نبی ہوں بھی تو چونکہ موجودہ ہندوؤں کی اور ایسی ہی دوسری قوموں کی تعلیم اور عقائد آسمانی تعلیم اور عقائد کے خلاف ہیں اس لئے یہ کہنا پڑے گا کہ یہ موجودہ مذاہب محرف (بدلے ہوئے) اور ناقابل عمل ہیں۔

مشہور نبیوں اور رسولوں کے اسمائے گرامی جو قرآن مجید اور احادیث میں آئے ہیں یہ ہیں: ۱۔ حضرت آدم علیہ السلام، ۲۔ حضرت شعیب علیہ السلام، ۳۔ حضرت ادریس علیہ السلام، ۴۔ حضرت نوح علیہ السلام، ۵۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام، ۶۔ حضرت اسماعیل علیہ السلام، ۷۔ حضرت اسحاق علیہ السلام، ۸۔ حضرت یعقوب علیہ السلام، ۹۔ حضرت یوسف علیہ السلام، ۱۰۔ حضرت داؤد علیہ السلام، ۱۱۔ حضرت سلیمان علیہ السلام، ۱۲۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام، ۱۳۔ حضرت ہارون علیہ السلام، ۱۴۔ حضرت زکریا علیہ السلام، ۱۵۔ حضرت یحییٰ علیہ السلام، ۱۶۔ حضرت الیاس علیہ السلام، ۱۷۔ حضرت یونس علیہ السلام، ۱۸۔ حضرت لوط علیہ السلام، ۱۹۔ حضرت صالح علیہ السلام، ۲۰۔ حضرت ہود علیہ السلام، ۲۱۔ حضرت شعیب علیہ السلام، ۲۲۔ حضرت ذوالکفل علیہ السلام، ۲۳۔ حضرت عزیر علیہ السلام، ۲۴۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام، ۲۵۔ حضرت خاتم النبیین محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم۔

حضرت محمد ﷺ خاتم النبیین ہیں: حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نبی نہیں ہوگا۔ نہ ظاہری اور نہ ہی کسی اور قسم کا کیونکہ نبوت آپ پر ختم ہوگئی آپ کی ختم نبوت کی بہت سی دلیلیں قرآن مجید و احادیث صحیحہ میں آئی ہیں، مثلاً قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے مَا كَانَ مُحَمَّدٌ اَبَا اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِكُمْ وَلٰكِنْ رُّسُوْلُ اللّٰهِ وَخَاتَمُ النَّبِيِّنَّ وَكَانَ اللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمًا (۳) "محمد صلی اللہ علیہ وسلم تم لوگوں میں سے کسی کے باپ نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کے رسول اور آخری نبی ہیں اور اللہ تعالیٰ ہر چیز کو خوب جانتا ہے۔ حدیث شریف میں آیا ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اَنَا خَاتَمُ النَّبِيِّنَّ لَا نَبِيَّ بَعْدِي (۴) "میں آخری نبی ہوں میرے بعد کوئی نبی آنے والا نہیں"۔ نیز اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنََكُمْ وَارْتَمَمْتُ عَلَيْكُمْ لِعَمَلِي وَرَضِيْتُ لَكُمُ الْاِسْلَامَ دِيْنًا (۵) "آج میں نے

(۱)۔ الفاطر: ۲۳۔ (۲)۔ الرعد: ۷۔ (۳)۔ الاحزاب: ۳۳۔

(۴)۔ مسلم کتاب الفضائل: ۲۲۰۔ ترمذی: ۲۲۱۹۔ احمد: ج ۲ ص ۳۰۹۔ (۵)۔ المائدہ: ۳۔

تمہارے لئے تمہارا دین کامل کر دیا اور اپنی نعمت تمہارے اوپر پوری کر دی اور اسلام کو تمہارا دین بننے کے لئے پسند کر لیا۔ اس سے ثابت ہوا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعے اللہ تعالیٰ نے دین کی تکمیل کر دی اور اسلام ہر طرح کامل و مکمل دین ہو گیا اس لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کسی پیغمبر کے آنے کی ضرورت نہیں رہی۔ یہ چند دلائل رہنمائی کیلئے پیش کئے گئے ہیں مزید کتب تفاسیر و احادیث میں یہ کثرت موجود ہیں وہاں ملاحظہ فرمائیں۔

پس جانتا چاہئے کہ عقیدہ ختم نبوت جزو ایمان ہے اور قیامت کے عقیدے کی طرح ختم نبوت کا عقیدہ بھی حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر ہر رسول کی دعوت کا جزو اہم رہا ہے جیسا کہ احادیث میں مذکور ہے۔ پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد جو شخص بھی پیغمبری کا دعویٰ کرے وہ جھوٹا، افترا پرداز، دجال اور پرلے درجے کا گمراہ ہے۔ آج کل قادیانی فتنہ نبوت کا مدعی ہے اور نبوت کی خود ساختہ قسمیں کر کے غلام احمد قادیانی کو نبی تسلیم کرتا ہے اس فتنے سے بچنا چاہئے۔ قادیانی فتنے کی تردید کے لئے علمائے حقانی نے بکثرت کتابیں لکھی ہیں ان کا مطالعہ کرنا ضروری ہے۔

ہمارے پیغمبر حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم تمام نبیوں اور رسولوں سے افضل اور بزرگ ہیں۔ اور آپ سب سے زیادہ عبادت کرنے والے رسول اور اس کے بندے ہیں، اور اللہ تعالیٰ کے بعد آپ کا مرتبہ تمام مخلوقات سے افضل ہے:

بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر

اور یہ بات قرآن مجید کی کئی آیتوں سے ثابت ہے اور خود حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی فرمایا ہے اَنَّا سَيِّدُ وَلَدِ اَدَمَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ (میں قیامت کے دن تمام اولاد آدم کا سردار ہوں گا) اور ظاہر ہے کہ اولاد آدم میں تمام پیغمبر علیہم السلام بھی داخل ہیں پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تمام پیغمبروں سے افضل اور ان کے سردار ہوئے، باقی انبیاء علیہم السلام بھی بعض، بعض سے اولیٰ و افضل ہیں، بقولہ تعالیٰ: يَسْلُكُ السُّبُلُ فَضِّلَنَّا بَعْضَهُمْ عَلَى بَعْضٍ "ان رسولوں میں سے ہم نے بعض کو بعض پر فضیلت دی ہے" لیکن نام لے کر کسی کو کسی پر فضیلت نہیں دینی چاہئے کیونکہ فضیلت کے مرتبوں کی تفصیل شرع شریف سے ثابت نہیں۔ لَا تَفْرُقُوا بَيْنَ أَخِيهِ بَيْنَ رَسُولٍ (۱) "ہم تفریق نہیں کرتے کسی کو اس کے پیغمبروں میں سے" ہمارے حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم تمام، انسانوں اور جنوں کے نبی ہیں اور قیامت تک ہونے والے انسانوں اور جنوں کے نبی ہیں، فرشتے، اہل جنت (حور و غلمان) اور کل ارباب، حیوانات، زمین و آسمان، درخت، پتھر، دریا اور پہاڑ وغیرہ تمام مخلوقات بھی آپ کی رسالت کے شاہد ہیں۔ چنانچہ احادیث شریفہ میں ہے کہ بھیریوں درختوں، جڑی بوٹیوں، پہاڑوں اور پتھروں وغیرہ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کی گواہی دی ہے۔ آپ کی شریعت پہلی تمام شریعتوں کا رخ ہے اور آپ کی شریعت قیامت تک جاری رہے گی۔ آپ تمام جہانوں کے لئے رحمت ہیں۔ آپ کے معجزات تمام پیغمبروں کے معجزات سے زیادہ ہیں۔ آپ کا سب سے بڑا معجزہ قرآن مجید ہے جو قیامت تک باقی رہے گا۔ آپ کو شب معراج میں، اللہ تعالیٰ نے جبرائیل کے ساتھ آسمانوں پر بلایا اور جنت و دوزخ کی سیر کرائی اور وہ مقام قرب عطا فرمایا جو نہ کبھی کسی کو حاصل ہوا اور نہ ہوگا۔ آپ کے اخلاق و عادات نہایت اعلیٰ درجے کے تھے۔ آپ کو اللہ تعالیٰ نے بہت سی گزشتہ اور آئندہ ہاتوں کا علم عطا فرمایا، جن کی آپ نے اپنی امت کو خبر دی ہے، آپ اللہ تعالیٰ نے اپنی تمام مخلوق سے زیادہ علم عطا فرمایا تھا، مثلاً علم مبداء و معاد (دنیا کی ابتدا اور آخرت کا علم) تہذیب اخلاق، تدبیر منزل، سیاست مدن، تعمیر بدن، تزکیہ باطن، راست بازی، امانت داری، صلہ رحمی، رحمت و رافت، مروت و تواضع، علم و حلم، سخاوت، شجاعت، عبادت ریاضت، زہد، تقویٰ، عفت،

عدالت، الفت، وفا، دیانت، حلیم، تذکیر، ثبات، ہمت، تسکین، تحمل، رقت، حیا، رفق، صبر، قناعت، ورع، وقار، عفو وغیرہ علوم سب قرآن مجید و احادیث صحیحہ میں وارد ہیں (ان کی تشریح بڑی کتابوں میں احوال العلوم الدین، کیمیائے سعادت، معارف المعارف، حجتہ اللہ البالغہ وغیرہ میں ملاحظہ فرمائیں)۔

لیکن آپ عالم الغیب بلا واسطہ نہیں تھے کیونکہ عالم الغیب بلا واسطہ ہونا صرف اللہ تعالیٰ کی شان اور اس کی خاص صلت ہے۔ آپ قیامت کے روز اللہ تعالیٰ کی اجازت سے گنہگاروں کی شفاعت کریں گے اور اللہ تعالیٰ آپ کی شفاعت کو قبول فرمائے گا اور آپ کے ہاتھ میں لوہہ حمد ہوگا۔ اللہ تعالیٰ آپ کو مقام محمود عنایت فرمائے گا جو جنت میں سب سے اور رفیع و اعلیٰ مقام ہے۔ آپ نے جن باتوں کا حکم کیا ہے ان پر عمل کرنا اور جن سے منع کیا ہے ان سے باز رہنا اور جن واقعات کی خبر دی ہے ان کو اسی طرح ماننا اور یقین کرنا نیز آپ کے ساتھ تمام مخلوقات حتیٰ کہ اپنے نفس سے بھی زیادہ محبت رکھنا اور آپ کی تعظیم و تکریم کرنا جو شرعی قاعدے کے موافق ہو ہر امتی پر فرض ہے۔ اور خلاف شرع باتوں کو محبت یا تعظیم سمجھنا نادانی اور گناہ ہے۔ آپ خاندان قریش میں سے ہیں، آپ کا سلسلہ نسب اس طرح پر ہے: حضرت محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) بن عبد اللہ بن عبد المطلب بن ہاشم بن عبد مناف (یہاں تک یعنی چار پشت تک ہر مسلمان کو ذہانی یاد رکھنا چاہئے) بن قصی بن کلاب بن مرہ بن کعب بن لوی بن غالب بن فہر بن مالک بن نضر بن کنانہ بن خزیمہ بن مدرکہ بن الیاس بن مضر بن نزار بن معد بن عدنان آپ کا سلسلہ نسب دس پشت تک متفق علیہ ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ حق تعالیٰ نے خلق کو پیدا کیا پس اس میں سے نبی آدم کو جن لیا، آدم سے عرب کو جن لیا، عرب سے مضر کو اور مضر سے قریش کو اور قریش سے نبی ہاشم کو اور نبی ہاشم میں سے مجھے جن لیا۔ (۱)۔

پس معلوم ہوا کہ عرب کے تمام خاندانوں میں خاندان قریش کو عزت اور مرتبہ زیادہ حاصل تھا، خاندان قریش کے لوگ دوسرے خاندانوں کے سردار مانے جاتے تھے پھر خاندان قریش کی ایک شاخ نبی ہاشم تھی جو قریش کی دوسری شاخوں سے زیادہ عزت رکھتی تھی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اسی شاخ نبی ہاشم میں سے تھے اسی وجہ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ہاشمی بھی کہتے ہیں، آپ کے سلسلہ نسب میں حضرت اسماعیل علیہ السلام، حضرت ابراہیم علیہ السلام، حضرت نوح علیہ السلام حضرت اوریس علیہ السلام اور حضرت شیبہ علیہ السلام جیسے ممتاز و فہر و اعلیٰ ہیں۔

آپ کی عمر چالیس سال کی تھی کہ آپ پر وحی نازل ہوئی اس کے بعد آپ تیس سال زندہ رہے اور تبلیغ اسلام فرماتے رہے۔ نزول وحی کے بعد تیرہ سال مکہ معظمہ میں رہے اور وہاں کے لوگوں کو توحید کی تعلیم دیتے رہے، بت پرستی سے منع کرتے اور خدائے واحد پر ایمان لانے کی تبلیغ فرماتے رہے۔ باوجودیکہ وہ لوگ نبوت سے پہلے آپ کو نہایت سچا اور پاک باز اور امانت دار سمجھتے تھے محمد امین صادق کہہ کر پکارتے تھے۔ جس کا مطلب یہ ہے کہ آپ ان کے نزدیک نہایت درجہ معتبر اور سچے آدمی تھے اور تمام لوگ آپ کی عزت کرتے تھے مگر جو نبی آپ نے نبوت کا دعویٰ کیا وہ لوگ آپ کے دشمن ہو گئے کیونکہ وہ بتوں کی پرستش کرتے اور ان کو اپنا معبود اور حاجت روا سمجھتے تھے۔ پس انہوں نے آپ کو طرح طرح سے تکلیفیں پہنچانی شروع کر دیں حضور انور علیہ الصلوٰۃ والسلام ان کی عداوت کی سختیاں اور تکلیفیں برداشت کرتے اور توحید کی تعلیم دیتے اور اللہ تعالیٰ کے احکام پہنچاتے رہے مگر جب ان کی دشمنی کی کوئی حد باقی نہ رہی اور سب نے مل کر آپ کو قتل کر دینے کا پکا ارادہ کر لیا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کے حکم سے اپنے پیارے وطن مکہ معظمہ کو چھوڑ کر مدینہ منورہ تشریف لے گئے۔ مدینہ منورہ کے جو لوگ پہلے مسلمان ہو چکے تھے وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مدینہ منورہ میں تشریف لانے کے بڑے آرزو مند تھے، جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ منورہ پہنچے تو ان مسلمانوں نے آپ کی اور آپ کے ساتھیوں کی اپنی جان و مال سے امداد و اعانت کی۔ حضور

انور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے مدینہ منورہ تشریف لے جانے کی خبر سن کر اور مسلمان بھی کافروں سے ٹک آ کر آہستہ آہستہ مدینہ منورہ چلے گئے۔ آنحضرت ﷺ کے مکہ معظمہ چھوڑ کر مدینہ منورہ شریف لے جانے کو ہجرت کہتے ہیں (اور اسی وقت سے مسلمانوں کا سنہ ہجری جاری ہوا ہے) اور ان مسلمانوں کو جو اپنے گھریاں چھوڑ کر مدینہ طیبہ میں چلے آئے۔ مہاجرین کہتے ہیں اور مدینہ کے مسلمان جنہوں نے آنحضرت ﷺ اور مہاجرین کی مدد کی انہیں انصار کہتے ہیں۔ دس سال آپ مدینہ منورہ میں زعمہ رہے اور اس قلیل عرصے میں اللہ تعالیٰ نے آپ کو وہ فتوحات نصیب فرمائیں کہ جن کی برکت سے آج اسلام دنیا کے گوشہ گوشہ میں رائج ہے۔ تریسٹھ سال (دو دن اوپر) کی عمر میں (بتاریخ ۱۲ ربیع الاول ۱۱ھ بروز دوشنبہ) جسم اطہر سے روح انور نے پرواز کیا اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ (۱)

مقیدہ: انبیاء علیہم السلام اپنی اپنی قبروں میں اسی طرح بہ حیات حقیقی زندہ ہیں جیسے دنیا میں تھے، کھاتے پیتے ہیں، جہاں چاہیں آتے جاتے ہیں، تصدیق وعدہ الہی کے لئے ایک آن کو ان پر موت طاری ہوئی پھر بدستور زندہ ہو گئے، ان کی یہ حیات، حیات شہدائے بہت ارفع واعلیٰ ہے، اس کی کیفیت اللہ تعالیٰ ہی بہتر جانتا ہے۔

صحابہ کرامؓ والہ بیت عظامؓ: جس شخص نے ایمان کی حالت میں حضور انور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو دیکھا ہو یا آپ کی خدمت میں حاضر ہوا ہو اور اس شخص کی موت ایمان پر ہوئی ہو، اُس کو صحابی کہتے ہیں۔ صحابہ کی تعداد ہزاروں ہے جو آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر مسلمان ہوئے اور اسلام پر ان کی وفات ہوئی۔ صحابہ کے مرتبے آپس میں کم زیادہ ہیں لیکن تمام صحابہؓ ہاتھ امت سے افضل ہیں۔ کسی مسلمان نے اگر چہ اپنی ساری عمر نیک اعمال کرنے میں گزاری ہو اور احد پہاڑ کے برابر سونا خدا کی راہ میں خرچ کیا ہو لیکن کسی صحابی کے ادنیٰ عمل اور ایک مد (تقریباً ایک سیر) جو کے خیرات کرنے کی برابر بھی نہیں ہو سکتا۔ صحابہ کرام کے فضائل قرآن پاک اور احادیث شریفہ میں بہ کثرت موجود ہیں ان کی طرف رجوع کریں۔ خلاصہ یہ کہ بڑے سے بڑا ولی ایک ادنیٰ صحابی کے مرتبے کو نہیں پہنچ سکتا۔

تمام امت کا اس بات پر اجماع ہے کہ تمام صحابہ میں سب سے افضل حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ہیں، جو تمام امت سے افضل ہیں۔ ۲۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے بعد حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ تمام امت سے افضل ہیں ان کے بعد ۳۔ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ، پھر ۴۔ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ تمام امت سے افضل ہیں۔

یہی چاروں صحابہ حضور انور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے دنیا سے پردہ فرمانے کے بعد دین کے کام سنبھالنے اور جو انتظامات آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے انہیں قائم رکھنے میں اسی ترتیب مذکورہ بالا سے آپ کے قائم مقام (خلیفہ) ہوئے ہیں۔ یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دنیا سے پردہ فرمانے کے بعد تمام مسلمانوں کے اتفاق سے سب پہلے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ آنحضرت ﷺ کے خلیفہ بنائے گئے اور آپ کی مدت خلافت دو سال تین ماہ و دو دن ہے۔ ان کے بعد حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ دوسرے خلیفہ ہوئے جن کی مدت خلافت دس سال چھ مہینے پانچ دن ہے، پھر حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ تیسرے خلیفہ ہوئے، ان کی مدت خلافت بارہ دن کم بارہ سال ہے، ان کے بعد حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ چوتھے خلیفہ ہوئے ان کی مدت خلافت پانچ سال تین ماہ و دو دن ہوئی۔

ان چاروں کو خلفائے اربعہ، خلفائے راشدین، اور چار یار کہتے ہیں اور ان چاروں کے بعد حضرت امام حسن بن علی رضی اللہ عنہما کی خلافت چھ ماہ رہی بعد ازاں انہوں نے جب دیکھا کہ حدیث شریف کے مطابق خلافت کی مدت تیس سال پوری ہو چکی اور اب خلافت بادشاہت کے رنگ پر جا رہی ہے تو چونکہ آپ بہت زیادہ متقی اور پرہیزگار تھے آپ نے بادشاہت کی طرز حکومت کو ناپسند فرماتے ہوئے

(۱) آنحضرت ﷺ کے مفصل حالات و اخلاق و عادات وغیرہ کتب احادیث و شمائل و سیر و تواریخ میں ملاحظہ کریں

خلافت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے حوالے کر کے گوشہ گیری اختیار کی۔

حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ تک کل مدت تیس سال خلافت راشدہ کہلاتی ہے۔ صحابہ رضی اللہ عنہم میں ان چار یار کے بعد مجموعی طور پر سب اہل بیت باقی صحابہ سے افضل ہیں اللہ تعالیٰ نے ان کو کا حق پاک کر دیا ہے۔ لقولہ اَلَمْ یَا یٰسِرْ بِذِ اللّٰہِ لَیْذِہِیْبْ غَنَکُمْ الزَّجَنُ اَہْلَ النِّیْمِ وَ یُطَهِّرْ کُمْ طَہِیْرًا (۱) ”اللہ یہ چاہتا ہے کہ تم سے گندی باتیں دور کر دے اے نبی کے گھر والو اور ستھرا کر دے تم کو ایک پاکی ستھرائی۔“ اہل بیت میں تمام ازواج مطہرات اور حضرت علی، حضرت فاطمہ الزہراء، حضرت حسن حضرت حسین رضوان اللہ علیہم اجمعین شامل ہیں۔ ازواج مطہرات آنحضرت ﷺ میں حضرت عائشہ و حضرت خدیجہ الکبریٰ رضی اللہ عنہا سب سے افضل ہیں اور صاحبزادیوں میں حضرت فاطمہ الزہراء رضی اللہ عنہا سب سے افضل ہیں۔ اسی طرح فتح مکہ سے قبل اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کرنے والے اور جہاد میں شامل ہونے والے صحابہ بعد والوں سے افضل ہیں لا یستوی منکم من انفق من قبل الفتح و قاتل (۲) ”برابر نہیں تم میں (سے وہ شخص) جس نے خرچ کیا فتح مکہ سے پہلے اور جنگ کی۔“ نیز جنگ بدر میں شامل ہونے والے صحابہ کا شمار سابقین الاولون میں ہے اور وہ سب سے افضل ہیں باقی ان کے تابع نَوَ السَّابِقُونَ الْاَوَّلُونَ مِنَ الْمُهَاجِرِیْنَ وَالْاَنْصَارِ وَالَّذِیْنَ اتَّبَعُوْهُمْ بِاِحْسَانٍ رَّضِیَ اللّٰہُ عَنْهُمْ وَ رَضُوْا عَنْہُ (۳) ”اور جو لوگ قدیم میں سب سے پہلے ہجرت کرنے والے اور مدد کرنے والے اور جو ان کے پیرو ہوئے نیکی کے ساتھ، اللہ تعالیٰ راضی ہو ان سے اور وہ راضی ہوئے اس سے“ ان کے علاوہ باقی صحابہ میں ایک کو دوسرے پر فضیلت نہ دے سب کو افضل جانے اور کسی کی شان میں گستاخی نہ کرے، یہ سب عامل القرآن تھے اور اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی متابعت کرتے اور متابعت کا دوسروں کو حکم کرتے تھے اور سب کے سب عادل تھے، صحابہ کا دوست خدا اور رسول کا دوست ہے اور صحابہ کا دشمن خدا اور رسول کا دشمن ہے۔ یہ کافروں پر سخت دل اور آپس میں رحم دل تھے، اللہ تعالیٰ کی رضا میں راضی اور اس کی ناراضی میں ناخوش رہتے تھے، یہ سب اخلاق محمدی (ﷺ) کا پامونہ تھے ان کی اسلامی خدمات قابل قدر ہیں ان کی کوششوں سے تمام جہاں میں اسلام کا بول بالا ہو گیا شکور اللہ تعالیٰ سعی ہم مشکور و جزا ہم عنا خیر الجزاء فی الآخرۃ

صحابہ کرام کے اندرونی محاسنات اور باہمی واقعات کو نیک نیتی پر قیاس کرنا چاہئے کیونکہ وہ سب رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی صحبت پاک سے پاک و بے نفس ہو گئے تھے، حضرت علی اور حضرت معاویہ اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہم وغیرہم کے معاملات کو نیک وجہ پر محمول کرنا چاہئے، اگرچہ حق حضرت علی رضی اللہ عنہ کی جانب تھا لیکن ان صحابہ کی غلطی کو خطائے اجتہادی سے زیادہ کچھ نہیں کہنا چاہئے۔ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ وغیرہ صحابہ کو برا کہنا کفر کے درجے تک پہنچا دیتا ہے اس سے پرہیز لازمی ہے، ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا پر تہمت لگانے والا منکر قرآن اور صریحاً کافر ہے۔

جس شخص نے لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ کی تصدیق کے ساتھ کہا ہو اور وہ اسی پر مبرا ہو وہ قطعی جنتی ہے لیکن کسی خاص شخص کو رسول اللہ ﷺ کی خبر کے بغیر قطعی جنتی نہیں کہتے کیونکہ خاتمے کا اعتبار ہے اور ہر شخص کے خاتمے کا حال سوائے اللہ تعالیٰ کے اور کوئی نہیں جانتا البتہ صحابہ کرام سب جنتی ہیں لقولہ تعالیٰ تَمْلَؤْا وَ غَدَ اللّٰہُ الْخُسْنٰی (۴) ”اللہ تعالیٰ نے تمام (صحابہ) سے بھلائی کا وعدہ کر لیا ہے“ اور جن لوگوں کو خود حضور انور ﷺ نے نام لے کر جنتی کہا ان کے خاتمہ بالخیر ہونے میں شبہ نہیں کرنا چاہیے۔ وہ قطعی جنتی ہیں۔

آنحضرت ﷺ نے بہت سے صحابہ کا نام لے کر جنت کی بشارت دی ہے ان میں سے یہ دس حضرات بھی ہیں جن کو عشرۃ

منہجاً کہتے ہیں اور وہ بروایت ترمذی و ابن ماجہ یہ ہیں حضرت ابو بکر، عمر، عثمان، علی، طلحہ، زبیر، عبدالرحمن بن عوف، سعد بن ابی وقاص، سعید بن زید، ابوسعیدہ بن الجراح رضی اللہ عنہم اجمعین۔

ان کے علاوہ حضرت فاطمہ الزہراء، حسن اور حسین رضی اللہ عنہم کو بھی جنتی فرمایا ہے۔ چنانچہ صحیح ترمذی میں ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا ہے کہ فاطمہ (رضی اللہ عنہا) جنت میں سب عورتوں کی سردار ہیں اور حسن و حسین (رضی اللہ عنہما) جنت میں جوانوں کے سردار ہیں۔ پس جس کے جنتی ہونے کی خبر آنحضرت ﷺ نے دی ہے اس کا جنتی ہونا یقینی ہے۔ صحابہ معصوم نہیں تھے کیونکہ معصوم ہونا نبی اور فرشتے کی خصوصیت ہے لیکن محفوظ ہیں، بعض صحابہ سے لغزشیں ہوئیں لیکن وہ مجتہد تھے مجتہد سے خطا و صواب دونوں صادر ہوتے ہیں ان کی یہ خطا خطائے اجتہادی ہے کیونکہ خطائے عنادی مجتہد کی شان کے خلاف ہے پس ان کی کسی بات پر گرفت کرنا اور ان کی شان میں زبان طعن دراز کرنا اللہ و رسول کی خوشنودی کے خلاف اور سخت حرام ہے (اللہ تعالیٰ ہمیں اس وبال سے بچائے) حضرات حسنین رضی اللہ عنہم یقیناً اعلیٰ درجے کے شہدائے کرام میں سے ہیں ان میں سے کسی کی شہادت کا منکر گمراہ بدوین ہے۔

یزید کو کافر کہنے اور اس پر لعنت کرنے میں علمائے اہل سنت کے تین اقوال ہیں اور ہمارے امام اعظم رضی اللہ کا مسلک سکوت ہے کیونکہ کسی کا نام لے کر لعنت کرنا سوائے شیطان کے اور یا قطعی کفار کے جن کی اطلاع شارع علیہ السلام نے دے دی ہے اور کسی کے لئے جائز نہیں خواہ وہ کتنا ہی بدکار ہو یا، مثلاً یوں کہہ سکتے ہیں کہ کافروں پر اللہ تعالیٰ کی لعنت جھوٹوں پر اللہ تعالیٰ کی لعنت وغیرہ۔

ولایت اور اولیاء اللہ کا بیان: جو مسلمان اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کے احکام کی اطاعت کرے اور کثرت سے ذکر و عبادت الہی میں مصروف ہے، گناہوں سے بچتا رہے اور اللہ و رسول کی محبت دنیا کی تمام چیزوں سے زیادہ رکھتا ہو تو اللہ تعالیٰ کا مقرب اور پیارا ہو جاتا ہے اس کو ولی کہتے ہیں۔ ویسے تو ہر مومن ولی ہے جیسا کہ حق تعالیٰ نے فرمایا اَللّٰهُ وَلِیُّ الْمُؤْمِنِینَ (۱) ”اللہ تعالیٰ مومنوں کو دوست رکھتا ہے“ لیکن اصطلاح میں ایک خاص مقام قرب کے حاصل کرنے پر مرتبہ ولایت پر فائز ہوتا ہے اور اس کی علامت یہ ہے کہ اللہ اور رسول کی محبت اس کے دل میں سب کی محبت پر غالب آجائے۔ اس کو دنیا کی حرص نہ رہے اور آخرت کا خیال ہر وقت پیش نظر رکھتا ہو۔

تمام صحابہ ولی ہوئے ہیں کیونکہ حضور ﷺ کی محبت کی برکت سے اُن کے دلوں میں اللہ اور رسول کی محبت غالب تھی، دنیا سے محبت نہیں رکھتے تھے کثرت سے عبادت کرتے اور گناہوں سے بچتے تھے اللہ اور رسول کے حکموں کی تابعداری کرتے تھے۔

یہ پہلے بیان ہو چکا ہے کہ صحابی یا ولی خواہ کتنا ہی بڑا اور جبر رکھتا ہو کسی نبی کے برابر نہیں ہو سکتا۔ اسی طرح صحابی ہونے کی فضیلت بھی بہت بڑی ہے اس لئے کوئی ولی جو صحابی نہ ہو مرتبہ میں کسی صحابی کے برابر یا بڑھ کر نہیں ہو سکتا کیونکہ صحابہؓ نے براہ راست نبوت کے نور سے استفاضہ کیا ہے بخلاف دوسرے لوگوں کے کہ جن کو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی زیارت کا فیض بھی حاصل نہیں ہوا چہ جائیکہ محبت بابرکت سے فیض کا حاصل کرنا جو ان کو صحابہؓ ہی کے وسیلے سے حاصل ہوا ہے۔ دوسروں کا حق الیقین صحابہؓ کے علم الیقین کا مقابلہ بھی نہیں کر سکتا پھر صحابہؓ کے حق الیقین سے تو کیا نسبت ھَلْ یَسْتَوِی الْاَعْمٰی وَالْبَصِیْرُ (۲) ”کیا آنکھوں والا اور اندھا برابر ہو سکتے ہیں“ ھَلْ یَسْتَوِی الظُّلُمَاتُ وَالنُّورُ (۳) ”کیا اندھیرا اور نور برابر ہو سکتے ہیں“۔

صحابہ کرام کے بعد اولیاء اللہ میں تابعین کا مرتبہ ہے پھر تبع تابعین کا۔ حضور انور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا خَیْرُ الْقُسْرُوْنَ قُرْبٰی نَبِیِّہِ الَّذِیْنَ یَلُوْنُہُمْ ثُمَّ الَّذِیْنَ یَلُوْنُہُمْ (میرا زمانہ تمام زمانوں سے بہتر ہے پھر وہ جو اس سے ملتا ہوا ہے (تابعین کا) پھر وہ جو

اسے ملتا ہوا (تجربہ) ایسے شخص کو جو خلاف شرع کام کرے (مثلاً نماز نہ پڑھے یا ڈاڑھی منڈائے وغیرہ) ولی سمجھنا بالکل غلط ہے، یاد رکھنا چاہئے کہ جو شخص شریعت کے خلاف کام کرے ہرگز ولی نہیں ہو سکتا خواہ اس سے کتنی ہی خوراک عادات باتیں ظاہر ہوں اور خواہ وہ ہوا پڑنے لگے یا پانی پر چلنے لگے اور طرح طرح کے عجیب کام کرے

خلاف پیہر کے رہ گزید کہ ہرگز بمنزل نہ خواہ رسید

قَالَ اللَّهُ تَعَالَى قُلْ إِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّونَ اللَّهَ فَاتَّبِعُونِي يُحْبِبْكُمُ اللَّهُ (۱) کہہ دیجئے اے رسول! اگر تم اللہ تعالیٰ سے محبت کرتے ہو تو میری پیروی کرو پھر اللہ تعالیٰ تم سے محبت کریگا۔ بعض لوگ اس قسم کی جہالت کی باتیں کرتے ہیں کہ صاحب یہ بزرگ تو بہت پیچھے ہوئے ہیں اللہ تعالیٰ نے ان کے لئے نماز روزہ وغیرہ احکام شرعیہ معاف کر دیئے ہیں اور ڈاڑھی وغیرہ کی حدود شرعیہ سے ان کو آزاد کر دیا ہے یہ تو زندہ دل لوگ ہیں ان کا دل ہر وقت یاد الہی میں آنکھیں جمال الہی کے مشاہدے میں مستغرق رہتی ہیں، سو یہ کفر اور گمراہی ہے۔ جانا چاہیے کہ جب تک آدمی اپنے ہوش و حواس میں ہو اور اس کو عبادت کی طاقت اور استطاعت حاصل ہو ہرگز کوئی عبادت معاف نہیں ہوتی اور نہ ہی کوئی گناہ کی بات اس کے لئے جائز ہو جاتی ہے اور کیسے جائز ہو سکتی ہے جبکہ وہ اپنے دیگر حوائج بشری سے آزاد نہیں ہوا، اور کھانے پینے نہانے دھونے پہننے وغیرہ میں دنیا داروں کی طرح سے تکلیفات کرتا اور ان میں خوب ہی مشغول ہوتا ہے۔

بات یہ ہے کہ ولایت جس کو مقام قرب بھی کہتے ہیں وہ تو جس قدر زیادہ فرمانبرداری کرے گا اور خدا اور رسول کے احکام کو بجالائے گا اتنا ہی زیادہ اُس کو قرب حاصل ہوگا، اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے وَاسْجُدْ وَاقْتَرِبْ (۲) "سجدہ کرو اور قرب حاصل کرو" اور خود انبیاء علیہم السلام سے جو محبت الہی، صفائی قلب اور ایمان میں سب سے کامل ہیں خصوصاً سید الانبیاء حضرت محمد مصطفیٰ ہر کمال میں سب سے اکمل ہیں کوئی فرد بشر ان کے برابر نہیں، تکلیفات شرعیہ ساقط ہو جاتا تو درکنار ان کے لئے تو اور زیادہ عبادت کرنا فرض تھی چنانچہ آنحضرت ﷺ پر نماز تہجد فرض تھی کہ شب بیداری کرتے ہوئے آپ کے پائے مبارک درم کر آتے تھے اور جو کوئی یوں کہتا کہ آپ اس قدر تکلیف کیوں اٹھاتے ہیں آپ کو تو اللہ تعالیٰ نے بخش دیا ہے؟ آپ اس کے جواب میں یہ فرماتے: أَفَلَا أَكُونُ عَبْدًا شَكُورًا "کیا میں شکر گزار بندہ نہ ہوں؟" پس جو لوگ ہوش و حواس درست اور طاقت و استطاعت قائم ہوتے ہوئے عبادت نہ کریں اور خلاف شرع کا کریں جنگ بوزہ و قلمہ در بوزہ میں دین و ایمان سمجھیں اور کہیں کہ یہ باتیں ہمارے لئے جائز ہیں وہ بے دین اور گمراہ ہیں ہرگز ولی نہیں ہو سکتے ان کی صحبت سے پرہیز کرنا چاہئے اور ان کے کشف و خوارق عادات سے دھوکہ نہیں کھانا چاہئے بلکہ اس کو استدراج اور فریب سمجھنا چاہئے۔ ہاں جس کے ہوش و حواس درست نہ ہوں اور وہ غلبہ محبت الہی میں مستغرق ہو کر یا کسی دماغی صدمے کی وجہ سے اپنے آپ سے بے خبر ہو جائے، حتیٰ کہ اسے اپنے کھانے پینے پہننے اور نہانے دھونے وغیرہ امور کا بھی احساس نہ رہے، اس حالت میں وہ تکلیفات شرعیہ سے بری اور آزاد ہو جاتا ہے۔ اس پر شرع شریف کسی قسم کی گرفت نہیں کرتی اس لئے ان کو برا نہ کہنا چاہئے اور نہ ان کی تہلیل کرنی چاہئے۔ فافہم و تفکر (۳)

معجزہ و کرامت

معجزہ: اللہ تعالیٰ بعض خلاف عادات باتیں اپنے رسولوں سے ظاہر کر دیتا ہے جن کے کرنے سے دیگر لوگ عاجز ہوتے ہیں

(۱) آل عمران: ۳۱ (۲) اعلق: ۱۹

(۳) ولایت کا مفصل بیان اور اس کے ضروری مباحث خاکسار کے دوسری تالیف عمدة السلوک اور دیگر مصنفین کی کتب تصوف میں ملاحظہ فرمائیں۔

تاکہ لوگ ان باتوں کو دیکھ اس نبی کی نبوت کو سمجھ لیں اور اس کو اللہ تعالیٰ کا بھیجا ہوا رسول جاس لیں، ایسی خلاف عادت باتوں کو معجزہ کہتے ہیں۔ مختصر طور پر یہ کہتے کہ عادت کی خلاف جو بات کسی نبی علیہ السلام سے ظاہر ہو معجزہ کہلاتی ہے، بعض پیغمبروں کے چند مشہور معجزے یہ ہیں۔

۱۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کا عصا (لاٹھی) سانپ کی شکل بن گیا اور جادو گروں کے جادو کے سانپوں کو نگل گیا اور سب جادو گروں کو عاجز کر دیا۔

۲۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ہاتھ میں اللہ تعالیٰ ایسی چمک پیدا کر دیتا تھا کہ اس کی روشنی آفتاب کی روشنی پر غالب آتی تھی اس کو بید بیضا کہتے ہیں۔

۳۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے دریائے نیل پر عصا مارنے سے بحکم الہی ہارہ راستے بن گئے جن سے حضرت موسیٰ علیہ السلام اور آپ کے ہمراہی دریائے پار ہو گئے اور فرعون اور اس کے ساتھی جب ان راستوں سے گزرنے لگے تو پانی آپس مل گیا اور فرعون مع لشکر کے غرق ہو گیا۔

۴۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے حکم سے مردوں کو زندہ کر دیتے تھے۔

۵۔ اور مادر زاد (پیدائشی) اندھوں کو آنکھوں والا (بینا) کر دیتے تھے۔

۶۔ کوڑھیوں کو اچھا کر دیتے تھے۔

۷۔ مٹی کا جانور (پرندہ) بنا کر زندہ کر کے اڑا دیتے تھے۔

۸۔ حضرت داؤد علیہ السلام کے ہاتھ میں لوہا نرم ہو جاتا تھا اور وہ اس سے زرہ وغیرہ بنا لیتے تھے۔

۹۔ حضرت داؤد علیہ السلام کی سریلی آواز سے پرندے، جانور اور پانی وغیرہ ٹھہر جاتے تھے۔

۱۰۔ اور بھی بہت سے معجزے ان پیغمبروں اور دوسروں سے ظاہر ہوتے رہے ہیں۔

ہمارے پیغمبر حضرت محمد سے بھی بہ کثرت بلکہ تمام انبیاء علیہم السلام سے زیادہ معجزے ظاہر ہوئے ہیں لیکن اس مختصر میں ان کی منجائش نہیں، البتہ چند مشہور معجزے درج کئے جاتے ہیں زیادہ تفصیل کے لئے کتب احادیث و تفاسیر و توراخ و سیر ملاحظہ فرمائیں۔

۱۔ آپ کا سب سے بڑا اور تاقیامت زندہ رہنے والا معجزہ قرآن مجید ہے چودہ سو سال کا طویل زمانہ گزر گیا اور قرآن پاک نے بیاگ دل تمام اقوام عالم کو چیلنج کیا کہ فَاْتُوا بِسُورَةٍ مِّنْ مِّثْلِهِ وَادْعُوا شُهَدَاءَكُمْ مِّنْ دُونِ اللَّهِ اِنْ كُنْتُمْ صَادِقِينَ (۱) ”پس تم اس کی مثل ایک سورت ہی بناؤ اور اللہ تعالیٰ کے سوا اپنے جھوٹے خداؤں کو امداد کے لئے“ بلاؤ اگر تم سچے ہو“ لیکن آج تک عربی زبان کے بڑے بڑے عالم و فاضل باوجود اپنی پوری کوشش کے قرآن مجید کی چھوٹی سے چھوٹی سورت کے مثل بھی نہ بنا سکے اور نہ قیامت تک بنا سکیں گے۔

۲۔ **معراج شریف** : معراج شریف یعنی حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے رات کو حالت بیداری میں اپنے جسم مبارک کے ساتھ براق پر سوار ہو کر مکہ معظمہ سے بیت المقدس تک اور وہاں سے ساتوں آسمانوں اور سدرة المنتہی تک پھر وہاں سے جہاں تک اللہ تعالیٰ کو منظور تھا تشریف لے گئے اور وہ مقام قرب حاصل ہوا کہ ”کس نہ کشود نہ کشاید بہ حکمت این معمار“ یعنی کسی شخص نے نہ اس راز کو بہ مصلحت کھولا اور نہ کھولے۔ اسی رات میں آپ کو جنت و دوزخ کی سیر کرائی گئی اور آپ ﷺ نے تمام ملکوت السموات والارض کو دیکھا اور یہ

سب کجورات کے ایک خلیفہ حصہ میں پیش آیا یعنی آپ کا ستر بھی گرم تھا اور مکان کی کٹڑی (زنجیر) ابھی تک مل رہی تھی کہ آپ اپنی قیام گاہ پر واپس تشریف لے آئے۔ اسی کو معراج کہتے ہیں اور یہ معراج جسمانی تھی اور حق تھی، اس میں شہ کرنا اور نہ ماننا کفر ہے۔ اس جسمانی معراج کے علاوہ اس سے پہلے بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو چند مرتبہ (عالم چار یا پانچ مرتبہ) خواب میں معراج ہوئی لیکن یہ منامی معراج ہیں۔ انبیاء علیہم السلام کے خواب سچے ہوتے ہیں ان میں غلطی اور خطا کا شہ نہیں ہو سکتا۔ دیگر انبیاء علیہم السلام کو بھی اپنے اپنے مقام کے مطابق معراجیں ہوئیں لیکن حضور انور کی جسمانی معراج سب سے اعلیٰ و افضل ہے۔ (۱)

۳۔ **سبق القمہ:** ایک مرتبہ رات کو کفار مکہ نے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا ہمیں کوئی معجزہ دکھائیے تو آپ نے چاند کے دو ٹکڑے کر دیئے اور سب حاضرین نے دونوں ٹکڑے۔ کچھ لئے کہ ایک ٹکڑا مشرق میں درود و سرامغرب میں چلا گیا اور بالکل اندھیرا ہو گیا پھر دونوں ٹکڑے وہیں سے طلوع ہو کر اپنی جگہ پر آ کر آپس میں مل گئے اور چاند جیسا تھا اور ویسا ہی ہو گیا۔

۴۔ آپ ﷺ نے اللہ تعالیٰ کے سکھائے ہوئے علوم کی وجہ سے بہت سے پیش آنے والے واقعات کی، ان کے ہونے سے پہلے خبر دی اور وہ اسی طرح واقع ہوئے۔

۵۔ حضور کی دعا کی برکت سے ایک دو آدمیوں کا کھانا سینکڑوں آدمیوں نے پیٹ بھر کر کھانا لیا۔ اس کے علاوہ آپ کی انگلیوں سے پانی کا ابنا، درختوں اور پتھروں کا آپ کو سلام کرنا نیز آپ کو سجدہ کرنا۔ کنکریوں کا کلہ پڑھنا وغیرہ بے شمار آپ کے معجزات ہیں اگرچہ بعض نے آپ کے معجزات کی تعداد چار ہزار پچاس بتائی ہے مگر صحیح یہ ہے کہ بے شمار ہیں اور قیامت تک جو کرامات اولیاء اللہ سے صادر ہوں گی وہ بھی آپ کے معجزات میں شمار ہوں گی۔

جو خرق عادت کسی نبی سے نبوت سے پہلے ظاہر ہو اس کو ارہاس کہتے ہیں، اور کوئی خرق عادت کسی نبی کے پیرو سے ظاہر ہو اور وہ شخص ولی ہو تو کرامت ہے، نیک بندوں اور اولیاء اللہ سے کرامتوں کا ظاہر ہونا حق ہے کرامات اولیاء حق اور مومن صالح سے ظاہر ہوتا معونہ کہتے ہیں اور یہ دونوں قسمیں اس نبی کے لئے معجزہ ہیں جس کا وہ شخص پیرو ہے (کیونکہ یہ کرامت یا معونہ اس نبی کی پیروی کی برکت سے ہی تو حاصل ہوئی ہے)۔

اگر یہ خرق عادت ایسے شخص سے ظاہر ہو جو شریعت کے خلاف چلتا ہو خواہ وہ مدعی اسلام ہو یا کافر، تو قضائے حاجت کہتے ہیں۔ پس اگر وہ بلا ظاہری یا خفیہ اسباب کے ہو تو استدراج ہے اگر وہ اسباب ظاہری یا خفیہ پر مبنی ہو تو سحر (جادو) ہے اسی لئے جادو کو خرق عادت میں شمار نہیں کیا۔ صاحب استدراج و سحر کو ولی سمجھنا اور ان کی خرق عادت کو کرامت چنانچہ شیطان دھوکہ اور سخت غلطی ہے۔ ایسے کافر سے جو نبوت کا دعویٰ کرے خوارق عادت اس کے موافق ظاہر نہیں ہوتا بلکہ اس کے خلاف ظاہر ہوتا ہے جیسا کہ مسیلمہ کذاب نے کسی ایک آنکھ والے کی اندھی آنکھ کے صحیح ہونے کی دعا کی تو اس کی دوسری آنکھ بھی اندھی ہو گئی اس کو ابانت کہتے ہیں۔

یہ ضروری نہیں کہ ہر ولی سے کوئی کرامت ظاہر ہو ممکن ہے کہ کوئی شخص اللہ تعالیٰ کا ولی ہو اور عمر بھر اس سے کوئی کرامت ظاہر نہ ہو۔ یہ بھی ضروری نہیں کہ جس سے زیادہ خوارق ظاہر ہوں وہ زیادہ افضل ہے کیونکہ بہت سے کم خوارق والے زیادہ بزرگ ہیں دوسرے زیادہ خوارق والے اولیاء سے۔ نیز صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے اس قدر خوارق ظاہر نہیں ہوئے جتنے بعض غیر صحابی اولیاء سے ظاہر ہوئے ہیں۔ حالانکہ تمام صحابہ باجماع امت تمام امت سے افضل ہیں۔ (۲)

(۱)۔ معراج کی تفصیل و حقائق مباحث کتب احادیث و تفاسیر میں ملاحظہ فرمائیں، (۲)۔ مزید تفصیل عمدة السلوک و دیگر کتب تصوف میں ملاحظہ فرمائیں

۵۔ یوم آخرت پر ایمان

یوم آخرت پر ایمان لانے کا مطلب یہ ہے کہ قیامت کا دن اور اس کی سختیاں اور تلخیاں حق ہیں۔ قبر میں مکر تکبر کا سوال و جواب اور سب کافروں اور بعض گنہگار مسلمانوں کو عذاب قبر کا ہونا حق ہے۔

عذاب قبر کا بیان: ہر جاندار کو موت کا مزہ چکھنا ہے، کُلُّ نَفْسٍ ذَآئِقَةُ الْمَوْتِ (۱) اور مرنے کے بعد ہر انسان کو اس کے عملوں کے مطابق جزا و سزا ملے گی، لوگوں کی جزا و سز کے دو درجے ہیں۔ ایک مرنے کے بعد سے قیامت تک، اس کو عالم برزخ کہتے ہیں "اللہ تعالیٰ نے فرمایا: وَمَنْ يُؤْمِنْ بِالْإِسْلَامِ مُرْتَدًّا، أَلَسْ يَوْمَ يُعَذِّبُ عَنْهُ" (۲) اور ان کے پیچھے ایک پردہ ہے اُس دن تک کہ (زندہ کر کے) اُٹھائے جائیں اور مرنے والے کے لئے یہ عالم برزخ قیامت کا ابتدائی درجہ ہے، چنانچہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا: فَمَنْ مَاتَ فَقَدْ لَمَسَتْ لِقَاءُ مَعَهُ (۳) جو شخص مر گیا، اُس کی قیامت تو قائم ہو گئی اس درجے میں جزا و سزا پوری نہیں ہوتی، عذاب و جنتی قبر یا وسعت قبر اسی میں ہوتا ہے۔

حشر و نشر: جزا و سزا کا دوسرا درجہ قیامت سے ابد الابد تک ہے، اس درجے کو حشر و نشر کہتے ہیں اس میں پوری پوری جزا و سزا ہوگی۔ سب کفار اور بعض گنہگار مسلمانوں کو قبر کا عذاب ہوتا ہے اور بعض مسلمان گنہگاروں سے عذاب قبر معاف بھی ہو جاتا ہے یا وہ بہ قدر گناہ عذاب پا کر نجات پاتے ہیں۔ مومن صالح مرد و عورت قبر میں عیش و آرام سے رہتے ہیں۔ مرنے کے بعد وارثوں و دیگر مسلمانوں کے خیر خیرات کرنے اور ایصالِ ثواب و دعا سے بھی عذاب میں تخفیف ہوتی ہے، مگر کافروں کو مرنے کے بعد کوئی خیرات یا دعا وغیرہ نفع نہیں دیتی خواہ وہ دعا یا صدقہ کوئی مومن ہی کرے۔ نیز اگر کوئی کافر کسی کافر مردہ کے لئے دعا کرے یا صدقہ دے یا کسی مومن مردے کے لئے دعا کرے یا صدقہ دے ہرگز قابل قبول نہ ہوگا، کیونکہ کافروں کے سب اعمال آخرت کیلئے حبط ہیں۔ مومن مسلمانوں کی بدنی و مالی عبادت کا ثواب مومن مسلمان کو پہنچتا ہے، یعنی زندہ لوگ اگر کوئی نیک کام کریں مثلاً قرآن شریف یا درود شریف پڑھیں یا خدا کی راہ میں صدقہ خیرات دیں، کسی بھوکے کو کھانا کھلائیں یا تنگے کو کپڑا پہنائیں وغیرہ تو ان کاموں کا جو ثواب اللہ تعالیٰ کی طرف سے ان کو ملے گا اللہ تعالیٰ نے اپنی رحمت کاملہ سے ان کو یہ اختیار دیا ہے کہ اگر وہ اپنا ثواب کسی مسلمان میت کو پہنچانا چاہیں تو اس میت کو پہنچ جاتا ہے اور اس سے گنہگار مومن کے گناہوں میں تخفیف اور صالح مومن کے مقامات قرب میں ترقی ہوتی ہے اور ثواب پہنچانے والا بھی اللہ تعالیٰ کی رحمت واسعہ سے محروم نہیں رہتا بلکہ جس جس کو وہ اپنے ثواب پہنچانے میں شامل کرتا ہے سب کو اس عمل کا ثواب ملتا ہے اور اس ثواب پہنچانے والے کو بھی سب کی برابر الگ ثواب ملتا ہے اور وہ قیامت کے دن اس کی شفاعت کریں گے۔ اس میں اختلاف ہے کہ سب مردوں کو اس عمل کا پورا پورا ثواب ملتا ہے یا تقسیم ہو کر۔ بہر حال سب کو بخشا جائے بغل نہ کرے۔ اللہ تعالیٰ کی رحمت واسعہ کا امیدوار رہے۔

ثواب پہنچانے کے لئے کسی خاص چیز یا خاص وقت یا خاص صورت کو اپنی طرف سے مقرر یا لازم نہیں کرنا چاہئے بلکہ جس وقت جو کچھ میسر ہو وہ ثواب کا کام (مالی یا بدنی فعلی عبادت) ادا کر کے اس کا ثواب بخش دیا جائے، رسم کی پابندی، دکھاوے، نام اور شہرت کے لئے بڑی بڑی دعوتیں کرنا یا اپنی طاقت سے زیادہ قرض سودی یا ادھار لے کر رسم پوری کرنا بہت بُرا اور باعث گناہ ہے۔ کسی ایسی مصلحت سے وقت وغیرہ کی پابندی کی جائے جو شرعاً جائز ہو اور اس کو شرع کی طرف سے لازمی نہ سمجھا جائے تو کوئی حرج نہیں ہے مگر آج کل جاہلوں کی رسمی

پابندی کے خوف سے پچھا ضروری ہے ورنہ وہ دلیل بنائیں گے۔

عذاب قبر کی تفصیل:

آواز سنتا ہے اُس وقت اُس کے پاس دو فرشتے آتے ہیں اور وہ نہایت ڈراؤنی شکل میں زمین چیرتے ہوئے آتے ہیں، اُن کے بدن کا رنگ سیاہ، آنکھیں سیاہ، نیلی اور دیک کے برابر شعلہ زن، ان کے ڈراوے بال سر سے پاؤں تک، ان کے دانت کئی ہاتھ لمبے، ان میں ایک کو منکر دوسرے کو نکیر کہتے ہیں جو مردے کو بٹھا کر پوچھتے ہیں مَنْ رَبُّكَ "تیرا نبی کون ہے" مَنْ دینُک "تیرا دین کیا ہے" اگر بندہ مومن ہے تو جواب دیتا ہے میرا رب اللہ تعالیٰ ہے ربّی اللہ اور میرے نبی محمد ﷺ ہیں نبی مُحَمَّد اور میرا دین اسلام ہے دینی اِسلام بعض روایات میں دوسرا سوال اس طرح پر ہے مَا كُنْتَ تَقُولُ فِي هَذَا الرَّجُلِ "ان (محمد صلی اللہ علیہ وسلم) کے بارے میں تو کیا کہتا ہے" مومن مردہ جواب دیتا ہے هُوَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ "وہ تو رسول اللہ ﷺ ہیں" فرشتے کہیں گے تجھے کس نے بتایا، مردہ کہے گا کہ میں نے اللہ تعالیٰ کی کتاب پڑھی اُس پر ایمان لایا اور تصدیق کی۔ بعض روایتوں میں ہے کہ فرشتے سوال کا جواب پا کر کہیں گے کہ ہمیں تو معلوم تھا کہ تو یہی کہے گا۔ اُس وقت آسمان سے ایک منادی ندا کرے گا کہ میرے بندے نے سچ کہا اس کے لئے جنت کا بچھونا بچھاؤ اور جنت کا لباس پہناؤ اور اس کے لئے جنت کی طرف دروازہ کھول دو، جنت کی نسیم اور خوشبو اس کے پاس آتی رہے گی اور جہاں تک نگاہ پہنچے گی وہاں تک اس کی قبر کشادہ کر دی جائے گی (ایک روایت میں ۷۰ x ۷۰ گز ہے اور یہ وسعت قبر حسب مراتب مختلف ہے) اور اس سے کہا جائے گا نَحْمَدُكَ تَحْمَدُ الْعُرْوَةِ "یعنی دُکھا کی طرح بے فکر سو جا" یہ بھی آیا ہے کہ اس کی قبر منور کر دی جاتی ہے اور پہلے اس کے بائیں ہاتھ کی طرف جہنم کی کھڑکی کھولیں گے جس کی لپٹ اور جلن اور گرم ہوا اور سخت بد بو آئے گی پھر فوراً وہ کھڑکی بند کر دی جائے گی اور دائیں طرف سے جنت کی کھڑکی کھول دیں گے اور اس سے کہا جائے گا کہ اگر تو ان سوالوں کا صحیح جواب نہ دیتا تو تیرے واسطے وہ تھی اب یہ ہے۔ تاکہ وہ اپنے رب کی نعمت کی قدر جانے کہ کیسی بلائے عظیم سے بچا کر کس قدر نعمت عظمیٰ عطا فرمائی۔ اگر وہ بندہ کافر یا منافق ہوتا ہے تو ان سوالوں کے جواب میں کہتا ہے هَا لَا اَدْرِي (افسوس میں کچھ نہیں جانتا) تب فرشتے کہتے ہیں تو نے نہ جانا نہ مانا اور اس کو لوہے کے گرزوں (تھوڑوں) سے ایسا مارتے ہیں کہ اس کی چیخ سوائے جن وانس کے سب سنتے ہیں اور قبر اس کو اس قدر چٹختی ہے کہ اس کی پسلیاں ادھر کی ادھر اور ادھر کی ادھر نکل جاتی ہیں، اور وہ حشر تک اس عذاب میں گرفتار رہتا ہے۔ نیز پہلے اس پر جنت کی کھڑکی کھولیں گے کہ وہ اس کی خوشبو، ٹھنڈک، راحت اور نعمت کی جھلک دیکھے گا اور فوراً بند کر دیں گے اور دوزخ کی کھڑکی کھول دیں گے تاکہ اس پر بلائے عظیم کیساتھ حسرت عظیم بھی ہو۔ مومن گنہگاروں کو ان کے گناہ کے مطابق عذاب ہو کر موقوف ہو جائے گا اور کبھی کچھ مدت کے بعد بغیر اس کے کہ بہ قدر گناہ عذاب پورا ہو اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے رہائی کر دیتا ہے اور کبھی دنیا کے لوگوں کی دعا اور صدق و خیرات سے عذاب دور ہو جاتا ہے۔ خصوصاً جمعہ کے روز ہر مومن گنہگار کو عذاب سے رہائی ہو جاتی ہے اور اسی طرح رمضان المبارک میں رہائی ہو جاتی ہے پھر جب اور جس کے لئے اللہ تعالیٰ چاہتا ہے رہائی ہو جاتی ہے۔

ضغطة قبر: (قبر کی گھبراہٹ اور تنگی) نیک بندوں کو بھی ہوتا ہے اور وہ کسی گناہ کے سبب یا کسی نعمت کا شکرانہ بجا نہ لانے

کے سبب ذرا سی دیر کے لئے ہوتا ہے پھر اسی وقت دور ہو جاتا ہے بعض کو اللہ تعالیٰ کی رحمت سے نہیں ہوتا۔ جو لوگ قبر میں دفن نہیں کئے جاتے بلکہ جلائے جاتے ہیں یا پانی میں ڈوب کر مر جاتے ہیں اور مچھلیاں وغیرہ کھا جاتی ہیں یا ان کی نعش کو خیل کوے وغیرہ کھا جاتے ہیں ان کو بھی عذاب قبر ہوتا ہے۔ یہاں قبر سے مراد وہ گڑھا نہیں ہے جو زمین کھود کر میت کو اس میں دفن کیا جاتا ہے کیونکہ عذاب تو روح کو دیا جاتا ہے۔ اور

روح فنا نہیں ہوتی بلکہ کسی خاص مقام میں رکھی جاتی ہے پس وہ مقام جہاں مرنے کے بعد برزخ میں روح کو رکھا جاتا ہے وہی یہاں قبر سے تعبیر کیا جاتا ہے اور اسی عالم کے مناسب لوہے کی سلاخوں اور ساپ بھوؤں وغیرہ سے اس کو عذاب دیا جاتا ہے جو اس عالم جسمانی سے بالکل مختلف ہے۔

اور نیکیوں کی روح کے مقام کو عالم بالا یعنی علیین کہتے ہیں اور گنہگاروں کی روح کے مقام کو عالم پست یعنی جہنم کہتے ہیں جو بہت ناک و پر اندوہ جگہ عالم سفلی میں ہے، البتہ ان کے اجسام اگر باقی ہیں تو ان کے ساتھ بھی ان ارواح کا ایک ادنیٰ سا تعلق باقی رہتا ہے، اسی اضافت ہادی تعلق کی وجہ سے اس گڑھے کو بھی قبر کہہ دیتے ہیں اور قبر کی جگہ و کشادگی سے روح کی جگہ و کشادگی مراد ہے اور اس میں کوئی اشکال نہیں (پس خوب سمجھ لیں) بعض اوقات زمین پر بھی اس عذاب و ثواب کے اثرات مرتب ہو کر اہل دنیا کی ہمت کے لئے ظاہر ہوتے رہتے ہیں۔

خاتمہ: علماء نے مسلمان کے گناہ معاف ہونے کے دس سبب لکھے ہیں: ۱۔ توبہ، ۲۔ استغفار، ۳۔ نیک اعمال، ۴۔ دنیا میں کسی بلا میں گرفتار ہونا، ۵۔ غلط قبر، ۶۔ مسلمانوں کی دعا کی برکت، ۷۔ مسلمانوں کا صدقہ جو اس کی طرف سے دیا جائے، ۸۔ قیامت کی سختی، ۹۔ آنحضرت ﷺ کی شفاعت، ۱۰۔ محض رحمت الہی۔

جو شخص کفار کے مقابلے میں ثابت قدم رہے پھر غالب ہو جائے یا شہادت پائے وہ قبر میں منکر نکیر کے سوال و جواب سے محفوظ رہے گا جو شخص جمعہ کی رات یا جمعہ کے دن وفات پائے گا وہ بھی عذاب قبر سے محفوظ رہے گا۔ بعض علماء فرماتے ہیں کہ انبیاء علیہم السلام سے اور مسلمانوں کے نابالغ لڑکوں (اولادوں) سے شہیدوں سے بھی قبر میں سوال نہ ہوگا۔ مختصر یہ کہ جس سے سوال کرنے کا حکم الہی ہوگا اس سے سوال کریں گے اور جس کے لئے حکم نہ ہوگا اس سے سوال نہ کریں گے اور اس کو بے سوال و جواب قبر میں راحت و عیش و ثواب دیا جائے گا واللہ یختص بہ من یشاء (۱) اور اللہ تعالیٰ خاص کر لیتا ہے اپنی رحمت سے جس کو چاہتا ہے منکر نکیر فرشتوں کی ایک جماعت ہے جن کی تعداد بے شمار ہے اور ان میں سے دو فرشتے ہر شخص کے پاس جاتے ہیں۔

تناسخ (آواگون): مسلمانوں کے عقیدے کے بالکل خلاف ہے یعنی کسی انسان کی روح اس جہان میں دوبارہ جنم لینے نہیں آتی، کیونکہ یہ تناخ قرآن و احادیث اور عقلی دلائل سے جو کہ کتب حکمت میں مذکور ہیں باطل ہے اور اہل اسلام میں سے کوئی فرقہ اس کا قائل نہیں ہوا۔ اکثر اہل ہندو اور بعض فلاسفہ کفر جو اس کے قائل ہوئے ہیں وہ سخت غلطی پر ہیں اور نہایت لچر باتیں کرتے ہیں۔

ارواح شہدا: اولیاء اللہ اور شہداء کی روحیں ہر پرندوں کے جسم کے اندر داخل کر دی جاتی ہیں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضرت رسالت پناہ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے فرمایا کہ جب تمہارے بھائی احد کے دن شہید ہوئے تو حق سبحانہ و تعالیٰ نے ان کو ہر پرندوں کے پونوں میں جگہ دی تاکہ وہ بہشت کی ہوا میں گشت کریں اور طوبی کی شاخوں پر آشیانہ بنائیں اور بہشت کی نہروں سے پانی پئیں اور آرام کے وقت ان کی خواب گاہ سنہری قدیلیں ہیں جو عرش کے سائے میں لگی ہوئی ہیں اور وہ (ارواح شہدا) کہتی ہیں کہ اے باری تعالیٰ کون ہے جو ہمارے بھائیوں اور دوستوں کو اس نعمت کی خبر دے جو ہم نے حاصل کی ہے تاکہ ان کی رغبت جہاد کے متعلق زیادہ ہو جائے۔

اس بارے میں اور بھی احادیث ہیں۔ بعض مومنین غیر شہدا کی ارواح بھی قبل حشر جنت میں حاضر ہوتی ہیں اسی طرح جو مرتبہ میں ان سے زیادہ ہیں جیسا کہ انبیاء و صدیقین یا اور جس کو اللہ تعالیٰ چاہے، اُس کو بھی جنت مقام ملا ہے ذلک فضل اللہ یؤتیہ من یشاء اور

ان اولیاء و شہداء وغیرہ کی ارواح کو اجازت ہوتی ہے کہ جہاں چاہیں پھریں اور کالمین کی ارواح کبھی کبھی اللہ تعالیٰ کی اجازت سے اس عالم غصری میں نمایاں ہو کر تصرف بھی کرتی ہیں اور اپنے دوستوں کی مدد کرتی ہیں اور دشمنوں کو سزا دیتی ہیں۔

قیامت کا دن: قیامت کا دن اُس دن کو کہتے ہیں جب حضرت اسرار اعلیٰ علیہ السلام صور پھونکیں گے اس کی آواز اس قدر شدید اور ڈراؤنی ہوگی کہ اس کے خوف سے سب مرجائیں گے اور ہر چیز ٹوٹ پھوٹ کر فنا ہو جائے گی۔ یہ حق ہے کہ قیامت آنے والی ہے لیکن اس کا صحیح وقت اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں جانتا۔ اتنا معلوم ہے کہ جمعے کا دن اور محرم کی دسویں تاریخ ہوگی۔ ہمارے پیغمبر حضور انور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے قیامت کی کچھ نشانیاں بیان فرمائی ہیں ان نشانیوں کو دیکھ کر قیامت کا قریب آ جانا معلوم ہو سکتا ہے۔ جو علامات آپ ﷺ نے بیان فرمائیں وہ سب حق ہیں اور وہ صحابہ کرام سے احادیث میں وارد ہیں۔ یہ علامات دو اقسام پر ہیں: ۱۔ علامات صغریٰ، ۲۔ علامات کبریٰ۔

علامات صغریٰ: علامات صغریٰ وہ بہت سی علامات ہیں جو حضور ﷺ کے پردہ فرمانے سے حضرت امام مہدی علیہ السلام کے ظہور تک ظاہر ہوں گی، وہ ہیں:

امام بخاری نے روایت کیا ہے کہ آنحضرت ﷺ نے عوف بن مالک سے فرمایا کہ قیامت سے پہلے یہ چھ علامات ہیں: ۱۔ میری رحلت، ۲۔ بیت المقدس کا فتح ہونا، ۳۔ ایک عام وبا کا ہونا۔ (یہ دونوں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانے میں ہو چکیں) ۴۔ مال کا زیادہ ہونا کہ سودیہ کو آدمی حقیر جانے لگا (یہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے عہد میں ہوا)، ۵۔ ایک فتنہ جو عرب کے گھر گھر میں داخل ہوگا (یہ فتنہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی شہادت کا تھا)، ۶۔ تم میں اور نصاریٰ میں ایک صلح ہوگی پھر وہ غدڑ کریں گے اور آتش نشان کہ ہر نشان کے ساتھ بارہ ہزار لشکر ہوگا، لے کر تم پر چڑھائی کریں گے (یہ علامت ابھی پائی نہیں گئی آئندہ ہونے والی ہے)۔

دیگر بخاری و مسلم نے روایت انس رضی اللہ عنہ نبی کریم ﷺ سے یوں روایت کیا ہے کہ علامات قیامت یہ ہیں: علم اٹھ جائے گا جہل زیادہ ہو جائے گا، زنا اور شراب خوری کی بڑی کثرت ہوگی، عورتیں بہت مرد کم ہوں گے۔ یہاں تک کہ بیس عورتوں کا کاروبار کرنے والا ایک آدمی ہوگا (یہ شاید اُس وقت ہو جب امام مہدی علیہ السلام کے وقت میں جہاد کی وجہ سے بکثرت مسلمان شہید ہو جائیں گے عورتیں بہت باقی رہ جائیں گی)۔

صحیح مسلم حضرت جابر سے روایت ہے کہ آپ نے فرمایا جھوٹے لوگ کثرت سے ہو جائیں گے۔

صحیح بخاری میں حضرت ابو ہریرہ سے روایت ہے کہ بڑے بڑے کام نا اہل لوگوں کے سپرد کئے جائیں گے۔ (۱) لوگ مصائب دنیا کی کثرت سے موت کی آرزو کریں گے۔ (۲) سردار لوگ جہاد کی غنیمت کو اپنا حصہ سمجھیں گے اور کسی کی امانت کو مال غنیمت سمجھ کر دبا بیٹھیں گے اور زکوٰۃ دینے کو جرمانہ سمجھیں گے، علم دنیا کے لئے پڑھیں گے، مرد عورت کا مطہج اور ماں کا نافرماں ہو جائے گا اور دوست کو نزدیک اور باپ کو دور کر دے گا، مسجدوں میں لوگ شور کریں گے چلائیں گے۔ فاسق لوگ قوم کے سردار ہوں گے۔ رذیل لوگ قوم کے ضامن ہوں گے بدی کے خوف سے بد معاش آدمی کی تعظیم کی جائے گی۔ باجے علانیہ ہو جائیں گے گانے بجانے اور ناچ رنگ کی زیادتی ہو جائے گی۔ امت کے پہلے لوگوں پر پچھلے لوگ لعنت کریں گے، اس وقت سخت آندھی کا انتظار کریں کہ سرخ رنگ کی ہوگی۔ زلزلے (بھونچال) خف (زمین میں دھنسا) مسخ (صورت کا بدلنا) اور قذف (پتھر برستا) وغیرہ اور دیگر علامات ظاہر ہوں گی اور یہ چیزیں اس طرح پے در پے آئیں گی جس طرح تاج ٹوٹ کر تیج کے دانے گرتے ہیں۔ غرض یہ کہ بڑے کام ظہور میں آئیں گے اور اچھے کام اُٹھتے جائیں گے اور اس کے ساتھ

نصاری تمام ملکوں میں ہادل کی طرح پھیلے گئے۔

بعض احادیث سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ ان دنوں میں سلطان استنبول کو نصاریٰ کے ایک فریق کے ساتھ جنگ پیش آئے گی اور ایک فریق نصاریٰ موافقت کرے گا۔ مخالف لوگ قسطنطنیہ پر غالب آجائیں گے تب وہ سلطان شہر چھوڑ کر ملک شام میں آجائے گا اور اس فریق موافق کی موافقت میں پھر ان مخالفین سے جنگ عظیم ہوگی آخر لشکر اسلام غالب آجائے گا نصاریٰ موافقین میں سے ایک شخص کہے گا کہ صلیب غالب آئی اس پر ایک شخص لشکر اسلام میں سے خفا ہو کر اس کو مار دے گا اور کہے گا کہ دین محمدی غالب آیا، وہ نصرانی اپنی قوم کو جمع کریں گے اور خدا کر کے اہل اسلام کے قتال پر آمادہ ہوں گے سلطان اور بہت سے مسلمان شہید ہو جائیں گے، چنانچہ ایوداؤد نے ذی حجبہ رضی اللہ عنہ سے اس مضمون کی روایت نقل کی ہے (۱) اور بھی احادیث ہیں جن کے ملانے سے یہ مطلب نکلتا ہے خلاصہ یہ ہے کہ اس جنگ کے بعد وہ نصاریٰ ملک شام پر قبضہ کر لیں گے اور ان مخالفین سے مل جائیں گے اور خیبر تک ان کا عمل دخل ہو جائے گا اس کے بعد مسلمانوں میں بڑی ہل چل مچ جائے گی۔ اور گھبرا کر امام مہدی رضی اللہ عنہ کی تلاش میں مدینہ آئیں گے اور امام مہدی یہ سمجھ کر کہ ایسا نہ ہو لوگ مجھے خلیفہ بنائیں اور یہ امر عظیم میرے سپرد کر دیں مدینہ منورہ سے مکہ معظمہ چلے جائیں گے۔

ان کے علاوہ اور بھی علامات ملتی ہیں مثلاً درندے جالور آدمیوں سے کلام کریں گے۔ کوڑے پر ڈالی ہوئی جوتی کا تسہ کلام کرے گا۔ آدمی کے بازار جانے کے بعد جو کچھ گھر میں ہوا بتائے گا بلکہ خود انسان کی ران اسے خبر دے گی۔ وقت میں برکت نہ ہوگی یہاں تک کہ سال مثل مہینے کے اور مہینہ مثل ہفتے کے اور ہفتہ مثل دن کے اور دن ایسا ہو جائے گا جیسے کسی چیز کو آگ لگی اور بھڑک کر جلد ختم ہوگئی، یعنی بہت جلد جلد وقت گزرے گا۔ ملک عرب میں کھیتی، اور باغات اور مہر میں ہو جائیں گی، مال کی کثرت ہوگی، مہر فرات اپنے خزانے کھول دے گی کہ وہ سونے کے پہاڑ ہوں گے، علاوہ اس بڑے دجال کے تیس دجال اور ہوں گے وہ سب دعویٰ نبوت کریں گے حالانکہ نبوت ختم ہو چکی، ان میں سے بعض گزر چکے ہیں جیسے مسلمہ کذاب، طلحہ بن خویلد، اسقفی، سہاح عورت جو کہ بعد میں اسلام لے آئی تھی۔ غلام احمد قادیانی وغیرہم اور جو باقی ہیں ضرور ہوں گے، غرض یہ کہ اور بھی بہت سی علامات حدیثوں میں آئی ہیں۔

علامات کبریٰ: علامات کبریٰ یعنی امام مہدی رضی اللہ عنہ کے ظہور سے تلخ صورت تک جو علامات ظاہر ہوں گی وہ یہ ہیں۔ سب سے پہلی علامات امام مہدی کا ظہور ہے۔ مہدی ہدایت یافتہ کو کہتے ہیں اس معنی کے لحاظ سے بہت سے مہدی ہو چکے ہیں اور امام مہدی موعود (جن کا تذکرہ احادیث میں بکثرت ہے) کے زمانے تک بہت سے مہدی ہوں گے، اسی طرح دجال بھی دجال موعود سے پہلے بہت سے ہوں گے لیکن علامات قیامت میں جس مہدی موعود اور دجال موعود کا ذکر آتا ہے وہ مخصوص اشخاص ہیں چنانچہ امام مہدی رضی اللہ عنہ ایک خاص شخص ہیں جو دجال موعود کے وقت میں ظاہر ہوں گے اور اس سے پہلے نصاریٰ سے جنگ کر کے فتح یاب ہوں گے۔

آپ کا خلیفہ مبارک یہ ہے: قد مائل بہ درازی، قوی الجھ، رنگ سفید سرخی مائل، چہرہ کشادہ، ناک باریک و بلند، زبان میں قدرے لکنت کہ جب کلام کرنے میں تنگ ہوں گے تو زانو پر ہاتھ ماریں گے اور آپ کا علم لدنی ہوگا۔ چالیس برس کی عمر میں ظاہر ہوں گے۔ اس کے بعد سات یا آٹھ برس تک علی اختلاف الروایات زندہ رہیں گے، آپ کا نام محمد، والد کا نام عبد اللہ، والدہ کا نام آمنہ ہوگا، حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ کی اولاد سے ہوں گے۔ مدینہ کے رہنے والے ہوں گے جب آپ مدینہ منورہ سے مکہ معظمہ آئیں گے تو لوگ

(۱) یہ خبر اور دوسری خبریں جو فرادہ فرادہ احاد ہیں ان میں سے کسی خبر کا انکار ہاں یہ وجہ کما حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کا ثبوت ملتی ہے دائرہ اسلام سے خارج نہیں کرتا۔

ان کو پہچان کر ان سے بیعت کریں گے اور اپنا بادشاہ بنائیں گے، اُس وقت طیب سے یہ آواز آئے گی ہَذَا خَلِيفَةُ اللَّهِ الْمَهْدِيُّ فَاسْتَجِبُوا وَاطِيعُوا "یہ اللہ تعالیٰ کا خلیفہ مہدی ہے اس کی بات سنو اور اطاعت کرو" اور دوسری علامت یہ ہوگی کہ اُس سال ماہ رمضان میں تیرہ تاریخ کو چاند اور ستائیس تاریخ کو سورج گرہن ہوگا۔

ابدال و عصائب (اولیاء اللہ) آ کر ان سے بیعت کریں گے اور تمام عرب کی فوج اُن کی مدد کے لئے جمع ہوگی اور کعبہ اللہ شریف کے دروازے کے آگے جو خزانہ مدفون ہے جس کو تاج الکعبہ کہتے ہیں نکالیں گے اور مسلمانوں میں تقسیم فرمائیں گے، جب یہ خبر مسلمانوں میں پھیلے گی تو ایک امیر خراسانی کہ جس کی فوج کا سپہ سالار ایک شخص منصور نامی ہے امام مہدی کی مدد کو آئے گا، ہر مسلمان پر اس کی مدد واجب ہے انہی دنوں میں ایک شخص جو دشمن اہل بیت اور بڑا ظالم ہوگا جس کی خصال قبیلہ بنو کلب میں ہوگی دمشق کے اطراف میں حاکم ہوگا اور امام مہدی کے قتل کیلئے ایک جرار فوج بھیجے گا کہ وہ فوج مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ کے درمیان بمقام بیدازمین میں دھنس جائے گی ان میں سے دو شخص ہائی فوج جائیں گے ایک وہ جو امام مہدی کو اس واقعے کی خبر دے گا اور دوسرا جو اس شخص کو اطلاع دے گا۔ وہ دوبارہ خود فوج کشی کرے گا۔ پس وہ مغلوب و مقہور ہوگا۔ امام مہدی سنت نبوی پر عمل کریں گے اور دنیا میں خوب اسلام پھیلے گا۔ غرض یہ کہ امام مہدی مع لشکر اسلام مکہ معظمہ سے مدینہ منورہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے روضہ شریف کی زیارت کے لئے تشریف لے جائیں گے پھر وہاں سے ملک شام میں دمشق تک پہنچیں گے اور نصاریٰ آتش نشان کہ ہر نشان کے نیچے بارہ ہزار فوج ہوگی، لے کر مقابلے کو آئیں گے اور دمشق کے قریب وابق یا اعماق میں آٹھریں گے اور ان کے مقابلے کو امام مہدی دمشق سے فوج لے کر باہر نکلیں گے وہ کہیں گے کہ جن مسلمانوں نے ہمارے لوگ پکڑے ہیں ان کو ہمارے حوالے کر دو ہم ان کو قتل کریں گے۔ امام مہدی فرمائیں گے واللہ ہم ہرگز اپنے بھائیوں کو نہ دیں گے پس اس وقت مسلمانوں کے تین گروہ ہوں گے ایک وہ جو نصاریٰ کے خوف سے بھاگ جائے گا ان کی توبہ اللہ تعالیٰ کبھی قبول نہ فرمائے گا یعنی وہ حالت کفر میں مرجائیں گے اسلام نصیب نہ ہوگا اور ایک گروہ شہید ہو جائے گا اور عندہ اللہ افضل شہداء کا مرتبہ پائے گا اور تیسرا گروہ فتح پائے گا اور ہمیشہ فتنہ سے امن میں رہے گا، بعد ازاں امام مہدی بلا واسطہ اسلام کا انتظام اور لشکر جمع کرنے کا اہتمام کر کے قسطنطنیہ پر چڑھائی کریں گے تاکہ ان نصاریٰ کو جنہوں نے سلطان کو وہاں سے نکالا تھا شکست دیں اور جب وہ فتح کر کے مال قیمت تقسیم کر رہے ہوں گے تو کوئی پکارے گا کیا اطمینان سے بیٹھے ہو دو حال تمہارے گمروں میں آ گیا ہے، بعد تحقیق کے معلوم ہوگا کہ یہ خبر جھوٹ بلکہ شیطانی آواز تھی۔ پھر جب لشکر اسلام لوٹ کر شام کی طرف آئے گا تو دو حال نکلے گا۔

دجال موعود: دجال مشتق ہے دجل سے کہ جس کے معنی لغت میں خلط اور سکر اور تلکس کے ہیں اور کبھی دجل کذب کے معنی میں آتا ہے اس معنی سے بہت دجال ہوں گے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا **وَأَنَّهُ سَمِکُونٌ فِی أُمْتِی کَذَّابُونَ فَلَا تُؤْنِ کُلُّهُمْ یَزْعُمُ أَنَّهُ نَبِیُّ اللَّهِ وَأَنَا خَاتَمُ النَّبِیِّیْنَ** "من قریب میری امت میں تیس آدمی نبوت کا جھوٹا دعویٰ کریں گے حالانکہ میں خاتم النبیین ہوں" اور ایک روایت میں **ذَجَالُونَ کَذَّابُونَ** آیا ہے لیکن دجال موعود ایک خاص شخص ہے قوم یہود سے جس کا لقب مسیح ہوگا وہی آنکھ اندھی ہوگی جس میں انگوڑے دانہ کی مانند ناخن نہ ہوگا اور اس کے بال بہت چمپید چشموں کے بالوں کی مانند ہوں گے ایک بڑا گدھا اُس کی سواری کا ہوگا اور اُس کے ماتھے پر بیچ میں کفر اس طرح "ک ف ر لکھا ہوگا کہ جس کو ہر ذی شعور پڑھ لے گا۔ اول ملک شام اور عراق کے درمیان ظاہر ہو کر نبوت کا دعویٰ کرے گا اس کے بعد اصفہان میں آئے گا اور ستر ہزار یہودی اس کے تابع ہوں گے اور وہاں وہ خدائی کا دعویٰ کرے گا اس کے ساتھ آگ ہوگی جس کو وہ دوزخ کہے گا اور ایک باغ ہوگا جس کا نام بہشت رکھے گا اور اصل میں جس کو وہ بہشت کہے گا وہ دوزخ اثر ہوگا

اور جس کو وہ دوزخ جنت کی تاثیر رکھتی ہوگی پس وہ زمین میں دائیں بائیں فساد ڈالتا پھرے گا اور زمین میں ہادل کی طرح پھیل جائے گا اور اس کے ظہور سے پہلے بڑا سخت قحط ہوگا وہ عجیب عجیب کرشمے دکھا کر لوگوں کو پھنسائے گا اور یہ سب کرشمے استدراج کا حکم رکھتے ہیں۔ گھر سے ہوئے مسلمانوں کے لئے تسبیح و تہلیل، روٹی اور پانی کا کام دے گی یعنی بھوک و پیاس دور کرے گی۔ پھر وہ یمن سے مکہ کی طرف آئے گا لیکن فرشتوں کی حفاظت کے سبب مکہ میں داخل نہ ہو سکے گا۔ پھر وہاں سے مدینہ منورہ کا قصد کرے گا اور مدینہ منورہ کے قریب احد پہاڑ کے پاس ڈیرے ڈالے گا اور مدینہ منورہ کے اُس وقت سات دروازے ہوں گے ہر دروازے پر دو فرشتے محافظ ہوں گے اس لئے دجال اندر نہ جاسکے گا وہاں سے شہر دمشق کی طرف جہاں امام مہدی ہوں گے روانہ ہوگا۔ امام مہدی لشکر اسلام کا قلب و سینہ و میسرہ درست کر کے اُس سے جنگ کے لئے تیار ہوں گے کہ اتنے میں عصر کے وقت دمشق کی جامع مسجد کے شرقی مینارے پر زرد خطہ پہنے ہوئے دو فرشتوں کے بازوؤں پر ہاتھ دھرے ہوئے حضرت عیسیٰ علیہ السلام آسمان سے اتریں گے۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام: حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے یہود کے کمر سے بچا کر زندہ سلامت

چوتھے آسمان پر فرشتوں کے ذریعے اٹھالیا تھا اور وہ اس وقت تک وہیں زندہ موجود رہیں گے جب وہ آسمان سے اتریں گے ذرا سرخچا کریں گے تو سر سے پسینے کے قطرے ٹپکیں گے اور جب سر اٹھائیں گے تو موتیوں کے دانوں کی مانند قطرے گریں گے۔ پھر امام مہدی سے ملاقات کریں گے۔ امام مہدی تو اسٹغ سے پیش آئیں گے اور کہیں گے کہ اے نبی اللہ نماز کے لئے امامت کیجئے۔ جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام فرمائیں گے نہیں بلکہ تم ہی امامت کرو اور میں تو خاص دجال کو قتل کرنے کے لئے آیا ہوں۔ امام مسلم کی روایت سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا امام ہونا معلوم ہوتا ہے۔ غالباً پہلے روز امام مہدی نماز پڑھائیں گے تاکہ تکریم امت ہو پھر حضرت عیسیٰ علیہ السلام بسبب اس کے کہ نبی ہیں واللہ علم۔ اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام دجال کے قتل کے لئے تیار ہوں گے اس وقت حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے دم میں یہ تاثیر ہوگی کہ جس کا فرکودہ ہو الگ جائے گی مرجائے گا اور اُن کی ہوا وہاں تک جائے گی جہاں تک ان کی نظر جائے گی پس وہ دجال کا تعاقب کریں گے اور باب لُد (ملک شام کا پہاڑ یا کوئی گاؤں) کے پاس اس کو گھیر لیں گے اور نیزہ سے قتل کر کے اس کا خون لوگوں کو دکھائیں گے اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام اگر اس کے قتل میں جلدی نہ کرتے تو وہ کافر تک کی طرح خود بخود پھل جاتا پھر لشکر اسلام دجال کے لشکر کو جو کہ اکثر یہودی ہوں گے کثرت سے قتل کرے گا پھر امام مہدی اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام ملک کی سیر کریں گے اور جن لوگوں کو دجال کی معصیت پہنچی تھی ان کو قتل اور دلا سادیں گے اور ان کے نقصانات کا الطاف و عنایات سے تدارک کریں گے۔ اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام حکم دیں گے کہ خنزیر قتل کئے جائیں اور صلیب کہ جس کو نصاریٰ پوجتے ہیں تو زدی جائے گی اور کسی کافر سے جزیہ نہ لیا جائے گا بلکہ وہ اسلام لائے پس اس وقت تمام روئے مین پر دین اسلام پھیل جائے گا کفر مٹ جائے گا جو رو ظلم دنیا سے دور ہو جائے گا۔

وفات حضرت امام مہدی رضی اللہ عنہ: باختلاف روایات امام مہدی کی خلافت سات یا آٹھ یا

نو سال ہوگی پھر آپ دنیا سے تشریف لے جائیں گے۔ عیسیٰ علیہ السلام اور مسلمان اُن کی نماز جنازہ پڑھ کر دفن کر دیں گے (ان کی عمر اس حساب سے ۴۷ یا ۴۸ یا ۴۹ سال ہوگی) اس کی بعد تمام انتظام حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے اختیار میں ہوگا اور دنیا اچھی حالت پر ہوگی کہ یکا یک حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر وحی آئے گی کہ میرے بندوں کو کوہ طور کی طرف لے جائیں میں ایک ایسی قوم نکال رہا ہوں کہ کسی کو اس کے ساتھ لڑائی کی طاقت نہیں ہے۔ (۱)

یاجوج ماجوج: یہ قوم یاجوج ماجوج ہے جو یافث بن نوح کی اولاد میں سے ہے۔ ذوالقرنین بادشاہ نے ان کے راستے کو جو دو پہاڑوں کے درمیان میں تھا مستحکم بند کر دیا تھا آخر زمانے میں وہ دیوار ٹوٹ جائے گی اور یہ غارت گرد قوم دنیا میں پھیل جائے گی کوئی ان سے مقابلہ نہ کر سکے گا آخر آسمانی دہانے سے خود بخود درجائیں گے۔ ان کے تیر و کمان (۱) سے سات سال تک لوگ آگ جلائیں گے ان کی ہلاکت کے بعد پھر سے زمین میں خیر و برکت ظاہر ہوگی یہاں تک کہ ایک اتار کو ایک گھر کے آدمی پیٹ بھر کر کھائیں گے اور ایک بکری کے دودھ سے ایک گھر کے لوگ سیر ہو جائیں گے اور ایک گائے کا دودھ قبیلہ بھر کو اور ایک اونٹنی کا دودھ جماعت بھر کو کافی ہوگا۔ عداوت و کینہ نہ رہے گا اور لوگوں کو مال کی کچھ پرواہ نہ رہے گی یہاں تک کہ ایک سجدہ کرنا دنیا و مافیہا سے اچھا جائیں گے، اگر کوئی کسی کو مال دے گا تو وہ نہ لے گا۔ (۲)

یہ خیر و برکت سات برس تک رہے گی۔ پھر حضرت عیسیٰ علیہ السلام دنیا سے انتقال فرمائیں گے، اس عرصے میں وہ نکاح بھی کریں گے اور ان کے اولاد بھی ہوگی، آخر روضہ مبارک آنحضرت ﷺ میں دفن کئے جائیں گے اور قیامت میں وہیں سے اٹھیں گے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اپنے بعد ایک قطانی شخص جہاں نامی کو خلیفہ مقرر کر جائیں گے وہ اچھی طرح عدل کے ساتھ حکومت کرے گا لیکن شرفساد، کفر و الحاد پھیلنا شروع ہو جائے گا اسی طرح دو تین شخص یکے بعد دیگرے حاکم ہوں گے، پس جب کفر الحاد خوب پھیل جائے گا تو اس زمانے میں ایک مکان مشرق میں اور ایک مکان مغرب میں جہاں منکرین تقدیر رہتے ہوں گے جنس جائے گا۔

دھویں کا نمو دار ہونا: اور انہی دنوں میں آسمان سے ایک دھواں (۳) نمودار ہوگا کہ مؤمنین کو دکام سامعہ معلوم ہوگا اور کافروں کو نہایت تکلیف ہوگی کہ کسی کو ایک دن کے بعد کسی دودھ دن کے بعد کسی کو تین دن کے بعد بعد ہوش آئے گا اور کسی کو چوتھے روز اور کل چالیس روز یہ دھواں رہے گا اور انہی دنوں میں کہ ذی الحجہ کا مہینہ ہوگا یوم النحر (قربانی کے دن) کے بعد کی رات نہایت دراز ہوگی یہاں تک کہ بچے چلا چلا اٹھیں گے اور مسافر تنگ دل ہو جائیں گے اور مویشی چراگاہ میں جانے کے لئے نہایت شور کریں گے لیکن صبح نہ ہوگی حتیٰ کہ لوگ بیٹ اور قتل سے بے قرار ہو کر تالہ و زاری کریں گے اور توبہ توبہ پکاریں گے جب اس رات کی درازی تین یا رات کے برابر ہو جائے گی اور لوگ نہایت مضطرب ہوں گے۔

مغرب سے سورج کا طلوع: پھر قمر ص آفتاب تھوڑے سے نور کے ساتھ جیسا کہ گہن کے وقت ہوتا ہے مغرب

(۱) یہ لوگ اس قدر کثیر ہوں گے کہ ان کی پہلی جماعت بحیرہ طبریہ پر (جس کا طول دس میل ہوگا) جب گزرے گی اس کا پانی پی کر اس طرح سکھا دے گی کہ دوسری جماعت بعد والی جب آئے گی تو کہے گی کہ یہاں کبھی پانی نہ تھا۔ پھر جب دنیا میں فساد اور قتل و غارت گری سے فرصت پائیں گے (اور خیال کریں گے) کہ زمین والوں کو قتل کر لیا آداب آسمان والوں کو قتل کریں۔ یہ کہہ کر اپنے حیر آسمان کی طرف پھینکیں گے اللہ تعالیٰ کی قدرت کہ ان کے حیر اوپر سے خون آلود کریں گے۔ یہ اپنی انہی حرکتوں میں مشغول ہوں گے اور وہاں پہاڑ پر حضرت عیسیٰ علیہ السلام مع اپنے ساتھیوں کے حضور ہوں گے یہاں تک کہ ان کے نزدیک گائے کے سر کی وہ وقت ہوگی جو آج تمہارے نزدیک سواشرنیوں کی نہیں۔ اس وقت حضرت عیسیٰ علیہ السلام مع اپنے ہمراہیوں کے دعا فرمائیں گے کہ اللہ تعالیٰ ان کی گردنوں میں ایک قسم کے کیڑے پیدا کر دے گے گا کہ ایک دم میں وہ سب کے سب مرجائیں گے ان کے مرنے کے بعد حضرت عیسیٰ علیہ السلام پہاڑ سے اتریں گے دیکھیں کہ تمام زمین ان کی لاشوں کی بدبو سے بھری پڑی ہے ایک ہاشت زمین بھی خالی نہیں اس وقت حضرت عیسیٰ علیہ السلام مع ہمراہیوں کے پھر دعا کریں گے، اللہ تعالیٰ ایک قسم کے پرندے بھیجے گا کہ وہ ان کی لاشوں کو جہاں اللہ تعالیٰ چاہے گا پھینک آئیں گے پھر اس کے بعد بارش ہوگی کہ زمین کو ہموار کر چھوڑے گی (مولف)

(۲)۔ مسلم

(۳) امام بخاری نے روایت کی ہے کہ عبد اللہ بن مسعود فرماتے ہیں کہ اس دھواں سے وہ دھواں مراد ہے کہ جب قریش میں آنحضرت ﷺ کی بددعا سے چند سال کا قحط پڑا تھا تو بھوک کے مارے آسمان کی طرف دھواں سا نظر آتا تھا اور یہ بہت عجیب بھر و ہند کا دکھائی دیتا تھا۔ واللہ اعلم (مولف)

کی جانب سے طلوع ہوگا اور اتنا بلند ہو کر کہ جتنا چاشت کے وقت ہوتا ہے پھر غروب ہو جائے گا اور پھر حسب دستور قدیم مشرق سے طلوع کیا کرے گا لیکن اس کے بعد کسی کی توبہ قبول نہ ہوگی۔ اگر کافر ایمان لائے گا یا گنہگار کسی گناہ سے توبہ کرے گا تو یہ ایمان اور توبہ قبول نہ ہوگی۔

دابة الارض: مغرب سے آفتاب طلوع ہونے کے دوسرے روز یہ حادثہ پیش آئے گا کہ مکہ معظمہ میں صفائی پہاڑ زلزلہ آ کر شق ہو جائے گا اور ایک جانور کہ جس کی عجیب صورت ہوگی باہر آئے گا اور لوگوں سے کلام کرے گا اس کے ایک ہاتھ میں عصا (عصائے موسیٰ) اور دوسرے میں مہر (سلیمان علیہ السلام کی انگشتری) ہوگی۔ عصا سے ہر مسلمان کی پیشانی پر ایک نشان نورانی (خط) بنادے گا اور مہر سے ہر کافر کی پیشانی پر ایک سخت سیاہ دھبہ لگا دے گا جس کی وجہ سے تمام مسلمان و کافر علانیہ پہچانے جائیں گے، یہ علامت کبھی نہ بدلے گی جو کافر ہے ہرگز ایمان نہ لائے گا اور جو مسلمان ہے ہمیشہ ایمان پر رہے گا وہ جانور اللہ تعالیٰ کی قدرت کا کرشمہ ہوگا۔ اس کی شکل و صورت میں علماء کے متعدد اقوال ہیں قرآن پاک میں ذابۃ الارض اسی کے لئے آیا ہے اور یہ اس کے سر بیچ السیر ہونے کی طرف اشارہ ہے تاکہ اللہ تعالیٰ کی نشانیوں کو لوگ مان لیں لقولہ تعالیٰ وَاِذَا وَقَعَ الْقَوْلُ عَلَيْهِمْ أَخْرَجْنَا لَهُمْ دَابَّةً مِّنَ الْأَرْضِ تُكَلِّمُهُمْ أَنَّ النَّاسَ كَانُوا بِآيَاتِنَا لَا يُوقِنُونَ (۱) جبکہ واقع ہوگا لوگوں پر اللہ تعالیٰ کا حکم (یعنی قیامت کا وقت قریب ہوگا) ان کے لئے ہم زمین سے ایک جانور نکالیں گے کہ کلام کرے گا ان سے، کہ لوگ اللہ تعالیٰ کی آیات پر یقین نہ لاتے تھے اور اس بارے میں احادیث بھی آئی ہیں، اس کا ثبوت حدیث تواتر کو پہنچ گیا ہے اس لئے اس کا انکار کفر ہے۔ طلوع آفتاب از مغرب اور خروج دابة الارض کے سو برس کے بعد قیامت آ جائے گی۔

ہوائے سرہ: دابہ نکلنے کے کچھ عرصے بعد (جب قیامت کو صرف چالیس سال رہ جائیں گے تو) شام کی طرف سے ایک خوشبودار غنڈی ہوا چلے گی جو بظلوں کے نیچے سے گزرے گی جس کا اثر یہ ہوگا کہ کوئی اہل ایمان اور اہل خیر زمین پر باقی نہ رہے گا سب اس سے مر جائیں گے یہاں تک کہ اگر کوئی پہاڑ کے غار میں چھپے گا تو وہاں بھی وہ ہوا پہنچے گی اور اس کو مار دے گی اس کے بعد کافر ہی کافر رہ جائیں گے جو نیکی اور بھلائی نہ جائیں گے۔ (۲)

غلبہ کفار حبشہ: اس کے بعد حبشہ کے کفار کا غلبہ ہوگا اور ملک میں ان کی سلطنت ہو جائے گی اور وہ حبشی خانہ کعبہ منہدم کر دیں گے اور اس کے نیچے سے خزانے نکالیں گے اس وقت ظلم و فساد سے دنیا بھر جائے گی۔ چوپایوں کی طرح لوگ کوچہ و بازار میں ماں بہن سے جماع کیا کریں گے، قرآن کا غدو سے اٹھ جائے گا، کوئی اہل ایمان دنیا پر باقی نہ رہے گا اور آپس کے جوہر ظلم سے شہر آجاڑ ہو جائیں گے، قحط و دہا کا ظہور ہوگا۔ اس کے بعد ملک شام میں کچھ ارزانی ہوگی اور امن ہوگا تب تمام لوگ دامل حرفہ وغیرہ گھربار چھوڑ کر اونٹوں و دیگر سوار یوں پر سوار ہو کر وہاں جائیں گے یہاں تک لوگوں کی کثرت ہوگی کہ کسی اونٹ پر دو، کسی پر تین، کسی پر چار، کسی پر پانچ شخص تک سوار ہوں گے۔

کچھ مدت کے بعد جنوب کی طرف سے ایک آگ اٹھے گی کہ لوگوں کو گھیر کر جہاں مرنے کے بعد حشر ہوگا یعنی ملک شام کی طرف لائے گی جب شام کے وقت لوگ ٹھہر جایا کریں گے۔ آگ بھی ٹھہر جایا کرے گی پھر جب آفتاب بلند ہوگا وہ آگ ان کے پیچھے چلے گی جب لوگ شام کے ملک میں پہنچ جائیں گے تو وہ آگ غائب ہو جائے گی بعض علماء کہتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ علی خبر کے مطابق یہ آگ ظاہر ہو چکی، یمن کی طرف سے ایک آگ اٹھی تھی جو کوسوں تک عریض تھی لکڑی پتھر سب کو جلا دیتی تھی اور ملک شام کی طرف بڑھتی جاتی تھی رات کو اس کی روشنی میں دور دور کی چیزیں دکھائی دیتی تھیں تقریباً دو مہینے تک رہی مدینہ منورہ کے پاس سے ہو کر گزری علمائے چشم و دید اس کی کیفیت

لکھی ہے۔ (واللہ علم)

اس کے بعد پانچ برس پھر لوگوں کو خوب عیش و آرام ہوگا اور شیطان آدمی کی صوت میں آ کر کہے گا کہ تم کو حیا نہیں آتی وہ کہیں گے اب تو کیا کہتا ہے تب وہ کہے گا بتوں کی عبادت کرو تب لوگ بتوں کی عبادت کریں گے اس میں ان کو روزی کی فراخی اور فراخ دستی حاصل ہوگی۔ غرض جب دنیا پر کوئی اللہ اللہ کہنے والا باقی نہ رہے گا تب صور پھونکا جائے گا اور قیامت قائم ہو جائے گی یعنی لوگ اس وقت عیش و آرام میں ہوں گے کوئی کسی کام میں کوئی کسی میں مصروف ہوگا کہ یکا یک جیسے کے دن کہ وہ دن عاشورا ہوگا علی الصبح لوگوں کے کان میں ایک باریک آواز آئے گی لوگ حیران و پریشان ہوں گے کہ یہ کیسی آواز ہے۔ رفتہ رفتہ وہ آواز بلند ہوتی جائے گی، یہاں تک کہ کڑک اور رعد کے مانند ہو جائے گی تب لوگ مرنے شروع ہو جائیں گے۔ صور ایک چیز خری یا بھگ کی مانند ہے۔ حضرت اسرافیل علیہ السلام اس کو منہ سے بھائیں گے اس کی آواز کی شدت سے ہر چیز فنا ہو جائے گی اور لوگوں پر ایک بیہوشی طاری ہو جائے گی، قال اللہ تعالیٰ وَتَرَى النَّاسَ سُكَوًى وَمَا هُمْ بِسُكُوًى وَلَٰكِنْ عَذَابُ اللَّهِ شَدِيدٌ (۱) ”تو دیکھے گا لوگوں کو بیہوش پڑے ہوئے اور وہ بیہوش نہ ہونگے بلکہ اللہ تعالیٰ کے سخت عذاب میں مبتلا ہوں گے“ وَإِذَا الْوُحُوشُ حُشِرَتْ (۲) ”اور جب جنگل کے جانور جمع ہو جائیں“ جب سب جاندار چیزیں مرجائیں گی تب آواز زیادہ سخت ہونے کے سبب سے درخت اور پہاڑ روٹی کے گالوں کی طرح اڑتے پھریں گے۔ وَتَكُونُ الْجِبَالُ كَالْعِهْنِ الْمَنفُوشِ (۳) ”اور پہاڑ دھنکی ہوئی رنگیں اون کی طرح ہو جائیں گے“ پھر آواز تیز ہوگی تو آسمان کے تارے چاند سورج ٹوٹ کر گر پڑیں گے اور آسمان پھٹ کر ٹکڑے ٹکڑے ہو جائے گا اور زمین بھی معدوم ہو جائے گی إِذَا الشَّمْسُ كُوِّرَتْ وَإِذَا النُّجُومُ انْكَذَرَتْ (۴) ”جب سورج کی دھوپ لپیٹ لی جائے گی اور جب ستارے بے نور ہو جائیں گے“ نِزَازًا السَّمَاءِ الْفَطَرَتْ وَإِذَا الْكَوَاكِبُ انْطَوَتْ (۵) ”جب آسمان پھٹ جائے اور جب ستارے جھڑ پڑیں“ نِزَازًا السَّمَاءِ انشَلَّتْ وَإِذَا الْأَرْضُ مُدَّتْ (۶) ”جب آسمان پھٹ جائے..... اور جب زمین بڑھادی جائے“ نِزَازًا لُفِخَ فِي الصُّورِ نَفْخَةٌ وَاحِدَةٌ (۷) ”پھر جب صور میں ایک بار پھونک مار دی جائے گی“۔

بعض علمائے کہا کہ فنائے کلی سے آٹھ چیزیں مستثنیٰ ہیں ان کو فنا نہ ہوگی، ۱۔ عرش ۲۔ کرسی ۳۔ لوح ۴۔ قلم ۵۔ بہشت ۶۔ دوزخ، ۷۔ صور، ۸۔ ارواح (لیکن ارواح پر ایک قسم کی بیہوشی طاری ہوگی اور بعض علما فرماتے ہیں کہ سوائے اللہ تعالیٰ کے ہر چیز فنا ہوگی اور ان چیزوں پر بھی ایک دم بھر کے لئے فنا آئے گی۔ تَحُلُّ شَيْءٍ هَالِكًا إِلَّا وَجْهَهُ (۸) ”سب چیزیں فنا ہونے والی ہیں جزاؤں کی ذات کے“ مختصر یہ کہ جب فقط اللہ تعالیٰ باقی رہے گا وَتَبْقَىٰ وَجْهَ رَبِّكَ ذُو الْجَلَالِ وَالْإِكْرَامِ (۹) ”اور آپ کے پروردگار کی ذات جو کہ عظمت و احسان والی ہے، باقی رہ جائے گی“ تو اس وقت اللہ تعالیٰ فرمائے گا لَيْسَ الْمُلْكُ الْيَوْمَ (۱۰) ”آج کے دن کس کی حکومت ہے“ لیکن کوئی جواب دینے والا نہ ہوگا تو پھر خود ہی فرمائے گا لَيْلَهُ الْوَاحِدِ الْقَهَّارِ (۱۱) ”ملک ایک اللہ قہار ہی کا ہے“۔

یہ فقہ اولیٰ کا بیان تھا چالیس برس کے بعد پھر دوبارہ صور پھونکا جائے گا اس سے ہر چیز دوبارہ موجود ہو جائے گی اس کی کیفیت ”والبحث بعد الموت“ کے عنوان میں ملاحظہ فرمائیں:

(۱)۔ (۲)۔ (۳)۔ (۴)۔ (۵)۔ (۶)۔ (۷)۔ (۸)۔ (۹)۔ (۱۰)۔ (۱۱)۔

(۱)۔ (۲)۔ (۳)۔ (۴)۔ (۵)۔ (۶)۔ (۷)۔ (۸)۔ (۹)۔ (۱۰)۔ (۱۱)۔

۶۔ الْقَدْرِ خَيْرِهِ وَشَرِّهِ مِنَ اللَّهِ تَعَالَى

وَالْقَدْرِ خَيْرِهِ وَشَرِّهِ مِنَ اللَّهِ تَعَالَى کا مطلب یہ ہے کہ بندے کے تمام افعال کا خواہ وہ نیک ہوں یا بد، خالق اللہ تعالیٰ ہے اللہ تعالیٰ نے فرمایا: وَاللَّهُ خَلَقَكُمْ وَمَا تَعْمَلُونَ (۱) ”اللہ تعالیٰ نے بنایا تم کو اور جو (چیزیں) تم بناتے ہو“ اور چونکہ بندے فاعل اور کاسب ہیں اس لئے کسب پر جزا اور سزا مرتب ہوتی ہے جَزَاءُ بِمَا كَانُوا يَعْمَلُونَ (۲) ”بدلہ اس کا جو کرتے تھے“ یعنی یہ جنت ان جنتیوں کو ان کے اعمال کے بدلے دی گئی ہے نِزْلَمَنَ شَاءَ فَلْيُؤْمِنْ وَمَنْ شَاءَ فَلْيُكْفِرْ (۳) ”ہم نے اختیار دیا ہے پس جو چاہے ایمان لائے اور جس کا حلی چاہے کافر رہے، لیکن کافروں کے واسطے ہم نے جہنم تیار کر رکھی ہے“ نیکی کے کسب سے اللہ تعالیٰ راضی ہوتا ہے اور بدی کے کسب سے ناراض ہوتا ہے اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا: وَلَا يَرْضَىٰ لِعِبَادِهِ الْكُفْرَ وَإِنْ تَشْكُرُوا يَرْضَاهُ لَكُمْ (۴) ”اللہ تعالیٰ اپنے بندوں سے کفر کو پسند نہیں کرتا اور اگر شکر کر دے تو وہ تم سے سبب اس کے خوش ہوگا“ نیز فرمایا: إِنَّ اللَّهَ يَأْمُرُ بِالْعَدْلِ وَالْإِحْسَانِ وَإِيتَايَ ذِي الْقُرْبَىٰ وَيَنْهَىٰ عَنِ الْفَحْشَاءِ وَالْمُنْكَرِ وَالْبَغْيِ يَعِظُكُمْ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُونَ (۵) ”بیٹیک اللہ تعالیٰ حکم کرتا ہے انصاف اور احسان کرنے کا اور قربات والوں کو دینے کا اور منع کرتا ہے بے حیائی سے اور برے کاموں اور بغاوت سے اللہ تعالیٰ تم کو اس لئے نصیحت کرتا ہے تاکہ تم نصیحت قبول کرو“ پس تقدیر پر ایمان لانے کا مضمون حد تو اترا کو پہنچ گیا ہے، اور جو شخص یہ یقین رکھے کہ نیکی و بدی تقدیر سے نہیں وہ کافر ہے۔ تقدیر کا مختصر مطلب یہ ہے کہ عالم میں جو کچھ بھلا برا ہوتا ہے اللہ تعالیٰ اس کے ہونے سے پہلے سب کچھ ہمیشہ سے جانتا ہے اور اپنے جاننے کے موافق اس کو پیدا کرتا ہے نیز یہ کہ بندوں کے سب افعال اللہ تعالیٰ کے ارادے، مشیت، قضا اور تقدیر سے ظاہر ہوتے ہیں لیکن بندے کو اس کے افعال میں اختیار دیا گیا ہے اگر وہ نیک کام کرے گا اجر پائے گا اور برے کام کی اس کو سزا ملے گی۔ جب بندہ کسی کام کا ارادہ کرتا ہے تو اس کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک قسم کی قدرت عنایت ہوتی ہے پس اگر وہ بندہ اس قدرت کو نیک کام میں لگائے تو بھی اس کو اختیار ہے اور وہ اختیار کا استعمال اس کے لئے جزا کا موجب ہے اور اگر برے کام میں خرچ کرے تو بھی اس کو یہ اختیار ہے اور اس اختیار کے استعمال پر وہ سزا کا مستحق ہوتا ہے پس اسی قدرت و اختیار پر تکلیفات شریعہ کا دار و مدار ہے لہذا جس کام کی بندہ استطاعت و قدرت نہیں رکھتا اس کو اللہ تعالیٰ نے اُس کے کرنے کا حکم بھی نہیں دیا فَإِنَّ اللَّهَ يُضِلُّ مَنْ يَشَاءُ وَيَهْدِي مَنْ يَشَاءُ (۶) ”بیٹیک اللہ تعالیٰ جس کو چاہتا ہے گمراہ کرتا ہے اور جس کو چاہتا ہے ہدایت دیتا ہے“ اس کا بھی بس مطلب ہے کہ ہدایت و گمراہی کا خالق وہی اللہ تعالیٰ ہے اور وہ ہدایت و گمراہی کو پیدا نہ کرتا تو نہ کوئی گمراہ ہوتا نہ ہدایت پاتا۔ پس خیر و شر اور ہدایت و گمراہی کا پیدا کرنا کوئی برائی نہیں بلکہ عین مصلحت ہے تاکہ نیک و بد کا امتحان لے اور حسب حال جزا و سزا دے۔ لِيَعْلَمَ الْحَكِيمُ لَا يَخْلُقُ إِلَّا الْخَيْرَ الْحَكِيمُ ”حکیم کا فعل حکمت سے خالی نہیں ہوتا“ اور اللہ تعالیٰ حکیم مطلق ہے، البتہ گمراہی کا کسب قبیح ہے اور کسب بندے کا فعل ہے اور اسی پر اُس کو سزا ملے گی۔ مارنے کے بعد درد اور کسی چیز کو توڑنے کے بعد اس کا ٹوٹنا بھی اللہ تعالیٰ کی مخلوق ہے بندے کو اس میں کچھ دخل نہیں، اللَّهُ خَالِقُ كُلِّ شَيْءٍ (۷) ”اللہ تعالیٰ ہی ہر چیز کا پیدا کرنے والا ہے“۔

فائدہ: مسئلہ تقدیر میں آدمی زیادہ قیل وقال نہ کرے کیونکہ زیادہ قیل وقال سے سوائے گمراہی حاصل ہونے کے اور کچھ فائدہ

نہیں اسی لئے نبی کریم ﷺ نے اس بحث سے نہایت تاکید کے ساتھ منع فرمایا ہے۔

اگرچہ اللہ تعالیٰ نیکی و بدی کا خالق ہے لیکن خالق خیر (یزداد) اور خالق شر (ابرمین) مجوس کی طرح سے کہنا کفر ہے بلکہ یوں کہنا

(۱)۔ طہ: ۹۶ (۲)۔ اسجد: ۱۷ (۳)۔ الکہف: ۲۹ (۴)۔ الزمر: ۷

(۵)۔ النحل: ۹۰ (۶)۔ الفاطر: ۸ (۷)۔ الزمر: ۶۲

چاہئے خَالِقِ الْغُیْبِ وَالشَّہْرِ یَا خَالِقِ شَمْسٍ ہر چیز کا خالق و متصرف اللہ تعالیٰ کو جانے اور ستاروں اور دیگر ارضی و سماوی علامات کو اس چیز کے ہونے میں کوئی دخل و موثر نہ جانے کیونکہ یہ شرک ہے، ہاں یوں کہنا کہ اکثر اللہ تعالیٰ کی قدرت سے فلاں ستارے یا فلاں علامت کے وقت ایسا ہوتا ہے اس لئے ممکن ہے ابھی اس کی قدرت سے ایسا ہو جائے تو جائز ہے یعنی اسباب و وسائل کو محض سبب جانے اور متصرف حقیقی اللہ تعالیٰ کو جانے۔ علیٰ ہذا القیاس دوا کا نفع و نقصان آگ کا جلانا، پانی کا سرد کرنا، جادو، منتر یا نظر اور جن و آسیب سے نفع و ضرر یہ سبب کے درجے میں ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ کے ارادے و اختیار سے ان کی تاثیرات ظاہر ہوتی ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہی نے ان میں یہ تاثیرات رکھی ہیں جو محض ان کو نفع و ضرر کا قائل سمجھے گا شرک ہو جائے گا البتہ مجازاً اس فعل کو اس سبب کی طرف نسبت کرنا اور بات ہے واللہ اعلم۔

قضا کی اقسام: قضا تین قسم پر ہے: ۱۔ مبرم حقیقی جو کہ علم الہی میں کسی شے پر معلق نہیں ہے، ۲۔ معلق محض کہ صحف ملائکہ میں کسی شے پر اس کا معلق ہونا ظاہر فرما دیا گیا ہے، ۳۔ معلق شبہیہ مبرم کہ صحف ملائکہ میں اس کی تعلیق مذکور نہیں اور علم الہی میں تعلیق ہے۔ مبرم حقیقی کی تبدیلی ناممکن ہے۔ اکابر مجتہدان خدا اگر اتفاقاً اس بارے میں کچھ عرض کرتے ہیں تو انھیں اس خیال سے واپس فرما دیا جاتا ہے، حضرت نوح علیہ السلام کو ان کے بیٹے کے بارے میں اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کو عذاب قوم لوط کے بارے میں سفارش سے روکا گیا کہ اس خیال میں نہ پڑو بیشک ان پر وہ عذاب آنے والا ہے جو تلے گا نہیں۔ یٰ ابراہیم اعرض عن ہذا ۱؎ اِنَّہٗ قَدْ جَاءَ اَمْرٌ مِّنْکَ وَ اَنْتُمْ اَبْہِمُ عَذَابٍ غَیْرِ مَرْفُودٍ (۱) ۱؎ اے ابراہیم اس بات کو جانے دو تمہارے رب کا حکم آپکا ہے اور ان پر ضرور ایسا عذاب آنے والا ہے جو کسی طرح ہٹنے والا نہیں۔ اس کے علاوہ اور بھی بہت سے شواہد قرآن و حدیث میں ہیں اور جو ظاہر قضائے معلق ہے وہ اکثر ہولناک اللہ کی دعا اور ہمت و تصرف سے ٹل جاتی ہے۔ اور جسے علم الہی کے اعتبار سے معلق کہتے ہیں اور صحف ملائکہ کے اعتبار سے مبرم بھی کہہ سکتے ہیں اس تک خواص اکابر کی رسائی ہوتی ہے حضرت سیدنا غوث الاعظم شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہ اس کو فرماتے ہیں کہ میں قضائے مبرم کو رد کر دیتا ہوں اور اسی کی نسبت حدیث شریف میں ارشاد ہوا ہے اِنَّ السُّعَیَّةَ یَسْرُدُ الْقَضَاءَ بَعْدَ مَا اُبْرِمَ ۲؎ بیشک دعا قضائے مبرم کو نال دیتی ہے ۳؎ مزید تفصیل کے لئے مکتوبات حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہ دفتر اول مکتوب ۲۱۷ ملاحظہ فرمائیں۔

۷۔ وَالْبَعْثِ بَعْدَ الْمَوْتِ

والبعث بعد الموت کا مطلب یہ ہے کہ مرنے کے بعد سب کو قیامت کے دن دوبارہ زندہ کر کے اٹھائے گا۔ اس کی تفصیل یہ ہے کہ اول نوحہ صور کے بعد جب تقریباً چالیس سال کا عرصہ گزر جائے گا اور اتنی مدت ظہورِ احدیث صرفہ کا ہو چکے گا تو اللہ تعالیٰ حضرت اسراہیل علیہ السلام کو زندہ کرے گا پھر وہ صور پھونکیں گے جس کو نوحہ ثانی کہتے ہیں جس سے اول ملائکہ حاملانِ عرش پھر جبرئیل و میکائیل و عزرائیل انھیں گے پھر بنیٰ آدم و آسمان اور چاند و سورج موجود ہوں گے پھر ایک بارش برے گی کہ جس سے سبزہ کی طرح ہر ذی روح جسم کے ساتھ زندہ ہوگا۔ اس دوبارہ پیدا کرنے اور حساب کتاب کر کے جزا و سزا کے طور پر جنت و دوزخ میں بھیجنے کو شروع میں بعث و نشر کہتے ہیں اس کے ثبوت میں اکثر آیات و احادیث وارد ہیں، اس لئے اس کا منکر کافر ہے۔ سب سے پہلے ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم قبر مبارک سے اس طرح باہر تشریف لائیں گے کہ آپ کے داہنے ہاتھ میں حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا ہاتھ ہوگا اور بائیں ہاتھ میں حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کا ہاتھ ہوگا۔ پھر حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور دیگر انبیاء علیہم السلام پھر صدیقین، شہداء، صالحین اور مؤمنین یہ کہتے ہوئے اٹھیں گے اَلْحَمْدُ لِلّٰہ

الْبُدَىٰ أَذْهَبَ عَنَّا الْحَزْنَ ۖ إِنَّ رَبَّنَا لَغَفُورٌ شَكُورٌ (۱) ”اللہ تعالیٰ کا شکر ہے جس نے ہم سے غم کو دور کر دیا، چپک ہمارا پروردگار بڑا بخشنے والا بڑا قدر دان ہے“ پھر اور کفار اور شرار یہ کہتے ہوئے انھیں گے ”يَا وَيْلَتَا مَن بَعَثَنَا مِن مَّرْثَدِنَا (۲) ”ہائے ہماری خرابی، کس نے اٹھا دیا ہم کو ہماری قبروں سے“ اور ہر جماعت اپنے ہم خیال لوگوں کے ساتھ اٹھائی جائے گی یعنی نیکوں کا گروہ الگ ہوگا اور بڑوں کی جماعت الگ۔ علیٰ ہذا القیاس۔ نیز نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ قیامت کے دن میں ابو بکرؓ اور عمرؓ کے ساتھ اٹھوں گا پھر بیچ میں آؤں گا، پس وہاں سے لوگ میرے ساتھ ہوں گے اس کے بعد میرے پاس مکہ معظمہ اور مدینہ منورہ کے لوگ آئیں گے اور ہر شخص جس حال میں مرا ہے اس میں اٹھے گا۔ شرابی نشے کی حالت میں اٹھے گا، ہر شخص برہنہ بے ختنہ اٹھے گا۔ پس سب سے پہلے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو جنت کا سفید حلہ پہنایا جائے گا ان کے بعد آنحضرت ﷺ کو ان سے بہتر کپڑے پہنائے جائیں گے ان کے بعد اور رسولوں اور نبیوں کو ان کے بعد مؤذنوں کو پہنائے جائیں گے۔

میدان حشر کی کیفیت: پھر کوئی پیدل کوئی سوار میدان حشر میں جائیں گے، بعض تنہا سوار ہوں گے اور کسی سواری پر دو اور کسی پر تین کسی پر چار کسی پر دس سوار ہوں گے، کافر منہ کے بل چلتا ہوا میدان حشر میں پہنچے گا کسی کو ملائکہ تھمیت کر لے جائیں گے کسی کو آگ جمع کرے گی۔ یہ میدان حشر ملک شام کی زمین پر قائم ہوگا۔ زمین ایسی ہموار ہوگی کہ اس کنارے پر رائی کا دانہ گر جائے تو دوسرے کنارے سے دکھائی دے، اس وقت زمین تانبے کی ہوگی اور آفتاب ایک میل کے فاصلے پر ہوگا پس اُس دن کی تپش کو کون بیان کر سکتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنی پناہ میں رکھے۔ دماغ کے پیچھے کھولتے ہوئے ہوں گے اور اس کثرت سے پسینہ نکلے گا کہ سترگز زمین میں جذب ہو جائے گا پھر جب زمین پسینہ نہ پی سکے گی تو اوپر کو چڑھے گا کسی کے ٹخنوں تک، کسی کے گھٹنوں تک، کسی کے کمر کی سیٹھ، کسی کے گلے تک اور کافر کے تو منہ تک چڑھ کر شل لگام کے جکڑے گا جس میں وہ ڈکھیاں کھائے گا۔ اس گرمی کی حالت میں پیاس کی جو کیفیت ہوگی محتاج بیان نہیں رہا نہیں سوکھ کر کاٹا ہو جائیں گی اور بعضوں کی زبانیں منہ سے باہر نکل آئیں گی دل اُبل کر گلے میں آ جائیں گے ہر مبتلا بقدر گناہ تکلیف میں مبتلا ہوگا۔ کس کس مصیبت کو بیان کیا جائے باقی کو بھی اس پر قیاس کر لینا چاہیے۔

میزان عدل: پھر سب کو نامہ اعمال دیئے جائیں گے۔ نامہ اعمال مومنوں کو سامنے سے وائیں ہاتھ میں اور کافروں کو پیچھے سے ہائیں ہاتھ میں ملیں گے نیکیاں اور بدیاں میزان عدل میں تولی جائیں گی جس کی نیکیوں کا پلہ بھاری ہوگا وہ جنت میں جائے گا اور جس کا پلہ ہلکا ہوگا وہ دوزخ میں جائے گا اور جس کے دونوں پلے برابر ہوں گے وہ کچھ مدت اعراف میں رہے گا پھر اللہ تعالیٰ کی رحمت سے جنت میں جائے گا فَاَمَّا مَن ثَقُلَتْ مَوَازِينُهُ ۖ فَهُوَ فِي عِيشَةٍ رَّاٰحِيَةٍ ۖ وَاَمَّا مَن خَفَّتْ مَوَازِينُهُ ۖ فَامُّهُ هَاوِيَةٌ ۖ وَاَمَّا اُولَٰئِكَ مَا لَهُمْ لَبًا ۚ خَامِيَةٌ (۳) ”پھر جس شخص کا پلہ بھاری ہوگا وہ تو خاطر خواہ آرام میں ہوگا اور جس شخص کا پلہ ہلکا ہوگا اس کا ٹھکانا ہاویہ ہوگا اور آپ کو معلوم ہے کہ وہ کیا چیز ہے ایک دھکتی ہوئی آگ ہے“ میزان عدل کی کیفیت بلکہ حشر کی جملہ چیزوں کی کیفیت اللہ تعالیٰ ہی بہتر جانتا ہے، وہ دنیا والوں کی میزان و دیگر چیزوں جیسی نہ ہوگی۔ مسلمانوں کے حساب میں آسانی ہوگی اور کافروں کے حساب میں رسوائی اور تنگی ہوگی لیکن کسی پر ذرہ برابر ظلم نہیں ہوگا۔ حقوق العباد کا بدلہ اس طرح دیا جائے گا کہ ظالم کی نیکیاں مظلوم کو دلائی جائیں گی پس ایک دانگ (بقدر چھرتی) کے بدلے میں سات سو نمازیں مقبول شدہ دی جائیں گی وغیرہ۔ اور جب نیکیاں ختم ہو جائیں گی تو مظلوم کی برائیاں ظالم پر ڈالی جائیں گی۔ چندوں پرندوں اور وحشی جانوروں کا بھی حساب ہوگا خواہ کسی حیوان نے حیوان پر ظلم کیا ہو یا انسان نے حیوان پر، سب کو بدلہ دلا یا جائے گا اور سب کو

بدلہ دلا کر سوائے جن وانس کے سب کو نیست و نابود کر دیا جائے گا۔ میزان حق ہے اس کا منکر کافر ہے۔

پل صراط: پل صراط حق ہے، اس کا منکر بھی کافر ہے، میدان حشر کے گرد دوزخ محیط ہوگی، جنت میں جانے کے لئے اس دوزخ پر ایک پل ہوگا جو کہ ہال سے زیادہ ہار یک، تلواریں سے زیادہ تیز اور رات سے زیادہ کالا ہوگا یعنی اس پر اندھیرا ہوگا سوائے ایمان کی روشنی کے اور روشنی نہ ہوگی اس کی سات گھاٹیاں ہیں اور ہر ایک گھاٹی تین تین ہزار کوس کی ہیں سب کو اس پر چلنے کا حکم ہوگا اس پر سب سے پہلے نبیوں کے سردار حضرت محمد ﷺ گزریں گے (جو کل جہاں کے رہبر اور امت کے غم خوار ہیں اور امت کی خاطر فضل الہی کے طالب ہیں اور ایک لاکھ فرشتے پل صراط کے ہر طرف کھڑے ہوئے دعا مانگتے ہوں گے) آپ کے بعد آپ کی امت گزرے گی اور پھر اور خلقت ہاری باری گزرے گی اس وقت سوائے انبیاء کے اور کوئی کلام نہ کرے گا اور انبیاء علیہم السلام کا کلام یہ ہوگا اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلَیْہِ اَیُّہِ اللّٰہِ سلامت رکھ سلامت رکھ اور جہنم میں پل صراط کے دونوں جانب سحان جہاڑی کے کانٹوں کی مانند آکڑے ہوں گے کہ ان کی لمبائی اللہ تعالیٰ ہی بہتر جانتا ہے پس وہ لوگوں کو بقدر اعمال و حسب حکم الہی پکڑیں گے بعض کو بالکل پکڑ کر جہنم میں گرا دیں گے اور بعض کا گوشت جمیل ڈالیں گے لیکن زخمی کو اللہ تعالیٰ جنت دے گا۔ مومن سب گزر جائیں گے بعض تو اس پر سے بجلی کی مانند گزر جائیں گے اور بعض چیز ہوا کی مانند بعض پرند جانوروں کی مانند بعض تیز گھوڑے کی مانند، بعض تیز اونٹ کی مانند جلد گزر جائیں گے بعض جیسے تیز آدی دوزخ سے بعض تیز چلنے والے پیدل کی مانند بعض عورتوں کی طرح آہستہ آہستہ بعض سرین پر چمکتے ہوئے چلیں گے اور کوئی چوٹی کی چال چلے گا کفار اور منافق سب کٹ کٹ کر دوزخ میں گر جائیں گے۔

فائدہ: شریعت اس عالم میں پل صراط کی صورت میں ظاہر ہوگی پس جتنا جس کو اس دنیا میں شریعت پر چلنا آسان تھا اتنا ہی اس کو آخرت میں اس پل صراط پر چلنا آسان ہو جائے گا اور اس کے حق میں پل صراط اتنا ہی زیادہ وسیع اور فراخ راستہ بن جائے گی اور جس کے لئے جتنا یہاں شریعت پر چلنا مشکل ہے اتنا ہی وہاں پل صراط اس کے لئے دشوار ہو جائے گی حتیٰ کہ ہال سے بھی زیادہ ہار یک ہوگی، یہاں تک کہ کفار و منافقین اس پر سے گزر نہیں سکیں گے اور کٹ کٹ کر دوزخ میں گر جائیں گے۔ (۱)

آپ ﷺ کی شفاعت: آپ کی شفاعت برحق ہے، یعنی قیامت کے روز حضور ﷺ اللہ تعالیٰ کے حضور گنہگار بندوں کی سفارش کریں گے جبکہ سب لوگ نہایت اضطراب اور بے قراری کی حالت میں آدم علیہ السلام سے لے کر تمام انبیاء علیہم السلام کے پاس جائیں گے اور وہ اپنے سے دوسرے نبی کے پاس بھیجے اور معذوری ظاہر کرتے رہیں گے۔ حتیٰ کہ ہمارے حضور پر نور ﷺ کے پاس آئیں گے تو آپ فرمائیں گے ہاں میں اس کے لئے مقرر ہوں میں اپنے رب سے اجازت مانگوں گا اور مجھے اجازت ہوگی۔ باوجود یہ کہ آنحضرت ﷺ کو یہ فضیلت عطا ہو چکی ہے پھر بھی اللہ تعالیٰ کے جلال و جبروت کے ادب سے حضور انور ﷺ شفاعت کی اجازت مانگیں گے اور سجدے میں گر کر اللہ تعالیٰ کی بے حد بے شمار حمد و ثنا کریں گے تب آپ کو شفاعت کی اجازت ہوگی اور آپ اپنی امت کے لئے متعدد بار شفاعت کریں گے اور اللہ تعالیٰ بخشنے والا ہے گا یہاں تک کہ جس نے صدق دل سے لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ کہا اور اس پر مرا اگر چاس نے کبیرہ گناہ بھی کئے ہوں دوزخ سے نکالا جائے گا جنت میں داخل کیا جائے گا بشرطیکہ اس نے شرک نہ کیا ہو، الغرض کفر و شرک کے سوا باقی تمام گناہوں کی شفاعت ہوگی بلکہ کبیرہ گناہوں والے شفاعت کے زیادہ محتاج ہیں کیونکہ صغیرہ گناہ تو دنیا میں بھی عبادتوں سے معاف ہو جاتے ہیں۔ اس روز آپ تمام مخلوق خدا کی شفاعت کریں گے خواہ وہ کسی نبی کا امتی بھی کیوں نہ ہو اللہ تعالیٰ آپ کی شفاعت کو قبول فرمائے گا اس روز ہر ایک جان

لے گا کہ آپ سید المرسلین اور امام النبیین اور محبوب رب العالمین ہیں جو آپ کے دامن کے نیچے آچھا اس کو بھی اللہ تعالیٰ نے معاف کر دیا۔ پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد دیگر انبیائے کرام اولیاء شہداء علماء اور حفاظ و حجاج بلکہ ہر وہ شخص جسے کوئی دینی منصب عنایت ہوا اپنے اپنے متعلقین کی شفاعت کرے گا لیکن بلا اجازت کوئی شخص شفاعت نہ کر سکے گا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میری امت میں سے بعض شخص ایک بڑے انبوء کی شفاعت کریں گے اور بعض ایک قبیلے کی اور بعض چالیس آدمیوں کی اور کوئی ایک آدمی کی شفاعت کرے گا یہاں تک کہ سب مومن جنت میں داخل ہوں گے۔ مسلمانوں کے چھوٹے بچے جو بلوغ سے پہلے مر گئے حتیٰ کہ جو حمل کچا کر گیا وہ بھی قیامت کے روز اپنے ماں باپ کی شفاعت کریں گے۔ اور بعض شخص کی قرآن یا کوئی اور عمل صالح شفاعت کرے گا۔

فائدہ: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ۱۔ بعض کی قبر میں شفاعت کر کے نجات دلوائیں گے۔ ۲۔ بعض کو حشر میں شفاعت کر کے دوزخ میں جانے سے اور عذاب سے بچائیں گے۔ ۳۔ بعض کو دوزخ سے شفاعت کر کے نکالیں گے۔ ۴۔ بعض کی جنت میں ترقی درجات و رفیع مراتب کے لئے شفاعت کریں گے۔ پس عقیدہ اہل سنت والجماعت کے مطابق شفاعت کی یہ چار قسمیں ہیں۔ نیز بعض لوگوں کی شفاعت کا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خاص طور پر وعدہ فرمایا ہے مثلاً جو شخص آنحضرت ﷺ کے روضہ مبارک کی زیارت کے لئے حاضر ہو، جو شخص آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر کثرت سے درود بھیجے۔ اور جو شخص جان کر کہ مکرمہ یا مدینہ منورہ میں اس خیال سے رہے تاکہ وہاں وفات پائے۔ کافروں اور مشرکوں کے لئے آپ کی یا کسی اور کی شفاعت بالاتفاق نہ ہوگی۔ بعض گنہگار مسلمانوں کے لئے بھی آپ کی شفاعت نہ ہوگی جیسا کہ آپ نے فرمایا کہ قدر یہ مرجیہ کے لئے میری شفاعت نہ ہوگی۔ ظالم بادشاہ کی بھی شفاعت نہ کروں گا اور شرع سے تجاوز کرنے والے کی بھی شفاعت نہ کروں گا۔ اگر اس ارشاد کو ظاہر پر محمول کیا جائے تو اہل کبار میں سے یہ لوگ مستثنیٰ کئے جائیں گے۔ یا یوں کہا جائے گا کہ ان کی ترقی درجات کے لئے شفاعت نہ ہوگی۔

فائدہ: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میری امت سے ستر ہزار آدمی بے حساب جنت میں داخل ہوں گے اور ان کے طفیل میں ہر ایک کے ساتھ ستر ہزار اور رب عزوجل ان کے ساتھ تین جماعتیں اور دے گا، معلوم نہیں کہ ہر جماعت میں کتنے آدمی ہوں گے اس کا شمار ہی جانے۔ تہجد پڑھنے والے بغیر حساب جنت میں جائیں گے۔ اس امت میں ایسا شخص بھی ہوگا جس کے نانوائے دفتر گناہوں کے ہوں گے اور ہر دفتر اتنا بڑا ہوگا جہاں تک کہ نگاہ پہنچے وہ سب کھولے جائیں گے رب عزوجل فرمائے گا ان میں سے کسی امر کا تجھے انکار تو نہیں ہے میرے فرشتوں کو امان کا تین نے تجھ پر ظلم تو نہیں کیا؟ وہ عرض کرے گا نہیں اے رب! اللہ تعالیٰ فرمائے گا تیرے پاس کوئی عذر ہے؟ عرض کرے گا نہیں اے رب! اللہ تعالیٰ پھر فرمائے گا ہاں تیری ایک نیکی ہمارے حضور میں ہے اور تجھ پر آج ظلم نہ ہوگا اس وقت ایک پرچہ جس پر اُشہدُ اَنْ لَا اِلَهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُولُهُ لکھا ہوگا نکالا جائے گا اور حکم ہوگا جاتکوا۔ وہ عرض کرے گا۔ اے رب! یہ پرچہ ان دفتروں کے سامنے کیا ہے؟ اللہ تعالیٰ فرمائے گا تجھ پر ظلم نہ ہوگا پھر ایک پلے میں یہ سب دفتر رکھے جائیں گے اور ایک میں وہ پرچہ، پس وہ پرچہ ان دفتروں سے بھاری ہو جائے گا "بیشک اس کی رحمت کی کوئی انتہا نہیں جس پر رحم فرمائے تھوڑی چیز بھی بہت ہے۔

بعض نے خفیہ حساب لیا جائے گا اور ستاری فرما کر بخش دیا جائے گا اور کسی سے سختی کے ساتھ ایک ایک چیز کی باز پرس ہوگی اور عذاب میں ڈالا جائے گا۔ بعض کا فرایسے بھی ہوں گے کہ جب نعمتیں یاد دلا کر ان سے فرمائے گا کہ تو نے یہ کیا کیا؟ وہ عرض کرے گا کہ میں تجھ پر اور تیری کتاب اور تیرے رسولوں پر ایمان لایا، نماز پڑھی۔ روزے رکھے، صدقہ دیا اور ان کے علاوہ جہاں تک ہو سکے گا اپنے نیک کاموں کا ذکر کرے گا۔ ارشاد باری تعالیٰ ہوگا اچھا تو ٹھہر جاتھ پر گواہ پیش کئے جائیں گے۔ یہ اپنے جی میں سوچے گا مجھ پر کون گواہی دے گا۔ اس

وقت اس کے منہ پر مہر کر دی جائے گی اور اعضا کو حکم ہوگا کہ گواہی دو، تب اس کے ران، ہاتھ، پاؤں، گوشت پوست اور ہڈیاں سب گواہی دیں گے کہ یہ تو ایسا تھا ایسا تھا اور اس کو جہنم میں ڈال دیا جائے گا اَلْیَوْمَ نَخْتِمُ عَلَىٰ اَفْوَاهِهِمْ وَتُغْلَقُ اَبْوَابُهَا وَيُغْلَقُهَا بِمَا كَانُوا يَكْسِبُونَ (۱) ”آج ہم ان کے منہ پر مہر لگا دیں گے اور ان کے ہاتھ ہم سے کلام کریں گے اور ان کے پاؤں شہادت دیں گے جو کچھ یہ لوگ کیا کرتے تھے۔“

یہ قیامت کا دن کہ حقیقتاً قیامت کا دن ہے جو پچاس ہزار برس کا دن ہے جس کے مصائب بے شمار ہوں گے اور اللہ تعالیٰ کے جو خاص بندے ہیں ان کے لئے یہ دن اس قدر ہلکا کر دیا جائے گا معلوم ہوگا کہ اس میں اتنا وقت صرف ہوا ہے جتنا ایک وقت کی نماز فرض میں صرف ہوتا ہے بلکہ اس سے بھی کم، یہاں تک کہ بعضوں کے لئے تو نپک جھکنے میں سارا دن طے ہو جائے گا وَمَا اَمْرُ السَّاعَةِ اِلَّا سَكَمِجُ الْبَصْرِ اَوْ هُوَ اَقْرَبُ (۲) ”اور قیامت کا معاملہ بس ایسا ہوگا جیسے آنکھ جھپکنا بلکہ اس سے بھی جلدی“

اس دن اللہ عز و جل حضور اقدس ﷺ کو مقام محمود عطا فرمائے گا کہ تمام اولین و آخرین آنحضرت کی حمد و ستائش کریں گے۔ نیز آپ کو ایک جہنم امر مت ہوگا جس کو لوگ اے حمد کہتے ہیں، تمام مومنین حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر آخر دنیا تک سب اسی کے نیچے ہوں گے۔

حوض کوثر: قیامت کے دن ہر نبی کے لئے ایک حوض ہوگا اور ہر نبی کی امت کی الگ الگ پہچان ہوگی۔ جب لوگ قبروں سے اٹھائے جائیں گے تو ان کو نہایت شدت کی پیاس ہوگی، ہر نبی اپنی اپنی امت کو اس علامت سے پہچان کر اس حوض سے پانی پلائے گا، ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے حوض کا نام کوثر ہے وہ سب حوضوں سے بڑا ہے اور حضرت کی امت کی پہچان یہ ہے کہ ان کے وضو کے اعضا نہایت روشن ہوں گے آنحضرت ﷺ کا حوض یعنی حوض کوثر ایک ماہ کی مسافت کی درازی میں ہے اس کے کنارے برابر یعنی زاویہ قائمہ ہیں اور اس کے کناروں پر موتی کے تپے ہیں اس کی مٹی نہایت خوشبودار مشک کی ہے اس کا پانی دودھ سے زیادہ سفید شدہ سے زیادہ میٹھا۔ گلاب اور مشک سے زیادہ خوشبودار۔ سورج سے زیادہ روشن اور برف سے زیادہ ٹھنڈا ہے، اس کے برتن (آب خورے) ستاروں کی مانند چمک دار اور بکثرت ہیں اس میں جنت سے دو پرنا لے ہر وقت گرتے رہتے ہیں ایک سونے کا دوسرا چاندی کا۔ آپ ﷺ اپنے دست مبارک سے جام بھر بھر کر پلائیں گے۔ مومنین اسے پی کر خوش حال ہوں گے جو ایک بار پی لے گا پھر پیاسا نہ ہوگا یعنی حشر کے میدان میں اس کو پیاس نہ لگے گی۔ مرتد کافر اور مشرک حوض کوثر کے پانی سے محروم رہیں گے۔ بعض علماء کے نزدیک اسلام کے گمراہ فرقے مثل شیعوہ، خوارج اور معتزلہ وغیرہ بھی اس نعمت سے محروم رہیں گے۔ بعض علماء کہتے ہیں کہ پہل صراط پر گزرنے کے بعد حوض کوثر پر اہل محشر آئیں گے اور بعض کہتے ہیں کہ حساب سے پہلے لیکن بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ بعض کو قبر سے اٹھتے ہی یہ پانی ملے گا اور بعض کو گناہوں کے جب دیر میں ملے گا یہاں تک کہ بعض کو پہل صراط پر گزرنے کے بعد اور بعض کو دوزخ سے خلاصی پا کر جنت میں جانے سے پہلے ملے گا۔

حدیث شریف میں آیا ہے کہ حضرت علیؑ اُس روز لوگوں کو پانی پلائیں گے ان کے ساتھ اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بھی شریک ہوں گے۔ پس حوض کوثر حق ہے۔ البتہ اس کا طول عرض و دیگر کیفیات خبر احاد سے ثابت ہیں جو مرہ ظن میں ہیں۔ جنت، دوزخ، اور اعراف حق ہیں، ان میں کسی قسم کا شک نہیں، برے لوگ دوزخ میں جائیں گے۔

دوزخ کا بیان: یہ ایک مکان ہے کہ اس قہار و جبار کے جلال و قہر کا مظہر ہے اور اس کے قہر و غضب کی کوئی حد نہیں کہ ہر تکلیف جس کا تصور کیا جاسکتا ہے اس کے بے انتہا عذاب کا ادنیٰ سا حصہ ہے۔ پس دوزخ کا عذاب بے انتہا درجہ کا ہے جس کا مختصر حال قرآن

واحادیث سے مستفاد کر کے پیش کیا جاتا ہے وہ یہ ہے :- دوزخ کے سات طبقے ہیں : ۱۔ جہنم، ۲۔ نعلی، ۳۔ حطہ، ۴۔ سقر، ۵۔ سیر، ۶۔ جمیم، ۷۔ ہادیہ ان ساتوں طبقوں میں کم و بیش اور مختلف قسم کا عذاب ہے ہر قوم اپنے اپنے گناہ کے موافق ان میں الگ الگ داخل کی جائے گی۔ اگر دوزخ سے ایک خشکاش کی برابر آگ لائی جائے تو کل زمین و آسمان کو ذرا سی دیر میں فنا کر دے۔ دنیا کی آگ اس کے ستر جڑوں میں سے ایک جڑ ہے، آدمی اور پتھر اس کا بندھن ہیں اگر جہنم سے سوئی کے ناکے کی برابر سوراخ کھول دیا جائے تو تمام زمین والے سب کے سب اس کی گرمی سے مر جائیں گے، نیز اگر جہنم کا کوئی دار و قہ اہل دنیا پر ظاہر ہو تو زمین کے رہنے والے کل کے کل اس کی ہیبت سے مر جائیں، اگر جہنمیوں کی زنجیر کی ایک کڑی دنیا کے پہاڑوں پر رکھ دی جائے اور تو وہ کاٹنے لگیں اور انھیں قرار نہ ہو یہاں تک کہ اس کے نیچے کی زمین تک دھنس جائے اور دوزخیوں کے کپڑے کا ایک پرزہ بھی اتنا بد بودار اور گندہ ہوگا کہ اگر تمام مخلوق مر جائے تو بھی ان کی بد بو اس کی بد بو اور گندگی کو نہ پہنچ سکے۔ اس کی گہرائی خدا ہی جانے کہ کتنی ہے اگر پتھر کی چٹان اس کے کنارے سے اس میں پھینکی جائے تو ستر برس میں بھی اس کی نہ تک نہ پہنچ سکے۔ دوزخ کی بعض وادیاں ایسی ہیں کہ خود دوزخ بھی ہر روز ستر مرتبہ یا زیادہ ان سے پناہ مانگتی ہے، دوزخ کا ادنیٰ عذاب یہ ہوگا کہ آگ کی جوتیاں دوزخی کو پہنائی جائیں گی ان کی وجہ سے اس کا دماغ ہانڈی (پتیلی) کی طرح اُبلے گا وہ سمجھے گا کہ سب سے زیادہ عذاب اس پر ہو رہا ہے حالانکہ اس کو سب سے کم عذاب ہوگا۔ اور بھی طرح طرح کے عذاب ہوں گے مثلاً آگ کے مکان آگ کا فرش کھانے کو زقوم (تھوہر) کہ جس کا ایک قطرہ اہل دنیا کی زندگی کو فاسد کر دے۔ پینے کے لئے پیپ کہ جس کا ایک ڈول ساری دنیا کو سزا دے، پانی ایسا کھولتا ہوا دیا جائے کہ منہ کے قریب آتے ہی منہ کی ساری کھال گل کر اس میں پڑے گی اور پیٹ میں جاتے ہی آنتوں کو کھڑے کھڑے کر دے گا اور وہ شور بے کی طرح بہ کر پاخانے کے راستے قدموں کی طرف نکلیں گی۔ گندھک کے کپڑے پہنے کو ملیں گے جس کے سبب سے اور زیادہ آگ لگے گی۔ اگر ایک کھال جل کر دور ہو جائے گی تو اسی وقت دوسری کھال تیار ہو جائے گی۔ گلے میں ایسے گرم طوق وزنجیر ہوں گے کہ جن کی گرمی سے پہاڑ موم ہو جائے۔ کفار کو سر کے بل چلایا جائے گا، بڑے بڑے کانٹے چھوئے جائیں گے، بھاری گرزوں سے فرشتے ماریں گے۔ سختی (بڑی قسم کے) اونٹوں کی گردن کی برابر بچھو اور اللہ تعالیٰ ہی جانے کہ کس قدر بڑے بڑے سانپ ہوں گے اگر ایک سانپ ڈس لے تو اس کی سوزش اور درد دو بے چینی ہزار برس تک قائم رہے وغیرہ مختلف قسم کا عذاب ہوگا ان کے منہ کا لے اور شکنیں ایسی بد نما اور کریہہ ہوں گی کہ اگر دنیا میں کوئی جہنمی اسی صورت پر لایا جائے تو تمام لوگ اس کی بد صورتی اور بد بو کی وجہ سے مر جائیں، ان کا جسم اتنا بڑا کر دیا جائے گا کہ ایک شانے سے دوسرے شانے تک تیز سوار کے لئے تین دن کی راہ ہے، ایک ایک ڈاڑھ اُحد پہاڑ کے برابر ہوگی، کھال کی موٹائی بیالیس ذراع کی ہوگی۔ زبان ایک دو کوس تک منہ سے باہر کھینچی ہوگی کہ لوگ اس کو روندیں گے جینے کی جگہ اتنی ہوگی جیسے مکہ معظمہ سے مدینہ منورہ تک۔ اور اوپر کا ہونٹ سوج کر چھ مر کو پہنچ جائے گا اور نیچے کا ہونٹ لنگ ناف کو آگے گا۔ علیٰ ہذا القیاس دوزخ میں کفار کی شکل نہایت مکروہ اور غیر انسانی ہوگی، بہت ذلیل و خوار ہوں گے ہر لحظہ عذاب الہی ان کے لئے سخت ہوتا جائے گا وہ موت مانگیں گے تو ان کو موت نہ آئے گی۔ یعنی ہمیشہ دوزخ کے عذاب میں گرفتار رہیں گے اور عذاب الہی سے زار زار روئیں گے۔ مسلمان گنہگار بقدر گناہ عذاب چکھ کر یا آنحضرت ﷺ کی برکت و شفاعت سے جلدی ہی چھٹکارا پالیں گے۔ نَسْأَلُ اللّٰهَ الْعَفْوَ وَالْعَافِيَةَ فِي الدِّينِ وَالْدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ، رَبَّنَا أَدْخِلْنَا الْفِرْدَوْسَ وَأَجِرْنَا مِنَ النَّارِ

جنت کا بیان: جنت ایک مکان ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ایمان والوں کے لئے بنایا ہے اس میں وہ نعمتیں مہیا کی ہیں جن کو نہ آنکھوں نے دیکھا، نہ کانوں نے سنا۔ نہ کسی آدمی کے دل پر ان کا خطرہ گزرا اس لئے اس کی تعریف میں جو کچھ بھی کہا جائے وہ صرف سمجھانے

کے لئے ہے ورنہ حقیقت تو اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے۔

نفل ہے کہ حساب کے بعد مومن جنت کی طرف روانہ ہوں گے۔ اول چشمہ رضوان پر پہنچیں گے، اس میں تمام مومن غسل کریں گے جس کی وجہ سے ان کے چہرہ کارنگ چودہویں رات کے چاند کی مانند چمکنے لگے گا اور بدن صاف ہو کر ان کی خوبصورتی بے حد ہو جائے گی ہر ایک یوسف ثانی معلوم ہوگا۔ عورتیں بھی کمال درجہ زیب و زینت والی ہو جائیں گی کہ حوران بہشتی بھی ان کا جمال دیکھ کر رشک کریں گی۔ اگر ان عورتوں کی ایک انگلی بھی یہاں آجائے تو تمام جہاں مشرق سے مغرب تک روشن ہو جائے۔ بعد ازاں تمام اُمّیں صف بستہ کی جائیں گی، اُمّت محمدیہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام آتش صفوں میں اور باقی انبیاء کی اُمّیں چالیس صفوں میں ہوں گی ہر ایک امت کو ایک بلند نشان ملے گا اور نشان محمدی سب سے پسندیدہ ہوگا۔ بہشتیوں کے استقبال کے لئے ایک لاکھ فرشتے نورانی معطر تھاں لے کر آئیں گے۔ اور ہر ایک اہل بہشت کے لئے چست و چالاک زیب و زینت والے براق ملیں گے اور عورتوں کو بڑے بڑے نورانی اونٹ ملیں گے جن کے کچا دوں میں وہ ٹھینیں گی ہر ایک کے سر پر تاج ہوگا یہ سب ان کے نیک اعمال کی جزا ہے اور ہر ایک کو ستر ستر خاص طے ملیں گے جن میں سے جسم کا تمام بقرہ نظر آئے گا اور وہ ہر ہر گھڑی میں اپنا رنگ بدلیں گے۔ سب سے پہلے حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی امت بہشت کی طرف روانہ ہوگی اس کے بعد باقی اُمّیں آگے پیچھے چلیں گی اور فرشتے نورانی معطر طشت (تھاں) آئیں گے۔ آنحضرت ﷺ کے سامنے پیش کریں گے پھر دوسرے انبیاء علیہم السلام کو پھر دیگر لوگوں کو پیش کریں گے۔ سب سے آگے نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام تشریف لے چلیں گے اور ستر ہزار فرشتے حضرت جبرئیل علیہ السلام کے ہمراہ ہم رکاب ہوں گے اور دس کروڑ خوش الحان غلام خوش الحانی سے قرآن شریف پڑھتے ہوں گے۔ جنت میں ہر طرف خوشی کے شادیاں بھیں گے۔ ملائک (فرشتے) حوریں (بڑی بڑی آنکھوں والی خوبصورت بہشتی خادم عورتیں) اور غلام (خوبصورت نفیس و لطیف بہشتی خادم لڑکے) طرح طرح کے تماشے کریں گے اور خوشیاں منائیں گے، رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہم رکاب ستر ہزار چست و چالاک اور باکمال زیب و زینت کوئل براق ہوں گے اور نورانی فرشتے بائیں پکڑ کر چلیں گے اور تمام ملائک میں خوشی کا غلغلہ بلند ہوگا۔ بہشت میں پہنچ کر بہشتی اللہ تعالیٰ کی حمد (تقریف) کریں گے اور کہیں گے کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان حق ہے الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِي ضَلَقْنَا وَعَدَهُ وَأَوْفَا الْأَرْضِ نَتَّبِعُ مِنَ الْجَنَّةِ حَيْثُ نَشَاءُ فَنِعْمَ أَجْرُ الْعَمَلِينَ (۱) ”اللہ تعالیٰ کا شکر ہے جس نے ہم سے اپنا وعدہ سچا کیا اور ہم کو اس سر زمین کا مالک بنایا کہ ہم جنت میں جہاں چاہیں مقام کریں۔ سو کیا خوب بدلا ہے عمل کرنے والوں کا“ پھر اللہ تعالیٰ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے ارشاد فرمائے گا کہ اپنی امت کو بہشت کے دائیں طرف لے آئیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لا کر بسم اللہ پڑھیں گے۔ تب بفضلہ تعالیٰ جنت کے دروازے کھل جائیں گے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بہشت میں قدم رنجہ فرمائیں گے اور پیچھے پیچھے مومنین اللہ تعالیٰ کی حمد کرتے ہوئے داخل ہوں گے۔

بہشت کے آٹھ درجے ہیں جس کا ہر درجہ دوسرے سے اعلیٰ ہے۔ ہر مومن اپنے مرتبہ کے موافق ان کو حاصل کرے گا، ۱۔ دارالقلند۔ یہ عالم لوگوں کے واسطے ہے۔ اس کی بنیاد خالص چاندی کی ہے، ۲۔ دارالسلام، جو فقیروں اور صابروں کا مقام ہے، یہ تمام سرخ یا قوت کا بنا ہوا ہے، ۳۔ دارالمقام جو مالدار شکرگزاروں کا مقام ہے، یہ سونے کا بنا ہوا ہے، ۴۔ عدن یہ عابدوں، زاہدوں، غازیوں امانوں اور اہل سخاوت کے لئے بنایا گیا ہے اور سبز زمرہ کا بنا ہوا ہے، ۵۔ دارالقرار، مردارید سے بنایا گیا ہے جس میں حافظہ اور عالم قیام کریں گے، ۶۔ جنت النعیم یہ لعل و زمرہ سے بنا ہوا ہے جو شہیدوں اور مؤذنون کے لئے ہے، ۷۔ جنت المادوی جو شہدائے اکبر محسنین اور اولیائے کرام کا

مقام ہے، ۸۔ جنت الفردوس جو نبیوں، رسولوں اور علمائے عالمین کی جگہ ہے۔ فردوس بریں کے اوپر غرقہ نور ہے، یہ مقام سرور حضرت خاتم الانبیاء محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے ہے۔ نیز مقام محمود اور وسیلۃ جنت کا خاص درجہ بھی رسول اکرم ﷺ کو عطا ہوگا۔ اور پھر ان بہشت درجات میں بھی بے شمار مدارج ہیں، حدیث شریف میں ہے کہ جنت کے سورتے ہیں ہر دور جوں میں وہ مسافت ہے جو آسمان و زمین کے درمیان ہے (۱) اور اگر تمام عالم ایک درجے میں جمع ہوں تو سب کے لئے گنجائش ہے (۲) اگر تمام دنیا کے سم و زر کو دس گنا کیا جائے تو ایک ادنیٰ سا بہشتی بھی اُس سے زیادہ نعمت پائے گا۔ حضرت سلیمان علیہ السلام جیسے ایک ہزار بادشاہوں سے زیادہ اُس کی شان ہوگی۔ ادنیٰ سے ادنیٰ مؤمن کو جو مکان ملے گا اس کی ایک ایک اینٹ سونے کی اور ایک ایک چاندی کی ہوگی، زعفران اور مشک کا گارا ہوگا اس کے کنگرے لعل اور زمرہ کے ہوں گے، مشک و جیبر سے سج ہوگا اور لعل و زمرہ سے گندھا ہوا ہوگا، اس مکان میں ستر ہزار دالان ہوں گے جن میں سے ہر ایک پانچ صد میل کی مسافت پر فراخ ہوگا اور طرح طرح کی پتھلیں ہوں گی جن میں حور و غلمان اور گانے والے بے شمار ہوں گے، خوش الحان مغنی (گوائے) عجیب و غریب راگ گارہے ہوں گے۔ ایک روایت میں ہے جنت عدن کی ایک اینٹ سفید موتی کی ہے ایک یا قوت سرخ کی ایک زبرد کی اور مشک کا گارا ہے اور گھاس کی جگہ زعفران ہے موتی کی کنکریاں عہر کی مٹی ہے۔ غرض قسم قسم کی نعمتیں ادنیٰ سے ادنیٰ جنتی کے لئے ہوں گی اس میں قسم قسم کے گلزار ہوں گے جن ہوں گے اور ہر ایک درخت میں لاکھوں رنگ کے میوے ہوں گے درختوں کے تنے سونے کے شاخیں لعلوں کی پتے زمرہ کے ہوں گے اور بہت وسیع ہوں گے وہ میوے بہت لذیذ ہوں گے اگر ان میں کا ذرا سا ٹکڑا بھی کسی مردے کے منہ میں ڈال دیا جائے تو وہ فوراً زندہ ہو جائے اور وہ میوے ہمیشہ ایک حال پر رہیں گے کبھی کم نہ ہوں گے۔ جنت میں مؤمن کے لئے ایک موتی کا خیمہ اتنا بڑا ہوگا کہ اس کا عرض (یا بلندی یا طول یا ختلاف روایت) ساٹھ میل کے برابر ہوگا اور ہر ایک گوشے میں مومن کی بیویاں ہوں گی کہ ایک دوسرے کو نہ دیکھیں گی، مومن سب کے پاس جائے گا۔ جب ایک عام مومن کے لئے یہ انعامات و درجات ہوں گے تو خاص اور خاص الخاص حضرات کے درجات و مقامات کی بلندی کا کیا کہنا۔

جنت کی چار نہریں: بہشت میں چار نہریں (۳) اللہ تعالیٰ نے جاری فرمائی ہیں: قَالَ اللَّهُ تَعَالَىٰ مَنْ شَاءَ الْجَنَّةِ الْيُسَىٰ وَغَدَ الْمُتَّقُونَ فِيهَا أَنْهَارٌ مِّنْ مَّاءٍ غَيْرِ آسِنٍ وَأَنْهَارٌ مِّنْ لَّبَنٍ لَّيِّنٍ يُغَيَّرُ طَعْمُهُ وَأَنْهَارٌ مِّنْ خَمْرٍ لَّذَّةٍ لِّلشَّيْبَانِ وَأَنْهَارٌ مِّنْ عَسَلٍ مُّصَفًّى وَلَهُمْ فِيهَا مِنْ كُلِّ الثَّمَرَاتِ وَمَغْفُورَةٌ مِّن رَّبِّهِمْ (۴) اس جنت کی صفت جس کا وعدہ پرہیزگاروں کو عنایت کرنے کا کیا گیا ہے یہ ہے کہ اس میں ایسے پانی کی نہریں ہیں جس کا پانی زیادہ دیر رہنے سے کبھی متغیر نہیں ہوتا بلکہ اس کا وہی اصلی ذائقہ رہتا ہے اور دنیا کے پانی کی طرح نہیں ہے اور دودھ کی نہریں ہیں جن کا مزہ بھی دیر تک رہنے سے نہیں بگڑتا اور شراب کی نہریں جو نہایت خوش ذائقہ ہیں اور خالص صاف شہد کی نہریں ہیں۔ نیز بہشت میں بہشت والوں کے لئے ہر قسم کے میووں کے پھل موجود ہیں اور ان کے رب کی طرف سے ان کے لئے مغفرت ہے، اس شہد اور دودھ جیسی دنیا کی کوئی چیز میٹھی اور سفید نہیں ہے اور نہ اس پانی اور شراب کی مثال دنیا میں مل سکتی ہے وہ شراب ایسی نہیں جس میں بدبو، کڑواہٹ اور نشہ ہو، یا پینے سے عقل جاتی رہے اور آپے سے باہر ہو کر بے ہودہ بکتے پھریں بلکہ وہ شراب ان سب میووں سے پاک و منزہ ہے وہاں کی نہریں زمین کھود کر نہیں جاری کی پانی بلکہ زمین کے اوپر اوپر رواں ہیں۔ نہروں کا ایک کنارہ موتی کا دوسرا قوت کا اور نہروں کی زمین خالص مشک کی ہے وہ چاروں نہریں شان در شاخ بہت سی نہریں ہو جائیں گی اور ہر ایک کے مکان سے بہتی ہوئی گزریں گی، اس لئے قرآن پاک میں ہر ایک نہر کو انہار یعنی جمع فرمایا ہے اور اللہ تعالیٰ اپنے مومن بندوں کو ان کے مکانوں پر یہ

لعتیں عطا فرمائے گا۔ جنت میں ایک ایسا درخت ہے کہ اگر سو برس تک سوار اس کے سائے میں چلے تو بھی ختم نہ ہو۔ جنت کے دروازے اتنے وسیع ہوں گے کہ ایک بازو سے دوسرے بازو تک تیز گھوڑے کی ستر برس کی راہ ہوگی پھر بھی جانے والوں کی وہ کثرت ہوگی کہ شانے سے شانہ چھلتا ہوگا بلکہ بھیڑ کی وجہ سے دروازہ چرچاٹنے لگے گا۔ ہر ایک جنتی کے لئے سنہری تخت کمال زیب و زینت کے ساتھ ہوگا ہر طرف حور و قصور ہوں گے فغان سامنے ہوں گے۔ حوریں نورانی مخلوق ہیں جن کی خوبصورتی کی کوئی حد نہیں ہے اگر حور زمین کی طرف جھانکے تو جنت سے زمین تک سب روشن ہو جائے اور خوشبو سے بھر جائے اور چاند و سورج بھی ماند پر جائیں، حور کے سر کی اور صفی دنیا دانیہا سے بہتر اگر حور اپنی پھلی زمین و آسمان کے درمیان نکالے تو اس کے حسن کی وجہ سے خلایق فتنے میں پڑ جائے گی اور اگر اپنا دوپٹہ ظاہر کرے تو اس کی چمک کے آگے آفتاب ایسا ہو جائے جیسے آفتاب کے سامنے چراغ اور اگر جنت کی کوئی ناخن بھر چیز دنیا میں ظاہر ہو تو تمام آسمان و زمین اس سے آراستہ ہو جائے۔ اگر جنتی کا نکلن ظاہر ہو تو آفتاب کی روشنی کو مٹا دے جیسے آفتاب ستاروں کی روشنی کو مٹا دیتا ہے۔ جنت میں سوار کے کوزا ڈالنے کی جگہ (عام و معمولی جگہ) بھی دنیا دانیہا سے بہتر ہے اسی طرح وہاں کے کھانے اور لباس کی خوبیاں بیان سے باہر اور بے قیاس ہیں، کھانا پینا، آرام، خوشی، جماع، لذت وغیرہ بہشتیوں کو بہت حاصل ہوگا اور جو چیز چاہیں گے اسی وقت ان کے سامنے موجود ہوگی مثلاً اگر کسی پرند کو دیکھ کر اس کا گوشت کھانے کو جی چاہے گا تو اسی وقت اس کا بھنا ہوا گوشت اس کے پاس آ جائے گا۔ اگر پانی وغیرہ کی خواہش ہوگی تو کوزے خود بخود ہاتھ میں آ جائیں گے۔ ان میں ٹھیک اندازے کے مطابق پانی، دودھ، شراب اور شہد ہوگا کہ ان کی خواہش سے ایک قطرہ کم نہ زیادہ۔ پینے کے بعد وہ کوزے خود بخود جہاں سے آئے تھے وہاں چلے جائیں گے علیٰ ہذا القیاس۔ اور ان کی لذت دنیاوی لذتوں سے بہتکڑوں گنا زیادہ اور بے ضرر ہوگی۔ جتنا کھائیں گے سیری نہ ہوگی اور کھانا بھی کم نہ ہوگا۔ میوؤں کی شکل اگر چہ دیکھنے میں ایک جیسی ہوگی مگر مزہ مختلف ہوگا۔ وہاں نجاست، گندگی، پاخانہ پیشاب، تھوک، رینٹھ، کان کا میل اور بدن کا میل وغیرہ ہرگز نہ ہوں گے۔ بلکہ خواہ کتنا ہی کھائیں ایک خوشبودار فرحت بخش ڈکار آئے گی یا فرحت بخش خوشبودار پسینہ آئے گا اور کھانا پینا ہمیشہ ہو کر سب بوجھ اور گرانی دور ہو جائے گی اور ڈکار اور پسینے کی خوشبودار مشک اور کافور سے زیادہ ہوگی ہر شخص کو سو آدمیوں کے کھانے پینے اور جماع کی طاقت دی جائے گی اور کوئی جنتی اولاد کی خواہش کرے گا تو اس کو فوراً ایک ساعت میں تمام منازل حمل، وضع حمل اور پوری عمر (یعنی تیس سال کی) طے ہو کر خواہش کرتے ہی یہ مراد حاصل ہو جائے گی۔ اگر کوئی چاہے گا کہ سواری پر سوار ہوں تو اس کو اسی وقت ایسی چالاک سواری ملے گی جو سوار کو لے کر ایک بل بھر میں صد ہا منازل تک لے جائے گی۔ ہر وقت زبان سے تسبیح و تہلیل و تہمید و بلا قصد مثل سانس کے جاری ہوگی، کم سے کم ہر شخص کے سر ہانے دس ہزار خادم کھڑے ہوں گے۔ خادموں میں ہر ایک کے ایک ہاتھ میں چاندی کا پیالہ ہوگا اور دوسرے میں سونے کا اور ہر پیالہ میں نئے نئے رنگ کی نعمتیں ہوں گی جتنا کھاتا جائے گا لذت میں کمی نہ ہوگی بلکہ زیادتی ہوگی، ہر لقمے میں ستر مزے ہوں گے اور ہر مزہ دوسرے سے ممتاز ہوگا وہ معامسوس ہوں گے، ایک کا احساس دوسرے سے مانع نہ ہوگا۔ ہر ایک جنتی کو حور عین میں کم سے کم دو بیبیاں ایسی ملیں گی کہ ستر ستر جوڑے پہنے ہوں گی پھر بھی ان لباسوں اور گوشت کے باہر سے ان کی پنڈلیوں کا مغز دکھائی دے گا جیسے سفید شیشے میں سرخ شراب دکھائی دیتی ہے اور یہ اس وجہ سے کہ اللہ عز و جل نے انھیں یا قوت سے تشبیہ دی ہے۔ یا قوت میں سوراخ کر کے اگر ڈور ڈالا جائے تو ضرور باہر سے دکھائی دے گا۔ آدمی اپنے چہرے کو اس کے رخسار میں آئینے سے بھی زیادہ صاف دیکھے گا اور اس پر ادنیٰ درجے کا جو موتی ہوگا وہ ایسا ہوگا کہ مشرق سے مغرب تک روشن کرے اور ایک روایت میں ہے کہ مرد اپنا ہاتھ اس کے شانوں پر رکھے گا تو سینے کی طرف سے کپڑے، جلد اور گوشت کے باہر سے دکھائی دے گا مرد جب اس کے پاس جائے گا اسے ہر بار کنواری پائے گا مگر اس کی وجہ سے مرد و عورت کسی کو تکلیف نہ ہوگی۔ اگر کوئی

حور سمندر میں تھوک دے تو اس کے تھوک کی شیرینی کی وجہ سے سمندر شیریں ہو جائے۔ بروایت سات سمندر شہد سے زیادہ شیریں ہو جائیں۔ ہر جنتی کے سر ہانے اور پائنتی دو حوریں نہایت اچھی آواز سے گائیں گی مگر ان کا گانا یہ شیطانی مزامیر نہیں بلکہ اللہ جل شانہ کی حمد و پاکی ہو گا وہ ایسی خوش گلو ہوں گی کہ مخلوق نے ویسی آواز کبھی نہ سنی ہوگی اور وہ یہ بھی گائیں گی کہ ”ہم ہمیشہ رہنے والیاں ہیں کبھی نہ مریں گی، ہم چین والیاں ہیں کبھی تکلیف میں نہ پڑیں گی۔ ہم راضی ہیں کبھی ناراض نہ ہوں گی۔ مبارک باد اس کے لئے جو ہمارا اور ہم اس کے ہوں۔“ اگر جنت کا کپڑا دنیا میں پہنا جائے جو دیکھے بیہوش ہو جائے اور لوگوں کی نگاہیں اس کا تحمل نہ کر سکیں۔ اگر بہشت کی ان نعمتوں میں زمین و آسمان کو ڈال دیا جائے تو اس طرح مل جائے کہ کچھ پتہ نہ چلے۔

بازار سوق الجنة : جنت میں ایک بازار ہے جس کا نام سوق الجہنہ ہے، اس بازار میں طرح طرح کی نعمتوں کے ڈھیر لگا دیئے جائیں گے، اس میں جنتیوں کے لئے کرسیاں اور منبر، یا قوت، زمرہ، موتی، لعل، زبرجد اور دیگر قسم کے جواہرات اور سونے چاندی کے نورانی ہوں گے جو صرف مومنوں کے لئے تیار ہوں گے جو اعمال کے اندازے کے بموجب ہر ایک جنتی کو دیئے جائیں گے ان میں کا ادنیٰ جنتی مشک اور کافور کے نیلے پر بیٹھے گا ان میں کوئی خود کو ادنیٰ نہیں سمجھے گا بلکہ اپنے گمان میں کرسی والوں کو بھی کچھ اپنے سے بڑھ کر نہ سمجھیں گے سب بحالت سرور ان پر بیٹھیں گے اور لٹائے ہاری تعالیٰ (دیدار الہی) سے مشرف ہوں گے اور اس وقت بحالت غفلتہ ہاری تعالیٰ کی حمد پڑھیں گے، جنت کی تمام نعمتیں فراموش ہو جائیں گی اور پھر ہوش میں آ جائیں گے۔ اللہ تعالیٰ کا دیدار ایسا صاف ہو گا جیسے آفتاب اور چودہویں رات کے چاند کو ہر ایک اپنی اپنی جگہ سے دیکھتا ہے کہ ایک کا دیکھنا دوسرے کے مانع نہیں اور اللہ عزوجل ہر ایک پر قلمی فرمائے گا ان میں سے کسی سے فرمائے گا ”اے فلاں بن فلاں! تجھے یاد ہے کہ جس دن تو نے ایسا ایسا کیا تھا“۔ دنیا کے بعض معاصی یاد دلانے گا۔ بندہ عرض کرے گا۔ اے رب! کیا تو نے مجھے بخش نہ دیا۔ فرمائے گا ہاں میری مغفرت کی وسعت ہی کی وجہ سے تو اس مرتبے کو پہنچا۔ وہ سب اسی حالت میں ہوں گے کہ ابر چھا جائے گا اور ان پر خوشبو برسائے گا کہ اس بھی خوشبو ان لوگوں نے کبھی نہ پائی تھی پھر حضرت جل و علا کا ارشاد ہو گا کہ اس بازار سے جن چیزوں کی تمھیں خواہش ہو اور جو عیب و غریب تھے اور اعلیٰ سے اعلیٰ چیزیں تم پسند کرو لے لو۔ مثلاً سندس یعنی لای (ہاریک ریشم) استبرق تافے (مونا ریشم) اور ابریشم قسم قسم کے لباس اور نہایت آبدار بے شمار موتیوں وغیرہ اور جب جنتی اپنی اپنی خواہش کے مطابق تحائف پسند کر لیں گے تو ان تحفوں کو فرشتے جو اس بازار کو گھیرے ہوئے ہوں گے ان جنتیوں کے گھر پہنچا دیں گے۔ ملائکہ خاص ہر ایک جنتی کو کھڑا اور براق عنایت کریں گے۔ جنتی اس بازار میں باہم ملاقات کریں گے۔ چھوٹے مرتبہ والا بڑے مرتبہ والے کو دیکھے گا تو اس کا لباس پسند کرے گا۔ ہنوز گفتگو ختم نہ ہوگی کہ خیال کرے گا میرا لباس اس سے اچھا ہے اور یہ اس لئے کہ جنت میں کسی کے لئے غم نہیں۔

بہشت آنجا کہ آزارے نہ باشد کسے را ہا کسے کارے نہ باشد

بمرد وہاں سے اپنی اپنی قیام گاہ پر واپس آئیں گے اس وقت ان کی بیویاں ان کا استقبال کریں گی اور مبارک باد دے کر کہیں گی کہ اب آپ کا حسن و جمال اس وقت سے کہیں زیادہ ہے جبکہ آپ ہمارے پاس سے گئے تھے؟ وہ جواب دیں گے کہ پروردگار جبار کے حضور میں ہمیں بیٹھا نصیب ہوا اس لئے ہمیں ایسا ہو جانا سزاوار تھا۔ عام مومنین کو اللہ تعالیٰ کا دیدار ہر بیٹے میں جیسے کے دن ہوا کرے گا اور خاص مومنوں کو ہر روز دو ہار ہنر اور مصرعے قوت اور خاص الفاص مومنوں کو ہر وقت اور ہر گھڑی یہ نعمت عظمیٰ حاصل ہوگی۔ اور جنت میں دیدار ہاری تعالیٰ سے بڑھ کر کوئی نعمت نہ ہوگی۔

اہل جنت خواہ مرد ہوں یا عورت ان کا حسن سہ چند (بہت زیادہ) ہوگا۔ سب بے ریش ہوں گے، سر، پلوں اور بھوؤں کے بالوں

کے علاوہ ان کے بدن پر کہیں بال نہ ہوں گے۔ سب کی آنکھیں قدرتی طور پر سرگیں ہوں گی۔ مرد عورت خواہ کسی عمر کے ہو کے دنیا سے گزرے ہوں وہاں سب نو جوان ہوں گے گویا کہ ان کی عمر ۳۲، ۳۳ یا ۳۵ برس کی ہوگی (پہلے زمانے میں ۳۲، ۳۳ سال کی عمر میں جوانی شروع ہوتی تھی)۔ ان کے قد کی لمبائی ۳۰ گز ہوگی عورتیں بھی نو جوان ہوں گی کبھی اس سے زیادہ عمر کے معلوم نہ ہوں گے۔ جنتی سب ایک دل ہوں گے آپس میں کوئی اختلاف و بغض نہ ہوگا۔ ایک دوسرے کو سلام تو کہیں گے باقی اور کوئی قہقہہ کلائی اور گناہ کی بات وہاں سننے میں نہیں آئے گی جو شخص ایک مرتبہ جنت میں داخل ہو جائے گا پھر وہاں سے نہ نکالا جائے گا بلکہ ابدالاً ہاد تک وہیں رہیں گے۔ جنت میں موت نہیں ہے اور نہ نیند، کیونکہ نیند بھی ایک قسم کی موت ہے۔ قصہ جنت کی خوبیاں اتنی بے شمار ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کریم ﷺ کے ذریعہ سے فرمایا کہ میں نے اپنے بندوں کے لئے جنت ایسی تیار کی ہے کہ نہ کبھی آنکھوں نے دیکھی نہ کالوں نے سنی نہ کسی کے دل میں اس کی صفت گزری اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول ہی اس کی خوبیوں کو بہتر جانتا ہے، یہ عاجز کہاں تک بیان کرے۔ یہ اجمالی بیان قرآن و احادیث سے ماخوذ ہے مزید تفصیل کے لئے قرآن کریم اور احادیث شریفہ ملاحظہ فرمائیں یا پھر اللہ تعالیٰ جس کو نصیب کرے گا وہاں جا کر دیکھ لے گا۔ اَللّٰهُمَّ

هَبْ لَنَا جَنَّةَ الْفِرْدَوْسِ وَارْزُقْنَا زِيَارَةَ وَجْهِكَ الْكَرِيمِ بِجَاهِ حَبِيبِكَ الرَّؤُوفِ الرَّحِيمِ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ اٰمِيْن

اعراف کا بیان: جن لوگوں کی نیکی اور بدی برابر ہوگی، نہ دوزخ کے مستحق ہوں گے نہ جنت کے، لیکن جنت کی طمع رکھتے ہوں گے وہ شروع میں اعراف میں رہیں گے اور آخر کار اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے جنت میں جائیں گے۔ اعراف جمع ہے، عرف کی عرف بلند جگہ کو کہتے ہیں۔ جنت اور دوزخ کے درمیان ایک دیوار ہے جو جنت کی لذتوں کو دوزخ تک اور دوزخ کی کفتوں کو جنت تک پہنچنے سے مانع ہے، اس درمیانی دیوار کی بلندی پر جو مقام ہوگا اس کو اعراف کہتے ہیں۔ (۱)

اصحاب اعراف کون لوگ ہیں؟ قرطبیؒ نے اس بارے میں بارہ اقوال نقل کئے ہیں مثلاً بعض علماء کے نزدیک شہدایا مومنین کا ملین یا ملائکہ آدمیوں کی شکلوں میں اعراف پر ہوں گے اور فضل و کرامت کے سبب دوزخ و جنت کے عذاب و ثواب کی سیر دیکھیں گے اور اپنے مکانات جنت میں دیکھ کر خوش ہوں گے اور بغرض سیر اعراف پر بیٹھیں گے۔ بعض کہتے ہیں کہ اہل اعراف وہ موحّد ہیں جن کے پاس شریعت نہ پہنچی تھی یا کفار کی اولاد ہے جو نابالغ فوت ہوئی ہے پس یہ لوگ نبی ﷺ کی شفاعت سے آخر کر جنت میں داخل ہوں گے۔ ہمارے علماء کے نزدیک ان میں راجح اور صحیح وہی قول ہے جو حضرت حذیفہ، ابن عباس ابن مسعود وغیرہ جیسے جلیل القدر صحابہ اور اکثر سلف و خلف سے منقول ہے یعنی وزن اعمال کے بعد جن کے حسنات و سیئات (نیکی و بدی) برابر ہوں گے وہ اصحاب اعراف ہیں اور آخر کار اللہ تعالیٰ کے فضل سے ان کو عہدہ کرنے کا حکم ہوگا وہ عہدہ کریں گے پھر یہ نیکی زیادہ ہو جائے گی اور ان کو جنت میں داخل کرو یا جائیگا۔ گویا اصحاب اعراف ایمین کی ایک کمزور قسم ہے جس طرح سابقین مقررین فی الحقیقت اصحاب ایمین کی ایک ایسی قسم ہے جو اپنی اولوالعزمیوں کے طفیل عام اصحاب ایمین سے آگے نکل گئے ہیں اس کے بالمقابل اصحاب اعراف ان سے گری ہوئی قسم ہے جو اپنے اعمال کی کثافت کی وجہ سے عام اصحاب ایمین سے کچھ پیچھے رہ گئے ہیں، یہ لوگ اہل جنت اور اہل جہنم کے درمیان میں ہونے کی وجہ سے دونوں طبقوں کی کیفیات سے متاثر ہوں گے

حوران بہشتی را دوزخ بود اعراف از دوزخیاں پُرس کہ اعراف بہشت است

اور دونوں طبقے کے لوگوں کو ان کی مخصوص نشانیوں سے پہچانتے ہوں گے جنتیوں کو ان کے سفید نورانی چہروں سے اور دوزخیوں کو ان کی رو سیاہی اور بد بختی سے۔ بہر حال اہل اعراف جنت والوں کو دیکھ کر سلام کہیں گے، خود جنت کی طمع اور آرزو کریں گے جو آخر کار پوری

(۱) بعض نے کہا کہ اعراف بمعنی معرفت ہے کہ اس مقام سے اہل جنت و اہل دوزخ ان کی پیشانیوں سے پہچانے جائیں گے۔

کردی جائے گی اور جب اُن کی نظر اہل دوزخ کی طرف پڑے گی تو خدا سے ڈر کر پناہ مانگیں گے کہ ہم کو ان دوزخیوں کے زمرے میں شامل نہ کیجئے۔ ان لوگوں کی حالت خوف اور امید کے درمیان ہوگی قال اللہ تعالیٰ وَبَيْنَهُمَا حِجَابٌ وَعَلَى الْأَعْرَافِ رِجَالٌ يَعْرِفُونَ كُلًّا بِسِيمَتِهِمْ وَفَإِذْ أُنصَبَتِ السَّجَنَةُ أَنْ مَسَلَامٌ عَلَيْكُمْ لَعْنَتُهُمْ لَعْنَةُ خُلُوقِهَا وَهُمْ يُطْمَعُونَ (۱) ”اور ان دونوں کے درمیان میں ایک آڑ ہوگی اور اعراف کے اوپر بہت آدمی ہوں گے وہ لوگ ہر ایک کو اس کی نشانی سے پہچانیں گے اور اہل جنت سے پکار کر کہیں گے سلامتی ہے تم پر ابھی یہ (اہل اعراف) جنت میں داخل نہ ہوئے ہوں گے اور اس کے امیدوار ہوں گے“ آیات مذکورہ سے یہی مضمون مستفاد ہوتا ہے پس اعراف اور اس پر آدمیوں کا ہونا حق ہے اور اس کا انکار کفر ہے۔

فائدہ: جنت اور دوزخ پیدا ہو چکی ہیں اور اب بھی موجود ہیں۔ حضرت آدم و حوا علیہما السلام کا قصہ کہ وہ جنت میں رہے پھر وہاں سے نکلے گئے جیسا کہ قرآن مجید میں موجود ہے اس پر صاف دلالت کرتا ہے اور بھی بہت سی آیات اور احادیث اس مطلب کو ثابت کرتی ہیں اور حد تو اتنا کو پہنچ چکی ہیں پس اس کا انکار کفر ہے دوزخ اور جنت کی حقیقت میں اختلاف ہے بعض روحانی کہتے ہیں بعض جسمانی کے قائل ہیں مگر یہ نزاع لفظی ہے کیونکہ جو جسمانی کے قائل ہیں وہ ایسا جسم نہیں کہتے جو کہ قابلِ فنا و تغیر ہو بلکہ جسم لطیف کہ جس کو روح سے تعبیر کرتے ہیں اور جنت (۲) و دوزخ میں ثواب و عقاب کے لئے انسان کے اعمال مناسب ظہور کرتے ہیں اچھے اعمال حور و قصور بن جاتے ہیں برے سانپ و بھوکے صورت میں آگے آتے ہیں۔ کسی نے کیا خوب فرمایا ہے:

ہفت دوزخ چست اعمال بدت

ہشت جنت چست اعمال خوشت

عمل سے زندگی بنتی ہے جنت بھی جہنم بھی

یہ خاکی اپنی فطرت میں نہ لوری ہے نہ ناری

واللہ اعلم بالصواب

(۱)۔ الاعراف: ۴۶

(۲)۔ البتہ احادیث سے یہ بات ضرور معلوم ہوتی ہے کہ علاوہ ان نعمتوں کے جو جنت میں پیدا ہو چکی ہیں بڑا طوبہ اور نعمتیں بھی پیدا ہوتی رہتی ہیں اب اس حدیث کے معنی ظاہر ہو گئے کہ جنت پھیل میدان ہے، مطلب یہ کہ بعض حصہ جنت کا ایسا ہے کہ ذکر و تسبیح اعمال صالحہ سے اس میں اشجار و غیرہ پیدا ہو جاتے ہیں۔

ایمان کے ارکان، احکام اور شرائط وغیرہ

ارکان ایمان

ایمان کے دو رکن ہیں:

۱۔ اقرار باللسان یعنی دین کے احکام جو تو اتر و ضرورت کیساتھ مجمل و مفصل طور پر ہم تک پہنچے ہیں (جن کا بیان ایمان مجمل و مفصل کے باب میں ہو چکا ہے) ان کا زبان سے اقرار کرے۔

۲۔ تصدیق بالقلب یعنی ایمان کی ہر دو اقسام مذکورہ کی دل سے تصدیق کرے، دل سے ان کو ماننے اور یقین کرے۔ اگر کوئی زبان خفیہ اقرار کر لے کہ جس کو کوئی دوسرا نہ سنے تو یہی جائز ہے اور عند اللہ مؤمن ہے۔

اب اس اقرار و تصدیق کی چار صورتیں ہوں گی:

۱۔ وہ شخص جس نے زبانی اقرار اور قلبی تصدیق دونوں کا اظہار کیا۔ وہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک بھی مؤمن ہے اور جنت کا مستحق ہے اور دنیا کے لوگوں کے نزدیک بھی مؤمن اور دنیا میں حقوقی مؤمن کا حق دار ہے۔

۲۔ جو شخص ہر دو ارکان ایمان سے محروم رہا۔ وہ عند اللہ بھی کافر ہے ہمیشہ کی دوزخ کا مستحق ہے اور عند الناس بھی کافر اور دنیا میں حقوق و احکام ایمان سے محروم ہے۔

۳۔ وہ شخص جس نے دل سے تصدیق تو کی لیکن زبان سے اقرار نہیں کیا (یعنی موقع ملنے اور مطالبہ کئے جانے پر اقرار نہ کیا) تو احکام دنیا میں اس کو مؤمن نہ کہا جائے گا اور دنیا میں جو رعایتیں اور حقوق مؤمن کو ملتے ہیں وہ ان سے محروم رہے گا، کیونکہ تصدیق بالقلب ایک پوشیدہ چیز ہے ہر شخص اس کو نہیں جانتا اس لئے شریعت نے اقرار زبانی کو تصدیق قلبی کا قائم مقام کیا اور اس کے لئے علامت مقرر کی تاکہ دنیا میں احکام اسلام اس پر عائد ہوں، تاہم وہ شخص اللہ تعالیٰ کے نزدیک مؤمن ہے اور آخرت میں جنت کا مستحق ہے۔ پس اگر کوئی شخص کسی عذر کی وجہ سے مثلاً حالت اکراہ میں یعنی کوئی شخص کسی مؤمن کے قتل پر یا عضو کاٹ ڈالنے پر آمادہ ہو کر یوں کہے کہ تو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کا انکار کر، یا کوئی اور کلمہ کفر کہلوائے اور قتل وغیرہ کی دھمکی دے پس اگر مؤمن اس کو اس پر قادر سمجھے اور اس مصیبت کو دور کرنے کے لئے زبان سے کلمات کفر کہہ دے اور دل میں وہی تصدیق و اطمینان ایمانی باقی ہو جو پہلے تھا تو اس زبانی اقرار کے جاتے رہنے سے وہ شخص عند اللہ کافر نہ ہوگا بلکہ مؤمن ہے اگرچہ لوگ اسے کافر کہیں بشرطیکہ اس جبر و اکراہ کے جاتے رہنے پر ایمان پر ثابت قدم رہا۔ مگر افضل درجہ یہی ہے کہ جبر و اکراہ کے موقع پر بھی قتل ہو جائے اور کلمہ کفر نہ کہے۔

۴۔ اور وہ شخص جس نے دل سے تصدیق تو نہ کی فقط زبان سے اقرار کر لیا تو وہ لوگوں کے نزدیک ظاہر احکام میں مؤمن ہے اور اللہ تعالیٰ کے نزدیک وہ شخص کافر ہے اس کو شرع شریف میں منافق کہتے ہیں۔ منافقین اگرچہ دنیا میں مؤمن ظاہر کر کے اپنے آپ کو حدود و شریعت کی

رو سے متعلقہ کفار سے بچائیں لیکن آخرت میں ان کے لئے بھی ہمیشہ کی دوزخ ہے اور دردناک عذاب ہے اِنَّ السَّاعِیْنَ لَیْسَ لَہُمُ الدَّوْرُ الْاَسْفَلُ مِنَ النَّارِ (۱) ”چونکہ منافقین دوزخ کے سب سے نیچے کے طبقے میں ہوں گے۔“ آنحضرت ﷺ کے زمانہ اقدس میں کچھ لوگ اس صفت کے اس نام کے ساتھ مشہور ہوئے کہ ان کے کفر باطنی پر قرآن ناطق ہوا اور نبی کریم ﷺ نے ایک ایک کی نشان دہی فرمادی اور فرمایا کہ یہ منافق ہے اب اس زمانے میں کسی خاص شخص کو یقین کے ساتھ منافق نہیں کہا جاسکتا بلکہ ہمارے سامنے جو دعویٰ اسلام کرنے جب تک اُس سے ایسا قول یا فعل جو منافقِ ایمان ہو صادر نہ ہو جائے، ہم اُس کو مسلمان ہی سمجھیں گے۔ پس نبی زمانہ ایمان و کفر میں ظاہری اعتبار سے واسطہ نہیں آدی یا مسلمان ہوگا یا کافر تیسری کوئی صورت نہیں کہ نہ مسلمان ہو نہ کافر۔ اور باطن کا معاملہ اللہ تعالیٰ کے سپرد ہے۔ کافر اگر چہ دل میں نبی ﷺ کو سچا اور برحق جانتے تھے لیکن ان کا یہ جاننا معرفت کے درجے میں تھا جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا اِنْفِرْ فَوْقَ کُفْرًا یَعْرِفُوْنَ اٰیٰتَہٗا هُمْ (۲) ”وہ اُس نبی کو پہچانتے ہیں جیسا کہ اپنی اولاد کو پہچانتے ہیں“ لیکن تصدیق (دل سے ماننا) معرفت سے الگ چیز ہے۔ معرفت قدرتی چیز ہے اور تصدیق اختیار اور ارادے سے متعلق ہے جو ان میں نہ پائی گئی اسی لئے کافر ہوئے اور عذاب ابدی کا طوق اس کے گلے میں پڑا۔

مسئلہ: گوگنا آدی اقرار زبانی کی بجائے اشارے سے اقرار کرے اور گونگے کو لوگ علامات یعنی نماز و غیرہ سے بھی پہچان سکتے ہیں اور یہ اس کے لئے زبانی اقرار کے مقام ہیں۔

ایمان کے احکام: جو شخص ایمان لایا اس کے لئے ایمان کے سات حکم ہیں (ان کو حقوقِ مومن بھی کہہ سکتے ہیں) پانچ دنیا میں۔ اس سے متعلق ہیں ۱۔ اس کو سوائے حکم شرعی قتل ۲۔ قید نہ کریں گے ۳۔ اُس کا مال ناحق نہ کھایا جائے گا ۴۔ اُس کو ایذا نہ دی جائے گی ۵۔ اس پر بدی کا ظن نہ ہوگا جب تک کہ ظاہر نہ ہو جائے۔

دو آخرت میں: ۱۔ مومن دوزخی قطعی یعنی دائمی نہ ہوگا اگرچہ اس نے کتنے ہی گناہ کبیرہ کئے ہوں سوائے شرک کے اور بے توبہ مرا ہو آخر کسی نہ کسی وقت جنت میں جائے گا۔

۲۔ نیکیاں اور بدیاں وزن کی جائیں گی جس کی نیکیاں ہماری ہوں گی وہ کامیاب ہوگا اور اس پر اللہ تعالیٰ کا کمال درجہ فضل و کرم ہوگا اس کو بغیر حساب کے جنت میں داخل کریں گے اور جس کی بدیاں غالب ہوں گی وہ بقدر گناہ سزا بھگت کر جنت میں جائے گا۔

مومن عاصی کو اللہ تعالیٰ چاہے تو بغیر عذاب کے محض اپنے فضل و کرم سے یا حضرت شفیع المذہبن صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت یا دیگر انبیاء و اولیاء کی شفاعت سے بخش دے اور جنت میں داخل کر دے اور چاہے تو بقدر گناہ عذاب کر کے پھر جلد ہی جنت میں داخل کرے۔

مومن کو ناامید نہیں ہونا چاہئے جیسا کہ ابھی اوپر بیان ہوا کہ وہ مالک چاہے تو کبیرہ گناہ کو بھی بخش دے قال اللہ تعالیٰ لَا تَقْنَطُوا مِنْ رَحْمَۃِ اللّٰہِ (۳) ”اللہ تعالیٰ کی رحمت سے ناامید نہ ہو“ اور بے خوف بھی نہ رہنا چاہئے کیونکہ وہ مالک چاہے تو صغیرہ گناہ پر بھی عذاب دے۔ اسی

لئے حضور انور علیہ السلام نے فرمایا لَا یَمَانُ بَیْنَ الْعَوْفِ وَالرَّجَاءِ ”ایمان خوف اور امید کے درمیان ہے۔“

شرائط ایمان: ایمان کی سات شرطیں ہیں:

۱۔ ایمان بالغیب یعنی اللہ تعالیٰ پر ایمان لانا اگرچہ اسے دیکھا نہیں اسی لئے مرتے وقت عذاب کے فرشتے دیکھ کر ان کے خوف سے توبہ کرنا اور ایمان لانا (ایمان بالہاس) معتبر اور مفید نہیں بلکہ غیر مقبول ہے کیونکہ ایمان بالغیب نہیں رہا بلکہ یہ تو عذاب آخرت دیکھ کر

خوف سے ایمان لانا ہے۔ (صحیح یہ ہے کہ مومن کی توبہ بھی اس وقت غیر مقبول ہے)

۲۔ عالم الغیب اللہ تعالیٰ ہے جو غیب کا دعویٰ کرے اس کا ایمان نفا ہو جاتا ہے۔

۳۔ ایمان اختیار اور عقل و ہوش سے لانا۔ ایمان بالجبر مثلاً کافر کو کوئی زبردستی کلمہ پڑھائے۔ نیز مست و دیہوش کے ایمان کا اعتبار نہیں۔

۴۔ اللہ تعالیٰ کی حلال کی ہوئی چیزوں کو حلال

۵۔ حرام کی ہوئی چیزوں کو حرام جانتا۔

۶۔ قہر الہی اور اس کے عذاب سے ڈرتا۔

۷۔ اُس کی رحمت کا امیدوار رہنا۔ پس اگر کوئی دل میں خوف الہی نہ رکھتے ہوئے غیبت کرے یا جھوٹ بولے یا کسی مومن کو ایذا دے تو اُس کا ایمان بھی جاتا رہے گا اور جو رحمت الہی سے ناامید ہوا یعنی یہ یقین کیا کہ وہ تو ہرگز نہیں بخشے گا تو وہ شخص کافر ہو جائے گا۔ اسی لئے آنحضرت ﷺ نے فرمایا لَا يَمَانُ بَيْنَ الْخَوْفِ وَالرَّجَاءِ ”ایمان خوف اور اُمید کے درمیان ہے“۔

ایمان کو دل اور زبان سے قبول کرنا اس کی حقیقت ہے اور عمر بھر میں ایک دفعہ ایمان لانا اور اس پر مرتے وقت تک قائم رہنا فرض ہے اس کے بعد مکرار ایمان سنت ہے۔ ایمان کے باقی رہنے کی تین شرطیں ہیں:

۱۔ ایمان کا شکر یہ بجالانا کیونکہ یہ فضل الہی ہے۔

۲۔ خوف زوال یعنی یہ خوف رکھے کہ کہیں یہ دولت جاتی نہ رہے

۳۔ مخلوق خدا پر قلم نہ کرنا۔ ان باتوں پر عمل کرنے سے ایمان باقی رہتا ہے۔

فائدہ : امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک ایمان کم و بیش نہیں ہوتا کیونکہ ایمان تصدیق قلبی ہے اور تصدیق کیف ہے جس میں کمی بیشی کی گنجائش نہیں۔ اعمال صالحہ نفس ایمان سے خارج ہیں لیکن ایمان میں کمال کو بڑھاتے اور خوبی پیدا کرتے ہیں (اسی لئے بد اعمال والے کا ایمان نہیں جاتا) جس قدر طاعت زیادہ ہوگی اسی قدر ایمان زیادہ کامل ہوگا۔ پس عام مومنوں کا ایمان اولیاء صحابہ کے ایمان جیسا نہیں اور اولیاء اور صحابہ کا ایمان انبیاء علیہم السلام کے ایمان جیسا نہیں کیونکہ وہ ایمان طاعات کے باعث کمال کے بلند درجے تک پہنچا ہوا ہوتا ہوتا ہے۔ اسی طرح شدت و ضعف یقین کے اعتبار سے جو کہ کیف کے موارد سے ہے ہر ایک دوسرے کے ایمان میں تفاوت ہے اگرچہ نفس ایمان میں سب مشترک ہیں۔ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ وغیرہم جو ایمان میں کمی بیشی کے قائل ہیں، وہ اعمال صالحہ کو داخل ایمان سمجھتے ہیں سو ان کے نزدیک بھی وہ کامل ایمان کا جز ہیں، یعنی جس کے اعمال ترک ہوں گے اُس کا ایمان کامل نہ رہے گا، ہاں نفس ایمان باقی رہے گا۔ کیونکہ اعمال حسنہ کو نفس ایمان کا جز قرار نہیں دیتے۔ پس یہ لفظی اختلاف ہے ورنہ کوئی فرق نہیں ہے، شک کے طور پر یوں نہ کہے کہ میں مومن ہوں انشاء اللہ بلکہ انشاء اللہ کو ترک کرے۔ امام اعظم علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں اَنَا مُؤْمِنٌ حَقًّا (حقیق میں مومن ہوں) اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ انے جو یہ فرمایا اَنَا مُؤْمِنٌ اِنْ شَاءَ اللہُ تَعَالٰی ”میں مومن ہوں انشاء اللہ تعالیٰ“ وہ باعتبار انجام اور خاتمے کے ہے۔ پس یہ بھی کوئی اختلاف نہیں بلکہ لفظی بحث ہے ورنہ مناسب یہی ہے کہ جب دل سے تصدیق کی اور زبان سے اقرار کیا تو قطعی مومن ہو گیا اب شک کرنا اور انشاء اللہ کہنا ٹھیک نہیں ہے اگرچہ اس نیت سے کہے کہ خاتمے کا حال اللہ تعالیٰ ہی کو معلوم ہے یا متبرک سمجھ کر کہے کہ یہ درست ہے تاہم نہ کہنا اولیٰ ہے کیونکہ سننے والے کو اس کا شک ثابت ہوگا اور اگر واقعی میں اس کہنے والے کو اپنے ایمان میں شک ہے تو کفر ہے نعوذ باللہ منہ۔

ایمان اور اسلام ایک ہی چیز ہے۔ شرع شریف میں جس کو مؤمن کہتے ہیں اس کو مسلمان بھی کہتے ہیں گو لغوی معنی کے اعتبار سے کبھی دونوں میں فرق بھی ہوتا ہے کہ تصدیق قلب کو ایمان اور اعمال و انقیاد کو اسلام کہتے ہیں، گناہ کبیرہ کرنے سے نہ ایمان جاتا ہے اور نہ کافر ہوتا ہے پس سب احکام ایمان اس پر جاری کئے جائیں مثلاً اس کے مرنے کے بعد اس کے جنازہ کی نماز پڑھنا قبول مسلمین میں اس کو دفن کرنا اس کے مال میں تو ریٹ جاری کرنا وغیرہ۔ اگر مؤمن عاصی کو غرہ یعنی نزع سے پہلے (عذاب کے فرشتے مرتے وقت دیکھنے سے پہلے) توبہ کی توفیق حاصل ہو جائے تو نجات کی بڑی امید ہے۔ ایمان اجمالی کا مرتبہ ایمان تفصیلی سے کم نہیں اور ایمان اجمالی میں کلمہ شہادت اَشْهَدُ اَنْ لَا اِلَهَ اِلَّا اللّٰهُ وَ اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُولُهُ صدق دل سے کہنا کافی ہے پس جس نے یہ کہا کہ وہ مومن ہوا۔ اصول عقائد میں تقلید جائز نہیں بلکہ جو بات ہو یقین قطعی کیساتھ ہو خواہ وہ یقین کسی طرح بھی حاصل ہو اس کے حصول میں بالخصوص علم استدلالی کی حاجت نہیں ہاں بعض فروع عقائد میں تقلید ہو سکتی ہے اور کسی کی تھلیل و تفسیق نہیں کر سکتے۔

شش کلمے کا بیان

جن الفاظ میں اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول پر ایمان لانے کو ادا کیا گیا ہے ان کے مجموعے کو شرع شریف میں کلمہ کہتے ہیں۔ کلمے میں چار فرض ہیں: ۱۔ زبان سے کہنا، ۲۔ معنی سمجھنا، ۳۔ اعتبار اور تصدیق دل سے کرنا، ۴۔ اس پر ثابت قدم رہنا، یہاں تک کہ موت آجائے۔ کلمے چھ ہیں اور وہ یہ ہیں:

۱۔ کلمہ طیب لَا اِلَهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ اللّٰهُ تعالیٰ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں۔ محمد (ﷺ) اللہ کے رسول ہیں۔
 ۲۔ کلمہ شہادت اَشْهَدُ اَنْ لَا اِلَهَ اِلَّا اللّٰهُ وَ اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُولُهُ "میں گواہی دیتا ہوں اس کی کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں اور میں گواہی دیتا ہوں اس کی کہ محمد (ﷺ) اس کے بندے اور رسول ہیں۔"
 ۳۔ کلمہ تہجد مُبْحِثَانَ اللّٰهِ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ وَلَا اِلَهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاللّٰهُ اَكْبَرُ وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ الْعَلِيِّ الْعَظِيْمِ "اللہ تعالیٰ پاک (بے عیب) ہے اور سب تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لئے ہیں اور اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں اور اللہ تعالیٰ بڑا ہے اور گناہ سے بچنے اور بندگی کی طاقت نہیں ہے مگر اللہ تعالیٰ کے ساتھ جو بزرگ و برتر ہے۔"

۴۔ لَا اِلَهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيْكَ لَهٗ لَهٗ الْمُلْكُ وَلَهٗ الْحَمْدُ وَهُوَ عَلٰی كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ "اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں وہ یکتا ہے اس کا کوئی شریک نہیں اسی کا ملک ہے اور اسی کو سب تعریف ہے اور وہ ہر چیز پر قادر ہے۔"

۵۔ کلمہ رد کفر: اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُ بِكَ مِنْ اَنْ اُشْرِكَ بِكَ شَيْئًا وَاَنَا اَعْلَمُ بِهٖ وَاَسْتَغْفِرُكَ لِمَا لَا اَعْلَمُ بِهٖ ثَبَّتْ عَنْهُ وَتَبَرَّأْتُ مِنَ الْكُفْرِ وَالشِّرْكِ وَالْمَعَاصِیِ كُلِّهَا وَاَسْلَمْتُ وَاَعْتَمْتُ وَالْقَوْلَ لَا اِلَهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ "اے اللہ ایک میں پناہ مانگتا ہوں تجھ سے اس بات کی کہ میں کسی چیز کو تیرے ساتھ شریک کروں اور میں جانتا ہوں اس کو اور بخشش چاہتا ہوں تجھ سے اس کی کہ نہ جانتا ہوں اس کو، میں نے تجھ سے توبہ کی اور میں کفر سے شرک سے اور سب گناہوں سے بے زار ہوں اور میں اسلام لایا اور میں کہتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں اور محمد (ﷺ) اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں۔"

۶۔ کلمہ سید الاستغفار: اَللّٰهُمَّ اَنْتَ رَبِّیْ لَا اِلَهَ اِلَّا اَنْتَ خَلَقْتَنِیْ وَاَنَا عَبْدُكَ وَاَنَا عَلٰی عَهْدِكَ وَوَعْدِكَ مَا اسْتَطَعْتُ اَعُوْذُ بِكَ مِنْ شَرِّ مَا اسْتَطَعْتُ اَبُوْءُ لَكَ بِعَمَلِیْ عَلٰی وَاَبُوْءُ بِذَنْبِیْ فَاغْفِرْ لِنِّیْ فَاِنَّہٗ لَا یَغْفِرُ الذُّنُوْبَ اِلَّا اَنْتَ "اے ہاں رہا تو

میرا رب ہے تیرے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں تو نے مجھ کو پیدا کیا اور میں تیرا بندہ ہوں اور میں تیرے عہد اور تیرے وعدے پر قائم ہوں جب تک اور جتنی طاقت رکھتا ہوں میں اپنے افعال کی برائی سے تیری پناہ مانگتا ہوں اور تیری نعمتوں کا جو مجھے حاصل ہوئی ہیں اقرار کرتا ہوں اور اپنے گناہوں کا اقرار کرتا ہوں پس تو مجھے بخش دے پس تیرے سوا کوئی گناہوں کو نہیں بخشتا۔“

فائدہ : ایمان اللہ تعالیٰ کی ایک نعمت عظمیٰ ہے جو اللہ تعالیٰ نے اپنی رحمت قدیم سے عنایت فرمائی ہے۔ شب معراج میں آنحضرت ﷺ نے جب دوزخ کی سیر کی تو آپ کو اپنے بعض امتی عذاب میں مبتلا نظر آئے، آپ نے چاہا کہ شفاعت کر کے چھڑالیں تو حضرت جبریل علیہ السلام نے کہا کہ آپ ان کی شفاعت نہ کریں کیونکہ یہ اپنی شامت و اعمال سے اپنا ایمان ضائع کر چکے ہیں۔ آپ یہ بات سن کر بہت غمگین ہوئے کہ میری حیات میں ان لوگوں کا یہ حال ہے تو میرے بعد ان کا کیا حال ہوگا۔ وحی آئی کہ حضرت ذوالجلال فرماتے ہیں کہ آپ غمگین نہ ہوں اور اپنی امت کو یہ فرمادیں کہ جو کوئی یہ دو گناہ شکر بجالائے گا اس کا ایمان نہ جائے گا۔ یہ دو گناہ بعد نماز ظہر بعد دو گناہ سنت ادا کرے پہلی رکعت میں **إِنْ رَهْطَهُ اللَّهُ الَّذِي تَقْرِبُ مِنَ الْمُحْسِنِينَ** (۱) دوسری رکعت میں سورۃ کہف کی آخری مشہور آیتیں **إِنَّ الَّذِينَ آمَنُوا سَابِقَةَ الذَّالِمِينَ وَسَابِقَةُ الْمُؤْمِنِينَ** پڑھے اور سلام کے بعد یہ تسبیح پڑھے **سُبْحَنَ مَنْ لَمْ يَزَلْ مَعَنَا كَمَا كَانَ وَكَمَا هُوَ الْآنَ سُبْحَنَ مَنْ لَا يَزَالُ وَيَكُونُ كَمَا كَانَ وَكَمَا هُوَ الْآنَ سُبْحَنَ مَنْ لَا يَتَغَيَّرُ بِذَاتِهِ وَلَا بِصِفَاتِهِ وَلَا بِأَسْمَائِهِ لِيُحْدِثَ الْأَكْوَانِ سُبْحَنَ الدَّائِمِ الْقَائِمِ سُبْحَنَ الْقَائِمِ الدَّائِمِ سُبْحَنَ الْمَلِكِ الْحَيِّ الَّذِي لَا يَنَامُ وَلَا يَمُوتُ سُبْحَانَ الَّذِي يُنْمِثُ الْخَلَائِقَ وَهُوَ حَيٌّ لَا يَمُوتُ أَبَدًا سُبْحَانَ الْأَوَّلِ الْمُبْدِئِ سُبْحَانَ الْبَاقِي الْمُنْتَبِئِ سُبْحَانَ مَنْ تُسَمَّى قَبْلَ أَنْ يُسَمَّى سُبْحَانَ الْعَلِيِّ الْأَعْلَى سُبْحَانَ، وَتَعَالَى سُبْحَانَهُ سُبْحَانَهُ سُبْحَانَهُ قَسْبَحَانَكَ الَّذِي يَبْدِئُ مَلَكُوتَ كُلِّ شَيْءٍ وَإِلَيْهِ تُرْجَعُونَ ۝ اللَّهُمَّ إِنِّي أَوْدَعْتُكَ إِيْمَانِي فَاحْظِلْهُ لِي خِيَاتِي وَعِنْدَ مَمَاتِي وَبَعْدَ فَنَائِي بِرَحْمَتِكَ يَا أَرْحَمَ الرَّاحِمِينَ** لوافل وفضائل اعمال میں ضعیف روایات پر عمل کرنا بلا خلاف جائز ہے جبکہ دوسری مخالف طرف صحیح احادیث موجود نہ ہوں جیسے ہر ایہ و طحاوی وغیرہ کتب معتبرہ میں مذکور ہے پس اس روایت پر عمل جائز ہے۔

حسن کا بیان

جس طرح اللہ تعالیٰ نے ایمان اور اطاعت (شرع شریف) کا مکلف انسان کو بنایا ہے اسی طرح جنات کو بھی مکلف بنایا ہے لقولہ تعالیٰ وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْإِنْسَ إِلَّا لِيَعْبُدُونِ (۲) ”ہم نے جنوں اور انسان کو اپنی عبادت ہی کے لئے پیدا کیا ہے“ جن بھی اللہ تعالیٰ کی ایک مخلوق ہے جو آگ سے پیدا کئے گئے ہیں، ان میں سے بعض کو یہ طاقت دی گئی ہے کہ جو شکل چاہیں اختیار کر لیں، ان کی عمریں لمبی ہوتی ہیں، ان کے شریر جنوں کو شیطان کہتے ہیں۔ ابلیس بھی جنوں میں سے ہے جو کثرت عبادت الہی کے سبب فرشتوں میں شامل کیا گیا اور معلم الملوکات بنایا گیا لیکن جب اللہ تعالیٰ نے تمام فرشتوں کو حکم دیا کہ حضرت آدم علیہ السلام کو سجدہ کریں تو ابلیس نے سجدہ نہ کیا اور نافرمانی کی وجہ سے راندہ درگاہ ہو گیا اور قیامت تک لعنت کا طوق اور لوگوں کو گمراہ کرنے کا پند اس کے گلے میں ڈال دیا گیا۔ یہ سب جنات بھی انسانوں کی طرح ذی عقل اور ارواح و اجسام والے ہیں، ان میں تو والد و تاسل ہوتا ہے، کھاتے پیتے ہیں، جیتے مارتے ہیں، ان میں مسلمان بھی ہیں کافر بھی، مگر ان کے کفار انسان کے کفار کے تناسب میں زیادہ ہیں اور ان میں سے مسلمان نیک بھی ہیں اور فاسق بھی سنی بھی ہیں اور بد عقیدہ بھی اور ان میں فاسقوں کی تعداد فاسق انسانوں کے تناسب سے زیادہ ہے، ان کے وجود کا انکار یا صرف بدی کی قوت کا نام جن یا شیطان رکھنا کفر ہے۔

کلمات کفر اور اس کے موجبات

تعریف کفر: جو کچھ اللہ تعالیٰ کی طرف سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوا، اُس سے انکار کفر ہے اگرچہ وہ انکار

ایک ہی چیز کا ہو، بشرطیکہ وہ بالاتفاق تواتر سے ثابت ہو۔ (پس کفر ایمان کی ضد ہے)۔

شرائط لزوم کفر: تین ہیں: ۱۔ عقل یعنی نشہ اور بے ہوشی نہ ہو۔ ۲۔ قصد و ارادے سے ہو یعنی غلطی اور سہو سے نہ ہو،

پس بغیر قصد کے کافر نہ ہوگا۔ ۳۔ اختیار سے ہو یعنی قتل وغیرہ کا جبر و اکراہ نہ ہو (بحالت جبر اگر زبان سے کلمات کفر کہے لیکن دل سے نہ کہے تو کافر نہیں ہوتا، جیسا کہ پہلے بیان ہو چکا ہے)۔

احکام کفر: ۱۔ اُس کی بیوی اس پر حرام ہو جاتی (کاح جاتا رہتا ہے)۔ ۲۔ اس کا ذبیحہ حرام ہے۔ ۳۔ اس کو قتل کرنا مباح

ہے۔ ۴۔ اس کے تمام نیک اعمال ضائع ہو جاتے ہیں۔

فائدہ: یہ احکام اس کے لئے ہیں جو قصد اپنے اختیار سے اسلام کو چھوڑ کر مرتد ہو جائے۔ پس اگر ترک اسلام کا ارادہ نہ ہو بلکہ

نادانی و بیوقوفی سے حرکت کفر سرزد ہوگئی ہو تو احتیاطاً دوبارہ نکاح کرنا واجب ہے اور اس کا ذبیحہ پھینک دیا جائے اور اس کو کفر سے توبہ کرنی چاہئے۔

وہ چیزیں جن سے کفر لازم آتا ہے: کفر شرع میں ایمان کی ضد ہے پس جن چیزوں پر ایمان لانا اور ان

کی تصدیق کرنا ایمان اجمالی و تفصیلی میں ضروری ہے، ان میں سے کسی چیز کا انکار کرنے سے کافر ہو جاتا ہے پس خواہ دل سے انکار کرے

یا زبان سے کوئی ایسا کلمہ نکالے کہ جس سے صراحۃً یا اشارۃً انکار ثابت ہو جائے۔ یا دل میں شک لانے سے یا کلمات شک زبان سے نکالنے

سے خواہ ان سے صراحۃً شک ثابت ہو یا اشارۃً کسی ایسے کام سے جو کہ متافق تصدیق ہو، قطعی کافر ہو جاتا ہے۔ اس لئے جو چیزیں کفر کو لازم کرتی ہیں (یعنی موجبات کفر) پانچ اقسام پر منقسم ہوئیں۔

قسم اول: وہ کلمات جو صراحۃً انکار پر دلالت کرتے ہیں اور یہ چند اصولوں پر مرتب ہیں

۱۔ جس چیز کی فرضیت قرآن کریم کی ظاہر عبارت سے یا حدیث متواتر سے معلوم ہو جائے اس کے بعد اگر کوئی شخص اس کو فرض نہ

کہے گا وہ کافر ہو جائے گا مثلاً کسی نے کہا کہ نماز پڑھ یا کہا کہ روزہ رکھ، اس شخص نے جواب میں کہ نماز فرض نہیں یا کہا کہ روزہ فرض نہیں پس وہ شخص کافر ہو گیا۔ قس علی ہذا

۲۔ حلال و حرام اور حرام کو حلال جانے جبکہ وہ حلال یا حرام دلیل قطعی سے ثابت ہو نہ کہ خبر احاد سے کیونکہ خبر احاد کا منکر کافر نہیں

ہوتا (البتہ گنہگار ہوتا ہے) نیز یہ کہ وہ حرام لعینہ ہو بغیرہ نہ ہو، ۱۔ مثلاً کسی نے کہا کہ خنزیر، یا سود، یا زنا یا جھوٹ بولنا، یا ناحق قتل کرنا یا ظلم کرنا یا

جادو کرنا یا شراب پینا۔ یا جو اکیلنا یا غیبت کرنا وغیرہ حلال ہے تو کافر ہو گیا، ۲۔ یا ایک مرد کو بیک وقت چار عورتوں تک نکاح کو جو شرعاً جائز ہے

اس کو پسند نہ کرے، ۳۔ یا پھوپھی یا چچا کی بیٹیوں سے نکاح پسند نہ کرے، ۴۔ یا یہ کہے کہ میں رسم و رواج پر چلوں گا شرع پر نہیں چلوں گا (ہاں

اگر فساد زمانہ کی شکایت کے طور پر یوں کہے کہ ہم لوگوں کا عمل رسوم رواج پر ہے شرع پر نہیں ہے اور حکم شرع کی تردید کا ارادہ نہ ہو تو کافر نہ

ہوگا) یا اگر کوئی کہے کہ کچھ تو شرم کر، اور وہ جواب میں کہے کہ میں شرم نہیں کرتا، کیونکہ۔ حضرت نے فرمایا اَلْحَسْبُ شُحْبَةُ بَنِي الْاِيْمَانِ (۱) ”حیا ایمان کی ایک شاخ ہے“، ۵۔ یہ کہنا کہ چھڑے کڑے اور بیٹی کا مارتا برابر ہے، ۶۔ اگر کوئی اپنی عورت کو کافر کہہ دے اور عورت کہے میں ایسی ہی ہوں مجھے چھوڑ دے تو وہ کافر ہو جائے گی کیونکہ اپنے کفر پر اقرار کرتی ہے اور اگر عورت شک کہہ کہے یعنی اس طرح کہے کہ اگر میں کافر ہوں تو مجھے چھوڑ دے تو اس پر کفر لازم نہ ہوگا، ۷۔ کوئی شخص ایمان لائے اور دوسرا اس کو منع کرے یا کہے کہ کچھ دیر کو (ٹھہر جا)، ۸۔ جو پہلی دفعہ اپنے بیٹے کو شراب پلا کر خوش ہو اور مہار کھا دے، ۹۔ کوئی فساد والی چیز پینے کے یا فسق کام کرنے کے وقت کوئی دوسرا آدمی فاسق کہے اور وہ خوش ہو، ۱۰۔ فساد راگ کی تعریف کرے یا حرام کو اچھا جانے، ۱۱۔ یوں کہے کہ تیرے اسلام پر لعنت ہو، ۱۲۔ چوری اور غصب (زبردستی چھین لینا) کی چیز کو ثواب کی امید سے دینا کفر ہے (یعنی جبکہ مال اصلی حالت پر موجود ہو اور صاحب مال بھی موجود و معلوم ہو۔ لیکن صاحب مال کو تو نہ دے اور ہا امید ثواب فقر پر صدقہ کرے تو کافر ہوگا لیکن اگر مال کی حالت متغیر ہوگئی یا صاحب مال اور اس کے درمیان معلوم و موجود نہیں تو اس صورت میں صدقہ کرنا واجب ہوگا اور ثواب کی بھی امید ہے لیکن چوری اور غصب کا گناہ اس پر قائم رہا، ۱۳۔ راگ بالمرزا میر کو حلال جاننا۔

۳۔ اللہ تعالیٰ کی ذات کا انکار کرے، مثلاً یوں کہے کہ خدا نہیں ہے یہ سب ڈھونگ ہے یا دنیا خود بخود بن گئی وغیرہ۔

۴۔ اللہ تعالیٰ کی کسی صفت کا انکار کرے، مثلاً یوں کہے اللہ تعالیٰ ہر وقت موجود نہیں ہے یا ہمیشہ سے نہیں یا ہر چیز پر قادر نہیں، یا وہ ہر شخص کی دعا نہیں سنتا یا فلاں فلاں چیزوں کی اس کو خبر نہیں یا وہ کلام نہیں کرتا۔ یا وہ مردہ ہے یا مر جائے گا یا اس نے مخلوقات کو پیدا نہیں کیا دنیا خود بخود بنی ہے یا دنیا مادہ سے خود بخود پیدا ہوگئی ہے اس کا کوئی خالق نہیں ہے وغیرہ ان سب صورتوں میں کفر ہو گیا یا اللہ تعالیٰ کے لئے جگہ مقرر کرنا یا آسمانوں پر بکھنا کفر ہے کیونکہ وہ زمان و مکان سے پاک ہے۔ اور یہ جو قرآن شریف میں آیا ہے لَقَدْ اسْتَوٰی عَلَى الْغُرْبِ (۲) ”پھر عرش پر قائم ہوا“ وغیرہ یہ آیات متشابہات سے ہیں جن کی مراد اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے۔

۵۔ اللہ تعالیٰ کے کسی نام کا خواہ ذاتی ہو یا صفاتی انکار کرنا، مثلاً یہ کہے کہ وہ رحیم یا رحمن یا اللہ یا غنی یا کریم وغیرہ نہیں ہے یا یہ اس کے نام نہیں تو کافر ہو گیا۔

۶۔ اللہ تعالیٰ کے لئے کوئی بری صفت ثابت کرنا یا اہانت کرنا۔ مثلاً یوں کہے کہ اللہ تعالیٰ ظلم کرتا ہے فلاں ظلم اللہ تعالیٰ کو پسند ہے یا فلاں آدمی کے جھوٹ کو اللہ تعالیٰ سچ کر دیتا ہے یا اللہ تعالیٰ کے ماں باپ بھائی بہن بیوی اور اولاد ہے یا اللہ تعالیٰ کھاتا پیتا، سوگھتا اگھتا ہے یا کسی عورت یا لڑکے سے عشق رکھتا ہے یا جماع کرتا ہے یا وہ کسی مرد یا عورت کی شکل میں ہے یا وہ بخیل ہے یا وہ کسی سے ڈر جاتا ہے یا وہ کسی سے مغلوب ہو جاتا ہے یا وہ کسی چیز کو بھول جاتا ہے یا وہ بہت کام کرنے سے تھک جاتا ہے وغیرہ، ان سب صورتوں میں کافر ہو گیا اگر کوئی کسی تنگی کی یا بیماری کی تکلیف میں یہ کہہ دے کہ نہ معلوم مجھے اللہ تعالیٰ نے کیوں پیدا کیا ہے کہ تکلیف پر تکلیف دیتا ہے اور دنیا کی لذتوں اور خوشی سے کچھ نصیب نہیں کرتا۔ یہ بات بعض علماء کے نزدیک کفر ہے اور بعض کے نزدیک کفر تو نہیں لیکن بڑا سخت گناہ ہے ایسی باتوں سے بچنا چاہئے (اس میں تحقیق یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ پر غصہ ہو کر ایسا کہنا کفر ہے سمجھ لیں) کسی نے کہا کہ تم فلاں برے پیشہ کو چھوڑ دو، وہ کہے خدا نے ہم کو یہی فرمایا ہے یہ کفر ہے۔

۷۔ جھوٹی باتوں پر خدا کو شاہد کرے (کیونکہ یہ بھی اہانت میں داخل ہے) مثلاً یوں کہے کہ خدا گواہ ہے کہ تو مجھے اولاد سے بھی زیادہ پیارا ہے یا خدا جانتا ہے کہ تیری خوشی اور غم مجھے اپنی خوشی اور غم کے برابر ہے ہرگز کم نہیں۔ یا اگر کوئی شخص مدعا علیہ سے کہے کہ میں تجھ سے

طلاق کی قسم لیتا ہوں نہ کہ اللہ تعالیٰ کے اسم پاک کی۔ اگر یہ بات اللہ تعالیٰ کے نام کی قسم کی حقارت کے طور پر کہے تو کافر ہو جائے گا اور اگر یہ نیت نہ دکھتا ہو بلکہ اس لئے خدا کی قسم نہ کھائی کہ جھوٹ سے خدا کی قسم کھا جائے گا اور اس قسم کی کوئی پرواہ نہ کرے گا اور طلاق کی جھوٹی قسم نہ کھائے گا بلکہ اس سے پرہیز کرے گا تو اس نیت سے طلاق کی قسم لینے والا کافر نہ ہوگا (حجی قسم کھانا حلال ہے اور جھوٹی قسم کھانا حرام اور قہر خدا کا سبب ہے) اگر کوئی کسی سے کہے کہ یہ کام خدا کے واسطے کر دے وہ کہے میں نہیں کرتا، یہ کفر ہے۔ اگر کوئی کہے کہ میں خدا کی قسم اور تیرے پاؤں کی خاک کی قسم کھاتا ہوں تو اس میں کفر کا ڈر ہے کیونکہ یہ سخت بے ادبی ہے کہ اللہ تعالیٰ کے نام پاک کے ساتھ پاؤں کی خاک کو برابر کیا۔

۸۔ اللہ تعالیٰ کے قطعی احکام میں سے کسی حکم کا انکار کرے۔ مثلاً یہ کہے کہ اللہ تعالیٰ مجھے اس کام کا حکم فرمائے تو بھی میں نہ کروں یا عالم دین کو بغیر کسی ظاہری سبب کے دشمن خیال کرے کیونکہ جب عداوت کا سبب دنیوی موجود نہیں تو معلوم ہوا کہ دینی سبب سے دشمن سمجھتا ہے نیز دینی علم اور شرع کی اہانت سے کفر لازم آتا ہے تو عالم دین کی دشمنی سے بطریق اولیٰ کافر ہو جائے گا یا لاحول پڑھنے کی اہانت کرے یا سلام کی آواز کی اہانت کرے۔ یا یہ عقیدہ رکھے کہ عشری زمین کا عشر اور خراجی کا مال یہ خراج بادشاہ کی ملک ہوتا ہے کفر ہے کیونکہ یہ مساکین کا حق ہے بادشاہ صرف تقسیم کرنے والا اور امین ہوتا ہے نہ کہ مالک (عشر پیداوار کا دسواں حصہ ہوتا ہے اور خراج جو بادشاہ مقرر کرے) یا کسی نے کہا کہ چلو شریعت سے فیصلہ کرائیں، دوسرے نے کہا میں شریعت کے فیصلے پر راضی نہیں یہ کفر ہے۔

۹۔ اللہ تعالیٰ کی ذات و صفات میں کسی کو شریک بنائے، مثلاً دو خدا یا زیادہ ماننا یا غیب کا دعویٰ کرے کہ مجھے معلوم ہے یا فلاں جانتا ہے وغیرہ (شرک کی تفصیل آگے علیحدہ بیان میں آئے گی، انشاء اللہ تعالیٰ)

۱۰۔ فرشتوں کا انکار کرے، مثلاً یوں کہے کہ فرشتہ کا وجود نہیں اگر ہوتا تو ہمیں بھی دکھائی دیتا لوگوں کے سنانے یا بہلانے کو قرآن میں فرشتوں کا ذکر کیا ہے یا فرشتوں کو اللہ تعالیٰ کی بیٹیاں کہے تو کافر ہو جائے گا۔

۱۱۔ کسی کتاب الہی یا اس کے ادنیٰ جزو کا انکار یا توہین کرے، مثلاً کسی آیت کی برائی کرے یا انکار کے طرز پر جھگڑے، یادف یا با نسر یا کسی اور قسم کے مزاحمیر کے ساتھ قرآن شریف پڑھنا یا نعت رسول صلی اللہ علیہ وسلم یا ذکر الہی بالمرامیر کرنا یا اگر کوئی بلند آواز سے قرآن شریف پڑھے دوسرا اس کو کہے کیا طوفانی آواز ہے یا ہنسی مذاق کے ساتھ قرآن شریف کی آیت پڑھنا یا قاری کی اہانت کے طور پر نقل کرنا یا یوں کہنا کہ میں قرآن پڑھ کر سیر ہو گیا یا بطور اہانت کے کہے کہ میں نے بہت قرآن پڑھ لیا یا کوئی کسی کو کہے کہ نماز پڑھ اور وہ جواب دے کہ لوگ میرے ہی واسطے پڑھتے ہیں، یا یوں کہے کہ بہت نمازیں پڑھ لیں اب طبیعت ملول ہو گئی ہے یا کہے کہ بیکار لوگوں کا کام ہے یا یوں کہے کہ نور سب احکام الہی کو تو مانتا ہوں مگر نماز یا روزہ یا حج یا زکوٰۃ وغیرہ کسی حکم کو کہے کہ نہیں مانتا یہ کفر ہے۔

۱۲۔ کسی نبی کا انکار یا اہانت کرے۔ مثلاً یوں کہے کہ حضرت موسیٰ یا عیسیٰ یا آدم یا محمد مصطفیٰ (علیہم الصلوٰۃ والسلام) نبی نہیں ہیں یا پیغمبروں کو جھوٹا کہے یا انبیاء علیہم السلام کی طرف فحش یا تصدیق زنا یا اور اسی قسم کی کوئی نسبت کرنا۔ مثلاً یوں کہے کہ فلاں نبی کے ناخن لمبے یا کپڑے لمبے تھے یا آدم علیہ السلام کو کپڑا بننے کی وجہ سے کہے کہ تمام لوگ جولا ہے کی اولاد ہوئے یا اگر کوئی شخص کہے کہ سرمنڈانا موٹھیں کترانا یا ناخن یا بغلیں صاف کرنا سنت ہے اور یہ انکار کرے، ایسے ہی کوئی کہے کہ ہاتھ دھوئے بغیر کھانا کھانا نیک اور اچھا طریقہ ہے پس اگر اس کا ارادہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کی ناپسندیدگی و اہانت کا ہے تو یہ کفر ہے اور ہمارے امام صاحب امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک اس کا کلیہ یہ ہے کہ سنت وحدیث قولی یا فعلی یا حضرت کے کسی حال شریف کی کوئی شخص حقارت یا انکار کرے تو کافر ہو جاتا ہے۔ (واللہ علم بالصواب)

۱۳۔ نقد یا انکار کرے مثلاً اگر کوئی کہے کہ بندہ اپنے افعال خود پیدا کرتا ہے یا یہ کہے کہ خالق خیر خدا (بزدان) ہے اور خالق شر،

شیطان (اہرمن) ہے وغیرہ تو کافر ہو جاتا ہے۔

۱۲۔ قیامت اور حشر و نشر کا انکار کرے، مثلاً یوں کہے کہ مرنے کے بعد زندہ نہیں کیا جائے گا۔ یا اللہ تعالیٰ سے زمین و آسمان فنا نہیں ہو سکتے یا حساب نہ ہوگا۔ یا دوزخ و جنت کا ذکر صرف لوگوں کو ڈرانے اور خوش کرنے کے لئے کر دیا ہے ورنہ حقیقت کچھ نہیں جنت و دوزخ کے کسی ثواب و عذاب خاص کا جو کہ قرآن حدیث متواتر میں مذکور ہے انکار کیا مثلاً کہا کہ وہاں حوریں نہیں یا غلمان نہیں یا دوزخ میں زقوم کا درخت نہیں یا کسی دوزخی کے لئے ستر گز کی زنجیر نہ ہوگی وغیرہ یا اگر کوئی کسی سے کسی حق کا طالب ہو وہ نہ دے تو صاحب حق کہے کہ میں قیامت کے دن سو گنا لے لوں گا وہ کہے کہ کچھ اور بھی دیدے اور قیامت کو سب لے لینا، یا اگر کوئی کہے کہ خدا تجھے جنت نصیب فرمائے اور وہ کہے کہ میں اس کو ہرگز بھی نہ چاہوں یا اگر کوئی کہے کہ میں نہیں جانتا کہ کافروں کا مکان جنت میں ہوگا یا دوزخ میں تو یہ قرآن کا انکار اور کفر ہے یا یوں کہے کہ مجھے دوزخ کا ہا لکل خطرہ نہیں۔ یا اگر کوئی کہے کہ گناہ نہ کر اور پرہیز کرتا کہ اس جہان آخرت میں حیرا حال تباہ نہ ہو، وہ جواب دے کہ اس جہاں سے کون آیا ہے، یا تاریخ کا قائل ہونا اور ہندوؤں کے عقیدے کی طرح یہ کہنا کہ مردوں کی روح زندوں میں آ جاتی ہے اور دوسرا جہنم لے کر اس جہاں میں رہتی ہے۔

قسم دوم: وہ کلمات ہیں جن سے اشارات انکار ثابت ہوتا ہو۔ یعنی ان ہی قسم اول کی چیزوں کو اس طرح سے کہے کہ اس سے انکار لکھتا ہو، مثلاً کسی نے کہا کہ سب دینوں میں اسلام حق ہے اس نے سن کر کہا کہ سب دین حق ہیں تو وہ کافر ہو گیا یا نبوی یا کاہن کو سچا کہا یا کسی نبی کی اہانت کی مثلاً ان کی کسی بات پر عیب لگایا، یا ان کے کسی فعل کی ہنسی اڑائی، یا ان کے حسب و نسب شکل و صورت پر طعن کی وغیرہ ان سب صورتوں میں کافر ہو گیا۔

قسم سوم: وہ کلمات ہیں جن سے صراحۃً شک ثابت ہو، مثلاً کسی نے کہا کہ مجھے اللہ تعالیٰ کے کریم ہونے میں یا رحیم یا رزاق ہونے میں شک ہے تو وہ کافر ہو گیا۔ علیٰ ہذا القیاس جو چیزیں قطعی الثبوت ہیں اگر ان میں شک و شبہ کرے تو کفر ہو جائے گا۔

قسم چہارم: وہ کلمات ہیں جن سے اشارات شک ثابت ہو۔ مثلاً کسی نے کہا کہ قیامت ضرور آئے گی اس نے سن کر کہا کہ دیکھا چاہئے یا کسی نے کہا جنت میں مومنوں کو بڑی بڑی نعمتیں ملیں گی اور کافروں کو دوزخ میں بڑے سخت عذاب ہوں گے اس نے کہا کہ نہیں ہے یہ سب کفر ہے دوسرے اجزائے ایمان کو بھی اسی پر قیاس کر لیجئے۔

قسم پنجم: وہ افعال ہیں جن سے انکار یا شک صراحۃً یا اشارات سمجھا جائے، مثلاً کسی نے قرآن مجید کو اہانت کی غرض سے نجاست یا آگ میں ڈالا یا اہانت کی غرض سے کعبے کی طرف پیشاب کیا یا تھوکا یا کسی مسجد کو گریا یا کسی عالم کو ماڈالا یا شرع کی کسی بات پر ٹھنھا کیا مثلاً ایک شخص واعظ قرآن یا قاری قرآن کی نقل کرنے لگا اور چند لوگ اس کے پاس بیٹھ کر ہنسی سے اس سے مسائل پوچھنے لگے یا اس نقل قرأت پر مذاق سے ہنسنے لگے پس وہ سب کافر ہو گئے یا ثواب جان کر کفر کسی رسم کو عمل میں لایا مثلاً زنانہ گلے میں ڈالا یا صلیب ڈالی یا ہنود کی مانند ماتھے پر ٹیکہ لگایا بولی اور نور و زکونیا یا بخوس کی سی ٹوپی پہن لی۔ یا کفار کی سی شکل و صورت وضع قطع بنالی یا ان کے کسی خاص لباس کو پہنا۔ پس اگر ان باتوں کو اچھا جان کر کرے گا تو کافر ہو جائے گا اور اگر گناہ جان کرے گا تو سخت گنہگار ہوگا مگر کافر نہ ہوگا۔ اگر عذر کیساتھ یعنی کسی کے خوف سے کریگا کہ اگر نہ کرے گا تو کوئی مار ڈالے گا یا ان کے ملک میں سے گزر نہ سکے گا اور ضرر پہنچے گا تب بوجہ ضرورت شرعی گناہ بھی نہیں یا کسی بت یا قبر یا صاحب قبر کے نام بکرا وغیرہ ذبح کیا یا بت یا قبروں کو سجدہ کیا یا توپ یا تھان یا دریا یا چوترہ یا جھنڈے کے آگے جانور ذبح کیا اللہ تعالیٰ کے علاوہ کسی کو سجدہ کیا یا اور افعال شرک بجالایا قبلہ معلوم ہوتے ہوئے بے عذر دوسری طرف منہ کر کے نماز پڑھی یا کسی منہ سے کئے ہوئے کام کو حلال سمجھ کر کیا مثلاً زنا کرنا درست و حلال جان کر کیا یا

شراب کو مباح سمجھ کر پیا یا اور گناہ اسی طرح سے کئے یا کوئی مسلمان شخص مسلمانوں اور کافروں کے عین مقابلے کے وقت کفار کے ساتھ ہو گیا اور مسلمانوں پر حملہ آور ہوا ان سب سورتوں میں وہ شخص کافر ہو گیا کیونکہ یہ تمام افعال دین کے انکار یا شک پر دلالت کرتے ہیں۔

فائدہ : ۱۔ اگر کسی نے کوئی کلمہ کفر کہا اور اس کو معلوم نہیں کہ یہ کلمہ کفر ہے تو بعض علماء کے نزدیک جہل عذر نہیں اور وہ کافر ہو گیا

بعض کہتے ہیں کہ نہ جانا (جہل) عذر ہے وہ کافر نہیں ہوا۔ (البتہ دوبارہ نکاح پر صومانا اور توبہ کرنی چاہئے)

۲۔ جس وقت کسی نے کفر کی نیت کی اسی وقت کافر ہو گیا خواہ نیت دس برس بعد کے لئے کی ہو مثلاً کسی نے نیت کی کہ اگلے سال

کرستان یا یہودی ہو جاؤں گا تو ابھی کافر ہو گیا کیونکہ اللہ تعالیٰ سے بڑھ کر ہونا کفر ہے۔

تنبیہ : مفتی حضرات کے لئے ضروری ہے کہ جب تک موجبات کفر نہ دیکھے بے دھڑک کسی مسلمان کو کافر نہ بنا دیا کرے کہ

شاید اس سے بغیر قصد کے نکل گیا ہو، یا س بات کے معنی سمجھ میں نہ آئے ہوں۔ حدیث شریف میں آیا ہے کہ جب کوئی شخص کسی کو لعنت کرتا ہے

یا کافر کہتا ہے ملائکہ اس کلمہ کو آسمان تک لے جاتے ہیں پس اگر وہ شخص جس کے لئے وہ کلمہ کفر استعمال کیا ہے وہ اس قاتل ہے تو اس پر ڈال

دیئے ہیں ورنہ جس نے کہا تھا آخر وہ کلمہ اس پر پڑتا ہے امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اسلام کے گمراہ فرقوں کی بھی تکفیر نہیں کرتے تھے۔ بعض لوگوں

نے ایسا طریقہ اختیار کر رکھا ہے کہ جہاں کسی شخص نے ان کے معتقدات میں سے خواہ وہ خلاف واقعہ اور خلاف اصل ہی ہوں کسی چیز کا ذرا بھی

انکار کیا اس کو اسی وقت کافر بنا دیا۔ گویا کفر و اسلام ان کے معتقدات کے نہ ماننے یا ماننے پر منحصر ہے یہ بڑی سخت غلطی دیدہ دلیری اور دریدہ

دہی ہے اس سے بچنا اور فتویٰ میں احتیاط برتنا لازم ہے اگر کسی میں بہت سی وجہیں کفر کی ہوں اور وہ دعویٰ اسلام کا رکھے تو اس کو کافر نہ کہا جائے

گا۔ اگر بہت سی روایتوں کے بموجب کفر کا حکم لگتا ہو اور ایک روایت سے کفر نہ آتا ہو تو اس کو مسلمان ہی کہنا چاہئے۔ ملا علی قاریؒ نے لکھا ہے

”علمائے ذکر کیا ہے جبکہ مسئلہ متعلق بہ کفر میں نہ تو احتمال کفر کے ہوں اور ایک وجہ اسلام کی ہو تو مفتی اور قاضی کو ایک وجہ سے اسلام پر فتویٰ

دینا چاہئے کیونکہ ہزار کافروں کے قتل نہ کرنے کی غلطی بہت ہلکی ہے ایک مسلمان کے قتل کرنے کی غلطی سے“۔ (۱) مطلب یہ ہے کہ کسی نفس

کے قتل کرنے میں سخت احتیاط کی ضرورت ہے اور دوسری جگہ لکھا ہے کہ اگر قاتل کے ارادے میں عدم کفر کا احتمال ہو تو وہ عند اللہ مومن ہے اگر

اس کی مراد کوئی اور دوسری وجہ ہو موجب کفر ہے تو عند اللہ کافر ہے اور مفتی کا فتویٰ اس کے اسلام پر بے کار ہے لیکن ایسے آدمی کو (یعنی کفر کا

ارتکاب کرتے والے) کو تجدید ایمان و تجدید نکاح کرنا چاہئے اور اپنے آپ کو سچا مومن اور مسلمان جانے۔ اگر کوئی شخص کفر کا کلمہ کہے اور پھر

انکار کر دے (کر جائے) تو یہ بھی ایک قسم کی توبہ ہے اور اس کو بھی کافر کہنا جائز نہیں ہے۔

وصیت : ایمان سے زیادہ کوئی نعمت نہیں پس اس کی محافظت ہر وقت واجب اور اس کی زینت و ترقی کے لئے ہر وقت

گناہوں سے بچنا اور عبادت میں مصروف رہنا ضروری ہے اور یہ نہ سوچے کہ پھر کسی وقت توبہ کر لی جائے گی کیونکہ کسی کو کیا معلوم کہ کس وقت

موت آ جائے اور توبہ کا وقت و توفیق پھر اس کو نصیب ہو یا نہ ہو۔ اس لئے ایمان کی حفاظت ہر وقت ضروری ہے اور توبہ استغفار کرتے رہنا

لازمی ہے اللہمَّ هَبْ لَنَا ذُلَّةَ الْإِيمَانِ وَ اغْفِرْ لَنَا وَ ارْحَمْنَا وَ ثَبِّتْ أَقْدَامَنَا وَ اذْخُلْنَا الْجَنَّةَ الْفَرْدُوسَ۔ آمین

نفاق کا ذکر : ایمان و کفر میں کوئی واسطہ نہیں یعنی آدمی یا مسلمان ہو گا یا کافر، تیسری صورت کوئی نہیں کہ نہ مسلمان ہو نہ

کافر، نفاق یہ ہے کہ انسان زبان سے دعویٰ اسلام کرے اور دل میں اسلام سے انکار ہو یہ بھی خالص کفر ہے بلکہ کہ اشد درجہ کا کفر ہے اور ایسے

لوگوں کے لئے جہنم کا سب سے نیچے کا طبقہ ہے إِنَّ الْمُنَافِقِينَ فِي الدَّرَكِ الْأَسْفَلِ مِنَ النَّارِ (۲) ”بلاشبہ منافقین دوزخ کے سب سے

بچے کے طبقے میں جائیں گے، حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ مبارک میں کچھ لوگ اس بری صفت کے ساتھ اس نام سے مشہور ہوئے کہ ان کے کفر باطنی پر قرآن ناطق ہوا۔ نیز نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے وسیع علم سے ایک ایک کو پہچانا اور فرمادیا کہ فلاں فلاں شخص منافق ہے لیکن آپ کے بعد کسی زمانے میں بھی کسی خاص شخص کی نسبت قطعی طور پر منافق نہیں کیا جاسکتا بلکہ ہمارے سامنے جو اسلام کا دعویٰ کرے ہم اس کو مسلمان ہی سمجھیں گے اور کہیں گے جب تک اس سے وہ قول یا فعل جو ایمان کے خلاف ہو صادر نہ ہو۔ اور اس کو عملی نفاق کہیں گے۔ اس بنا پر جو شخص باطنی طور پر اسلامی عقائد کا معتقد ہو مگر ظاہری اعمال میں قاصر ہو اس کو عملی منافق کہا جاسکتا ہے اور نفاق عملی نفاق حقیقی کا سبب بن سکتا ہے جیسا کہ بعض اوقات گناہوں کا ارتکاب کرتے کرتے کفر حقیقی کی نوبت بھی آسکتی ہے پس اپنے اعمال میں اس کا محاسبہ جاری رکھے۔ وفقنا اللہ لصالح الاعمال ووفقنا عن اعمال النفاق والكفر ومعتقد التهماء آمین

شرک و رسوم کفار و جہال

شرک کی تعریف

اللہ تعالیٰ کی ذات یا صفات میں کسی دوسرے کو شریک کرے یا اس کے برابر کسی اور کو سمجھے اور اس کی مخصوص تعظیم و عبادت و فرماں برداری میں کسی کو ملائے اور برابر کرنے کو خواہ وہ کوئی بھی کیوں نہ ہو شرک کہتے ہیں، بعض شرک سخت حرام ہیں اور بعض کفر میں داخل ہیں۔ شرک کی چند اقسام یہ ہیں:

اول شرک فی الذات: یعنی اللہ تعالیٰ کی ذات میں کسی اور کو شریک بنانا مثلاً یوں کہے کہ دو خدا ہیں یا تین خدا ہیں یا بہت سے خدا ہیں جیسے آتش پرست کہ دو خدا مانتے ہیں (ایک یزدان یعنی خالق خیر دوسرا اہرمز یعنی خالق شر) اور عیسائی کہ تین خدا مانتے کہ وجہ سے مشرک ہیں (یعنی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو خدا کا بیٹا اور حضرت مریم کو خدا کی بیوی مان کر تثلیث کے قائل ہوئے اور شرک ہو کر گمراہ ہو گئے) اور ہنود کہ بہت سے خدا مان کر مشرک ہوئے (یعنی چاند، سورج، آگ، پانی، شجر، حجر وغیرہ کو بھی خدا مانتے ہیں)۔

دوم شرک فی الصفات: یعنی اس کی صفات میں کسی اور کو شریک کرے اور اس کی بہت سی اقسام ہیں مثلاً:

۱۔ شرک فی العلم یعنی کسی دوسرے کے لئے خدائے تعالیٰ کی مانند صفت علم ثابت کرنا اور یوں سمجھنا کہ فلاں پیغمبر یا ولی وغیرہ از خود علم غیب جانتے تھے، یا پیغمبروں اور ولیوں کو غائب و حاضر قریب و بعید ماضی حال مستقبل وغیرہ سب کی، خدا کی طرح خبر ہے یا ان کو خدا کی طرح ذرے ذرے کا علم ہے، یا وہ اللہ تعالیٰ کی طرح ہمارے حالات سے واقف ہیں یہ سب شرک فی العلم ہے۔

۲۔ شرک فی القدرة یعنی اللہ تعالیٰ کی مانند نفع و نقصان دینے یا کسی چیز کی موت و حیات یا کسی اور امر کی قدرت کسی اور کے لئے ثابت کرنا مثلاً یہ سمجھنا کہ فلاں پیغمبر یا ولی یا شہید وغیرہ پانی برسا سکتے ہیں یا بیٹا بیٹی دے سکتے ہیں یا مرادیں پوری کر سکتے ہیں یا روزی دے سکتے ہیں یا مارنا اور زندہ کرنا ان کے قبضہ میں ہے اگر وہ ناراض ہو گئے تو ہمارا فلاں نقصان کر دیں گے یا خوش ہو کر ہمیں نفع پہنچائیں گے وغیرہ یہ سب شرک فی القدرة ہے۔

۳۔ شرک فی السمع، یعنی جس طرح اللہ تعالیٰ نزدیک و دور، خفی و جہر اور دل کی بات سنتا ہے کسی اور کو بھی خواہ وہ نبی ہو یا ولی وغیرہ ایسا ہی سننے والا سمجھنا شرک فی السمع ہے۔

۴۔ شرک فی البصر: یعنی اللہ تعالیٰ کی طرح کسی مخلوق (نہی یا دلی یا شہید وغیرہ) کو یوں سمجھنا کہ مجھی اور کھلی اور دور و نزدیک کی ہر چیز کو اللہ تعالیٰ کی مانند دیکھتا اور ہمارے کاموں کو ہر جگہ پر دیکھ لیتا ہے۔ شرک فی البصر ہے۔

۵۔ شرک فی الحکم، یعنی اللہ تعالیٰ کی طرح کسی اور کو حاکم سمجھنا اور اس کے حکم کو اللہ تعالیٰ کے حکم کی طرح ماننا مثلاً پیر صاحب نے حکم دیا کہ یہ وظیفہ عصر کی نماز سے پہلے پڑھا کرو تو اس حکم کی تعمیل اس طرح ضروری سمجھے کہ وظیفہ پورا کرنے کی وجہ سے عصر کا وقت مکروہ ہو جانے کی پرداہ نہ کرے یہ شرک فی الحکم ہے۔

۶۔ شرک فی العبادۃ۔ یعنی اللہ تعالیٰ کی طرح کسی دوسرے کو عبادت کا مستحق سمجھنا یا کسی کے لئے عبادت کی قسم کا فعل کرنا مثلاً کسی قبر یا پیر کو سجدہ کرنا یا کسی کے لئے رکوع کرنا یا کسی پیر یا پیغمبر ولی یا امام کے نام کا روزہ رکھنا یا کسی کی نذر اور منت ماننا یا کسی گھر یا قبر کا خانہ کعبہ کی طرح طواف کرنا وغیرہ یہ سب شرک فی العبادۃ ہے۔

ان کے علاوہ اور جس قدر اللہ تعالیٰ کی صفات ہیں خواہ فعل یہ ہوں جیسے رزق دینا، مارتا، جلانا، عزت و آبرو دینا، نفع و نقصان دینا وغیرہ یا شئون ذاتیہ اور صفات ثبوتیہ اور صفات سلبیہ ہوں ان میں کسی اور کو اللہ تعالیٰ کی برابر سمجھنا شرک ہے پس جمیع مخلوقات کو اللہ تعالیٰ کے سامنے عاجز محض اور جمیع صفات سے خالی سمجھے۔ ہاں اس نے اپنے ارادے سے جس کو جس چیز کی خبر یا قدرت یا اور صفت عطا فرمائی ہے اسی قدر اس کو حاصل ہے اور اس میں بھی اللہ تعالیٰ کے آگے وہ مجبور محض ہے اس کے حکم اور ارادے کے بغیر خواہ کوئی شخص آسمان کا رہنے والا ہو یا زمین کا نہ کسی کو نفع دے سکتا ہے نہ نقصان اور نہ کسی اور امر کی قدرت رکھتا ہے۔ اس لئے شرک سے بچ کر اپنے عقیدوں کو صحیح رکھنا چاہئے بہت سے ایسے کام ہوتے ہیں جن میں شرک کی ملاوٹ ہو جاتی ہے ان سے پرہیز لازمی ہے۔

اب شرک کی تمام قسموں کے متعلق مشترکہ جزئیات یکجا لکھی جاتی ہیں:

۱۔ اگر کوئی شخص بادشاہ یا حاکم وغیرہ کو سجدہ کرے خواہ عبادت کی نیت سے ہو یا کسی اور نیت سے یا کوئی نیت نہ ہو یہ تو شرک فی العبادۃ ہے ایسا شرک کافر ہو جائے گا اسی طرح پیر، استاد، ماں، باپ وغیرہ کو اور قبروں کو سجدہ تعظیم کے ارادے سے کرنا کفر ہے۔ اگر سلام اور تحیت کے ارادے سے کرے تو بعض علما کے نزدیک کافر نہ ہوگا البتہ گناہ کبیرہ کا مرتکب ہوگا۔ اور فتاویٰ ظہیری میں ہے کہ مطلقاً سجدہ کرنے سے کافر ہو جائے گا خواہ کسی بھی نیت سے ہو لیکن یہ اس وقت ہے کہ سجدہ کرنے والا اپنے اختیار سے کرے اور اگر اپنی جان کے قتل کے ڈر سے کرے تو کافر نہ ہوگا اور زمین کا چومنا سجدہ کرنے کے قریب ہے اس سے پرہیز کرنا چاہئے۔

۲۔ درختوں کا پوجنا جیسا کہ ہندو اور بعض جاہل مسلمان پٹیل و برگد و جنڈ وغیرہ کو پوجتے ہیں اور بنی یا سلطان وغیرہ کے قدموں کو پوجنا یا قبروں یا درختوں کی کھوکھو پر یا عمارات بنانے یا نئے کنوئیں کھدوانے پر جانور ذبح کرنا یا دیوؤں یا پریوں اور مردہ روحوں کی رضا حاصل کرنے کے لئے ذبح کرنا شرک ہے اور وہ ذبیحہ حرام ہے۔ البتہ اگر کوئی اللہ تعالیٰ کی رضا کے لئے ذبح کرے کہ اللہ تعالیٰ تمام آفات و بلیات کو دفع کر دے تو جائز و حلال ہے لیکن ایسی جگہوں میں جہاں شرک کا گمان ہو ذبح نہ کرے بلکہ دوسری جگہ کر دے، مثلاً اگر کوئی کنوئیں کی آرائشی کے واسطے کرے اور نیت خالص اللہ تعالیٰ کی رضا کے لئے ہو تو ایسا کرے کہ کنوئیں کے پاس ذبح نہ کرے جیسا کہ جاہلوں کی رسم ہے بلکہ گھر میں ذبح کرے۔

۳۔ گیدڑ، گدھا، اُلو، کوا، تیر وغیرہ کی بولی سے بدفالی (بدشگونی) لینا شرک ہے۔ حدیث شریف میں ہے: **الْبَطْنُورَةُ شِرْكٌ** (۱) (پرندوں

سے قال لینا شرک ہے) ایسے ہی آنکھ پھڑکنے اور ہاتھ میں خارش ہونے اور چھینک وغیرہ سے نہ اشگون لینا شرک ہے اسے عربی میں تطہیر یا طہیرہ کہتے ہیں جس کو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے شرک قرار دیا ہے۔ اور نیک قال لینا البتہ جائز ہے اور وہ یہ ہے کہ اچھا کلمہ اتفاقاً کان میں پڑ گیا اور اس سے نیک شگون لے کر رحمت خداوندی کے امیدوار ہو گئے۔ پس اگر قصد امور قال کا پیچھا کیا جائے اور ان کا یقین کیا جائے اور ان کو موثر حقیقی سمجھا جائے اور خواہ وہ شگون نیک ہو یا بد، یہ کفر ہے اور اگر ان امور کے موثر حقیقی ہونے کا اعتقاد نہ ہو اور ان کو سبب جانے اس طرح پر کہ اللہ تعالیٰ ان مواقع میں ایسا کرتا ہے اور ممکن ہے کہ اب بھی ایسا ہو جائے اور ممکن ہے ایسا نہ بھی کرے تو یہ باطل و کفر تو نہ ہوگا لیکن شعائر کفر اور وہم کو اکثر اس معنی کی طرف لے جانے والا ہونے کی وجہ سے منع کیا جائے گا تاکہ اعتقاد فاسد کا مادہ کٹ جائے۔ اور نیک قال جس کی تعریف اوپر گزری محمود اور سنت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نیک قال بہت لیا کرتے تھے خصوصاً لوگوں کے ناموں اور جگہوں اور اچھے کلمات سے۔ نیک قال کی تعریف اور برے شگون کی برائی میں یہ نکتہ ہے کہ اللہ تعالیٰ سے نیکی اور فضل و رحمت کا امیدوار ہونا بہر حال بہتر ہے اگرچہ وہ خیال غلط پڑے اور خلاف ظاہر ہو اور حق تعالیٰ سے امید کا قطع کرنا او بداندیشی کرنا شرعاً اور عقلاً مذموم ہے اور ہوگا وہی جو سبحانہ تعالیٰ چاہے گا اور یہ جو اکثر عامل لوگ خاص طریقوں سے قال کھولتے ہیں اور گزشتہ یا آئندہ کے متعلق خبریں دیتے ہیں۔ خود بھی یقین کر لیتے ہیں اور دوسروں کو بھی یقین دلاتے ہیں یہ سب منع اور دین کو ضائع کرنے والی باتیں ہیں۔ خوب اچھی طرح سمجھ لیجیے۔

۴۔ حفظ آفات و امن ہلیات کے ارادے سے دھامے، مکے، کوڑیاں وغیرہ باندھنا بشرطیکہ ان کو موثر حقیقی سمجھے تو شرک ہے، اگر موثر حقیقی اللہ تعالیٰ کو سمجھے اور کسی طبی فائدے کے لئے کسی حکیم یا تجربہ کار آدمی کی رائے سے ڈالے تو امید ہے کہ کوئی مضائقہ نہ ہوگا لیکن خواہ خواہ نہ ڈالے تاکہ مشابہت شرک سے بچے (تعویذ گنڈے کا بھی یہی حکم ہے لیکن گنڈا پر تعویذ کلام الہی پڑھایا جانے کی وجہ سے عموماً موثر حقیقی اللہ تعالیٰ ہی کو سمجھا جاتا ہے) اس لئے اس میں نیت کی خرابی کا احتمال کم ہے اور جائز ہے۔

۵۔ گوبر خشک (گوہا) لکڑی، اینٹ، ڈھیلا وغیرہ سے راستہ میں آساد پوی وغیرہ بنانا اور اس پر لکڑی اینٹ وغیرہ رکھ کر منت ماننا شرک ہے اسی طرح کوئی میت دفن کر کے آئے یا سفر سے واپس آئے تو اس کے سامنے پانی یا لسی ڈالنا یا جس دن کسی کے گھر سے مردہ نکلے تو تمام پانی گرا دینا یہ سب شرک فی العادۃ اور جاہلوں کی رسوم ہیں۔

۶۔ دنوں اور تازیخوں سے قال لینا اور سعد و نحس سمجھنا و اہیات اور حرام ہے۔ محض اللہ تعالیٰ پر بھروسہ رکھنا چاہئے، نفع و نقصان سوائے اللہ تعالیٰ کے اور کسی سے ہرگز نہ جانے۔ اسی طرح دنیا کے کاروبار کو ستاروں کی تاثیر سے سمجھنا یا کسی مینے کو منحوس جاننا حرام ہے۔

۷۔ اللہ تعالیٰ کے سوا کسی اور پر توکل کرنا کھلا شرک ہے ظاہری اسباب کا اختیار کرنا جائز اور شرط عقل ہے لیکن اس کا اثر اور نتیجہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے جانے اسی طرح بیماری کا علاج کرنا اور روزی کے لئے کسب کرنا سب جائز ہے لیکن مرض سے فائدہ اور روزی کا حصول وغیرہ مخائب اللہ سمجھے ان اسباب سے نفع و نقصان کو سمجھنا شرک ہے نفع و نقصان اللہ تعالیٰ کے اختیار میں ہے یہ محض اسباب ہیں جو اسباب ظاہر میں نہیں اگر وہ شرع کے خلاف ہیں تو سب حرام ہیں مثلاً ٹوٹے ٹوٹے اور شگون بد اور غیر شرعی منتر جتر جھاڑ پھونک وغیرہ اور جو اسباب ظاہری اللہ تعالیٰ نے مہیا فرمائے جیسے بھوک کے لئے خوراک اور پیاس کے لئے پانی اور روشنی کے لئے چاند سورج اور صحت کے لئے دوائی، دیکھنے کے لئے آنکھ، سننے کے لئے کان، جلانے کے لئے آگ، پردے کے لئے دیوار، موذی اور دشمن کے لئے سونٹا، ہتھیار وغیرہ ان سب کو اسباب سمجھ کر استعمال کرنا جائز ہے اور ان کا اثر اللہ تعالیٰ کی طرف سے سمجھے، ان کا اپنا اس اثر میں داخل نہ سمجھے۔

۸۔ بندوں کے لئے اگرچہ وہ پیر یا صحابہ یا امام یا پیغمبر ہی ہیں کیوں نہ ہوں روزہ رکھنا شرک ہے۔ روزہ صرف اللہ تعالیٰ کے لئے

رکھے۔ ہاں روزے کا ثواب بزرگوں کی ارواح کو پہنچا سکتا ہے۔ اسی طرح نفل سب اور صدقے اور خیراتیں اور نفل حج بھی صرف اللہ تعالیٰ کے لئے ہونے چاہئیں اوزان کا ایصال ثواب جائز ہے۔

۹۔ اللہ تعالیٰ کے سوا کسی اور کی قسم کھانا اور اللہ تعالیٰ کے سوا کسی اور کے نام کی منت ماننا شرک ہے۔

۱۰۔ کچھ ایک دریائی جانور کا سینک یا ہڈی ہوتی ہے جسے ہندی میں گھونگھا کہتے ہیں اسے ہندو لوگ مندروں وغیرہ میں بجاتے ہیں اور اس سے گدھے کی سی آواز نکلتی ہے اور اہل ہندو اور جاہل مسلمان اس کا سرمہ بنا کر تبرک کے طور پر آنکھوں میں لگاتے ہیں۔ یہ ناجائز ہے۔ ہاں اگر بطور دوا کے (نہ کہ تبرک کے لئے) اور دواؤں کے ساتھ پیس کر یا محض اسی کو لگائے تو جائز ہے۔

۱۱۔ ٹوٹے ٹوٹے کرنے والے جاہل فقیر دھاگوں سے ٹھیکریاں باندھ کر درختوں میں باندھتے ہیں، اسی طرح انگوٹھی اور چھابا باندھنا جس کو کاجو پیر کی ڈھیل کہتے ہیں اور نگلے یا ہاتھ پیروں میں کالی اون کا دھاگا باندھنا یہ سب رسوم کفار و جہال ناجائز ہیں۔

۱۲۔ ماتا رانی ماتا دیوی غنڈی ماتا وغیرہ (چھوٹی بڑی) چیچک کو پوجتا (یہ ایک مرض ہے جو صفر کے باعث لاحق ہوتا ہے) جاہل لوگ اس کی تعظیم اور پرستش کرتے اور ماتا رانی وغیرہ نام رکھ کر ان کی خوشنودی کو اس بیماری کے دفعیے کا ذریعہ سمجھتے ہیں جو سراسر شرک ہے۔

۱۳۔ اناج کے ڈھیر کے گرد لکیر کھینچنا اور کھلیان میں ننگے سر داخل نہ ہونا اور وہاں ہرگز کلام نہ کرنا اور گوگل حرنل وغیرہ کی دھونی دینا اور ان امور کے ترک کو برا جاننا سب شرک اور رسوم کفار سے ہے۔

۱۴۔ اگر کوئی شخص گھر سے روانہ ہو جائے اور بعد میں گھر میں سے کوئی بلائے تو واپس آنے کو برا سمجھنا شرک ہے۔

۱۵۔ ملا، دھوبی اور کسی سردار (نمبردار وغیرہ) کے ملنے کو برا سمجھنا اور خاکروب ڈوم وغیرہ کے ملنے کو اچھا جاننا کواڑانا، اوی

(رسوئی) پانا وغیرہ سب شگون بد اور حرام ہیں۔

۱۶۔ جب تک خود نہ لگائے کسی کو جامن (یعنی وہی جمانے کے لئے لسی) نہ دینا یا دودھ کے نیچے سے آگ نکال کر نہ دینا۔ اسی طرح بعض لوگ دودھ لسی لگی ڈوم کو اور بعض چھپنی (دھوبی جو کپڑے چھاپتا ہے) کو نہیں دیتے اور بعض لوگ ان چیزوں کے بیچنے کو عیب جانتے ہیں یہ سب واہیات اور غلط فہمیاں ہیں۔

۱۷۔ نوچندی رات یا جمعرات کو حیوانوں اور چوپایوں کا دودھ خیرات کرنا اس طرح کہ تھوڑا سا لوگوں کو دے کر باقی خود کھا جانا اور جو بچ رہے اس کو صبح کے وقت کھانا اور دہی بنا کر کھن نہ نکالنا اس خیال سے کہ ان کے باپ دادا (جو کفار تھے یا جہالت کے باعث) اس کام سے راضی نہیں ہیں، خدا نخواستہ اگر ان کی مرضی کے خلاف یہ عمل کیا جائے تو مال ضائع ہو کر ہم لوگ مفلس رہ جائیں گے۔

۱۸۔ لوہڑی وغیرہ ہندوؤں کے رسوم و تہوار منانا بالکل منع اور حرام و شرک ہے (ہندوؤں کے اعتقاد میں لوہڑی ان کی ایک پیشوا عورت کا نام ہے جس کے نام سے آخر ماہ پوس اور شروع ماہ منکھسر میں جواریکئی وغیرہ بھون کر اس کے پہلوؤں کو جلاتے اور کئی قسم کی نامعقول حرکات کرتے ہیں اور زور بدر پھر کر مارتے ہیں مسلمانوں کو ایسا کرنا صریحاً حرام بلکہ کفر کا خوف ہے یہی حکم دیوانی وغیرہ رسوم کفار کا ہے)۔

۱۹۔ بچہ جننے والی عورت (زچہ) کو سات دن تک ناپاک و نجس جان کر برتنوں سے الگ رکھنا اور اس کے جھوٹے کو ناپاک سمجھنا اور اس گھر سے آگ پانی وغیرہ ہرگز کسی کو نہ دینا اور لوہے یا آگ کا پاس رکھنا اور کینوں کو کہنا کہ زچہ کے سامنے نہ آئے پھر باپ دادوں کی جہالت والی رسمیں کرنا یعنی بچہ پیدا ہونے کے بعد کوئی حیوان ذبح کر کے اس کا گوشت صرف اپنے قبیلے کے لوگوں کو دینا یا کھلانا اور غیروں کو نہ دینا اس کے بعد جو کھا نا بخ رہے اسے زمین میں دفن کر دینا۔ یہ پیر پرستوں کی رسم ہے جو سنت عقیدہ کی بجائے اختیار کر لی گئی ہے اللہ تعالیٰ اس

سے بچائے آئین۔ نیز دہائی کے پیر کے نیچے پیسہ رکھنا جب وہ بچے کی نال کاٹے، سات قسم کے اناج ملا کر پکانا اور سات سہاگنوں کو کھلانا اور چھانچ (سوپ) یا چھلنی میں کچھا اناج اور سوا پیسہ مشکل کشا کے نام کا رکھنا وغیرہ رسوم زچگی شرک و حرام ہیں۔

۲۰۔ شادی بیاہ میں بہت سی رسمیں شرک و کفر و بدعت کی ٹوٹ کر رہ گئی ہیں یہ سب منع اور حرام ہیں ان سب رسوم کا احاطہ کرنا اور پھر اس مختصر میں لکھنا بہت مشکل ہے کیونکہ ہر جگہ کی رسوم مختلف ہوتی ہیں اس لئے چند مشہور رسمیں یہاں درج کی جاتی ہیں اور باقی بھی انہی پر قیاس کی جاسکتی ہیں مثلاً گھڑا گھڑولی یہ ایک رسم ہے جس میں عورتیں جمع ہو کر دولہا کے سر پر سرخ کپڑے وغیرہ کی جھار ڈال کر ایک نیا گھڑا اپنے سر پر رکھ کر کنوئیں پر سے پانی بھر کر لاتی ہیں اور آتے جاتے گاتی بجاتی ہیں۔ نوکرے پر چڑھ کر نہانا اور دولہا کے ہاتھ پر چراغ جلانا نوکرے پر سے چھٹانگ مار کر چھین (مٹی کا ڈھکن) توڑنا، مردوں کا ہاتھ پیروں میں مہندی لگانا تلواریا تیر دولہا کی زبان اور ہاتھ پر رکھنا۔ ہاتھوں یا پیروں کو کنگنا باندھنا یا کنگنا پلنگ یا دلہیز یا ستون و جگی وغیرہ کیساتھ باندھنا سہرا باندھنا، سرس یا شیشم کے پتے پگڑی میں رکھنا یا چھیر یا چھت میں لگانا۔ سات سہاگنوں (زندہ خاوند والی عورتوں) کا ل کر نوٹہ کو صفیحت کرنا تیل دولہا یا دلہن کے سر پر ڈالنا۔ دودھ اور پانی ملا کر ایک طشت میں ڈال کر ایک انگوٹھی اس میں ڈالنا جس سے دولہا اور دلہن کھیلتے ہیں۔ دولہا دلہن کے دامن کو آپس میں گرہ دے کر گھوڑے وغیرہ کے گرد گھمانا یا گٹھ جوڑ کر کے مزاروں، مسجدوں و دیگر خاص خاص مقامات پر پھرنا، چوری (مالیدہ) کوٹ کر دلہن کو دینا اور تھوڑی سی اس کے پاؤں کے نیچے رکھنا۔ دلہن کو مائیں بٹھانا یعنی شادی سے چند روز پہلے دولہا یا دلہن کو ایک بورے پر بٹھا کر مائیں (جوز مائل) اس کے نیچے ڈال دیتے ہیں، جنڈی یا کٹڑیا کھار کے چاک وغیرہ کے گرد سات پھیرے دینا۔ ہر کام پر رنگ پر دست (نبدھے ہوئے ربی انعام) تقسیم ہوتے ہیں مثلاً نائی نے دیگ کے لئے چولہا بنا کر رنگ مانگا تو اس کو ایک خوان میں اناج اس پر ایک بھیلی گڑی رکھ کر دیا جاتا ہے۔ اسی طرح ہر روز ذرا ذرا سے کام پر یہی جرمانہ (اگر یہ حق اللہ مت ہے تو ایک ہی دفعہ دیداد اس ڈھونگ اور شہرتا خلاف شرع طریقے کی کیا ضرورت ہے کہ یہ جارہ فاسد ہے) بڑی دینا دولہا کی طرف سے اور بری کی چنگیز دلہن کے گھر سے دینا وغیرہ غرض کہ منقہ سے لے کر شادی اور رخصتی تک بیشمار مختلف رسوم ہر ملک و ہر زمانے میں رائج ہیں جو شرک اور بدعت اور ممنوع ہیں۔

۲۱۔ شب برات کے موقع پر چراغاں کرنا اور عاشورا کے موقع پر تعزیئے نکالنا، ہر سال محرم کے شروع دس دن تک حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کا سوگ کرنا، چھاتی پینٹنا، مرثیہ خوانی کرنا، دلدل نکالنا وغیرہ یہ سب رافضیوں (شیعوں) کے رسم و رواج ہیں جو منع و حرام ہیں۔ رافضیوں، بدعتیوں، فاسقوں اور بھلا کی رسمیں منع ہیں۔ دیگر مہینوں اور ایام کی رسمیں بھی اس پر قیاس کرنی چاہئیں۔

۲۲۔ حضرت پیران پیر رحمۃ اللہ علیہ قدس اللہ اسرارہ کے ختم کے لئے چاند کی بارہویں یا گیارہویں رات مقرر کرنا واہیات ہے، وہی رات شرط نہیں ہے آگے پیچھے کر سکتے ہیں۔ اسی طرح کسی کھانے وغیرہ کی تخصیص نہیں بلکہ جس وقت جو کچھ توفیق ہو غریب و فقرا پر صدقہ کر کے اس کا ثواب جن بزرگوں کی ارواح کو چاہے ہدیہ کر دے یہی حکم بایسویں ستائیسویں وغیرہ جملہ رسوم ختم فاتحہ و ایصال ثواب وغیرہ کا ہے اور اس قسم کے مسائل میں اصول یہی ہے کار خیر کے لئے جب شرع شریف سے کوئی وقت یا چیز یا صورت مقرر نہیں ہے تو اختیار ہے کہ جب چاہے اور جس طرح اور جو چیز چاہے خیرات کر دے اپنی طرف سے کسی خاص وقت یا صورت یا چیز کو لازم نہ کرے کہ اس کے خلاف کو برا اور کمی یا عدم ثواب کا باعث جانے۔ البتہ جس وقت کرے یہ دیکھ لے کہ وہ وقت یا چیز یا صورت شرع کے خلاف نہ پڑتی ہو۔ باقی ان رسوم کے جواز و فضائل و لزوم کے لئے جھوٹی اور غلط روایتیں پڑھنا جیسا کہ لوگوں نے گھڑ رکھی ہیں صریحاً کفر ہے۔ نیز حضرت پیران پیر رحمۃ اللہ علیہ کی گیارہویں شریف کی یا کسی اور بزرگ کے نام کی منت ماننا اگر اس میں اللہ تعالیٰ کے واسطے کی نیت نہ ہو تو شرک ہے اور اگر اللہ تعالیٰ کے

واسطے کوئی خیرات دے کر اس کا ثواب حضرت پیران پیر یا کسی اور بزرگ کی روح پاک کو پہنچائے تو شرک نہیں ہے اور سب کا بائنا مباح ہے لیکن جہلاً تھوڑا سا بانٹتے ہیں اور زیادہ حصہ خود کھا جاتے ہیں اور اگر وہ دودھ ہے تو کھانے کے بعد باقی کو جامن نہیں لگاتے اور اگر جامن لگاتے ہیں تو صبح کو مدحالی (رٹی) سے نہیں بلوتے بلکہ ہاتھوں سے ہلا کر خود کھا جاتے ہیں فقرا کو نہیں دیتے یہ سب خیالات اور طریقے خلاف شرع اور منع ہیں۔

۲۳۔ نجومی چنڈت یا جس پر جن وغیرہ چڑھا ہو اُس سے غیب کی خبریں پوچھنا۔ کسی کے نام کا جانور چھوڑنا یا چڑھاوا چڑھانا کسی کے سامنے تصویر کی طرح کھڑے رہنا، نماز کے قیام کی بیعت پر کھڑے رہنا، جن بھوت پریت وغیرہ کے چھوڑ دینے کے لئے اُن کی بھیست دینا، بکرا وغیرہ ذبح کر کے بیچ کے بیچنے کے لئے اُس کے ناز کا پوجنا، کسی کے نام پر بچے کے کان چھیدنا اور ہالی بلاق پہنانا۔ کسی کے نام کا ہازو پر پیسہ بانڈھنا یا گلے میں ناڑا ڈالنا۔ چوٹی رکھنا۔ بدھی پہنانا کسی کے نام کا فقیر بنانا۔ علی بخش، حسین بخش، عبدالنبی وغیرہ نام رکھنا (ایسے نام جس میں اضافت عہد کی خدا کے سوا کسی اور کی طرح ہو درست نہیں اگرچہ صرف اس قسم کے نام رکھنے سے شرک کا حکم نہ ہوتا لیکن اس احتمال کے سبب سے کہ عہد سے مراد خادم و مطیع ہے مگر بولے شرک سے ایسا نام خالی نہیں، علی بخش میں بھی علی مشترک ہے درمیان اسم خدا اور اسم علی مرتضیٰ کے اور عوام علی مرتضیٰ کے نام کو جانتے ہیں اور یہ نہیں جانتے کہ خدا کا نام بھی علی ہے اس لئے اس میں شرک کا احتمال ہے علی ہذا القیاس حسین بخش وغیرہ میں بھی شرک کا وہم پایا جانا واضح ہے اس لئے ایسے نام رکھنے سے پرہیز کرنا چاہئے۔ کسی جانور پر کسی بزرگ کا نام لگا کر اس کا ادب کرنا کسی بزرگ کا نام وظیفے کے طور پر چھپنا، تصویر رکھنا خصوصاً کسی بزرگ کی تصویر برکت کے لئے رکھنا اور اس کی تعظیم کرنا، کسی چیز کو اچھوتی سمجھنا محرم کے مہینے میں پان نہ کھانا، لال کپڑا نہ پہنانا، بی بی کی صحنک مردوں کو نہ کھانے دینا، یوں کہنا کہ خدا اور رسول چاہے گا تو فلاں کام ہو جائے گا، یا یہ کہنا کہ اوپر خدا نیچے تم، کسی کو شہنشاہ یا خداوند خدا یا گان کہنا وغیرہ یہ سب امور شرک ہیں جن میں اکثر شرک فی العبادہ ہیں۔ شرک کی اور بھی بہت سی باتیں پائی جاتی ہیں وہ سب مندرجہ بالا اصولوں اور مثالوں پر قیاس کر لی جائیں۔

بدعت کا بیان

کفر اور شرک کے بعد سب سے بڑا گناہ بدعت ہے۔

تعریف بدعت: بدعت اُن چیزوں کو کہتے ہیں جن کی اصل شریعت سے ثابت نہ ہو یعنی قرآن مجید اور حدیث شریف میں اس کا ثبوت نہ ملے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام اور تابعین اور تبع تابعین کے زمانہ میں اس کا وجود نہ ہو، نہ اس کی نظیر ان تینوں زمانوں میں پائی جائے اور شرع شریف کی ان چاروں دلیلوں یعنی کتاب اللہ، سنت رسول اللہ، اجماع امت (صحابہ تابعین اور تبع تابعین کا اجماع) اور قیاس مجتہدین سے اس کا ثبوت نہ ملے اور اس کو دین کا کام سمجھ کر کیا جائے یا چھوڑا جائے خواہ اس کا موجد کوئی بھی کیوں نہ ہو۔ بدعت بہت بڑی چیز ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بدعت کو مردود فرمایا ہے اور جو شخص بدعت لگا لے اور اس کو دین کا ڈھانے والا فرمایا ہے اور فرمایا ہے کُلُّ بِدْعَةٍ ضَلَالَةٌ وَكُلُّ ضَلَالَةٍ لَبِی النَّارُ "ہر بدعت گمراہی ہے اور ہر گمراہی دوزخ میں لے جانے والی ہے" لوگوں نے ہزاروں بدعتیں پیدائش سے مرنے تک نکالی ہوئی ہیں جو ہر زمانے اور ملک میں مختلف ہیں (اور یہی بدعت کی بڑی شناخت ہے برخلاف سنت کے کہ وہ ہر جگہ اور ہر زمانہ میں یکساں ہے) اور وہ بے شمار رسوم ہیں جن میں اکثر لوگ جائز سمجھتے ہیں اور اگر جن کو گناہ بھی سمجھتے ہیں تو ہلکا سمجھ کر پرواہ نہیں کرتے، نہ خود کرتے ہیں نہ دوسروں کو روکتے ہیں۔ یہاں چند بدعتیں درج کی جاتی ہیں زیادہ تفصیل اصلاح الرسوم اور دیگر کتب میں

ملاحظہ فرمائیں یا ان اصول و نظائر پر قیاس فرمائیں۔ بعض بدعتیں شرک کے بیان میں مذکور ہو چکی ہیں کچھ اور یہ ہیں: پختہ قبریں بنانا، قبروں پر گنبد بنانا، قبروں پر چراغاں کرنا، قبروں پر دھوم دھام سے عرس (سیلہ) کرنا، عورتوں کا وہاں جانا، قبروں پر چادریں وغلاف ڈالنا، بزرگوں کے راضی کرنے کو قبروں کی حد سے زیادہ تعظیم کرنا، تعزیے یا قبر کو چومنا چاہنا، قبروں کی خاک ملنا، قبروں کی طرف نماز پڑھنا، منھائی چاول گلگلے چوری وغیرہ چڑھانا۔ تعزیہ کو سلام کرنا محرم میں مہندی مسی وغیرہ نہ لگانا یا مرد کے پاس نہ جانا تیجا چالیسواں وغیرہ کو ضروری سمجھ کر کرنا، باوجود ضرورت کے عورت کے دوسرے نکاح کو معیوب سمجھنا۔ نکاح، ختنہ، ہمس اللہ وغیرہ میں اگرچہ وسعت نہ ہو مگر خاندانی ساری رسمیں کرنا خصوصاً قرض لیکر تاج رنگ وغیرہ کرنا سلام کی جگہ بندگی آداب وغیرہ کہنا یا صرف سر پر ہاتھ رکھ کر جھک جانا، دیور، جینٹھ، پھوپھی زاد، خالہ زاد بھائی کے سامنے عورت کا بے دھڑک آنا اور کسی نامحرم کے سامنے آنا، مگر یا دریا سے گاتے بجاتے لانا راگ باجا گانا سننا خصوصاً اس کو عبادت سمجھنا ڈومنیوں وغیرہ کو نچانا اور دیکھنا، اس پر خوش ہو کر ان کو انعام دینا، نسب پر فخر کرنا یا کسی بزرگ سے منسوب ہونے کو نجات کے لئے کافی سمجھنا، کسی کے نسب میں کسر ہو تو اس پر طعن کرنا، دولہا کو خلاف شرع لباس پہنانا، آتش بازی، ٹیوں وغیرہ کا سامان کرنا، فضول آرائش کرنا۔ گھر کے اندر عورتوں کے درمیان دولہا کو بلانا اور سامنے آ جانا یا تاک جھانک کر اس کو دیکھنا سیانی بالغ سالیوں وغیرہ کا سامنے آنا اس سے ہنسی مذاق دل لگی کرنا، چوتھی کھیلنا، جس جگہ دولہا دلہن لینے ہوں اس کے گرد جمع ہو کر باتیں سننا، تاکنا جھانکنا، اگر کوئی بات معلوم ہو جائے تو اس کو اوروں سے کہنا، دلہن کا ایسی شرم کرنا کہ نمازیں قضا ہو جائیں، سخی سے مہر زیادہ مقرر کرنا، غمی میں چلا کر رونا، منہ اور سینہ پینٹنا، بیان کر کے رونا، استعمالی گھڑے توڑ ڈالنا، جو کپڑے اس کے بدن سے لگے ہوں سب کا دھلوانا، سال بھر تک یا کچھ کم زیادہ اس کے گھر میں اچار نہ پڑنا، کوئی خوشی کی تقریب نہ کرنا، مخصوص تاریخوں میں پھر غم کا تازہ کرنا، میت کے مکان پر کھانے کے لئے جمع ہونا، زندہ رہنے کے لئے لڑکے کا کان یا ناک چھیدنا۔ لڑکے کو بالی یا بلالقی پہنانا، ریشمی یا کسم یا زعفران کا رنگا ہوا کپڑا یا ہنسی یا گھونگر دیا کوئی اور زیور پہنانا، عقیدہ کی رسوم مثلاً کنوری یا چھانج میں اتاج یا نقدی وغیرہ ڈالنا، دھیانیوں کا اپنا حق (جو ناحق ہے) مانگنا، پیغمبری کی تقسیم، سرنائی کو اور ران دانی کو دینا ضروری سمجھنا، عقیدہ کی ہڈیاں توڑنے کو برا جانا اور ذوق کر دینے کو ضروری جانا، ہر جائز، مستحب کام میں ایسی شرطیں لگانا جس کا شریعت سے ثبوت نہ ہو، مثلاً میلاد شریف میں پیدائش کے بیان کے وقت قیام کرنا اور اس کو یہاں تک ضروری سمجھنا کہ جب کھڑے نہ ہوئے مولود ہی نہ ہوا۔ اور بعض تو یوں اعتقاد رکھتے ہیں کہ اس وقت حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم اس محفل میں تشریف لاتے ہیں، یہ شرع سے ثابت نہیں ہے، اسی طرح ختم فاتحہ و ایصال ثواب میں دن، خوراک و طریقے وغیرہ کا مخصوص کرنا، یعنی گیارہویں و کوٹھڑے و دلایا وغیرہ شب برات کا حلوا محرم کا کچھ اور شربت وغیرہ بہت سی رسوم بدعات رائج ہیں جن کا حصر مشکل ہے ان سب میں اصول یہ ہے کہ جس بات کو شرع نے ناجائز کہا ہو اس کو جائز نہ جانے اور جس کو جائز بتایا ہو مگر ضروری نہ کہا ہو اس کو ضروری سمجھ کر پابندی نہ کرے یا نام و شہرت و دکھاوے کے لئے نہ کرے جس کام کو شرع نے ثواب نہیں بنایا اس کو ثواب نہ سمجھے اور جس کو ثواب بتایا ہو اور ضروری نہ کہا ہو اس کو ضروری نہ سمجھے مگر لوگوں کے طعن و خوف سے اس کے چھوڑنے کو برا جانا بھی گناہ ہے۔ اسی طرح بغیر شرع کی سند کے کوئی بات تراشنا اور اس کا یقین کر لینا گناہ ہے۔ خوب سمجھ لیں، اللہ سب محدثات (بدعات) سے بچائے آمین۔

باقی گناہوں اور محرمات و مکروہات شریعت کا بیان

کفر، شرک اور بدعت کے علاوہ اور بہت سے گناہ و کبیرہ ہیں۔ کبیرہ گناہ شرع شریف میں اس گناہ کو کہتے ہیں، جس کو شارع علیہ السلام نے حرام کہہ دیا ہو یا اس کے اوپر کوئی عذاب مقرر کیا ہو اور کسی طرح سے اس کی مذمت کی ہو یا اور یہ وعید و حرمت و مذمت خواہ قرآن پاک سے یا کسی حدیث شریف سے ثابت ہو۔ گناہ کبیرہ بہت سے ہیں جن کا حصر نہیں کیا گیا لیکن کچھ کبائر درج ذیل کئے جاتے ہیں:

۱۔ غیبت یعنی پیچھے پیچھے برائی کرنا جبکہ وہ برائی اس میں پائی جاتی ہو، خواہ غیر اختیاری ہو جیسے اندھا لنگڑا وغیرہ کہنا، یا اختیاری ہو جیسے جولاہا، موچی وغیرہ پس اگر یہ عیب کے طور پر اس کے سامنے بیان کئے جائیں تو وہ ناراض ہو جائے اس وقت یہ عیب کے طور پر پیچھے پیچھے بیان کرنا غیبت ہے اور بڑا گناہ ہے لیکن ظالم فاسق بدعتی اور کم تو لے والے کی غیبت جائز ہے، غیبت کا سننا بھی منع ہے۔

۲۔ جھوٹ بولنا لیکن جنگ میں صلح کرانے کے لئے جھوٹ بولنا جائز ہے یا جس آدمی کی دو بیویاں ہوں وہ ان کو جھوٹ بول کر مطمئن کر دے۔

۳۔ بہتان یعنی کسی کے ذمے جھوٹ بات لگانا (جو عیب کسی میں نہ پایا جاتا ہو اس پر لگانا) یہ غیبت سے بھی سخت گناہ ہے۔ مثلاً پار ساعورت یا مرد کو زنا کی تہمت لگانا

۴۔ غیر عورت کو شہوت سے دیکھنا، بلا شہوت کے جو ان غیر محرم عورت کا منہ دیکھنا مکروہ ہے، شہوت سے اپنی بیوی کے سوا غیر عورت کو، دیکھنا حرام ہے حتیٰ کہ غیر عورت کے سر کے بال اور پاکی کے بال یا کسی اور عضو کا دیکھنا حرام ہے۔ آدمی کے بال ہڈی اور دیگر اعضائے جسم استعمال کرنا مکروہ ہے۔ عورت کی کھوپڑی قبر سے نکال کر دیکھنا، غیر محرم بوڑھی عورت کا منہ ہاتھ بغیر شہوت کے دیکھنا جائز ہے، شہوت کے ساتھ دیکھنا حرام ہے منہ اور ہاتھ کے علاوہ باقی بدن کا دیکھنا بال شہوت بھی جائز نہیں خواہ وہ عورت بوڑھی ہو یا جوان۔ اپنی محرمات یعنی بہن بیٹی ماں ساس وغیرہ کے ناف سے زانو تک اور پیٹ و پیٹھ کا دیکھنا بھی حرام ہے اگرچہ بلا شہوت ہو۔ ان محرمات ابدیہ کا سیدہ، گردن، بازو، سر اور پنڈلی کا دیکھنا بلا خیال شہوت جائز ہے اور بلا خوف شہوت ہاتھ لگانا بھی جائز ہے جس جگہ عورت کے نظر آنے کا اندیشہ ہو یا آدمی نیچے نظر آئیں اس جگہ دیکھنا جائز نہیں مثلاً گھر یا حمام وغیرہ۔

۵۔ غیر عورت کی آواز سننا شہوت کے ساتھ حرام ہے، یہ کانوں کا زنا ہے اور اس کی طرف شہوت سے دیکھنا آنکھوں کا زنا ہے اور شہوت کے ساتھ کلام کرنا زبان کا زنا اور شہوت کے ساتھ چھونا ہاتھوں کا زنا۔ اس کی طرف چلنا (شہوت کے ساتھ) پاؤں کا زنا اور خواہش دل کا زنا ہے اور جماع ان سب کو چمک کر دیتا ہے (یا نہ کرنا جھوٹ کر دیتا ہے)۔

۶۔ دنیا دار کی جانب جو دین میں ناقص ہو رغبت کر کے دیکھنا، مالداروں کی خوشامد کرنا اور ان سے مال لینا جائز نہیں۔

۷۔ خلاف شرع باتوں کا سننا۔

۸۔ مرد سے پر یا کسی مصیبت پر چیخ کر رونا، بیان کر کے رونا، چھاتی یا سر پیشنا، کپڑے پھاڑنا۔

۹۔ گانا جولا یعنی لغو اور فضول ہو۔

۱۰۔ باجا وغیرہ بجانا اور ہاجے دیگر ساز کے ساتھ گانا سننا۔ نوبتیں تالیاں اور تاج وغیرہ کا دیکھنا و سننا (اگرچہ ایک آواز آئے تو کچھ گناہ نہیں۔ کوشش کرے جس سے کانوں میں آواز نہ آ سکے یعنی انگلیاں وغیرہ دے کر)۔

۱۱۔ کسی کا پوشیدہ کلام چھپ کر سننا۔

۱۲۔ جس کا کام کرنا منع ہے اس کا دیکھنا بھی منع ہے اسی طرح وہاں حاضر ہو کر مدد دینا بھی منع ہے، اور جس بات کا کہنا منع ہے اس کا سننا، لکھنا اور مدد دینا بھی منع ہے۔

۱۳۔ قضائے الہی اور تقدیر پر راضی رہنا فرض ہے اس لئے جو بات تقدیر پر ناراضگی اور غصہ پر دلالت کرے وہ حرام اور موجب کفر ہے (اللہ تعالیٰ ہمیں اس سے بچائے)۔

۱۴۔ ہنسانے کے لئے بے ہودہ بات کہنا۔

۱۵۔ ایسے شعر کہنا اور پڑھنا جن میں جھوٹ یا مسلمانوں کی مذمت ہو۔

۱۶۔ ایسے قصے کہانیوں کی کتابیں پڑھنا جن میں جھوٹ، فسق و فجور اور عورتوں کی تعریف و تعشق اور دیگر قباحتیں ذکر کی گئی ہوں جیسے کسی پنوں، ہیر رانجھا وغیرہ، پس ایسی کتابوں کا پڑھنا، لکھنا، سننا، چھپوانا اور رواج دینا سب ناجائز ہے۔

۱۷۔ امر بالمعروف (نیکی کی تلقین) اور نہی عن المنکر (بری باتوں سے روکنا) کو ترک کرنا۔

۱۸۔ مظلوم کی فریاد رسی نہ کرنا۔

۱۹۔ نیت کے خلاف (جھوٹا) وعدہ کرنا۔

۲۰۔ علم کلام و نجوم و منطق و مناظرہ و فلسفہ وغیرہ علوم عقلیہ کا ضرورت سے زیادہ پڑھنا منع ہے بقدر ضرورت جائز ہے۔

۲۱۔ کسی کے علم کو آڑ مانا تاکہ اسے ذلیل و شرمندہ کرے، حرام ہے، یہ جب ہے کہ وہ شخص مومن صالح اہل سنت والجماعت ہو، اور باطل فرقوں میں سے ہو تو تیز کی ذہن اور باطل کرنے کے لئے بلاشبہ جائز ہے جس کو مناظرہ کہتے ہیں۔

۲۲۔ کتمان علم یعنی نفع دینے والے علم کو چھپانا اور لوگوں کو فیض نہ پہنچانا جبکہ وہ اس کو پسند کریں۔

۲۳۔ ماں باپ کی نافرمانی کرنا یعنی خن بلند جو جھڑک اور اہانت ہو، نہ کہے، ماں باپ کی نافرمانی، ان کی مخالفت، ان پر غصہ کرنا، ان کے کلام کو رد کرنا، ان کو ناحق ستانا، اور ماں باپ کا عاق ہونا حرام ہے۔

۲۴۔ مسئلے کا جواب بے تحقیق دینا (کل شرطیں سمجھ کر صحیح جواب دینا چاہئے)۔

۲۵۔ نااہلوں کو فتویٰ و وعظ کی اجازت دینا۔

۲۶۔ شریعت کے احکام کو جانے بغیر معاملات یعنی بیع و شراء، مضاربہ، ارہن، اجارہ وغیرہ کرنا۔

۲۷۔ شرکیہ منتر جس میں دیوؤں، پریوں کے نام یا دیوی دیوتاؤں، اہل ہنود و کفار کے نام ہیں یا جس کے معنی سمجھ میں نہ آئیں یا جادو کرنا۔

۲۸۔ حرام چیز دوا کے طور پر بھی کھانا حرام ہے جبکہ اور دوائیں اس مرض کی مل سکیں۔ اگر اس کے سوا اور کوئی دوائی نہ ملے یا اور دواؤں سے فائدہ نہ ہوتا ہو اور طبیب حاذق اس کو آخری علاج تجویز کرے تو ضرورتاً جائز ہے۔

- ۲۹۔ پیٹ بھرے ہوئے پر کھانا یا گندہ گوشت یا گندہ اطعام کھانا حرام ہے۔
- ۳۰۔ دعوت میں بغیر اجازت مالک کسی کو کھانا دینا یا گھر لے جانا۔
- ۳۱۔ نیکیوں (انبیاء و اولیاء) کی دوستی کا دعویٰ کرنا اور ان کے افعال ترک کرنا۔
- ۳۲۔ نجس کپڑے پہننا اور کپڑے میں اسراف کرنا یعنی ٹخنوں سے نیچا پا جامہ پہننا اور دیگر چیزوں میں اسراف و فضول خرچی کرنا۔
- ۳۳۔ قرآن شریف کو بغیر غلاف کے بے وضو ہاتھ لگانا۔
- ۳۴۔ استاد کی نافرمانی اور استاد کا عاق ہونا۔
- ۳۵۔ لوگوں پر ظلم کرنا یا کسی کو ناحق مارنا یا ستانا یا قتل کرنا۔
- ۳۶۔ حیوانوں کو مارنا خواہ وہ قدرتی کمزور ہوں یا بوجھ و غیرہ کے نیچے تھک گئے ہوں۔
- ۳۷۔ منہ پر مارنا مطلقاً (ضرورتاً ہو یا بلا ضرورت) نیز منہ پر داغ دینا۔
- ۳۸۔ بے گانے مال سے بغیر اجازت مالک کے نفع حاصل کرنا اور امانت میں خیانت کرنا۔
- ۳۹۔ خاوندوں کو تابع کرنے کے لئے عورتوں کو تعویذ دینا۔
- ۴۰۔ ایسی کشتی پر جان بوجھ کر سوار ہونا جو ڈوبنے سے نہ بچ سکے۔
- ۴۱۔ تین دن سے زیادہ سوگ کرنا، مگر بیوہ عورت اپنے خاوند کا سوگ یعنی عدت چار ماہ دس دن کرے (اگر حاملہ ہو تو اس کی مدت عدت وضع حمل ہے)۔
- ۴۲۔ عورتوں کا بیاہ شادیوں میں زیب و زینت کی نمائش کرنا اور پردے کا خیال نہ کرنا۔
- ۴۳۔ عورتوں کا اپنے خاوندوں کی نافرمانی کرنا۔
- ۴۴۔ عورتوں کا بلا ضرورت چادر اور برقع کے ساتھ باہر آنا۔
- ۴۵۔ لڑکیوں کو وارثت سے محروم کرنا۔
- ۴۶۔ اپنی اولاد کے ساتھ خرچے وغیرہ میں بلا سبب عدل و مساوات نہ کرنا۔
- ۴۷۔ مومنوں کو دکھ پہنچانا۔
- ۴۸۔ سوالی کو چھڑکنا جبکہ وہ زیادہ تنگ نہ کرے لیکن اگر تھوڑا دینے پر نہ لے اور ضد کرے اور چھڑکے بغیر نہ ملے تو جائز ہے۔
- ۴۹۔ نماز نہ پڑھنا۔
- ۵۰۔ روزہ نہ رکھنا۔
- ۵۱۔ مال و طاقت ہونے کے باوجود حج نہ کرنا۔
- ۵۲۔ زکوٰۃ نہ دینا۔
- ۵۳۔ شراب پینا۔
- ۵۴۔ زنا کرنا۔
- ۵۵۔ چوری کرنا۔

۵۶۔ جھوٹی گواہی دینا اور سچی گواہی کو چھپانا۔

۵۷۔ چغلی کھانا۔

۵۸۔ دھوکا دینا۔

۵۹۔ اپنے گھروں اور کمروں میں تصویریں لگانا، نیز تصویریں دفن و کھینچنا یا بچھوانا۔

۶۰۔ لوگوں کو حقیر و ذلیل سمجھنا۔

۶۱۔ جوا کھیلنا۔

۶۲۔ گالی دینا۔

۶۳۔ سود لینا اور دینا۔

۶۴۔ ڈاڑھی منڈانا، ایک شست سے کم ڈاڑھی کو کٹنا یا ڈاڑھی چڑھانا۔ سر میں چند وایا شیطان کی کھڑی کھلوانا، لبیں، (موتھیں)

بڑھانا۔

۶۵۔ کھیل تماشوں، ناکوں وغیرہ میں جانا۔

۶۶۔ رشتہ داروں سے قطع تعلق کرنا۔

۶۷۔ بلا ضرورت ہاتھ سے مٹی نکالنا یعنی جلق کرنا۔

۶۸۔ مسلمان سے دل میں بدگمان ہونا۔

۶۹۔ بدعہدی کرنا۔

۷۰۔ دکھانے کو عہادت کرنا۔

۷۱۔ قرآن کریم پڑھ کر بھولنا۔

۷۲۔ بے عذر شرعی کسی فرض کو ترک کرنا۔

۷۳۔ جنگ میں دو چند کفار کے رعب سے بھاگنا۔

۷۴۔ یتیم کا مال ناحق کھانا۔

۷۵۔ کسی کا مال زبردستی چھین لینا۔

۷۶۔ رستہ لوٹنا۔

۷۷۔ افلام کرنا۔

۷۸۔ لینے دینے میں کم تولنا۔

۷۹۔ خنزیر کا گوشت کھانا۔

۸۰۔ خود کو دوسروں سے اچھا جاننا۔

۸۱۔ اللہ تعالیٰ کی رحمت سے ناامید ہونا۔

۸۲۔ اللہ تعالیٰ سے خوف نہ کرنا۔

۸۳۔ مسلمانوں کو کافر کہنا۔

۸۳۔ کسی گلہ سننا۔

۸۵۔ رشوت لینا و دینا (اپنا حق حاصل کرنے کے لئے جب مجبوری ہو تو دینے میں معافی کی گنجائش ہو سکتی ہے لیکن لینے کی قطعاً کوئی گنجائش نہیں)۔

۸۶۔ جھوٹے مقدمے کا فیصلہ کرنا۔

۸۷۔ مول چٹکا کر بعد میں زبردستی سے کم دینا۔

۸۸۔ حیض کی حالت میں اپنی زوجہ سے صحبت کرنا۔

۸۹۔ اناج کی گرانی سے خوش ہونا۔

۹۰۔ کسی غیر عورت کے پاس تنہا بیٹھنا۔

۹۱۔ جانوروں کے ساتھ جماع کرنا۔

۹۲۔ عیب جوئی کرنا۔

۹۳۔ اپنی عبادت یا تقویٰ کا دعویٰ کرنا۔

۹۴۔ کھانے کو برا کہنا۔

۹۵۔ کسی کے گھر بے اجازت چلے جانا۔

۹۶۔ کسی سے مسخرگی کر کے بے حرمت کرنا۔

۹۷۔ نسب پر فخر کرنا۔

۹۸۔ کسی کے نسب پر طعن کرنا۔

۹۹۔ عورتیں جن کے اولاد نہیں ہوتی بعض ایسے ٹوٹنے کرتی کراتی ہیں کہ فلاں کا بچہ مر جائے اور ہمارے اولاد ہو جائے یہ بھی خون ناحق اور کبیرہ گناہ ہے۔

۱۰۰۔ بعض عورتیں خاوندوں کے تمام مال و جائیداد پر قبضہ کر کے چھوٹے بچوں کو محروم رکھتی ہوں۔

۱۰۱۔ اس طرح قسم کھانا کہ مرتے وقت گلہ نصیب نہ ہو۔ یا ایمان پر خاتمہ نہ ہو۔

۱۰۲۔ کسی مسلمان کو بے ایمان، یا حد کی مار، خدا کی پشکار کہنا، یا خدا کا دشمن وغیرہ کہنا۔

غرض کہ اور بھی بہت سے کبیرہ گناہ ہیں اور ان سب پر شریعت میں سخت وعیدیں آئی ہیں۔ چنانچہ بیضاوی شریف میں حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ حشر کے روز میری امت کے دس فرقے ہوں گے، ۱۔ وہ جو بندروں کی صورت پر ہوں گے وہ تین چیمیں و چغل خور ہوں گے، ۲۔ حرام خورد و خیر کی شکل پر ہوں گے، ۳۔ سود خور تحقیر کے لئے اوندھے لٹکائے جائیں گے، ۴۔ ظالم حاکم اوندھے ہوں گے، ۵۔ متکبر لوگ گوشت کھوں، ۶۔ عالم بے عمل کی زبان سینے پر لگی ہوئی ہوگی وہ اپنی زبان کاٹیں گے اور ان کے منہ سے پیپ جاری ہوگی، ۷۔ ہمسائے کو رنج دینے والے کے ہاتھ پیر کو عرش ہوگا، ۸۔ حاکم کے سامنے چٹائی کر نیوالے آگ کی سولی پر لٹکائے جائیں گے، ۹۔ جو شہوتوں کے تابع ہو کر حقوق اللہ کو ضائع کرتے ہیں ان سے مردار سے بھی زیادہ بد بو آئے گی، ۱۰۔ جو حب دنیا رکھنے والے اور متکبر ہیں ان کے نیچے بدن پر لاکھ کا

روغن ملا جائے گا (ایک قسم کا روغن جو آگ کو جلدی پکڑ لیتا ہے) نعوذ باللہ من الصغائر والكبائر کلہا۔
کبیرہ گناہوں کے علاوہ جو گناہ ہیں وہ سب صغیرہ ہیں۔

مسئلہ: جو صغیرہ پر اصرار کرے گا وہ کبیرہ ہو جائے گا اور کبیرہ پر ہٹ و اصرار کرنا کفر تک پہنچا دے گا اور جو کبیرہ کر کے مادم ہوگا اور آئندہ نہ کرنے کا ارادہ کرے گا وہ معاف ہو جائے گا بشرطیکہ وہ کسی بندے کا حق نہ ہو ورنہ جب تک اپنے حق کو معاف نہیں کرے گا معاف نہیں ہوگا۔

دل کے گناہ اور ان کا علاج

مسئلہ: انسان صرف دل کے گناہ سے ماخوذ نہیں ہوتا مگر جب تک قول یا فعل میں دل کے گناہ مثلاً تکبر وغیرہ مذموم حرکات کا اثر ظاہر نہ ہو، اور بعض عالم کہتے ہیں کہ اگر برے کام کی نیت یکن اور مضبوط کر لی تو گنہگار ہوگا لیکن بعض کے نزدیک گنہگار نہ ہوگا۔ دل سے تعلق رکھنے والے گناہ یہ ہیں:-

۱۔ علو (اپنی بزرگی کا ارادہ کرنا) ۲۔ نجس (خود پسندی) ۳۔ تکبر (اپنی بڑائی چاہنا)۔ انسان کو خالص اللہ تعالیٰ کے لئے ہر وقت تواضع کرنی چاہئے، دوسروں پر اپنی بزرگی نہ چاہے اور بڑائی کی نیت سے اپنے علم کا اظہار اور بڑے بڑے عالموں کے ساتھ مباحث و مکرار نہ کرے اور نہ برابر والوں اور چھوٹوں کے ساتھ مناظرہ و جدل (جھگڑا) کرے بلکہ ان کے سامنے تواضع اور پیٹھ پیچھے ان کی تعریف کرے اور اپنے نفس کو بدترین خلأقی خیال کرے، ہاں مسئلہ بتانے اور حسب ضرورت دلیل دینے میں عار نہ کرے کیونکہ یہ تبلیغ ہے اور فرض ہے اور یہ جانے کے میں نے علم و عمل کے لئے اور دونوں جہاں کی بھلائی حاصل کرنے کے لئے سیکھا ہے نہ کہ اہل زمانہ پر بزرگی حاصل کرنے کے لئے بزرگوں کے اقوال و افعال میں غور کر کے اپنے احوال سے ملاتا رہے تاکہ ان غیوب سے پاک ہو جائے ۴۔ حسد (کسی کی نعمت پر اس کا بڑا چاہنا اور گھوٹنا)۔ اس کا علاج اس کا بدعکس ظاہر کرنا اور منہ سے کہنا ہے کہ یارب اس کو اور زیادہ نعمت دے اور اس سے احسان و تواضع سے پیش آئے (خواہ دل چاہے یا نہ چاہے) فاسقوں اور کفار کی نعمت پر دل سے کڑھنا جائز ہے۔ ۵۔ کینہ مسلمانوں سے کرنا، اگر تیرے دل میں کسی انسان کی دشمنی پڑے تو تو اس کے اعمال میں دیکھ اگر اس کی نیکی غالب ہے اور وہ فاسق یا بدعتی یا ظالم نہ ہو تو یہ شیطانی دشمنی ہے تو اس کو دور کر، اس شخص سے محبت کر اور اس سے مل کر رہ اور اگر نیکی مغلوب اور فسق و فجور غالب ہو تو اپنے بچنے پر خدا کا شکر کر اور اس سے دور رہ۔ ۶۔ بدعتی یا ظالم یا فاسق کی دوستی و محبت، اگر یہ محبت تیرے دل میں آئے تو اس کو دور کرنے کی بہت کوشش کر اور اہل اللہ و صالحین کی صحبت کو لازم پکڑ۔ ۷۔ ریا (اللہ تعالیٰ کی طاعت میں یہ ارادہ کرنا کہ لوگوں کی نظر میں میری قدر ہو جائے یعنی دکھاوے کے لئے کرنا) نیک اعمال کرتے وقت دل میں خلوص کا خیال رکھے اور اگر ریا (دکھاوا) کا خیال آئے تو دور کرے اگر نیک اعمال چھپ کر کر سکے تو چھپ کر کرے اگر چھپ کر نہ کر سکے یا اس میں اظہار ضروری ہو تو ریا کے ذریعے عمل کو ترک نہ کرے بلکہ اور زیادہ کرے تاکہ ریا سے عادت اور عادت سے عبادت پھر اخلاص بن جائے گی کیونکہ ریا ہمیشہ ریا نہیں رہتی آخر خلوص پیدا ہو جاتا ہے اس لئے ترک عمل سے کرنا ہی مناسب بلکہ ضروری ہے نیز خب جہاں کو دل سے نکالے کیونکہ یہ اسی کا شعبہ ہے اور اللہ تعالیٰ سے ریا سے بچنے کی دعا مانگتا رہے۔ ۸۔ حب دنیا (دنیا یعنی ماسوا اللہ کی محبت) دنیا وہ ہے جس کا آخرت میں کوئی نیک پھل نہ ملے۔ حب الدنیا اس کمل خطیہ (۱) (دنیا کی محبت تمام برائیوں کی جڑ ہے) اس کو دل سے نکال

اور آخرت کی محبت میں دل لگا۔ دنیا کے نقصان پر غم و افسوس اور حصول دنیا پر خوشی مت کر۔ پہلے دین کے کام کر بیچے دنیا کے اور دنیا کے کاموں میں حسب ضرورت وقت و محنت لگا کر باقی وقت اور طاقت یا دالہی میں خرچ کرے:

کار دنیا کے تمام نہ کرد ہرچہ گیرید مختصر گیرید

۹۔ حب جاہ (عزت و مرتبے کی طلب و محبت) یہ بہت بڑی بیماری ہے اگر بلا طلب عزت حاصل ہو تو مذموم نہیں لیکن جب لوگ عزت کریں تو اپنے دل میں خوش نہ ہو بلکہ عزت اللہ تعالیٰ کے لئے جانے اور سمجھے کہ اللہ تعالیٰ جسے چاہتا ہے عزت دیتا ہے جسے چاہتا ہے ذلت دیتا ہے یہ محض اُس کا فضل و کرم ہے کہ اُس نے مجھے عزت دی۔ موت کو کثرت سے یاد کرے۔ بعض کہتے ہیں کہ دین کے کام کے لئے طلب جاہ و عزت جائز ہے۔ ایک علاج یہ بھی ہے کہ ایسا کام کرے کہ شرع کے خلاف نہ ہو مگر عرفاً اس شخص کی شان کی خلاف ہو اس سے لوگوں کی نظروں میں حقیر ہوگا جیسے خشک روٹی کے ٹکڑے اور آٹے کی سیوس (پھانس) پینا۔ لیکن مقتدا کو ایسا کرنا زیبا نہیں کہ دین میں فور پڑے گا ملا معیہ فرتے کے لوگوں نے اس مقصد کے حصول کے لئے خلاف شرع امور کو اپنا شعار بنایا ہے جو بالکل ناجائز اور حرام ہے اس سے بچیں۔

۱۰۔ حب مدح: اگر کوئی تیری جھوٹی صفت یعنی جو تجھ میں نہ ہو بیان کرے تو دل میں خوش نہ ہو۔ ۱۱۔ حب قہار: برائیوں کو اچھا سمجھنا اور ایسے ہی۔ ۱۲۔ حب کفار ہے کیونکہ ہر مومن پر کفار کی دشمنی فرض ہے۔ ۱۳۔ برائیوں کے پھیلنے کو مومنوں اور مسلمانوں میں چاہنا۔ نیز فاسقوں کی محبت فسق و حرام کی وجہ سے حرام ہے اس لئے ان کے ساتھ دوستوں جیسا معاملہ نہ کرے۔ ۱۴۔ بے ریش (امرد) لڑکوں سے رغبت کرنا حرام کی طرف لے جانے والا ہے اس سے بہت پرہیز کرے، اور بے ریش لڑکوں کو اپنے پاس بٹھانے خصوصاً تنہائی میں اور ان سے جسم دہوانے، ساتھ سنانے وغیرہ سے پرہیز کرے۔ ۱۵۔ طویل عمر زندہ رہنے کی امید مہوم کرنا منع ہے لیکن عمر کو عبادت کے لئے عزیز رکھنا اور نیک عمل کرنے کے لئے طلب کرنا جائز ہے۔ ۱۶۔ بہت غصہ حرام ہے لیکن دین کے لئے غصہ کرنا جائز ہے (الْحُبُّ لِلَّهِ وَالْبُغْضُ لِلَّهِ) اگر کسی پر بے اختیار غصہ آئے تو زبان کو بچا کر رکھے زبان سے اعموذا باللہ پڑھے اگر کھڑا ہو بیٹھ جائے اگر بیٹھا ہو تو لیٹ جائے اور ٹھنڈے پانی سے وضو کر ڈالے۔ اگر اس سے بھی غصہ نہ دور ہو تو اس شخص سے علیحدہ ہو جائے یا اس کو علیحدہ کر دے۔ ۱۷۔ اللہ تعالیٰ پر بدگمانی کرنا بڑا گناہ ہے ایسے ہی مسلمان کی نسبت بدظنی منع ہے۔ ۱۸۔ مخلوق خدا (غیر اللہ) پر توکل و بھروسہ کرنا یا تمام اسباب پر یا اپنی عقل اور ہنر پر بھروسہ کرنا شرک اور حرام ہے چنانچہ ماں، باپ، بیٹا، بیٹی، بھائی، بہن، شوہر، بادشاہ، زراعت، تجارت وغیرہ پر بھروسہ کرنا موجب کفر و شرک ہے جیسا کہ کفر و شرک کے بیان میں گزرا۔ بلکہ توکل صرف اللہ تعالیٰ پر کرے اور اسباب سے مسبب الاسباب کی طرف رجوع کرے۔ ۱۹۔ ظلم یا حرام کرنے کی نیت کرنا حرام اور منع ہے۔ ۲۰۔ بحث کرتے وقت یہ چاہنا کہ دوسرا آدمی غلطی کرے، منع اور حرام ہے اس سے بھی پرہیز لازمی ہے۔ ۲۱۔ بخل (جس چیز کا خرچ کرنا شرعاً یا مردانہ ضروری ہو اُس میں تنگ دلی کرنا) اس کا علاج حب دنیا میں مذکور ہوا۔ ۲۲۔ حرص (دل کا مال وغیرہ کے ساتھ مشغول ہونا، علاج یہ ہے کہ خرچ گنہا دے تاکہ زیادہ آمدنی کی فکر نہ ہو اور آئندہ کی فکر نہ کرے کہ کیا ہوگا اور یہ سوچے کہ حریص اور لالچی ہمیشہ ذلیل و خوار ہوتا ہے۔

ایک ضروری بات: ان بڑی باتوں کے جو علاج بتائے گئے ہیں ان کو دو چار بار برت لینے سے کام نہیں چلتا اور یہ

برائیاں دور نہیں ہوتیں، مثلاً غصہ کو دو چار بار روک لیا تو اس سے بیماری کی جڑ نہیں گئی یا ایک آدھا بار غصہ نہ آیا تو اس وضو کے میں نہ آئے کہ میرا نفس سنور گیا ہے بلکہ بہت دنوں تک ان علاجوں کو برتے اور جب غفلت ہو جائے افسوس اور رنج کرے اور آئندہ کے لئے خیال رکھے۔ نیز یہ کہ جب نفس سے کوئی شرارت اور برائی یا گناہ کا کام ہو جائے تو اس کو کچھ سزا دیا کرے اور دوسرا نہیں آسان ہیں کہ ہر شخص کر سکتا ہے:

۱۔ اپنے ذمے کچھ آئندہ دوا نہ، روپیہ دو روپیہ، جیسی حیثیت ہو، جرنالے کے طور پر ظہر اسے۔ جب کوئی بری بات ہو جایا کرے وہ جرمانہ غریبوں کو بانٹ دیا کرے اگر پھر ہو تو پھر اسی طرح کرے۔

۲۔ ایک وقت یا دو وقت کھانا نہ کھایا کرے یا روزہ نقلی رکھا کرے۔ (غریبوں کے لئے پہلی سزا اور امیروں کے لئے دوسری سزا یا دونوں مشترکہ مناسب ہیں) اللہ تعالیٰ سے امید ہے کہ اگر ان سزاؤں پر عمل کرتا رہے گا تو انشاء اللہ سب برائیاں دور ہو جائیں گی۔

مکروہات تحریمہ و تنزیہہ

مکروہات تحریمہ

بر وقت فضول اور لالچینی کلام کرنا یا کام کرنا (یعنی جس میں کوئی دینی یا دنیوی فائدہ حاصل نہ ہو۔ جنازے کے نزدیک یا قبرستان میں یا مصیبت زدہ کے پاس یا نماز پڑھنے والے کے پاس ٹھٹھا، مسخری کرنا، ہنسا، اللہ کا اسم (اللہ، رحمن وغیرہ) تھوک سے پونچھنا۔ کاغذ کی نشانی جس پر خدا کا یا رسول کا نام ہو، ورقوں میں رکھنا، مسجد میں بھگڑنا یا فضول کلام کرنا، دنیا کے فائدے یا شہرت یا ریا کے لئے وعظ کہنا، سورتی ہڈی یا آدمی کی ہڈی کی دوا بنانا، ترنگڑی یا گھاس کا بلا ضرورت کاٹنا، کمینے رذیل اور نوجوان لڑکیوں اور عورتوں اور فاسق و ظالم و بدعتی کی صحبت، دنیا دار کی صحبت جو دنیا کا ذکر کرے اور اللہ اور آخرت کو یاد نہ کرے، جن کی صحبت میں متہم ہونے (جھوٹا بدنامی کا الزام لگنے) کا درہو جیسے شرابی، زانی، رافضی، خارجی، بدعتی، فاسق، فاجر وغیرہ، ان کی صحبت میں بیٹھنا، بانوں کو سیاہ کلف (سیاہ خضاب) لگانا (فریب دہی کے لئے)، البتہ مہندی و مسہ وغیرہ کا لگانا کہ جس سے بال بالکل سیاہ نہ ہوں، جائز ہے۔ ضرورت سے زیادہ اونچی عمارتیں بنانا، ذکر یا وعظ کی مجلس یا قرآن مجید پڑھنے والے کے پاس کلام کرنا، کلام کرنے والوں کے پاس اونچی آواز سے قرآن مجید پڑھنا، شعبان کی تیسویں تاریخ کو شک کاروزہ (رمضان کے خیال سے) رکھنا، لیکن نفل کی نیت سے خاص آدمیوں کو (یعنی جو صحیح نیت کر سکیں) جائز ہے، عام آدمیوں کو بوجہ نہ جانے نیت کے اور فساد عقیدہ و نیت کے نقصان وہ ہے، آسمان کی طرف غفلت کے ساتھ دیکھنا، تارے ٹوٹنے ہوئے کی طرف غفلت کے ساتھ دیکھنا (یعنی ان سے عبرت حاصل کرنی چاہئے)، چاند کی طرف انگلی سے اشارہ کرنا، ہر وقت اونچے قہقہے سے ہنسا، خود حیلہ کرنا یا کسی کو سکھانا جبکہ کسی کا حق باطل ہو۔ مثلاً زکوٰۃ وغیرہ ساقط کرنے کے لئے بایں طور کہ اگر کوئی زکوٰۃ کی رقم غلہ (اناج) میں ڈال کر فقیر کو دیدے پھر وہ غلہ مع روپوں کے فقیر سے خرید لے تو اس سے فقرا کا حق باطل ہوا۔ پس اس قسم کا حیا منع اور مکروہ تحریمی ہے۔ اگر حیلے سے کسی کا حق باطل نہ ہوتا ہو تو گناہ نہیں۔ خراب سخت گندے گوشت کا کھانا، قبر پر چراغ جلانا، گیا بھن (بچہ جھننے سے قریب بھاگائے، بکری وغیرہ کا ذبح کرنا، مسجد میں اپنی جگہ مخصوص کرنا، اپنے وضو کے لئے برتن (مسجد) مخصوص کرنا، عورت کا ماں باپ کے گھر بلا اجازت داخل ہونا، گروی (رہن) رکھی چیز سے نفع حاصل کرنا، اگرچہ اس کا مالک اجازت بھی دیدے۔ میاں بیوی کا آپس کی زات کی باتیں دوسروں سے کہنا، دکھاوے کے لئے خیرات کرنا یا کسی کی مدد یا کاری سے کرنا، بعدے اور نماز میں اکثر اوقات آنکھیں بند کرنا، قرض خواہ کا مقروض کے ہاتھ سے کوئی چیز چھیننا، بے وضو کسی ایسی چیز کا چھونا جس پر کوئی آیت قرآن لکھی ہو، صبح کے وقت یا عشا کی نماز سے پہلے اور ایسے ہی ہر نماز کے وقت کے قریب سونا مگر جبکہ کوئی اٹھانے والا ہو، اور نماز باجماعت قضا ہونے کا ڈر نہ ہو تو جائز ہے، گھوڑے پر سوار ہو کر اس کو خواہ کھڑا رکھنا، سفر میں قافلے کے اندر ایک سردار مقرر نہ کرنا، ہر نماز کا وقت تنگ کرنا، بوڑھوں کی توہین کرنا، خرید و فروخت اور نکاح میں چڑی کرنا، چڑی کی ہندی لفظ ہے اس کی صورت یہ

ہے کہ دو شخصوں میں خرید و فروخت ہو رہی ہو اور تیسرا آ کر اس چیز کی قیمت زیادہ کہہ دے کہ میں اسے خریدتا ہوں اور اس کی نیت خریدنے کی نہ ہو محض خریدار کو نقصان اور بیچنے والے کو نفع پہنچانے کی غرض سے ہو ایسے دو شخصوں کے خرید و فروخت کے معاملے میں قبل ان کے تصفیے کے تیسرے شخص کو اپنی خرید کے لئے اس چیز میں دخل دینا حرام ہے ہاں اگر وہ الگ ہو جائیں اور ان کا سودا نہ بنے تو اس کو خریدنا جائز ہے، جھگڑنا، بری دعا کرنا، اسی طرح ظالموں کے لئے اصلاح کی دعا کے سوا کرنا، بے گانی عورت (جوان) کے ساتھ بات کرنا، فاسد یا باطل معاملہ کرنا، کافروں کو بلا ضرورت سلام کہنا، چھینکنے والے کا الحمد (الحمد للہ کہنا) سن کر جواب نہ دینا (یسر حَمْلُکَ اللہ نہ کہنا) اس لئے کہ چھینک کا جواب دینا واجب ہے، ضعیف فقیر کی طرف حقارت سے دیکھنا، دیر یا قبل میں انگلی ڈالنا، غیر مشروع کھیل کھیلنا، بلا ضرورت گھر میں کتا رکھنا، قبر کی زیارت اور وہاں کھڑے ہو کر دعا پڑھنے کے علاوہ سب امور بدعت ہیں اور امام محمدؒ کے نزدیک قرآن مجید پڑھنا بھی سنت ہے، قبر پر میت کا نام یا کوئی قابل تعظیم الفاظ رکھنا، قبر کو چونا، گچ بنانا اور اس پر گنبد بنانا اور قبروں میں مسجدیں اور کنوئیں بنانا بدعت ہے، لیکن قبر کی نشانی کے لئے پتھر وغیرہ گاڑنا یا رکھنا یا کتبہ وغیرہ اسی طرح سے طاق وغیرہ بلند جگہ میں لگانا، جس سے بے ادبی کا شبہ جاتا رہے جائز ہے، بیاہ شادی وغیرہ میں غیر محرم عورتوں کا حاضر ہونا، اور زینت کر کے مردوں میں آنا، سماع سنتا، حال کھیلنا، رقص کرنا، بلا سماع اور رقص کے حال و وجد ہونا گناہ نہیں۔

مکروہات تشریہ

مکروہات تشریہ یہ ہیں: اندھیرے میں کھانا، ادراس کو ثواب پہنچایا ہوا کھانا غریبوں کے علاوہ اور روں کو کھلانا یا خود جبکہ غریب نہ ہو کھانا، جوتے میں پہلے بایاں پاؤں ڈالنا، نیز گھر یا مسجد میں داخل ہوتے وقت بھی بایاں پاؤں پہلے داخل کرنا، رات کو چراغ کو کھلا جلا چھوڑنا، برتن یا مشینیز وغیرہ کا منہ رات کو کھلا چھوڑنا، مغرب کے وقت لڑکیوں کو اور حیوانوں کو چھوڑ دینا اور دروازہ بند نہ کرنا (کیونکہ مغرب کے وقت شیطانوں کا زور ہوتا ہے اس لئے دروازہ بند کر کے لڑکیوں اور حیوانوں کو مکان میں رکھے)۔

توبہ واستغفار کا بیان

جو کوئی ایسا گناہ کرے جس میں کفر یا شرک پایا جاتا ہو وہ مسلمان نہیں رہتا بلکہ کافر اور مشرک ہو جاتا ہے اور جو کوئی بدعت کا کام کرے تو وہ مسلمان تو رہتا ہے لیکن اس کا اسلام اور ایمان بہت ناقص ہو جاتا ہے ایسے شخص کو مبتدع اور بدعتی کہتے ہیں اور جو کوئی کفر و شرک اور بدعت کے علاوہ کوئی کبیرہ کرے تو مسلمان تو ہے لیکن ناقص مسلمان ہے اسے فاسق کہتے ہیں۔ اگر کسی نے کوئی گناہ ہو جائے تو عذاب سے بچنے کی یہی صورت ہے کہ توبہ کر لے۔ توبہ یہ ہے کہ بندہ اپنے گناہ پر گناہ سمجھ کر نادم اور شرمندہ ہو اور اللہ تعالیٰ کے سامنے رور و کر گڑ گڑا کر توبہ کرے کہ اے اللہ! میرا گناہ معاف کر دے اور آئندہ کے لئے دل میں پکا ارادہ کرے کہ اب کبھی گناہ نہ کر دوں گا۔ یاد رکھو کہ صرف زبان سے توبہ کر لینا اصلی توبہ نہیں ہے قال اللہ تعالیٰ یَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا تَوْبُوا إِلَى اللَّهِ تَوْبَةً نَّصُوحًا عَسَىٰ رَبُّكُمْ أَن يُكَفِّرَ عَنْكُمْ سَيِّئَاتِكُمْ (۱) یعنی اے ایمان والو! اللہ کی طرف خالص توبہ کرو قریب ہے کہ تمہارا رب تمہارے گناہ بخش دے جب بندہ توبہ کر لیتا ہے تو اللہ تعالیٰ اپنے فضل و کرم سے اس کے گناہ معاف کر دیتا ہے: وَمَنْ يَعْمَلْ سُوءًا أَوْ يَظْلِمْ نَفْسَهُ ثُمَّ يَسْتَغْفِرِ اللَّهَ يَجِدِ اللَّهَ غَفُورًا رَّحِيمًا (۲) جو کوئی برے کام کرے (کہ غیر کو اس سے ضرر پہنچے) یا ظلم کرے اپنی جان پر (کہ اس سے غیر کو ضرر نہ پہنچے) پھر وہ بخشش مانگے اللہ تعالیٰ سے تو پائے گا اللہ تعالیٰ کو بخشنے والا مہربان: نَزَّوْهُوَ الَّذِي يَقْبَلُ التَّوْبَةَ عَنْ عِبَادِهِ وَيَعْفُو عَنِ السَّيِّئَاتِ (۳) اللہ وہ

ہے جو اپنے بندوں کی توبہ قبول کرتا ہے اور گناہ معاف کرتا ہے۔“

نیز حدیث شریف میں آیا ہے اَلتَّائِبُ مِنَ الذَّنْبِ كَمَنْ لَا ذَنْبَ لَهُ (۱) ”گناہ سے توبہ کرنے والا بے گناہوں کی برابر اور مانند ہو جاتا ہے“ لیکن توبہ سے صرف وہ گناہ معاف ہوتے ہیں کہ ان میں کسی بندے کا کوئی حق اور تعلق نہیں ہوتا۔ یہ صرف اللہ تعالیٰ کا حق ہے کہ وہ نافرمانی کرنے کی وجہ سے سزا دے، خواہ وہ گناہ صغیرہ ہو یا کبیرہ یہاں تک کہ کفر اور شرک کا گناہ بھی چکی توبہ سے معاف ہو جاتا ہے لیکن نمازیں روزے، حج، زکوٰۃ وغیرہ فرائض جو اس کے ذمے باقی ہیں جب تک ادا نہیں کرے گا معاف نہیں ہوں گے، توبہ سے صرف ان کی تاخیر و قضا کا گناہ معاف ہو جائے گا، اس لئے ان کی ادائیگی بطور قضا لازمی ہے البتہ جو گناہ ایسے ہیں کہ ان میں کسی بندے کا تعلق ہے، مثلاً کسی یتیم کا مال کھا لیا یا کسی پر تہمت لگائی یا ظلم کیا ایسے گناہوں کو حقوق العباد کہتے ہیں یہ صرف توبہ سے معاف نہیں ہوتے بلکہ ان کی معافی کے لئے ضروری ہے کہ پہلے اس شخص کا حق ادا کرے یا اس سے معاف کرائے اس کے بعد اللہ تعالیٰ کے حضور میں توبہ کرے تو معافی کی امید ہو سکتی ہے۔ توبہ کا وقت نزع کی حالت سے پہلے پہلے ہے پس جب انسان مرنے لگے اور عذاب کے فرشتے اس کے سامنے آ جائیں اور دم طلق میں آ جائے تو اس وقت اس کی توبہ مقبول نہیں۔ اس حالت سے پہلے پہلے ہر وقت کی توبہ مقبول ہے لیکن انسان کو چاہئے کہ توبہ کرنے میں جلدی کرے دیر نہ کرے اور توبہ کے بھروسے پر گناہ کرنے میں دلیری نہ کرے کیونکہ شاید توبہ نصیب نہ ہو۔ یا توبہ خالص دل سے میسر نہ آئے اور موت آ جائے اور جب تک قرب قیامت میں آفتاب مغرب کی طرف سے نہ نکلے جب تک توبہ کا دروازہ بند نہیں ہوگا جس روز مغرب سے آفتاب نکلے گا اس روز اور اس کے بعد پھر کسی کی توبہ مقبول نہ ہوگی جیسا کہ علامات قیامت میں بیان ہو چکا ہے۔

توبہ کی چند اقسام

۱۔ گناہ سے نیکی کی طرف رجوع کرنا۔ یہ عوام کی توبہ ہے۔

۲۔ غفلت سے توبہ یعنی غفلت چھوڑ کر یا د الہی کی طرف رجوع کرنا اور یہ خاص بندوں کی توبہ ہے اس کو اصطلاح میں توبہ بھی کہتے

ہیں۔

۳۔ غیر اللہ کی طرف خیال اور التفات کرنے سے توبہ کرنا اور یہ اخص الخواص عارفوں کی توبہ ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی توبہ استغفار سے اسی قسم کی توبہ استغفار مراد ہے کیونکہ آپ قبل نبوت اور بعد نبوت ہر قسم کے کبیرہ و صغیرہ سے پاک تھے۔

کافر اور مشرک کے علاوہ اگر کوئی گنہگار آدمی بغیر توبہ کے مر جائے تو اپنے گناہوں کی سزا پا کر جنت میں جائے گا اور یہ بھی ممکن ہے کہ اللہ تعالیٰ بغیر سزا دیئے اسے کسی کی شفاعت سے یا بغیر شفاعت محض اپنے فضل و کرم سے بخش دے۔

اسلامی فرقوں اور ان کے اختلافی عقائد کا بیان

حدیث شریف میں ہے حضرت عبداللہ بن عمرؓ نے کہا کہ رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: **إِنَّ بَنِي إِسْرَآئِيلَ تَفَرَّقَتْ عَلَى ثِنْتَيْنِ وَسَبْعِينَ مِلَّةً وَتَفَرَّقَ أُمَّتِي عَلَى ثَلَاثٍ وَسَبْعِينَ مِلَّةً كُلُّهُمْ فِي النَّارِ إِلَّا مِلَّةً وَاحِدَةً قَالُوا مَنْ هِيَ يَا رَسُولَ اللَّهِ قَالَ مَا أَنَا عَلَيْهِ وَأَصْحَابِي (۱)** (وہی روایت احمد ابی داؤد عن معاویہ لسان وسبعون فی النار وواحدة فی الجنة وهی الجماعة (۲))

”بے شک بنی اسرائیل کا تفرق ہوئے بہتر گروہ میں اور میری امت تفرق ہوگی بہتر گروہ میں، وہ سب دوزخ میں جائیں گے سوائے ایک گروہ کے۔ صحابہؓ نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وہ کون سا گروہ ہوگا؟ آپ نے فرمایا وہ جس پر میں ہوں اور میرے اصحاب۔ اس کو روایت کیا ترمذی نے۔ اور احمد اور ابی داؤد کی روایت معاویہؓ سے ہے کہ بہتر گروہ دوزخ میں اور ایک بہشت میں ہے اور وہ گروہ الجماعة ہے“ ایک روایت میں فرمایا **إِتَّبِعُوا السَّوَادَ الْأَعْيَنَ فَإِنَّهُ مَنْ شَذَّ شَذَّ فِي النَّارِ (۳)** ”سواد اعظم (بڑی جماعت) کی پیروی کرو۔ پس تحقیق جو شخص جماعت سے الگ ہو وہ جنتیوں کی جماعت سے الگ ہو کہ دوزخ کی آگ میں ڈال دیا گیا“ (۴)

ان احادیث اور دیگر روایات سے معلوم ہوا کہ جنتی فرقہ وہی ہے جو بڑی جماعت اور سواد اعظم ہے اور رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ رضی اللہ عنہم کے طریقے اور سنت پر عمل پیرا ہے اسی لئے اس جنتی فرقے کا نام اہل سنت والجماعت (سنی) ہے اور جو اعتقادات اس کتاب میں بیان ہوئے اسی جنتی فرقہ اہل سنت والجماعت کے ہیں۔ باقی بہتر فرقے جو اعتقادات میں گمراہ ہوئے ان کے اصول یہ لو گروہ ہیں ۱۔ خوارج، ۲۔ شیعہ، ۳۔ معتزلہ، ۴۔ مرجیہ، ۵۔ مشبہ، ۶۔ جہمیہ، ۷۔ ضراریہ، ۸۔ نجاریہ، ۹۔ کلابیہ (۵) اور مظاہر حق میں ہے کہ سات ہیں اور ان کی سات شاخیں اس طرح پر ہیں: خوارج کے ہیں، نجاریہ کے تین، شیعہ کے بائیس، مرجیہ کے پانچ، معتزلہ کے بیس اور جہمیہ و مشبہ کا ایک ایک کل بہتر ہوئے۔ یہ گروہ صحابہؓ، تابعینؓ، اور فقہائے سنیہ کے انتقال فرمانے سے کئی سال بعد پیدا ہوئے ہیں۔ بعض نے ان کے پیدا ہونے کا حال اس طرح لکھا ہے کہ اہل اسلام اور جمہور مسلمین سے سب سے اول جس نے مخالفت کی اور نیا گروہ بنا وہ خوارج (خارجی) ہیں، یہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت میں پیدا ہوئے اور ان کے پیدا ہونے کی نبی ﷺ نے خبر دی تھی، یہ جماعت عرب کے وہ لوگ تھے جو پہلے حضرت علیؓ کے ساتھ تھے پھر سخت مخالفت اور مقابلے کے لئے آمادہ ہو گئے، یہ لوگ حضرت علیؓ، عثمانؓ، معاویہؓ اور حسین رضی اللہ عنہم سب کو برا جانتے اور کہتے ہیں، اور جن صحابہؓ کا باہم قتال و جدال مسئلہ خلافت میں ہوا یہ لوگ ان سب کو ان آیات و احادیث کا صدق بتاتے ہیں جو اہل سلام کے قتل و جدال کی ممانعت میں وارد ہوئی ہیں، یہ لوگ آیات اور احادیث کے اپنے طور پر معنی مراد لیتے ہیں، آخر ان کے مقابلے کے لئے حضرت علیؓ تیار ہوئے اور بہت سوں کو قتل کیا، اسی عہد میں ایک اور جماعت نکلی جو بظاہر حضرت علیؓ کے طرفداروں میں تھے اور حضرت علیؓ سے جن جن صحابہؓ کا اختلاف ہوا تھا اور انتظامی امور میں نزاع بڑھتے بڑھتے جنگ تک کی نوبت آگئی تھی سب کو مخالف

(۱)۔ رواہ الترمذی (۲)۔ احمد، ابوداؤد (۳)۔ رواہ ابن ماجہ من حدیث انس و ابن عامر فی کتاب السنۃ

(۵)۔ غنیۃ الطالبین

(۲)۔ احمد، ابوداؤد

(۳)۔ بحوالہ کتاب مشکوٰۃ المصابیح باب اعتصام بالکتاب والسنۃ

قرآن و احادیث و مردود و کافر و مرتد کہنے لگے (نعوذ باللہ منہا) بعض کو یہاں تک خطبہ ہوا کہ حضرت علیؑ کو خدا کہنے لگے وہ دراصل مشرکین زندیق لوگ تھے جنہوں نے ظاہر میں اسلام اختیار کر لیا تھا جن کو حضرت علیؑ نے منع کیا اور سمجھایا لیکن وہ نہ مانے آخر ان کو قتل کیا۔ یہ لوگ شیعہ یا روافض کی ایک شاخ نصیری سے ہیں، اگرچہ شیعوں کے تمام فرقے قرآن و حدیث کا مطلب اپنی خواہش اور قرارداد باتوں کے موافق کرتے ہیں، صحابہ کرامؓ کی شان میں یہ فرقہ نہایت گستاخ یہاں تک کہ ان پر سب و شتم کرنا (گالیاں دینا اور برا بھلا کہنا) ان کا عام شیوہ ہے بلکہ چند کو چھوڑ کر باقی سب صحابہ کو معاذ اللہ کافر و منافق کہتے ہیں۔ حضرات خلفائے ثلاثہ کی خلافت راشدہ کو خلافت غاصبہ کہتے ہیں اور حضرت علیؑ اور ان کی اولاد کا موروثی حق قرار دیتے ہیں، اور حضرت علیؑ نے جو ان حضرات ثلاثہ کی خلافتوں کو تسلیم کیا اور ان کی تعریفیں اور فضائل بیان کئے اور ہر معاملے میں ان کا ساتھ دیا اور بیعت کی، شیعہ اس کو بزدلی اور تقیہ پر محمول کرتے ہیں۔ شیعہ (رافضیہ) کے بھی بہت سے فرقے ہیں مثلاً زید یہ اسماعیلیہ۔ بارہ امامیہ (اثنا عشریہ) سنیہ امامیہ وغیرہ۔

ایک فریق کہتا ہے کہ امام حسین رضی اللہ عنہ کے بعد ان کے بھائی محمد بن حنفیہ خلیفہ ہوئے، دوسرا فرقہ ان کے صاحبزادے امام زین العابدینؑ اور ان کی اولاد میں امامت کو مانتا ہے پھر ان میں کسی نے کسی بیٹے کو امام مانا کسی نے کسی کو، کوئی فرقہ امام حسنؑ کی اولاد میں امامت کو مانتا ہے اور اپنے دلائل کے لئے ہر ایک فرقے نے طرح طرح کی روایتیں گھڑ کر اماموں کی طرف منسوب کر دی ہیں اور اس طرح ایک دوسرے کی تکذیب کرتے اور ائمہ کی شان میں بھی گستاخی کے مرتکب ہوتے ہیں۔ ان کا عقیدہ ہے کہ جو کام بندے کے لئے نافع ہو اللہ تعالیٰ عز و جل پر واجب ہے کہ وہی کرے اسے کرنا پڑے گا۔ ایک عقیدہ یہ ہے کہ آئمہ اطہارؑ انبیاء علیہم السلام سے افضل ہیں، اور غیر نبی کو نبی سے افضل جاننا کفر ہے۔ ایک عقیدہ یہ ہے کہ قرآن مجید محفوظ نہیں بلکہ اس میں سے کچھ پارے یا سورتیں یا آیتیں یا الفاظ امیر المومنین حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ یا دیگر صحابہ رضوان اللہ علیہم نے نکال دیئے۔ یہ عقیدہ بھی بالاجماع کفر ہے کہ قرآن مجید کا انکار ہے۔ ایک عقیدہ یہ ہے کہ اللہ عز و جل کوئی حکم دیتا ہے پھر یہ معلوم کر کے مصلحت اس کے غیر میں ہے پچھتا تا ہے اور اس حکم کو بدل دیتا ہے، اس کو برا کہتے ہیں۔ اور یہ بھی یقینی کفر ہے کہ اللہ تعالیٰ کو جاہل جانتا ہے۔ ایک عقیدہ یہ ہے کہ نیکیوں کا خالق اللہ تعالیٰ ہے اور برائیوں کے خالق یہ خود ہیں (اس طرح ان کے خالقوں کی کفنی نہ رہی۔ نعوذ باللہ من ہذہ الخرافات)

ان کے اور بھی بہت سے عقائد فاسد و باطلہ ہیں ان کی مزید تفصیل شاہ عبدالعزیز صاحبؒ کی کتاب ”تحفہ اثنا عشریہ“ و حضرت مجدد الف ثانی شیخ احمد فاروقی سرہندی رحمۃ اللہ علیہ کے مکتوبات شریف و دیگر رسالہ جات رد روافض و مولانا عبدالشکور صاحب لکھنوی و دیگر علمائے کرام کی تصنیفات و شیعہ میں ملاحظہ فرمائیں۔

اخیر زمانہ صحابہ میں ایک اور فرقہ پیدا ہوا جس کو قدریہ کہتے ہیں ان کی دو جماعتیں ہو گئیں ایک منکر قدر و تقدیر۔ دوسرے وہ جنہوں نے کہا کہ بندہ مجبور محض ہے اور قضا و قدر جدھر لے چلتی ہے چلتا ہے ان کو جبریہ کہتے ہیں۔ ان کے تھوڑے دنوں بعد ایک فرقہ نکلا (تالبعین کے آخر عہد میں) جس کو معتزلہ کہتے ہیں ان کا عقیدہ ہے کہ بندے اپنے عمل آپ ہی پیدا کرتے ہیں اور اہل معاصی کے لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت کے قائل نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ پر وجوب ثواب و عقاب کو مانتے اور آخرت میں دیدار الہی کا انکار کرتے ہیں۔ یہ فریق فلسفی اور حکیمانہ خیالات کا پابند ہے اور اسی کے موافق قرآن و حدیث کو کرنا چاہتا ہے واصل بن عطاء ان کا سرگروہ تھا۔

ان کے بعد فرقہ مرجیہ پیدا ہوا جو کہتے تھے کہ صرف ایمان لانا کافی ہے عمل کی کوئی ضرورت نہیں، مسلمان ہو کر خواہ کوئی زنا کرے، نماز نہ پڑھے، زکوٰۃ نہ دے، روزے نہ رکھے اس کو کچھ خوف نہیں، قطعاً عذاب نہ ہوگا جیسا کہ نصاریٰ کا اعتقاد ہے اور نیکی کے ملنگوں کا بھی

یہی عقیدہ ہے۔

ان کے بعد خلافت عباسیہ کے قریب وسط میں ایک اور فرقہ پیدا ہوا جس کا نام جمہیہ ہے ان کا سرگروہ جہم بن صفوان اور مؤید جعد بن درہم ہے یہ لوگ صفات باری کے منکر ہیں اور طرح طرح کی بدعات جمہور اہل اسلام کے خلاف جاری کر رکھی ہیں واثق باللہ عباسی اور معصم باللہ وغیرہ اس گروہ کے مددگار ہو گئے تھے اور ائمہ مسلمین کو ان بدعات کے ماننے پر مجبور کرتے تھے چنانچہ امام احمد حنبلؒ کو بڑی بڑی تکلیفیں دی گئیں۔ نجاریہ کے بھی یہی عقائد ہیں اور غالباً جمہیہ اور نجاریہ ایک ہی ہیں۔

پھر ایک فرقہ شبہ ہوا جو خالق کو خلق کے ساتھ مشابہہ کرتے ہیں اور جسمیت اور حلول کے قائل ہیں اور آیات متشابہات کو ان کے ظاہر معنی پر محمول کرتے ہیں۔ پھر ان فرقوں کی کئی کئی شاخیں ہو کر بہتر تک نوبت پہنچتی ہے ان کی مزید تفصیل بڑی کتابوں میں ملاحظہ فرمائیں۔

آج کل جو ایک فرقہ نجریہ پایا جاتا ہے وہ ان ہی فرقوں کا ملفوبہ ہے اور یہ انگریزی دور حکومت کی پیداوار اور مغربیت و یورپیت کے زیر اثر اسلام کے ہر مسئلے کو سائنس اور اپنی عقل کی کسوٹی پر پرکھتے اور جانچتے ہیں اور اگر اپنی سمجھ میں نہ آئے تو انکار کر دیتے ہیں، حشر و نشر، حساب کتاب، دوزخ جنت، فرشتے جنات اور معجزات وغیرہ کا انکار کرتے ہیں۔ انہی میں ایک فرقہ حدیث کا منکر اور اہل قرآن کہلاتا ہے۔ ہر مسئلے کو قرآن مجید سے ثابت کرنے کی جدوجہد میں اسلام کے سب ارکان کے انکار کا موجب بنتے ہیں، مثلاً وہ کہتے ہیں کہ قرآن سے پانچ وقت کی نماز کا ثبوت نہیں اس لئے پانچ نمازوں کا فرض ہونا غلط ہے، زکوٰۃ چالیسواں حصہ بھی ثابت نہیں، بادشاہ وقت حسب ضرورت و مصلحت کم و بیش مقرر کر سکتا ہے، قربانی عید الاضحیٰ کا کوئی حکم نہیں۔ یہ اتلاف جان و مال ہے وغیرہ طرح طرح کے خلاف جمہور اسلام مسئلے تراشتے ہیں اور خود گمراہ ہوتے اور دوسروں کو گمراہ کرتے ہیں (اللہ تعالیٰ ان سب باطل فرقوں کو ہدایت دے اور ہمیں ان گندے اور فاسد عقیدوں سے بچائے، آمین)

ان فرقوں میں سے بعض کے تو فقط سوچا س ہی آدمی ہوئے تھے بعض کے کم زیادہ، پھر بعض تو چند روز میں نیست و نابود ہو گئے مزید ان کا طریقہ نہ چلا بعض کا کچھ دن چل کر نابود ہو گیا، بعض اب تک موجود ہیں جن میں سے دو فرقے الہبت زیادہ ہیں ایک شیعہ کہ جن کی بڑی تعداد ایران میں تقریباً تین سو برس سے ہے۔ پہلے یہاں بھی بہت کم تھے ہندو پاکستان میں بھی یہ فرقہ کچھ تعداد میں موجود ہے۔ دوسرا خارجی جن کا بڑا جماعہ مسقط وغیرہ بلاد عرب میں ہے ان کے علاوہ اور کسی فریق کا کوئی شہر یا ملک بستا ہوا آج تک سننے میں نہیں آیا۔ پس ان دونوں فریق کے لوگ بھی اہل سنت و جماعت کی بہ نسبت ایسے ہیں جیسے سمندر میں سے ایک چھوٹا سا نالہ جدا کر لیں چنانچہ جغرافیہ دانوں پر یہ بات خوب روشن ہے کہ مسلمانوں کا سب سے بڑا فرقہ جو ہر ملک و ہر زمانے میں کثرت سے پایا گیا ہے یہی اہل سنت و الجماعت ہے جو ناجی (جنتی) فرقہ ہے جس کو ہم پہلے بیان کر چکے ہیں کہ جس طرف مسلمانوں کی کثرت اور سواد اعظم ہو وہی حق پر ہیں اور وہی اہل نجات ہیں۔ اور اہل سنت و جماعت میں حنفی، شافعی، مالکی، حنبلی و اہل ظواہر ہیں اور یہ سب عقائد میں متفق ہیں اور جزئیات اعمال میں اجتہاد کے موقعوں میں باریک بین متقدمین علماء (مجتہدین) میں جو اختلاف ہوا اس اختلاف میں امت کے لئے رحمت ہے جیسا کہ حدیث شریف ہے: اختلاف العلماء رحمة العلماء کا اختلاف رحمت ہے، دین کی بعض باریک باتیں جو ہر ایک کی سمجھ میں نہیں آتیں زمانہ سلف کے جید عالموں نے اپنے علم کے زور سے قرآن و حدیث کی روشنی میں غور و خوض کے بعد لوگوں کے لئے مرتب کر دیں، ایسے لوگ مجتہد کہلاتے ہیں۔

مجتہد یا تو مستقل ہے اور اس کی شرطوں میں سے ہے کہ وہ فقیہ النفس و سلیم الدین فکر میں مرتاض استنباط اور تصرف میں صحیح و بیدار دلائل شرعیہ کا عارف اور دلائل کی شرطوں کا جامع باوجود درایت کے ان کے استعمال میں مرتاض اور امہات مسائل فقہ سے ہوشیار اور ان کا حافظ ہو ایسا مجتہد زمانہ دراز سے معدوم ہو گیا۔ یا مجتہد منتسب ہوگا اور اس کی چار قسمیں ہیں ان میں تین قسم کے مجتہد منتسب بھی آخر چوتھی صدی

تک تھے۔ چوتھی قسم جو مذہب کی حفظ و نقل میں قائم و مشکل کا عارف ہے لیکن تحریر دلائل و تقریر قیاسات میں کمزور ہے ایسا مجتہد ہر زمانے میں پایا جاتا ہے پس اس کا فتویٰ جو کتب مذہب سے نقل کرے معتبر ہوگا تفصیل کتب فن میں ملاحظہ فرمائیں۔

پس معلوم ہوا کہ مجتہد جن کی پیروی کی گئی ہے بہت سے ہوئے ہیں جس کو جس مجتہد سے زیادہ اعتقاد ہوا اس کی پیروی کر لی لیکن ان میں سے چار بہت مشہور ہیں جن کی پیروی کا سلسلہ آج تک رائج ہے: ۱۔ امام اعظم امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ ان کے پیرو خفی کہلاتے ہیں ۲۔ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ ان کے پیرو شافعی ہیں ۳۔ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ ان کے پیرو مالکی ہیں ۴۔ امام احمد حنبل رحمۃ اللہ علیہ ان کے پیرو حنبلی ہیں۔

یہ چاروں امام اور ان کے مقلدین فرقہ اہل سنت و جماعت ہیں اور یہ تمام دنیائے اسلام میں سب سے زیادہ ہیں اور حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صحابہ کے طریقہ و سنت پر عامل ہیں اور حدیث شریف کے مطابق یہی فرقہ جنتی ہے۔ اہل خواہر بھی اہل سنت میں سے ہیں اور اہل خواہر ان محدثین کو کہتے ہیں جو کہ نصوص میں تاویلات کم کرتے ہیں اور ان کے ظاہر مطلب کو لیتے ہیں۔ ہندو پاکستان میں ایک فرقہ اپنے کو اہل حدیث و غیر مقلد کہلاتا ہے اور اہل خواہر میں سے بنتا ہے حالانکہ یہ لوگ اہل خواہر کے طریقے سے دور اور مقلدین ائمہ مجتہدین کو گمراہ کہتے ہیں اور خود کو اہل سنت و جماعت سے شمار کرتے ہیں تقلید شخصی کے منکر ائمہ مجتہدین کی تنقیص اور ان کی شان میں گستاخی کرتے ہیں خصوصاً امام ابوحنیفہ کی شان میں تو بہت گستاخی اور بے ادبی سے پیش آتے ہیں، تقلید کو حرام و بدعت کہتے ہیں حالانکہ اہل سنت و جماعت کے نزدیک تقلید فرض اور تقلید شخصی واجب ہے۔ یہ لوگ بھی تقلید سے خالی نہیں مگر وہ اپنے نفس کی تقلید کرتے ہیں اور جس مسئلے کو جس امام کے ہاں سے چاہنے لیتے اور مجتہد مستقل ہونے کا دعویٰ کرتے ہیں: "وَاتَّبِعْ هَوَاهُ وَكَانَ أَمْرُهُ فُرْطَاوًا" (۱) "اور وہ اپنی نفسانی خواہش پر چلتا ہے اور اس کا حال حد سے گزر گیا ہے" کا مصداق ہو کر گمراہ ہوئے اللہ تعالیٰ ہدایت دے۔ آمین۔

علم عقائد میں اہل سنت و جماعت کے دو امام ہیں: ۱۔ ابو منصور ماتریدی رحمۃ اللہ علیہ جو کہ تین واسطوں سے امام ابوحنیفہ کے شاگرد ہیں۔ ماترید سمرقند کے قریب ایک گاؤں ہے وہاں کے رہنے والے تھے اور ۳۳۳ھ میں فوت ہوئے۔ عقائد کے مسائل اختلافیہ میں حنفی امام ابو منصور کے تابع ہیں اس لئے ماتریدی کہلاتے ہیں ۲۔ ابوالحسن اشعری رحمۃ اللہ علیہ یہ بھی تقریباً اسی زمانے کے ہیں، مسئلہ تکوین وغیرہ چند مسائل میں ان دونوں کا آپس میں اختلاف ہے، باقی ہر مسئلے میں متفق ہیں۔ مسائل اختلافیہ میں شافعیہ ان کے تابع ہیں اس لئے اشعریہ کہلاتے ہیں۔

ان بہتر گمراہ فرقوں کے دوزخی ہونے کا مطلب یہ ہے کہ وہ دوزخ میں داخل ہوں گے اور عذاب پائیں گے۔ یہ مراد نہیں کہ ہمیشہ دوزخ میں رہیں گے اور ہمیشہ کا عذاب اٹھائیں گے کیونکہ یہ ایمان کے خفی اور کفار کے ساتھ مخصوص ہے اور ان کا باہم اختلاف جزئیات عقائد میں ہے اصل الاصول میں سب متفق ہیں سب اہل قبلہ ہیں اور ایک ہیں اس لئے جب تک وہ دینی ضروریات اور یقینی و قطعی ثبوت والی چیزوں کا انکار یا شک نہ کریں اور احکام شرعیہ کے متواترات کو رد نہ کریں کافر نہ کہلائیں گے۔ علمائے کہا کہ اگر نالوے وجہ کفر کی ہوں اور ایک وجہ اسلام کی پائی جائے اس کو بھی مسلمان کہنا چاہئے اور کفر کا حکم نہ کرنا چاہئے۔ اور کافروں کا اختلاف چونکہ اصول میں ہے یعنی یہ لوگ توحید و رسالت و قبلہ و قرآن وغیرہ کسی پر ایمان نہیں رکھتے اس لئے ہمیشہ کے عذاب میں گرفتار ہوں گے۔ حاصل کلام یہ ہے کہ یہ بہتر گمراہ فرقے اپنے برے اعتقادات کی وجہ سے دوزخ میں جائیں گے اور سب کے سب دوزخ میں جائیں گے اور اپنے اعتقاد کی خباثت کے اندازہ کے

موافق عذاب پائیں گے برخلاف اس ایک جنتی گروہ کے کہ جن کے عقائد دوزخ کے عذاب سے نجات بخشنے والے ہیں اور ان کی فلاح و خلاصی کا سبب ہیں یعنی عقائد کی وجہ سے ان کو عذاب نہ ہوگا ہاں اس قدر ہے کہ اگر اس گروہ میں سے بعض نے برے اعمال کئے ہوں اور وہ اعمال تو بہ اور شفاعت سے معاف نہ ہوئے ہوں تو گناہ کے اعزازہ کے موافق دوزخ کے عذاب میں داخل ہوں گے پس دوزخ میں داخل ہونا اس ناجی گروہ اہل سنت و جماعت کے بعض گنہگار افراد کے حق میں بھی جائز و ثابت ہے اور دوسرے گروہوں کے تمام افراد کے حق میں دوزخ کا عذاب ثابت ہے اگرچہ داعی نہیں آفریجات پا کر جنت میں جائیں گے کلمہ کُلُّھُمْ فِی النَّارِ میں سب کا لفظ اسی رمز کا بیان ہے نیز اعمال کے گناہ کا عذاب ہلکا اور کم درجہ کا ہے جب عباد کے عذاب سے اور وہ شفاعت وغیرہ سے بخشا جاسکتا ہے لیکن برے عقائد کے گناہ کے لئے بخشش نہیں ہے۔ (۱)

مذکورہ بالا تحریر سے واضح ہو گیا کہ بڑی جماعت اور ناجی فرقہ اہل سنت و جماعت ہی ہے لیکن عوام کو ایک بڑا شبہ آتا ہے کہ مثلاً ایک شخص جاہل مسلمان ہوا اور اس نے رافضیوں اور سنیوں (اہل سنت و جماعت) کو دیکھا کہ دونوں اپنے کو حق پر جانتے ہیں اور کتاب و سنت سے دلیل پکارتے ہیں اب یہ بے چارہ نہایت حیران ہے کہ حقیقت کس طرح معلوم کرے کہ دونوں میں سے کون حق پر ہے، اس کا جواب یہ ہے کہ وہ اگر غور کرے تو مذہب اہل سنت و جماعت کے حق ہونے کی کئی باتیں بہت واضح دلیل ہیں جن کو ایک معمولی عقل کا انسان بھی آسانی سے سمجھ سکتا ہے۔

۱۔ قرآن مجید باری تعالیٰ کی نعمت عظمیٰ ہے اور یہ اکثر سنیوں ہی کو حفظ (یاد) ہوتا ہے، شیعہ (رافضی) اس نعمت سے محروم ہیں اور اگر ہزاروں میں سے کسی ایک آدمی کو یاد بھی ہوتا ہے تو وہ نادر ہے الباقی سب کا لمعذورم (یعنی نادر، نہ ہونے کی مانند ہے)۔

۲۔ جس قدر اولیاء و علماء دین کے رکن ہوئے ہیں اور جن میں سے بعض کے رافضی بھی معتقد ہیں انھوں نے یہی مذہب اختیار کیا۔

۳۔ اسلام کے جملہ شعائر یعنی جمعہ، جماعت عیدین، حج وغیرہ علی الاعلان سنی ہی ادا کرتے ہیں اور رافضی اس سے بے نصیب ہیں۔

۴۔ مکہ مکرمہ کربلا وین وین سے پیدا ہوا اور بزرگی ان سب مسلمانوں کا جزو ایمان اور سب کا قبلہ ہیں یہ نیز مدینہ منورہ جہاں سے دین پھیلا اور جہاں حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم تشریف فرما ہیں (و ادا اللہ تعالیٰ ثمرہا) ان ہر دو مقدس مقامات کے مسلمان بھی سنی ہیں۔

۵۔ صحاح ستہ اور جملہ کتب حدیث کے مصنفین و محدثین اور علمائے رہائیں و اولیائے کالمین سب مذہب اہل سنت و جماعت ہی رکھتے تھے اور کروڑ ہا پدمہا (بے شمار) اچھے لوگ اس مذہب پر ہوئے ہیں۔ اس طرح دوسرے فرقوں کے دعوے بے دلیل ہیں۔ اور یہ مذہب اہل سنت و جماعت ہی کا ہے جو تو اترج ساتھ صحابہؓ سے آج تک نقل ہوتا آیا ہے باقی سب فرقے بعد میں پیدا ہوئے ہیں۔

نتیجہ: آج کل پاکستان میں ایک فرقہ قادیانی بہت گمراہی پھیلا رہا ہے اور خود کو مسلمان کہہ کر مسلمانوں کو دھوکہ دیتا اور طرح طرح کے لالچ دے کر گمراہ کرتا ہے یہ انگریزی راج کی پیداوار اور انگریزوں کا خود کاشتہ پودا ہے حکومت کے کلیدی عہدوں پر اس کے بہت سے افراد کا قبضہ ہے اس لئے اقتصادی و نفسانی لالچ دے کر کمزور ایمان والے مسلمانوں کو گمراہ کرتے ہیں، یہ لوگ کافر بلکہ مرتد ہیں، اس فرقے کا بانی غلام احمد قادیانی ہے جس نے اپنے لئے نبوت کا دعویٰ کیا اور انبیائے کرام علیہم السلام کی شان میں نہایت بے باکی سے گستاخیاں کی ہیں اس کے پیرو قادیانی یا احمدی کہلاتے ہیں یہ شخص ملعون و جال جھوٹا اور کذاب ہے، اس کے سب پیرو کافر و مرتد ہیں۔ ان کے عقائد باطلہ کفریہ میں سے چند ایک بطور نمونہ درج کئے جاتے ہیں: نعوذ باللہ نقل کفر کفر نہ باشد

- ۱۔ حضور اور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو خاتم النبیین نہیں مانتے حالانکہ ختم نبوت مسلمانوں کے تمام فرقوں کا متفقہ اور پکا عقیدہ ہے۔
- ۲۔ اللہ تعالیٰ نے براہین احمدیہ میں اس عاجز کا نام امتی بھی رکھا اور نبی بھی۔ (۱)
- ۳۔ اے احمد تیرا نام پورا ہو جائے گا قبل اس کے کہ میرا نام پورا ہو۔ (۲) تجھے خوشخبری ہو اے احمد تو میری مراد ہے اور میرے ساتھ ہے۔ (۳)
- ۴۔ مجھ کو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اَنْتَ مَبِیْعٌ بِمَنْزِلَةِ اَوْلَادِیْ اَنْتَ مَبْنِیْ وَاَنَا مَبْنٰکَ ("اے غلام احمد تو میری اولاد کی جگہ ہے تو مجھ سے ہے اور میں تجھ سے ہوں")۔ (۴)
- ۵۔ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے الہام دو جی غلط نکلی تھیں۔ (۵)
- حضرت موسیٰ کی چشمیں گویاں بھی اس صورت پر ظہور پذیر نہیں ہوئیں جس صورت پر حضرت موسیٰ نے اپنے دل میں امید باندھی تھی غایۃ مافی الباب یہ ہے کہ حضرت مسیح کی دشمن گویاں زیادہ تر غلط نکلیں۔ (۶)
- میں ہے۔ سورۃ بقرہ میں جو ایک قتل کا ذکر ہے کہ گائے کی بوٹیاں نقش پر مارنے سے وہ مقتول زندہ ہو گیا تھا اور اپنے قاتل کا پتہ بتا دیا تھا، یہ محض موسیٰ علیہ السلام کی دھمکی اور علم مسریم تھا۔ (۷)
- حضرت ابراہیم علیہ السلام کا چار پرندوں کے معجزہ کا ذکر جو قرآن شریف میں ہے، وہ بھی ان کا مسریم کا عمل تھا۔ (۸)
- ایک بادشاہ کے وقت میں چار سو نبی نے اس کی فتح کے بارے میں چشمیں گویاں کی تھیں اور وہ جھوٹے نکلے اور بادشاہ کو شکست ہوئی بلکہ وہ اسی میدان میں مر گیا تھا۔ (۹)
- قرآن شریف میں گندی گالیاں بھری ہیں اور قرآن عظیم سخت زبانی کے طریق کو استعمال کر رہا ہے۔ (۱۰)
- (جو اس کی اپنی تعریف ہے) خدا کا کلام ہے۔ (۱۱)
- کامل مہدی نہ موسیٰ تھا نہ عیسیٰ۔ (۱۲)
- ۷۔ مجھے قسم ہے اُس ذات کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے کہ اگر مسیح ابن مریم میرے زبانی میں ہوتا تو وہ کلام جو میں کر سکتا ہوں وہ ہرگز نہ کر سکتا اور وہ نشان جو مجھ سے ظاہر ہو رہے ہیں وہ ہرگز دکھانا نہ سکتا۔ (۱۳)
- ۸۔ ابن مریم کے ذکر کو چھوڑو، اس سے بہتر غلام احمد ہے۔ یہ باتیں شاعرانہ نہیں بلکہ واقعی ہیں اور اگر تجربے کی رو سے خدا کی تائید مسیح ابن مریم سے بڑھ کر میرے ساتھ نہ ہو تو میں جھوٹا ہوں۔ (۱۴)
- غرض اس کے بے شمار گندے، باطل اور نہایت گستاخانہ و بے گانہ کفریہ عقائد اور پیغمبروں کی شان پر حملے ہیں، کہاں تک لکھے جائیں۔ اس کا بیٹا اُس کا بھی باوا ہے، نعوذ باللہ من هذه المعتقدات الکفریہ (۱۵)

(۱)۔ ازلہ ادہام: جس ۵۳۳	(۲)۔ انجام آجہم: جس ۵۲	(۳)۔ انجام آجہم: جس ۵۵	(۴)۔ داغ ابلا: جس ۶
(۵)۔ ازلہ ادہام: جس ۶۸۸	(۶)۔ ایضاً: جس ۸	(۷)۔ ایضاً: جس ۷۷۵	(۸)۔ ایضاً: جس ۵۵۳
(۹)۔ ایضاً: ۶۳۹	(۱۰)۔ ایضاً: ۲۶-۶۸	(۱۱)۔ براہین احمدیہ: جس ۵۳۳	(۱۲)۔ اربعین: جس ۱۳
(۱۳)۔ معیار: جس ۱۶	(۱۵)۔ تفصیل کے لئے ان کے رد کی کتابیں ملاحظہ ہوں	(۱۳)۔ کشتی: جس ۵۶	

سلوک و طریق مشغل بہ عبادت و ذکر و ریاضت کا بیان

حدیث شریف میں آیا ہے: لِكُلِّ نَفْسٍ مِصْقَلَةٌ وَمِصْقَلَةُ الْقَلْبِ ذِكْرُ اللَّهِ ”ہر چیز کے لئے مِصْقَل یعنی دھنگ دور کرنے والی چیز ہے اور دل کا مِصْقَل اللہ تعالیٰ کا ذکر ہے“ دنیا میں آنے کا یہی نفع اور مقصد ہے کہ ہر چیز کی محبت چھوڑ کر یاد خدا میں مشغول ہو، پس اگر اے سالک! راہ خدا! تو قرب الہی چاہتا ہے تو دنیا سے دل کو فارغ کر کے الگ گوشہ تنہائی اختیار کر اور دنیا کے کاموں کو مایحتاج الیہ حاصل کر کے باقی تمام وقت یاد الہی میں گزار۔ دن میں جس قدر ہو سکے قرآن مجید کی تلاوت کر اور تمام طاقت اسی میں خرچ کر، رات کو جس قدر تجھ سے ہو سکے نوافل پڑھ اور کثرت نوافل پر بھی اپنی تمام طاقت خرچ کر۔ لیکن اگر کسی کے ذمہ قضا نمازیں ہیں تو اس کو احق یہ ہے کہ وہ قضا نمازیں پڑھے۔ اگر کوئی قضا نماز اس کے ذمہ نہیں ہے تو جو نمازیں بالکراہت پڑھی تھیں ان کو بہتر طریقہ پر قضا کرے۔ نمازوں میں طبیعت کسل مند ہو جائے تو تسبیح و تحمید (سبحان اللہ والحمد للہ) پڑھے یا کلمہ تجید کی تلاوت کرے اور دن میں باقی وقت میں کلمہ طیبہ پڑھنا افضل ہے، پس تیرا کوئی وقت بھی غفلت میں ضائع نہیں ہونا چاہئے۔ صبح کے وقت استغفار اور ظہر کے وقت درود شریف ایک ہزار یا پانچ سو دفعہ پڑھے۔ تسبیح فاطمہ یعنی ۳۳ بار سبحان اللہ ۳۳ بار الحمد للہ ۳۳ بار اللہ اکبر ہر نماز کے بعد پڑھے اس کو ترک نہ کرے اور ایک بار لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ يُحْيِي وَيُمِيتُ بِيَدِهِ الْخَيْرُ وَهُوَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ پڑھے تاکہ سو پورے ہو جائیں۔ فرضوں کے بعد جس نماز میں سنتیں نہیں (نجر و عمر) تو تسبیح فاطمہ اسی وقت پڑھے اور جن کے بعد سنتیں ہیں (ظہر و مغرب و عشا) ان میں سنتوں کے بعد تسبیح پڑھے۔ تہجد اور دیگر نوافل کے لئے شب بیداری کرے اور رات کو چار پائی پر سونا ترک کرے تاکہ نیند تھوڑی آئے اور شب بیداری میں مد ملے۔ جب یاد الہی میں بیٹھے تو اسی خیال میں لگا رہے اور ادھر ادھر کے خیالات نہ آنے دے۔ لذات اور دنیاوی زہب و زینت یہ باطن کے دشمن ہیں، اسی طرح لذت شہوت بیوی اور بچوں کی زیادہ محبت دل میں نہ آنے دینی چاہئے۔ بادشاہوں، امیروں اور دنیا داروں کی محبت ترک کرنی چاہئے۔ ترک کسب کر کے گوشہ گیری اختیار نہ کرے بلکہ کسب حلال میں مشغول رہے۔ رزق کے لئے اللہ تعالیٰ پر توکل رکھے اور مخلوق سے طلب نہ کرے۔ خلاف شرع امور اور تمام گناہ کی باتوں کو چھوڑ دے، بدعت خواہ چھوٹی ہو یا بڑی اس کے نزدیک بھی نہ جائے، ہر کام میں اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کرے اور اس کے دروازے کے سوا اور کسی کے دروازے پر نہ جائے۔ دنیا کی شان و شوکت، لذت و زینت مال کی محبت وغیرہ کو گندہ سمجھے اور ان سے اپنی طبیعت میں کراہت کرے اور ان کی طرف مطلق دھیان نہ دے، گائے بھینس درہم و دینار وغیرہ کو رغبت و محبت دنیاوی سے ہاتھ نہ لگائے، کم کھائے کم پئے کم سوئے مخلوق کیساتھ کم بیٹھے کم بات چیت کرے۔ اللہ تعالیٰ سے عبادت کے بدلہ کا کچھ خیال دل میں نہ لائے، اور خاص اور اخص الخواص کی عادت یہ ہے کہ دونوں جہان کی نعمت و عزت کچھ نہ مانگے بلکہ اللہ تعالیٰ سے اللہ تعالیٰ کی محبت مانگے یہی افضل ہے ثواب کی نیت سے عبادت کرنی شرعاً جائز ہے۔ دعا عبادت کا مغز ہے اس کو ترک نہیں کرنا چاہیے، طمع کی عبادت سے بغیر طمع کی عبادت افضل ہے نفس کا تکبر اور بڑائی ترک کرنا لازم ہے جب نفس دنیا کے فکرات اور مخلوقات کے تعلقات مثلاً لذات و شہوت و نفع و زینت وغیرہ سے دور ہو کر باری تعالیٰ کے دربار کی طرف سراپا متوجہ ہو کر ان چار کاموں کی طرف مشغول ہو۔

۱۔ مامورات پر خواہ فرض ہوں یا نفل التزام کرے۔ ۲۔ اللہ تعالیٰ کی ممنوعات سے خواہ حرام ہوں یا مکروہ یا مشتبہات باز رہے (یہ امر وہی خواہ و جو با ہوں یا استہباب)۔ ۳۔ اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا شکر ادا کرے خواہ وہ نعمتیں دینی ہوں یا دنیاوی۔ ۴۔ مصیبت پر صبر کرے خواہ وہ مالی ہو یا بدنی یا کسی اور چیز میں واقع ہو، جو نعمت کسب سے حاصل ہو اس کو بھی اللہ تعالیٰ کے عطیے سے شمار کرنا چاہیے کیونکہ اسی نے تم کو کسب عطا کیا، تو فیق دی، پھر اس سے یہ نعمت ملی، نعمت کا شکر زبان سے ادا کرے اور دل سے یقین کرے کہ یہ نعمت میرے رب نے بھیجی ہے اور اس میں اس کا کوئی شریک نہیں ہے اور اس نعمت میں جو حق شرعی مثلاً زکوٰۃ، عشر، فطرہ وغیرہ اللہ تعالیٰ نے مقرر کیا ہے وہ ادا کرے تب شکر ادا ہوگا محض زبان سے کہہ لینا اور نعمت کا حق ادا نہ کرنا شکر ادا ہونے کو کافی نہیں ہے۔ فاقہم

نعمت کے حقوق یہ ہیں: ۱۔ حلال و حرام کو معلوم کرے۔ ۲۔ حرام کو ترک کرے حلال کو حاصل کرے اور مشتبہ کو تصدیق یعنی خیرات کر دے۔ جو چیز حلال سے کھانے پینے کی حاصل ہو اس کو لب بابت کر متعلقین کے ساتھ کھائے پئے (یعنی جو چیز کہیں سے ہدیہ ملے) اور اگر وہ چیز ہانٹنے کے لائق نہ ہو تو گھر لے جائے۔ ۳۔ پانچواں حصہ یا اس سے کچھ کم خیرات کرے، اگر خود اس کے گھر میں ہی زیادہ حاجت ہو تو سب اپنے گھر ہی میں خرچ کرے اور شکرانے میں نوافل ادا کرے۔ اسی طرح گھر کے اسباب میں بھی طاقت کے مطابق شکرانہ ادا کرے یعنی جو بھوکا ننگا یا مصیبت زدہ نظر آئے اس کو دے۔ اگر صاحب نصاب ہو تو زکوٰۃ اور صدقہ فطر ادا کرے، قربانی کرے اہل و عیال کا نفقہ دے۔ بھوکے ننگوں، اندھوں، اپاہجوں کو دینا بھی دولت مندی کا شکرانہ ہے۔ جوانی کا شکر یہ ہے کہ عاجزوں اور بوڑھوں کی خدمت، ادب اور تعظیم کرے۔ بیماروں کی خدمت کرنا صحت کا شکرانہ ہے، اگر ماں باپ بوڑھے ہوں تو ان کی خدمت کرنا فرض عین ہے اندھے اور بیمار ماں باپ کی خدمت بھی فرض ہے ان کا فرمان بجالانا فرض ہے خواہ وہ تندرست ہوں تب بھی ان کی خدمت ضروری ہے، ماں باپ کی خدمت پیدا نش اور پرورش کا شکر یہ ہے۔ علم کا شکر یہ استادوں کا ادب اور دل و جان سے ان کی خدمت ہے اور اولاد کو تعلیم دلانا، لوگوں کو مسئلے بتانا اور بے سمجھوں کو مسئلہ سمجھانے میں مشقت برداشت کرنا، خود بھی علم پر عمل کرنا یہ سب کا شکر ہے۔ اللہ تعالیٰ کی عام نعمتوں کا شکر یہ اللہ تعالیٰ کے حکموں پر عمل کرنا اور منع کی ہوئی باتوں سے بچنا اور اپنی طاقت اللہ تعالیٰ کے حکموں پر خرچ کرنا اور کسی سے نہ جھگڑنا نہ ڈرنا۔ نہ شرم کرنا، عمل میں جلدی کرنا اور دیر اور سستی نہ کرنا کیونکہ اللہ تعالیٰ کے مقرب بندوں کے نزدیک مخلوقات سے اللہ تعالیٰ کے احکام کے متعلق ڈرنا یا کی طرح شرک فحی ہے جو حرام اور مذموم ہے۔ نفس کی مرضی پر گھر میں یا گھر سے باہر کہیں بھی عمل نہ کرے اگر نفس حقوق العباد کی ادائیگی سے انکار کرے یا خانگی خرچ یا حقوق العباد کے خرچ سے روکے تو یہ خواص کے نزدیک شرک ہے، کفران نعمت یعنی اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کی ناشکری کرنا گناہ ہے مثلاً دیوانی کو جائز کاموں میں خرچ کرنا یعنی آسمان و زمین کی پیدائش سے قدرت الہی کا مشاہدہ کرے اور جن چیزوں کا دیکھنا منع کیا ان کو نہ دیکھے یہ آنکھ کا شکر ہے اور اس کے خلاف کرنا ناشکری ہے۔ ایسے ہی زبان قرآن خوانی اور فصاحت وغیرہ نیک کاموں کے لئے چلائے تو یہ اس کا شکر ہے اور غیبت، فحش، بہتان جھوٹ وغیرہ مذموم کاموں کے لئے چلانا ناشکری ہے، نعوذ باللہ مشہا۔ مؤمن دینی ہے جو ان سب برائیوں سے بچے۔

گناہوں کی بیماری کے لئے تقویٰ سب سے زیادہ اور صحیح معنوں میں شربت شفا ہے پس تقویٰ حاصل کرنے میں اپنی تمام تر طاقت خرچ کرنی چاہئے اگر کہیں بری نظر کا ڈر ہو تو آنکھیں بند کر لے اور ادھر سے ہٹا لے گویا کہ ناپائیدار بن جائے، اسی طرح بری بات بولنے کی جگہ گونگا اور سننے کی جگہ بہرا بن جائے اور اس جگہ سے چلا جائے جس طرح آگ لگنے پر پانی کے لئے کنوئیں پر بھاگ کر جاتے ہیں۔ اسی طرح جہاں گناہ کی آگ لگے تقویٰ کے کنوئیں سے اس کو بجھانا چاہیے۔ یہ سب امر وہی اور شکر کا بیان ہوا۔

اب صبر کا بیان ملاحظہ ہو۔ ہر مومن خصوصاً سالک کے لئے ضروری ہے کہ ہر سختی، بیماری یا تنگی معاش کے وقت صبر کرے کیونکہ

وصول الی اللہ سے پہلے راہ سلوک میں بڑی سخت آزمائشوں کا سامان کرنا پڑتا ہے اگر یہ مصیبت کے وقت راضی برضائے الہی رہے تو اللہ تعالیٰ کے فضل سے ہر آفت دور ہو جاتی ہے اور اگر اس سے بھاگے اور نفرت کرے تو مصیبت اور سختی اور زیادہ بڑھتی ہے۔ سالکین اس بیماری یا سختی کو دور نہیں کرتے اور نہ اس کے دفعیہ کے لئے کوئی حیلہ کرتے ہیں نہ اسے برا سمجھتے ہیں نہ اس نظر سے اس کا علاج و تدبیر کرتے ہیں بلکہ علاج و تدبیر کو درجہ اسباب میں رکھتے ہوئے اور اللہ تعالیٰ کے قانون کے اندر سمجھتے ہوئے کرتے اور مؤثر حقیقی باری تعالیٰ کو جانتے ہیں وہ ہلکی خوشی بلاؤں کو قبول کرتے ہیں جس سے وہ بلا بفضلہ تعالیٰ دور ہو جاتی یا آسان اور بے ضرر ہو جاتی ہے۔

ممبر کے پانچ درجے ہیں: ۱۔ مطلق مبرا اور وہ یہ کہ انسان وقت سے اپنے نفس کو شکایت اور رونے چلانے سے روکے کیونکہ اس درجے میں خوشی سے مبرا نہیں ہو سکتا۔ ۲۔ مبرا جیل، یعنی نفس کی خوشی و رغبت سے مشکلات پر مبرا اختیار کرے اور شکایت و جزع و فزع وغیرہ ظاہر نہ کرے۔ ۳۔ نفس اللہ تعالیٰ کی تقدیر اور قضا کے موافق ہو اور حق تعالیٰ کی رضا کا طالب ہو۔ ۴۔ آفتوں اور تکلیفوں کے آنے سے نفس کی خوشی اور لذت حاصل ہو کہ نفس اس تکلیف کے ازالے کی خواہش نہ کرے بلکہ اسی میں گرفتار رہنا پسند کرے۔ ۵۔ فنا کے مقام میں کیونکہ سالک کی نظر سختی اور تکلیف کی طرف ہرگز نہیں جاتی اور یہ تمام مراتب کامل اولیاء اللہ علی قدر مراحیم ہیں کیونکہ جب دل سے غیر اللہ کی محبت بالکل نکل جاتی ہے تو اس کو ظاہر و باطن میں ہر حال میں خوشی حاصل ہوتی ہے اور کوئی سختی اس کے لئے سختی نہیں رہتی۔ سالک کو غیر اللہ سے اپنے باطن کی صفائی لازمی ہے اور جتنا یہ غیر اللہ کی محبت سے پاک رہے گا اتنا ہی اللہ تعالیٰ کا قرب و فضل زیادہ حاصل کرے گا اور اگر غیر اللہ کی طرف نظر کرے گا اور ان کی محبت دل میں لائے گا تو اس کا باطن آلودہ اور غیر شفاف ہو جائے گا اس لئے غیر اللہ کی محبت بالکل چھوڑنا لازمی ہے پس سلوک اسی کا نام ہے کہ باطن کو غیر اللہ سے پاک کرے اور اپنے دل کی توجہ اللہ تعالیٰ کے سوا کسی طرف نہ کرے، مثلاً بیوی بچے، ماں، استاد، پیر و مرشد، دوست احباب، بادشاہ، امیر و وزیر، مال و دولت، نفع عاقبت، لذت شہوت، زیب و زینت، نام و نسب، سونا چاندی، عمارت و زراعت، موسیقی، عمدہ لباس، علوم، منطق، بلاغت فصاحت، صرف و نحو، رمل، جفر، نجوم، مناظرہ، حساب، انشاء، حکمت و فلسفہ، طب، طلسم صنعت، کیمیا و یمیا، کشف و کرامات حال و جذب درویشاں وغیرہ دنیوی نعمتیں اور نوافل و عبادت و ذکر وغیرہ سب دینی امور اگر اللہ تعالیٰ کی محبت کا ذریعہ ہیں اور بحکم الہی بقدر حاجت امور دینی کو حاصل کرتا رہے تو جائز ہے ورنہ بلا ضرورت مشغولی سے باز رہے اور جو چیز امور دنیوی سے میسر نہ ہو اس کی ضرورت نہ رکھے اپنی جملہ ضرورتوں کو اللہ تعالیٰ سے طلب کرے اور بندوں سے کوئی طلب نہ رکھے، جب سالک کو یہ بات حاصل ہو جائے تو اب اس کو کسی چیز کی ضرورت نہیں کیونکہ یہ سب سے بڑی کرامت اور دونوں جہاں کا فضل الہی ہے، ان امور پر عمل کرنے سے سالک منزل مقصود پر پہنچ جاتا ہے اور اس کے لئے اگرچہ کسی طرح مرشد کامل کے پکڑنے کی شرط نہیں ہے کیونکہ بزرگوں کی کتابوں سے ثابت ہے کہ بغیر مرشد کے بہت سے اولیاء اللہ گزرے ہیں اسی لئے شریعت نے بیعت طریقت کو فرض نہیں کیا بلکہ سنت کے درجے میں رکھا ہے لیکن اگر مرشد پکڑے تو اور بھی اچھا ہے اور اقرب طریقہ وصول الی اللہ کا مرشد کا پکڑنا ہے اور عادت اللہ اسی طرح سے جاری ہے لیکن مرشد ایسا ہی پکڑنا چاہیے جو شرع شریف کے موافق ہو اور امر و نہی و صبر و شکر کے مذکورہ بالا مدارج میں محکم و درجہ رکھتا ہو، اور جو سالک اللہ تعالیٰ کا ذکر صحیح نہ کرتا ہو بلکہ بوجہ غفلت و سستی کے یا از روئے شرع غلط اور ممنوع ذکر کرتا ہو کہ اس میں بزرگوں کے نام اور پاک روحوں سے حاجتیں طلب کرے تو ایسے ذکر و اور تاج و راگ رنگ و گانے بجانے پر حال و وجد کا آنا قطعی اور یقینی طور پر شیطان کا فعل ہے ایسے شخص سے جدائی دیناری لازمی ہے اور ایسے کی ہمدردی و مریدی سے فتنہ عظیم کا ڈر ہے بلکہ زوال ایمان کا خطرہ ہے اللہ تعالیٰ ایسے شر سے محفوظ رکھے، آمین۔ (۱)

اعمال دافع شر شیطان رجیم

جو شخص شیطان کے شر سے بچتا رہے اس کا دین سلامت رہتا ہے اور وہ خاص مومن ہو جاتا ہے اور اللہ تعالیٰ بھی اس سے راضی ہو جاتا ہے، شیطان کے شر سے بچنے کے لئے (اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم کے ساتھ) ستر چیزوں پر عمل کرے چنانچہ حدیث شریف میں آیا ہے کہ ایک روز ابلیس لعین نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آ کر سلام کیا نبی علیہ السلام نے اس کو بالکل جواب نہیں دیا اور فرمایا تو کیوں آیا اور تیرا کیا مطلب ہے؟ ابلیس لعین نے جواب دیا کہ میرے پاس اللہ تعالیٰ کا حکم آیا ہے کہ تو میرے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جا اور اس کو چچی باتیں سنا اگر تو اس میں کچھ بھی جھوٹ ملائے گا تو میں تجھ کو فنا کر کے دوزخ کی آگ میں جلا دوں گا، آپ جو کچھ دریافت فرمائیں میں سچ سچ آپ کے سامنے بیان کروں گا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ وہ کونسا عمل ہے کہ اگر میری امت اس پر عمل کرے تو تیرے شر سے محفوظ رہے، ابلیس لعین نے جواب دیا کہ جو کوئی ان ستر چیزوں پر عمل کرے اللہ تعالیٰ اس کو میرے شر سے محفوظ رکھے گا۔ ۱۔ پانچوں وقت کی نماز مستحب وقت میں پڑھے، ۲۔ نماز جماعت کے ساتھ ادا کرے، ۳۔ تہجد کی نماز پڑھے، ۴۔ استغفار پڑھے خصوصاً صبح کے وقت ۴۰ دفعہ یا ۷۰ دفعہ پڑھے، ۵۔ لمبی رات میں نفل پڑھے یا قضاۃ عمری پڑھے اور نمازوں کے بعد تسبیحات پڑھے اور صلوٰۃ التبیح کی چار رکعتیں ہیں جن کی بہت فضیلت آئی ہے ہر ہفتہ پڑھے یا ہر مہینے یا ہر چھ مہینے ہی پڑھے (طریقہ کتاب الصلوٰۃ میں ملاحظہ ہو) ۶۔ قرآن مجید کی تلاوت تجوید کے مطابق صحیح کرے، ۷۔ عمل کی نیت سے علم حاصل کرے، ۸۔ روزانہ ایک سو یا اس سے زیادہ دفعہ لا حول پڑھے، ۹۔ غمی ^{۱۱۱} پر ہمیشہ بہت درود بھیجے، ۱۰۔ ذکر الہی ہمیشہ اور ہر وقت کرے، قرآن مجید اور درود شریف کے بعد کلمہ طیبہ کا ذکر افضل الذکر ہے، ۱۱۔ ہر وقت پاؤں دھوئے اور یہ مومن کا ہتھیار ہے اور محدث معذور تہم کیا کرے اور ہر نماز کے لئے تازہ دھو کرے، ۱۲۔ علم کے موافق عمل کرے، ۱۳۔ مال و علم میں سخاوت کرے نفل ہرگز نہ کرے، ۱۴۔ صاحب نصاب ہو تو زکوٰۃ ادا کرے، ۱۵۔ حسب مقدور نفلی صدقہ و خیرات کرے، ۱۶۔ ہر ماہ کے ایام بیض، (۱۳، ۱۴، ۱۵، تاریخ قمری) کے روزے رکھے، ۱۷۔ دنیا سے زہد اختیار کرے، ۱۸۔ ہر وقت موت اور قبر اور قیامت کی فکر رکھے، ۱۹۔ خوف خدا بہت رکھے۔ ہر وقت کی بے خوفی بدی ہے، ۲۰۔ صحیف (قرآن مجید) کو بے وضو ہاتھ نہ لگائے، ۲۱۔ قبلے کی طرف ہیر نہ کرے اور نہ قبلے کی طرف تھوکرے، ۲۲۔ زبان کو کفریہ کلمات اور بری باتوں سے محفوظ رکھے، زیادہ باتیں کرنا اور بیہودہ بکنا اور مومن کی غیبت کرنی اور سنی منع ہے، ۲۳۔ حرام مالی جمع نہ کرے اور ہرگز ایسے مال کو ہاتھ نہ لگائے، ۲۴۔ قناعت اختیار کرے، ۲۵۔ حرص کو ترک کرے، ۲۶۔ مصیبت پر صبر کرے اور اللہ تعالیٰ کا شکوہ نہ کرے، ۲۷۔ رضائے مولا میں راضی رہے اللہ تعالیٰ اس سے راضی ہوگا، ۲۸۔ ہر نعمت پر اللہ تعالیٰ کا شکر واجب جانے، ۲۹۔ ہر نعمت کو اللہ تعالیٰ کی جانب سے جانے، ۳۰۔ کبھی وعدہ خلافی نہ کرے۔ ۳۱۔ اپنے ظاہر و باطن کو شرک سے پاک رکھے، ۳۲۔ حیا کو ایمان کی نشانی جانے اور حیا اختیار کرے، ۳۳۔ ہر کام میں اللہ تعالیٰ سے مدد مانگے، ۳۴۔ ہر قسم کے شر و فساد سے الگ رہے، ۳۵۔ بروں کی صحبت سے پرہیز کرے، ۳۶۔ امیروں کی صحبت سے دور رہے، ۳۷۔ نیک لوگوں کی صحبت اختیار کرے، ۳۸۔ ماں باپ کا حق ادا کرے، اور اس کو عین فرض جانے، ۳۹۔ رشتہ داروں اور دوستوں

کے ساتھ صلہ رحمی کرے۔ صلہ کے معنی ملاپ اور دوستی کے ہیں جو کہ باہم رشتہ داروں میں ہوتی ہے صلہ رحمی واجب ہے اور قطع رحم حرام اور ذوالارحام دو قسم کے ہوتے ہیں ایک وہ کہ اگر ان میں ایک کو مرد فرض کیا جائے اور دوسرے کو عورت تو نکاح جائز نہ ہو جیسے کہ بھائی بہن اور پھوپھی بھتیجا وغیرہ ان کو محرم (محرمات) کہتے ہیں اور دوسرے وہ کہ اس طرح کرنے سے باہم ان میں نکاح جائز ہو جیسے چچا زاد بہن بھائی اور ماموں زاد بہن بھائی وغیرہ ان کو غیر محرم کہتے ہیں پس صلہ رحمی محرم کی واجب اور غیر محرم کی سنت ہے اور صلہ رحمی یہ ہے کہ آپس میں ملاقات میل جول اور السلام علیکم اور شادی غمی کے وقت میں حاضر ہونا اور بیمار پرسی کرنا مدد کرنا تکلیف و تکلف سے بچنا اور غیورہ، بد خوئی سے بچنے اور خوش خوئی کو دین سمجھے، ۴۱۔ بھائیوں اور نیکیوں سے صلہ رکھے، ۴۲۔ اولاد کو انصاف کے ساتھ خرچ دے، ۴۳۔ ایک سے زیادہ بیویوں والا ان میں عدل و مساوات رکھے، ۴۴۔ چھوٹوں پر مہربانی کرے، ۴۵۔ بوجھوں اور بزرگوں کی عزت کرے، ۴۶۔ مومن کو فلاح پہنچائے اور ان کی حاجت روائی کرے، ۴۷۔ تکبر ترک کرے، ۴۸۔ تواضع اختیار کرے، ۴۹۔ اپنے نفس کو بدترین غلاظت تصور کرے، ۵۰۔ بیوگان کی عزت کرے، ۵۱۔ یتیموں پر شفقت کرے، ۵۲۔ دل کی نرمی کے ساتھ مریضوں کی عیادت کرے، ۵۳۔ مومنوں کے کاموں میں مدد کرے، ۵۴۔ کسی کے عیب ظاہر نہ کرے بلکہ اس کی پردہ پوشی کرے تاکہ اللہ تعالیٰ اس کی پردہ پوشی کرے، ۵۵۔ غصہ کو ترک کرے اور جب غصہ آئے اس کے دور کرنے میں پوری کوشش کرے۔ ۵۶۔ چھوٹے بچوں کو عزیز رکھے، ۵۷۔ زیارت قبور کے لئے جایا کرے۔ ۵۸۔ کسی کے غم پر خواہ وہ دشمن ہی کیوں نہ ہو ہرگز خوشی نہ کرے۔ ۵۹۔ ازدواج کو خوش و راضی رکھے، ۶۰۔ بھوکے کو پیٹ بھر کر کھانا کھلائے، ۶۱۔ غلام کے قصوروں پر آقا اس کو ہرگز نہ مارے، ۶۲۔ غلاموں کو رات کے وقت کام نہ بتائے اور ان کے ساتھ شفقت کا برتاؤ کرے، ۶۳۔ دروازے پر آئے ہوئے سوالی کو خالی نہ جانے دے، ۶۴۔ نیچے کو کپڑا پہنائے، ۶۵۔ مخلوق کے ساتھ نیکی کرے بدی نہ کرے، ۶۶۔ مومن کو بدنام نہ کرے بلکہ اس کے ہر عیب کو چھپائے، ۶۷۔ کھانا اکیلا ہرگز نہ کھائے اور روں کو بھی کھلائے، ۶۸۔ ان اعمال صالحہ کو خالص نیت سے محض رضائے الہی کے لئے کرے، ۶۹۔ ان سب کاموں پر اللہ تعالیٰ سے مدد مانگے۔ ۷۰۔ تمام امر و نہی پر عمل کرنے میں اپنی تمام تر قوت خرچ کرے۔ پس جو کوئی ان ستر چیزوں پر عمل کرے گا اور اللہ و رسول کو ماننے کا اس پر شیطان غالب نہیں ہوگا اور اس کو راستے سے گمراہ نہیں کر سکے گا۔

احکام شریعت کا بیان

شریعت کے احکام آٹھ قسم کے ہیں: ۱۔ فرض، ۲۔ واجب، ۳۔ سنت، ۴۔ مستحب، ۵۔ مباح، ۶۔ مکروہ، ۷۔ حرام، ۸۔ حلال۔
فرض: اُس حکم کو کہتے ہیں جو دلیل قطعی اور یقینی سے کہ جس میں کوئی دوسرا احتمال نہ ہو ثابت ہو۔ جیسا کہ آیت قطعی یا حدیث متواتر کہ اس میں اور کوئی احتمال نہ ہو یا صحابہ اور تابعین کے اجماع سے ثابت ہو، جو اس کا انکار کرے کافر ہے اور بغیر عذر چھوڑنے والا فاسق اور سخت عذاب کا مستحق ہوتا ہے اور یہ دوسرے دونوں کو شامل ہے اور اکثر اس کا اطلاق ان ہی افعال پر ہوتا ہے جن کا کرنا مقصود ہے۔

واجب: وہ حکم ہے جو دلیل ظنی سے ثابت ہو یعنی اس دلیل سے جس میں دوسرا ضعیف احتمال بھی ہو جیسے ذومعنی آیت وحدیث احاد اور مجتہد کے قیاس سے ثابت ہو۔ اس کا انکار کرنے والا کافر نہیں ہوتا بلکہ فاسق ہے اور اس کا بلا عذر ترک کرنے والا بھی فاسق اور سخت عذاب کا مستحق ہے لیکن فرض سے کم۔ پس فرض اور واجب میں فرق فقط اعتقاد کی راہ سے ہے کہ فرض کا منکر کافر ہے اور واجب کا منکر کافر نہیں بلکہ فاسق ہے لیکن عمل میں جیسا وہ ضروری ہے ویسا ہی یہ بھی ضروری ہے اسی لئے ان کو فرض و واجب اعتقادی بھی کہتے ہیں اور اس لحاظ سے فرض و واجب کی ایک قسم عملی ہے یعنی جو دلیل قطعی ایسی نہ ہو جس سے کفر لازم آئے مگر مجتہد کی نظر میں شرعی دلائل کی رو سے پختہ یقین ہے کہ اس کے لئے بغیر آدمی بری الذمہ نہ ہوگا اس کا بے وجہ انکار فاسق و گمراہی ہے، ہاں دلائل میں نظر رکھنے والا اور مجتہد دلائل شرعیہ سے اس کا انکار کر سکتا ہے لیکن مقلد کو بلا ضرورت شرعی اپنے امام کے خلاف کرنا جائز نہیں جیسے حنفیہ کے نزدیک چوتھائی سر کا مسح فرض ہے اور شافعیہ کے نزدیک ایک ہال کا اور مالکیہ کے نزدیک پورے سر کا، نیز وضو میں بسم اللہ اور نیت حنفیہ کے نزدیک سنت ہے اور حنبلیہ و شافعیہ کے نزدیک فرض ہے۔ ان کے علاوہ فرض عملی کی بہت سی مثالیں ہیں اور اسی طرح واجب کی مثالیں بھی کتب فقہ میں درج ہیں وہاں ملاحظہ کریں۔

سنت مؤکدہ: وہ فعل ہے جسے نبی ﷺ یا صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے عموماً اور غالب طور پر کیا ہو اور کبھی بغیر کسی عذر کے ترک بھی کیا ہو، اس خیال سے کہ اُمت پر واجب نہ ہو جائے یا ترک کرنے والے پر کسی قسم کی زجر و تنبیہ نہ کی ہو یا وہ کہ جس کے کرنے کی تاکید فرمائی ہے ہو مگر ترک کا راستہ بند نہ کیا ہو اس کا ترک گناہ اور ترک کی عادت فسق اور موجب عتاب ہے مگر اس پر کم عتاب ہوگا، مثلاً اس شفاعت ہے جو اتباع سنت کی وجہ سے حاصل ہوتی ہے محروم رہے گا، اگر کبھی چھوٹ جائے تو مضافاً نہیں لیکن مستحق عتاب ہے۔

مستحب: وہ ہے کہ جس کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یا آپ کے صحابہؓ نے کیا ہو یا اس کو اچھا خیال کیا ہو یا تابعین نے اس کو اچھا سمجھا ہو لیکن اس کو ہمیشہ یا اکثر نہ کیا بلکہ کبھی کیا اور کبھی ترک کیا ہو، اس کا کرنا ثواب ہے اور نہ کرنا گناہ و موجب عذاب نہیں اور اس کو سنت زائدہ عادیہ یا سنت غیر مؤکدہ بھی کہتے ہیں اور فقہاء کی اصطلاح میں نفل اور مندوب اور تطوع بھی کہتے ہیں۔ بعض نے سنت غیرہ مؤکدہ اور مستحب کو الگ الگ بیان کیا اور تھوڑا فرق کیا ہے۔

مباح: وہ حکم ہے جس کے کرنے میں ثواب نہ ہو اور نہ کرنے میں عذاب نہ ہو۔

مکروہ: وہ حکم ہے کہ جس میں ممانعت تو داروہ ہے لیکن جواز کی دلیل بھی پائی جاتی ہے۔ اس کی دو قسمیں ہیں:

۱۔ مکروہ تحریمی: جس کے نہ کرنے میں ثواب ہو اور کرنے میں عذاب نہ ہو، اور یہ جواز کے دائرے میں ہے اور کراہت طبعی رکھتا

اور سنت غیر موکدہ کے بالمقابل ہے۔

۲۔ مکروہ تحریمی: یہ قریب حرام کے لئے اور یہ دلیل ظنی سے ثابت ہوتا ہے، اگرچہ اشد ضرورت میں یہ بھی جائز ہے، یہ واجب کے

بالمقابل ہے۔ پس اس کا انکار کرنے والا فاسق اور بغیر عذر کرنے والا گنہگار اور عذاب کا مستحق ہوگا۔

حرام: وہ ہے جس پر ممانعت کا حکم پایا جائے اور جواز کی دلیل نہ ہو، پس یہ فرض کی طرح دلیل قطعی سے ثابت ہوتا ہے اس کا

منکر کا فرور بے عذر کرنے والا فاسق اور سخت عذاب کا مستحق ہے۔

حلال: جس میں ممانعت کی وجہ نہ پائی جائے اور یہ حرام کے بالمقابل ہے سنت موکدہ کے بالمقابل "اسامت" ہے یعنی جس

کا کرنا برا اور التزام پر مستحق عذاب ہوتا ہے اور مستحب کے بالمقابل "خلاف اولیٰ" ہے کہ نہ کرنا بہتر تھا مگر کر لیا تو کچھ مضائقہ و عتاب نہیں۔

فرض کی دو قسمیں ہیں: ۱۔ فرض عین وہ ہے جس کا کرنا ہر ایک پر ضروری ہے اور جس پر وہ لازم ہے جب تک اس کو ادا نہ کرے اس

کے ذمے سے نہیں اترتا، جیسے بیچ وقتی اور جمعے کی نماز اور روزہ رمضان المبارک، زکوٰۃ، حج وغیرہ۔

۲۔ فرض کفایہ وہ ہے کہ بعض لوگوں کے ادا کرنے سے باقی کے ذمے سے بھی اتر جائے گا لیکن اگر کوئی ادا نہ کرے تو سب گنہگار

ہوں گے جیسے جنازہ کی نماز وغیرہ۔ اسی طرح سنت موکدہ علی الکفایہ بھی ہے جس کی مثال رمضان المبارک کے اخیر عشرہ کا اعتکاف ہے۔

فرائض اسلام کا بیان

فرض عین یہ ہیں: کلمہ شہادت کا دل و زبان سے اقرار کرنا۔ رات دن میں پانچ وقت کی نمازیں ہمیشہ ادا کرنا، صاحب نصاب

ہونے کی صورت میں زکوٰۃ ادا کرنا۔ ماہ رمضان المبارک کے روزے رکھنا۔ راست اور سواری کا خرچ ہونے یعنی حج فرض ہونے کی صورت میں

حج ادا کرنا۔ ارکان خمسہ یعنی ایمان، نماز، روزہ، زکوٰۃ و حج اور وضو و غسل، حیض و نفاس وغیرہ ضروریات دین کا علم حاصل کرنا، ماں باپ استاد

علماء بادشاہ و سید کی فرمانبرداری اور ادب و احسان و سپاس ادا کرنا۔ ماں باپ بیوی اور چھوٹی عمر کی اولاد کا نان نفقہ دینا۔ تمام گناہوں سے توبہ

کرنا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا چار پشت تک نسب نامہ یاد رکھنا اور وہ اس طرح ہے حضرت محمد ﷺ بن عبد اللہ بن عبد المطلب بن ہاشم بن

عبد مناف۔ مردوں کے لئے گھٹنوں سے ناف تک (ناف ستر میں شامل نہیں اور گھٹنے شامل ہیں) ستر عورت کا ڈھانپنا۔ اور عورت (آزاد

عورت یعنی جو باندی نہ ہو) کو نماز میں تمام بدن ڈھانپنا ایسے ہی نماز کے علاوہ اوقات میں بھی غیر محرموں سے تمام بدن چھپانا فرض ہے

سوائے منہ، پاؤں اور ہاتھوں کے کہ یہ گھر میں اور نماز کی ضروریات کے لئے معاف ہیں۔ باندی کے لئے سارا پیٹ اور پیٹھ اور دونوں پہلو

اور ناف سے گھٹنوں تک ستر عورت سے اور عورت کو شرعی پردہ کے ساتھ خاندان کی اجازت سے گھر سے باہر جانا خواہ وہ اجازت صراحت ہو یا

دالالہ سوائے چند مستثنیٰ موقعوں کے کہ ان میں بلا اجازت جاسکتی ہے، پس اگر فتنہ کا خوف نہ ہو تو دینی و دنیاوی ضرورتوں کے لئے شرائط مذکورہ

کے ساتھ جانا جائز ہے اور اس سے مرد گنہگار نہ ہوگا، اور بلا ضرورت اجازت پر مرد بھی گنہگار ہوگا۔ چاروں مذاہب اہل سنت و جماعت (یعنی

حنفی شافعی مالکی جہلی) برحق ہیں کسی پر اعتراض نہ کرے رمضان کے تیس روزوں کی تیس نیتیں اور حج و زکوٰۃ کی نیت اپنے اپنے موقعوں پر کرے

بغیر نیت کے کوئی عمل صحیح نہیں ہوتا۔ اخلاص اعمال و ترک ریا، یعنی اعمال صالحہ میں کوئی دنیاوی غرض کا ارادہ نہ ہو اور محض اللہ تعالیٰ کی رضا

و خوشنودی کی نیت ہو۔ موت کے خوف کے وقت کھانا پینا، کافروں سے جہاد کرنا جبکہ ان کے غلبہ کا خوف ہو۔ ضرورت کے وقت کسب حلال

کرنا نماز کے اٹھارہ فرض ہیں، چار وضو میں ہیں تین تیمم میں، تین غسل میں ہیں، نماز جائز ہونے کی مقدار قرآن کا یاد کرنا۔ نص قرآن وحدیث و قیاس ائمہ واجماع امت پر عمل کرنا۔

امام جب قرآن مجید جہر سے پڑھتا ہو تو قرآن کا سننا، بعض کے نزدیک نماز کے علاوہ بھی قرآن شریف جب جہر (بلند آواز) سے پڑھا جائے تو اس کا سننا فرض ہے۔ فرض نمازوں، نماز جنازہ، سجدہ تلاوت اور مسن مصحف کے لئے وضو کرنا۔ پانچ مواقع پر غسل کرنا یعنی جماع خواہ بلا انزال ہو۔ انزال جبکہ منی شہوت سے نکلے، خواب میں احتلام ہونا جبکہ منی یا ندی ظاہر ہو۔ پاکی، حیض ونفاس جنبی حائض ونفسایا جس کا مخرج نجاست (پیشاب، پانچخانہ کا مخرج) درم سے زیادہ ملوث ہو جائے اس کو استنجا کرنا۔ جس کو زنا کا خوف ہو اس کو شادی کرنا، نکاح کے بعد ایک مرتبہ وطی کرنا، عورت کو خاوند کا حکم ماننا، خاوند کے مال میں خیانت اور نقصان نہ کرنا، اگر کسی شخص کو شیر پھاڑ کھانے والا ہو، یا وہ آگ میں جلنے والا ہو، یا ڈوبنے والا ہو، یا کسی اور ایسی مصیبت میں مبتلا ہو مثلاً دیوار کے نیچے دب کر یا کنوئیں میں گر کر ہلاک ہو رہا ہو تو جو شخص اس کے چھڑانے اور بچانے پر قادر ہو یا دوسرے لوگوں کو خبر دینے پر قادر ہو تو اس پر بچانا یا اطلاع دینا فرض ہے اور اس غرض کے لئے نماز توڑنا بھی جائز ہے چاہے اس نماز کا وقت بھی قضا کیوں نہ ہو جائے۔ خاوند کا اپنی بیوی کو حمام خانے اور میلے اور دیگر مواقع ممنوعہ مثلاً دوسروں کی شادی غمی میں یا بیگانے مریضوں کی عیادت کو یا غیر مردوں کی مجلس میں جانے سے روکنا اور عورت کے لئے ان مواقع میں نہ جانا۔ اگر عورت کے ماں باپ بیمار ہوں یا انھیں اس کی خدمت کی ضرورت ہے تو عورت کو ماں باپ کی عیادت یا خدمت کے لئے جانا خواہ اس کا خاوند بالکل اجازت نہ دے تب بھی جائے، عورت اس قسم کی نافرمانی سے گنہگار نہ ہوگی۔ اگر گھر میں خاوند یا کوئی اور علم سکھانے والا نہ ہو تو عورت حاصل کرنے کے لئے جائے اور پرانے کپڑے پہن کر بوڑھی عورت کی شکل بنا کر جائے۔ بادشاہوں کے لئے عدل کرنا اور علماء اور عاجزوں، مسکینوں اور غازیوں کو خرچ کو (نفقہ) دینا۔ جب اللہ تعالیٰ کا نام سے توجہ جَلَّ جَلَالُہُ کہے۔ عمر میں ایک مرتبہ درود شریف پڑھنا۔ اگر کوئی خدا اور رسول کی شان میں کسی قسم کی گستاخی کرے تو قدرت ہوتے ہوئے اس کو روکنا، اگر ہاتھ سے قدرت ہو تو ہاتھ سے روکے ورنہ زبان سے روکے اگر اس کی بھی قدرت نہ ہو تو دل سے برا جانے اور یہ ایمان کا ادنیٰ درجہ ہے۔ ذہل وزخم وغیرہ پر خون یا پیپ وغیرہ کی بندش کے لئے پٹی باندھنا۔ یا پیشاب گاہ (مشرک حصہ) میں قطرے یا ندی وغیرہ کے بندے کرنے کے لئے روٹی کا رکھنا یا جس حیلے سے ناپاکی کی بندش ہو مثلاً اگر بیٹھ کر نماز پڑھنے سے خون، ریم، ندی وغیرہ جاری نہیں ہوتی اور کھڑے ہو کر نماز پڑھنے سے جاری ہو جاتی ہے تو نماز کا بیٹھ کر پڑھنا۔ بقدر ضرورت علم فقہ کا پڑھنا وغیرہ۔

فرض کفایہ یہ ہیں: سلام کا جواب دینا (اگر کوئی کسی اکیلے آدمی کو سلام کہے یا مجلس میں کسی کا نام لے کر سلام کہے تو سلام کا جواب دینا اس شخص پر فرض عین ہے) سلام کا پیغام سننے والے کو سلام کا جواب دینا اور یوں کہنا وَعَلَيْكُمْ السَّلَام اور (ا) چھینک والے کا اَلْحَمْدُ لِلّٰہ سن کر جواب میں یَرْحَمُکَ اللّٰہ کہنا۔ عیادت (بیمار پرسی) جبکہ مرض شدید ہو ورنہ مستحب ہے۔ مسلمان کی میت کا غسل و کفن و نماز جنازہ و دفن وغیرہ۔ ہر ایک شہر میں ایام جمعہ وعیدین میں ایک قاضی ایک مفتی ایک امیر اور ایک خطیب کا موجود ہونا (یا ان کا قائم مقام ہو اور غیر مسلم حکومت میں مسلمانوں کی رصامندی سے کسی کو قاضی بنایا جائے۔ مؤلف) بقدر ضرورت علم فقہ کا پڑھنا فرض عین ہے۔ اس سے زیادہ یعنی مکمل علوم فقہ کا پڑھنا اور علم اصول اور تمام قرآن مجید حفظ کرنا فرض کفایہ ہے۔ امر بالمعروف یعنی نماز، روزہ وغیرہ نیکیوں کا حکم کرنا اور نہی عن المنکر یعنی شرک، بدعت، زنا اور شراب خوری وغیرہ برائیوں سے روکنا، بادشاہ کے لئے ہاتھ سے اور عالم کے لئے زبان سے روکنا اور عوام کے لئے جبکہ کسی فتنے کا ڈر ہو منکرات کو دل سے برا جاننا فرض کفایہ ہے اور اگر نفع کی کوئی امید نہ ہو تو فرض نہیں ہے۔ اولاد کی تعلیم

ترتیب (پڑھانا سکھانا) اور پرورش کرنا ان کا اچھا نام رکھنا اور اگر نان و نفقہ کی استطاعت ہو تو اولاد کا نکاح کرنا۔ اگر کوئی پیغام کہے تو اس کا پیغام پہنچانا۔ طالب علموں کا خرچہ اور ان کی مدد کرنا۔ جو مومن بھوکا مر رہا ہو اس کو کھانا کھلانا، اگر کسی کو کھانا دینے کی توفیق نہ ہو تو لوگوں میں اعلان کر دینا۔ اگر کفار غلبہ نہ کریں تو اس صورت میں ان سے جنگ کرتے غرض کفار یہ ہے اور غلبہ کرنا اور شہر گھیرنے کی صورت میں فرض عین ہے۔

واجبات اسلام کا بیان

واجبات اسلام یہ ہیں: ۱۔ نماز وتر۔ ۲۔ عمرہ اور وہ اس طرح ہے کہ پہلے احرام باندھے اور خانہ کعبہ کا طواف کرے پھر صفا مروہ کی پہاڑیوں کے درمیان سات بار سعی کرے (پک کر چلے) اس کے بعد سر کو منڈوا کر یا کتر کر احرام سے باہر ہو جائے اور عمرہ تمام سال میں جائز ہے مگر حج کے دنوں میں جو عرفہ کے روز سے آخر ایام تشریق یعنی تیرہویں ذی الحجہ تک ہے ان میں عمرہ ادا کرنا مکروہ ہے۔ عمرے کا واجب ہونا مشہور ہے، لیکن فتویٰ اس پر ہے کہ سنت ہے غنی کے لئے صدقہ فطر ادا کرنا اپنی طرف سے بھی اور چھوٹی اولاد کا بھی جن کا وہ کفیل ہے۔ غنی کے لئے بقرہ (عید الاضحیٰ) کی قربانی کرنا، اپنے خونیٹوں کا جبکہ وہ عاجز ہوں نفقہ دینا اور ماں باپ کی خدمت کرنا اور زیارت کرنا اور عورت پر خاوند کی خدمت کرنا مثلاً روٹی، ہنڈیا پکانا کپڑے وغیرہ سینا اور چہرہ وغیرہ کا تھنا اور بچوں کی دودھ وغیرہ سے پرورش کرنا وغیرہ۔ جب کسی غیر کا نام سے یا پڑھے تو اس طرح درود کہے صَلَوَاتُ اللہِ عَلَیْ نَبِیِّنَا وَ عَلَیْہِ بِغَضَبِ بعض کے نزدیک ہر بار پڑھنا واجب ہے، بعض کے نزدیک تین بار اور بعض کے نزدیک ایک بار واجب ہے اور بعض کے نزدیک مطلقاً واجب ہی نہیں بلکہ ہر بار مستحب ہے۔ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا اس مبارک نام سے یا پڑھے تو درود شریف یعنی ﷺ یا کوئی اور صیغہ کہتا پہلی دفعہ واجب ہے اور ہر بار کہنا مستحب ہے۔ جب کسی صحابی کا نام سے یا پڑھے تو رضی اللہ عنہ کہے، یہ بعض کے نزدیک واجب اور بعض کے نزدیک مستحب ہے اور یہی قول معتبر ہے۔ ذوی الارحام عرموں کے ساتھ صلہ رحمی واجب ہے اور نامحرم ذوی الارحام کے ساتھ سنت ہے۔ مسائے کا حق ادا کرنا یعنی ان پر ظلم نہ کرنا اور ان کو قلع پہنچانا۔ غلام کے اوپر اپنے آقا کی خدمت کرنا اور آقا پر اپنے غلام کو اچھی طرح رکھنا۔ طواف کعبہ کے لئے وضو کرنا۔ اگر کافر جنسی مسلمان ہو تو اس کو غسل کرنا اگر جنسی نہ ہو تو مستحب ہے۔

وہ بالغ جو بلوغت پر بالغ ہو اور اس کے بعد اس کو احتلام ہو، اگر احتلام کے ساتھ بالغ ہو تو فتویٰ اس پر ہے کہ اس پر بھی غسل واجب ہے، یہی احوط ہے۔

سنن اسلام کا بیان

خشتہ کرنا، مسواک کرنا، لبوں کے بال اور زیر ناف کے بال اور بظلیں صاف کرنا اور ناخن کاٹنا، سر منڈانا یا سارے سر پر بال رکھنا، اور بچ میں مانگ لگانا یعنی نصف بال دائیں طرف اور نصف بائیں طرف رہیں۔

مستحبات و سنن زوائد کا بیان

اسلام میں مستحبات و سنن زوائد یہ ہیں: غسل جمعہ، غسل عیدین، غسل عرفہ، غسل احرام، سر میں خشک کٹھمی پھیرنا، داڑھی میں تر کٹھمی پھیرنا۔ جب دلہن پہلی مرتبہ گھر میں آئے تو دعوت و کیمہ کرنا یعنی دوست احباب اور رشتہ داروں کو کھانا کھلانا۔ سلام کہنا۔ مصافحہ کرنا، ضیافت

قبول کرنا، چھینک حتیٰ الامکان آہستہ آواز سے کہنا اور الحمد للہ اونچی سے کہنا۔ بیمار کی مزاج پر سی کرنا جبکہ بیماری شدید نہ ہو، اگر بیماری سخت ہو تو بیمار پر سی فرض کفایہ ہے، بالوں کو تیل لگانا اور خوشبو بھی لگانا، اچھا لباس پہننا کبھی کبھی آئینہ دیکھا، سبز اور سفید اور سیاہ پوشاک افضل ہے۔ پا جامہ پہننا۔ کالاموزہ پہننا۔ صافہ میں شملہ رکھنا، نیک اور پسندیدہ کام دانے ہاتھ سے کرنا مثلاً کھانا پینا لکھنا وغیرہ اور قرآن مجید، دینی کتب اور دوسری اشیاء لینا دینا، ناک ومنہ میں پانی ڈالنا وغیرہ۔ ناپسندیدہ کام بائیں ہاتھ سے کرنا مثلاً استنجا خواہ پتھر ڈھیلے سے کرے یا پانی سے ناک سکننا وغیرہ۔ کپڑوں و لباس کا بقدر کفایت چھوٹا رکھنا کیونکہ لباس کا حاجت سے زیادہ لمبا رکھنا مکروہ ہے اور اس میں تکبر و ناز پایا جاتا ہے۔ جب چالیس سال کی عمر کو پہنچے تو ہاتھ میں لٹھی (عصا) رکھنا۔ سوائے ممنوعہ و منکرہ موقوفوں کے ہر حال میں قبلہ کی طرف منہ کر کے بیٹھنا۔ عزیزوں اور دوستوں کی سوغات (تحفے) قبول کرنا اور ان کو اس کا بدلہ دینا۔ مسلمانوں کی ضرورتوں میں اللہ تعالیٰ کی خوشنودی حاصل کرنے کے لئے کوشش کرنا۔ صدقے کی نیت سے حاجت سے زیادہ کسب کرنا۔ نیکیوں، عابدوں، زاہدوں اور علماء و صلحاء کی صحبت اختیار کرنا، نماز عشاء کے بعد آنکھوں میں سرمہ لگانا، قیلولہ کرنا، علم طب سیکھنا۔ فصد کھلوانا، سفر کے لئے دن کے وقت روانہ ہونا اور ہفتہ یا جمعرات کی فجر کو سفر کرنا، بیمار کو توبہ و استغفار کرنا۔ رونا، صدقہ دینا اور صحت ہونے پر غسل کرنا۔

کھانے پینے سے پہلے بسم اللہ کہنا سنت ہے اور ہر لقمے پر کہنا مستحب ہے اور اسی طرح کھانے پینے کے بعد الحمد للہ کہنا سنت ہے۔ اور ہر لقمے کے اخیر پر مستحب ہے، کھانے سے پہلے اور بعد میں دونوں ہاتھوں کو پہنچوں تک دھونا، دائیں ہاتھ سے کھانا (بلا عذر بائیں ہاتھ سے کھانا بدعت ہے) کھانے میں اخیر تک احباب کا ساتھ دینا، کھاتے وقت جوتا اتار کر بیٹھنا۔ مل کر کھانا، سہارا لگا کر یا پاؤں لٹکا کر کھانا مکروہ ہے، با وضو کھانا، جب جچی بھوک لگے تب کھانا اور جب بھوک باقی رہے تو ہاتھ روک لینا، تین انگلیوں سے کھانا محض ایک انگلی سے نہ کھائے اگر ضرورت ہو تو چوتھی اور پانچویں بھی ملا لے۔ لکڑی اور مٹی کے برتنوں میں کھانا پینا افضل ہے بہ نسبت تانبے لوہے وغیرہ دھاتوں کے برتنوں کے، کپڑے وغیرہ کا ایک دسترخوان بچھا کر کھانا اس پر رکھنا تاکہ کھانے وغیرہ کے ریزے گر کر پاؤں کے نیچے آ کر بے ادبی نہ ہو۔ دعوت میں سبزیات (پھل وغیرہ) اور سرکہ حاضر کرنا، کھاتے وقت دایاں پاؤں کھڑا رکھنا اور بایاں پاؤں بچھا کر بیٹھنا۔ کھانے کے اول و آخر نمک کی چیز کھانا یا نمک چکھنا، اپنے آگے سے کھانا، خالی ہونے پر پیالے کو انگلی سے چاٹ لینا، کھانا کھانے کے بعد انگلیوں کا چاٹنا اس طرح پر کہ پہلے درمیانی انگلی کو چاٹے پھر انگوٹھے کے پاس والی پھر انگوٹھا اور چار پانچ انگلیاں استعمال کی ہوں تو سب کو چاٹ لے اور ہر انگلی کو تین بار چاٹے، کھانے کے ذروں کو کھالے، پھینکنے نہیں، دھونے کے بعد ہاتھوں کو نہ جھٹکے، دعوت میں جو بزرگ ہو وہ پہلے کھانا شروع کرے۔ صالح لوگوں کی دعوت کھانا اور ان کو کھلانا، کھانے کے بعد دانتوں کا خلال کرنا اور کلی کرنا، کھانے کے بعد کھلانے والے کے لئے دعا کرنا دعا یہ ہے

اَللّٰهُمَّ اطْعِمْنِيْ وَاسْقِنِيْ مِنْ سَقَاتِيْ اَوْ رِيْهِ بَعْدَ مَا رَزَقْتَهُمْ وَ اغْفِرْ لَهُمْ وَ ارْحَمْهُمْ

لصاحب الطعام ولا يكله وبارك لهم فيما رزقهم و اغفر لهم وارحمهم

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

کتاب الطہارۃ

طہارت کا بیان

تمہید

جاننا چاہئے کہ تمام کتب فقہ میں عبادات کو معاملات و مزاجرات (سزاؤں اور تعزیرات) وغیرہ پر مقدم کیا گیا ہے، کیونکہ یہ دوسرے امور سے اہم ہے۔ پھر نماز کو باقی دوسری عبادات پر مقدم کیا گیا ہے کیونکہ ایمان کے بعد یہ سب سے اہم عبادت ہے اور نص قرآن و احادیث سے ثابت ہے۔ طہارت کو نماز پر مقدم کیا گیا ہے کیونکہ یہ نماز کی کتنی اور اس کی شرط ہے اور جو چیز کسی چیز کی کتنی اور شرط ہوتی ہے وہ اس چیز پر طبعاً مقدم ہوتی ہے۔ اس لئے اس کو بیان میں بھی مقدم رکھا جاتا ہے (۱) اور تمام شرائط نماز پر طہارت کو اس لئے مقدم کیا گیا ہے کہ یہ ان میں سب سے زیادہ اہم ہے کیونکہ یہ کسی (عام) عذر سے ساقط نہیں ہوتی۔ (۲)

طہارت کے معنی: لغت میں طہارت کے معنی مطلق طور پر صفائی و پاکیزگی کے ہیں اور شرعاً اس کے معنی حدیث و نجاست سے پاکیزگی حاصل کرنا (۳) پس طہارت سے مراد وہ طہارت ہے جو نماز کے ساتھ مخصوص ہے۔ (۴)

طہارت کا حکم: طہارت کا حکم یعنی اس پر مرتب ہونے والا ثمرہ یہ ہے کہ جو چیز طہارت کے بغیر جائز نہیں ہے (مثلاً نماز پڑھنا اور قرآن مجید کا چھونا وغیرہ) وہ طہارت حاصل ہونے کے بعد مباح و جائز ہو جاتی ہے۔ (۵)

طہارت واجب ہونے کا سبب: طہارت واجب ہونے کے سبب کے بارے میں چار قول ہیں ان میں سے ایک یہ ہے کہ حکمی طہارت کا سبب حدیث اور حقیقی طہارت کا سبب نجس ہے اور دوسرا قول یہ ہے کہ نماز کے لئے کھڑا ہونا اس کا سبب ہے تیسرا قول یہ ہے کہ وجوب طہارت کا سبب وہ فعل ہے جو طہارت کے بغیر حلال (جائز) نہیں ہوتا خواہ وہ فعل فرض ہو جیسے نماز، یا فرض نہ ہو جیسے قرآن مجید کا چھونا اور چوتھا قول یہ ہے کہ وجوب طہارت کا سبب نماز کا واجب ہونا یا اس چیز کا ارادہ کرنا ہے جو طہارت کے بغیر حلال (جائز) نہ ہو۔ (۵)

طہارت کا رکن: نجاست حکمی و نجاست حقیقی کو دور کرنے والی چیز کا استعمال کرنا۔ (۱)

طہارت واجب ہونے کی شرطیں: طہارت واجب ہونے کی شرطیں نو ہیں: ۱۔ اسلام، ۲۔ عقل، ۳۔ بلوغ، ۴۔ حدث پایا جانا خواہ حدث اصغر ہو یا اکبر، ۵۔ پاک کرنے والی چیز یعنی ضرورت کے مطابق پاک اور خالص پانی، یا پاک مٹی کا ہونا، ۶۔ پانی یا مٹی کے استعمال پر قدرت ہونا، ۷۔ عورت کا حیض کی حالت میں نہ ہونا، ۸۔ عورت کا نفاس کی حالت میں نہ ہونا، ۹۔ نماز کے وقت کا ٹھک ہونا۔ (۲)

طہارت کے صحیح ہونے کی شرطیں: طہارت کے صحیح ہونے کی شرطیں چار ہیں: ۱۔ پاک اور خالص پانی کا تمام اعضاء پر پہنچنا، ۲۔ عورت کا حیض کی حالت میں نہ ہونا، ۳۔ عورت کا نفاس کی حالت میں نہ ہونا، ۴۔ غیر معذور کو طہارت حاصل کرنے کی حالت میں طہارت کو توڑنے والی کسی چیز کا لاحق نہ ہونا اور اس چیز کا بدن سے دور ہونا جو طہارت کی مانع ہے مثلاً آنکھ کا کچھڑ (چنڑ) یا موم وغیرہ جو بدن پر چپکا ہوا ہو اس کا دور ہونا۔ (۳)

طہارت کی اقسام: نماز سے تعلق رکھنے والی طہارت کی دو قسمیں ہیں ایک حدیث سے طہارت۔ اس کو طہارت حکمی بھی کہتے ہیں اور دوسری جہت سے طہارت اس کو طہارت حقیقی بھی کہتے ہیں حدیث سے طہارت یعنی حکمی طہارت تین قسم کی ہوتی ہے یعنی وضو، غسل اور تیمم۔ اور جہت سے طہارت یعنی حقیقی طہارت نجاست سے پاکیزگی حاصل کرنا ہے۔ (۴) (ان دونوں قسم کی طہارت کی تفصیل مع اقسام علی الترتیب بیان کی جاتی ہے) (مؤلف)

حدث سے طہارت حاصل کرنا

نماز کی شرطوں میں سے ایک شرط بدن کی طہارت یعنی اس کا پاک ہونا ہے اور اس کی دو قسمیں ہیں: اول بدن کا حدث (نجاست حکمی) سے پاک ہونا اور دوم جہت (نجاست حقیقی) سے پاک ہونا (۵) حدث ایک شرعی وصف ہے جو اعضاء جسم میں اثر کرتا ہے اور طہارت کو زائل کر دیتا ہے (۶) پس حدث بحکم شرع ایک مانع ہے جو اعضاء جسم کے ساتھ اس وقت تک قائم رہتا ہے جب تک حدث کو دور کرنے والی چیز استعمال نہ کی جائے اور وہ (حدث کو دور کرنے والی چیز) یا طبعی ہے یعنی پانی، یا شرعی ہے یعنی مٹی (۷) (یعنی اگر پانی پر قادر نہ ہو تو شرعاً پاک مٹی سے تیمم کر کے حدث سے پاک ہو جاتا ہے۔ مؤلف) اور شرعاً جہت یعنی نجاست حقیقی سے مراد جسم دار نجاست ہے (۸) پس حدث یعنی حکمی نجاست سے مراد یہ ہے کہ اگرچہ ظاہر میں جسم پر کوئی نجاست لگی ہوئی نہ ہو لیکن پھر بھی شرعی حکم کے مطابق جسم نا پاک ہو جاتا ہے مثلاً کوئی شخص جنابت کی وجہ سے نا پاک ہوا اور اس نے اپنے جسم کی ظاہری نجاست دھو ڈالی تو وہ جب تک باقاعدہ غسل نہ کرے اور اس کا جسم حکماً نا پاک ہے اور اس شخص کے لئے نماز ادا کرنا اور مسجد میں داخل ہونا وغیرہ جائز نہیں یا کوئی شخص جنبی تو نہیں لیکن بے وضو ہے یعنی اس نے پیشاب یا پاخانے کے بعد استنجاء کر لیا لیکن وضو نہیں کیا تو یہ شخص حکماً نا پاک ہے اور اسے نماز پڑھنا یا قرآن مجید پھونا وغیرہ جائز نہیں ہے ایسی نجاست کو نجاست حکمی کہتے ہیں، یعنی نجاست جو دیکھنے میں نہ آ سکے بلکہ شریعت کے حکم سے ثابت ہوتی ہے۔ ایسی نجاست سے بدن کا پاک ہونا طہارت حکم کہلاتا ہے، اور ظاہری یعنی نظر آنے والی جسم دار نجاست سے بدن کا پاک ہونا طہارت حقیقی کہلاتا ہے طہارت حکمی

(۱) - حایہ زیادہ (۲) - بحر دروش و مخرجات (۳) - ایضاً (۴) - بدائع الصراف

(۵) - درود بحر (۶) - در (۷) - بحر در (۸) - درود بحر

وطہارت حقیقی سے بدن کا پاک ہونا نماز کے لئے شرط ہے اس کے بغیر نماز درست نہیں ہوتی (۱) طہارت حکمیہ یعنی حدث سے طہارت کے بیان کو طہارت حقیقیہ یعنی جبث سے طہارت کے بیان پر مقدم کیا جاتا ہے کیونکہ اس کا وقوع بکثرت ہے اور یہ سب سے اہم اور سب سے زیادہ تاکید کی شرط ہے (۲) اور یہ افظظ نجاست ہے کیونکہ اس قلیل بھی معاف نہیں ہے بخلاف نجاست حقیقی کے کہ اس کا قلیل معاف ہے۔ (۳) حدث یعنی نجاست حکمی دو قسم کی ہے اول غسل فرض ہونا، اس کو حدث اکبر کہتے ہیں دوم بے وضو ہونا اس کو حدث اصغر کہتے ہیں، ان دونوں نجاستوں سے بدن کا پاک ہونا طہارت حکمی کہلاتا ہے۔

غسل کو طہارت کبریٰ کہتے ہیں اس کے واجب ہونے کی شرط حدث اکبر ہے اور وضو کو طہارت صغریٰ کہتے ہیں اس کے وجوب کی شرط حدث اصغر ہے۔ (۴) وضو کے بیان کو غسل کے بیان پر مقدم کیا جاتا ہے کیونکہ یہ غسل کا جز بھی ہے اور اس کی بکثرت ضرورت پیش آتی ہے۔ (۵)

وضو کا بیان

اس بیان میں وضو کے فضائل حکمتیں اور فائدے معنی اور اس کے ارکان (فرائض) و سنن و مستحبات، آداب و مکروہات اور وضو کو توڑنے والی چیزیں وغیرہ تفصیل کے ساتھ ترتیب وار بیان کی جاتی ہیں۔ (مولف)

فضائل وضو

۱۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام سے ارشاد فرمایا کیا میں تمہیں ایسی چیز نہ بتاؤں جس کے سبب اللہ تعالیٰ خطائیں محو فرمادے اور درجات بلند کر دے، صحابہؓ نے عرض کیا ہاں یا رسول اللہ! آپ نے فرمایا جس وقت وضو کرنا ناگوار ہوتا ہے (مثلاً بیماری یا سردی میں) اس وقت کامل وضو کرنا اور مسجدوں کی طرف قدموں کی کثرت اور ایک نماز کے بعد دوسری نماز کا انتظار کرنا۔ اور اس کا ثواب ایسا ہے جیسا کہ دین کے دشمنوں سے بلا داسلام کی سرحد کی نگہبانی کے لئے وہاں پر بیٹھنے کا ثواب ہے۔ (۱)

۲۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جو شخص وضو کرے اور اچھی طرح (یعنی سنن و آداب کے ساتھ) وضو کرے تو اس کے بدن سے (مغیرہ) گناہ نکل جاتے ہیں یہاں تک کہ اس کے ناخنوں میں سے بھی نکل جاتے ہیں۔ (۲)

۳۔ حضرت عبد اللہ مناہجی سے روایت ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب کوئی مومن بندہ وضو کرتا ہے اس اور کے لئے کلی کرتا ہے تو اس کے منہ سے گناہ نکل جاتے ہیں اور جب ناک میں پانی ڈال کر اس کو صاف کرتا ہے تو اس کی ناک سے گناہ نکل جاتے ہیں یہاں تک کہ اس کے ہاتھوں کے ناخنوں سے بھی نکل جاتے ہیں اور جب اپنے سر کا مسح کرتا ہے تو اس کے سر سے گناہ نکل جاتے ہیں یہاں تک کہ اس کے دونوں کانوں سے بھی نکل جاتے ہیں اور جب اپنے دونوں پاؤں دھوتا ہے تو اس کے دونوں پاؤں سے بھی گناہ نکل جاتے ہیں یہاں تک کہ اس کے دونوں پاؤں کے ناخنوں سے بھی نکل جاتے ہیں، پھر اس کا مسجد کی طرف جانا اور نماز پڑھنا اس کے لئے (درجات کا) زیادہ ہوتا ہے۔ (۳) اسی مضمون کی ایک اور حدیث ابو ہریرہؓ سے مسلم شریف میں مروی ہے۔

۴۔ حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تار وضو کی قیامت کے روز میری امت کو الـفـحـشـیـون (روشن پیشانی اور سفید اعضا والے) کرپکارا جائے گا پس تم میں سے جو شخص چاہے کہ اپنی پیشانی کی روشنی کو طویل کرے تو اس کو چاہئے کہ ایسا کرے۔ (۴) یعنی وضو کے باعث قیامت کے روز اعضائے وضو روشن ہوں گے، پس ان کو ان کی حد سے کچھ زائد دھو کر ان کی روشنی کو طویل کرے۔

۵۔ حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جہاں تک مومن کے وضو کا پانی پہنچے گا وہاں تک اس کو جنت (میں) زیور پہنچے گا۔ (۵)

- ۶۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جو شخص وضو کے اور وضو کرے (یعنی جبکہ پہلے وضو سے کوئی فرض یا نفل عبادت کر چکا ہو) تو اس کے لئے وضو کے ثواب کے علاوہ (دس نیکیاں لکھی جاتی ہیں)۔ (۱)
- ۷۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جنت کی کنجی نماز ہے اور نماز کی کنجی وضو ہے۔ (۲)
- ۸۔ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم میں سے جو شخص وضو کرے پس پوری طرح وضو کرے اس کے بعد یہ (کلمہ شہادت) کہے اَشْهَدُ اَنْ لَا اِلَهَ اِلَّا اللّٰهُ وَ اَشْهَدُ اَنْ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُولُهُ ایک روایت میں ہے کہ یہ کہے اَشْهَدُ اَنْ لَا اِلَهَ اِلَّا اللّٰهُ وَ اَشْهَدُ اَنْ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُولُهُ تو اس کے لئے جنت کے آٹھوں دروازے کھول دیئے جائیں گے کہ جس دروازے سے چاہے داخل ہو جائے (۳)
- ۹۔ گھر سے وضو کر کے نماز کے لئے مسجد جانے میں ہر قدم پر گناہ معاف ہوتے ہیں اور ثواب ملتا ہے۔ (۴)
- ۱۰۔ ہا وضو مسجد میں نماز کا انتظار کرنے سے جتنا وقت انتظار میں گزرتا ہے وہ سب نماز میں شمار ہوتا ہے اور اس کو نماز کا ثواب ملتا ہے۔ (۵)

وضو کی حکمتیں اور فائدے

دین اسلام کے ہر عمل میں بشمول وضو بہت سی حکمتیں، اسرار اور فائدے مضمون ہوتے ہیں جن میں سے بعض کی طرف ہمارا ذہن متوجہ ہو جاتا ہے اور اکثر کی طرف ہمارا ذہن نہیں جاسکتا اور ان کا صحیح و کامل علم تو اللہ تعالیٰ ہی کو ہے چنانچہ وضو میں بھی بہت سی حکمتیں ہیں جن میں سے چند ہیں:

۱۔ وضو انسان کو ظاہری و باطنی گناہوں اور غفلت کے دور کرنے پر آمادہ کرتا ہے، اگر وضو کے بغیر نماز پڑھنا مشروع ہوتا تو انسان اسی طرح پرودہ غفلت میں سرشار رہتا اور غافلانہ طور پر نماز میں داخل ہو جاتا اس لئے اس غفلت کو دور کرنے کے لئے وضو مشروع ہوا تاکہ انسان باخبر و باحضور ہو کر اللہ تعالیٰ کے سامنے کھڑا ہو۔ (۶)

۲۔ وضو میں چند اعضا کو دھونے اور سر کا مسح کرنے کا حکم ہے اس لئے کہ تمام ممالک میں لباس سے یہی اعضا عام طور پر باہر رہتے ہیں انہی اعضا کے گرد و غبار سے آلودہ ہونے کا امکان رہتا ہے اس لئے پاکیزگی و صفائی کا تقاضا ہے کہ ان اعضا کو دھویا جائے اور سر بہت کم کھلا رہتا اور اس پر بیرونی گرد و غبار کے اثرات کم پڑتے ہیں اس لئے اس کا صرف مسح کرنے کا حکم ہے اور ہر نماز کے لئے وضو کرنے میں کوئی حرج و مشقت نہیں ہے اس لئے اس کا حکم دیا گیا ہے اگر نماز کے لئے تمام بدن کو دھونے کا حکم ہوتا تو اس میں مشقت و حرج ہوتا اس لئے شرع شریف نے نماز کے لئے وضو کا حکم دیا جس کو ہر شخص آسانی سے کر سکتا ہے پورے بدن کو دھونے کا حکم نہیں دیا۔ (۷)

۳۔ جب کوئی شخص کسی بادشاہ یا امیر یا رئیس کی ملاقات کے لئے جاتا ہے یا کسی اچھے یا پاکیزہ کام کا قصد کرتا ہے تو پہلے ان اعضا کو دھوتا ہے جن پر ملاقات کے وقت لوگوں کی نگاہ پڑتی ہے اور ان اعضا کے کھلا رہنے کے باعث ان پر گرد و غبار اور میل پچیل لگا ہوتا ہے اور لباس

(۱)۔ رواہ الترمذی (۲)۔ رواہ احمد (۳)۔ رواہ مسلم۔ یہ حدیث مشکوٰۃ شریف و جمع الفوائد کتاب الطہارۃ سے نقل کی گئی ہیں

(۴)۔ احکام اسلام عقل کی نظر میں ملخصاً

(۵)۔ علم الفقہ (۶)۔ علم الفقہ

(۷)۔ ماخوذ من حجة اللہ وغیرہ

بھی صاف ستھرا پہن کر جاتا ہے اس کو خیال ہوتا ہے کہ ایسا نہ ہو میرے میلے کپڑے لپاس اور چہرہ اور ہاتھ پاؤں کو دیکھ کر وہ بادشاہ یا امیر نفرت کرے اور بات بھی نہ کرے۔ اسی طرح جب کوئی مسلمان نماز کے لئے کھڑا ہوتا ہے تو وہ سب بادشاہوں، امیروں، رئیسوں اور قوام کائنات کے خالق احکم الحاکمین کے سامنے کھڑا ہو کر اپنی عرض و معروض پیش کرتا ہے اس لئے اس بارگاہ مقدس کی حاضری کے لئے صفائی و پاکیزگی کی زیادہ ضرورت ہے، اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل و کرم اور اپنی شان و جمی و کرمی سے اس مقصد کے لئے ہمیں کسی زیادہ مشقت میں ڈالے بغیر ایک آسان طریقہ بتا دیا کہ وضو کر لیا کریں۔ (۱)

۴۔ کسی نشے باز کو ظاہری حاکم و بادشاہ کے دربار میں نشے کی حالت میں جانے کی اجازت نہیں دی جاتی اسی طرح نماز کے لئے بھی حکم ہے کہ نشے کی حالت میں نماز نہ پڑھو کیونکہ نشے کی حالت میں یہ ہوش نہیں رہتا ہے کہ وہ منہ سے کیا کہہ رہا ہے اسی طرح انسان دنیاوی مشاغل و فکرات میں پڑ کر نشے والے آدمی کی طرح ہو جاتا ہے اس لئے غفلت کے اس نشے کو اتارنے کے لئے وضو کرنا شروع ہوتا کہ انسان باخبر و باحضور ہو کر اللہ تعالیٰ کے سامنے کھڑا ہو۔ (۲)

۵۔ تجربہ شاد ہے کہ ہاتھ اور پاؤں کے دھونے اور منہ اور سر پر پانی چھڑکنے سے نفس پر اثر پڑتا ہے اور اعضاء رئیسہ میں تقویت و بیداری پیدا ہو جاتی اور غفلت، نیند اور بہت زیادہ بے ہوشی اس سے دور ہو جاتی ہے اس کی تصدیق حاذق اطباء کے طریق سے ہو سکتی ہے کہ جب کسی کو خوشی ہو یا زیادہ اسہال آتے ہوں یا کسی کی فصد لی گئی ہو تو یہ حضرات اس کے اعضاء پر پانی چھڑکنا تجویز کرتے ہیں، یہی وجہ ہے کہ نماز کے لئے کھڑا ہونے سے پہلے اپنے نفس، کی سستی، کافلی اور نکالت و کشافت کو دور کرنے کے لئے وضو کا حکم دیا گیا۔ (۳)

۶۔ مشاہدہ اور طبی تجربات اس امر کے شاہد ہیں کہ انسان کے اندرونی جسم کے ذریعے مادے اطراف بدن سے خارج ہوتے رہتے ہیں اور وہ ہاتھ پاؤں یا اطراف منہ و سر پر آ کر ظہر جاتے ہیں اور مختلف اقسام کے ذریعے پھوڑے پھنسیوں کی شکل میں ظاہر ہوتے رہتے ہیں ان اطراف بدن کو دھونے سے وہ گندے مادے دور ہوتے رہتے ہیں یا تو جسم کے اندر ہی ان کا جوش پانی کے استعمال سے بجھ جاتا ہے یا خارج ہوتا رہتا ہے۔ (۴)

۷۔ اللہ تعالیٰ کی اطاعت کی نیت سے ظاہری و باطنی پاکیزگی و طہارت کا پابند شخص اللہ تعالیٰ کا محبوب بن جاتا ہے چنانچہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: **إِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ الْمُتَوَاضِعِينَ وَيُحِبُّ الْمُتَطَهِّرِينَ** بیشک اللہ تعالیٰ باطنی و ظاہری طہارت والوں کو دوست رکھتا ہے۔ (۵)

۸۔ نفس کے صفت احسان سے متصف ہونے میں اس کو بہت بڑا دخل ہے۔ (حجۃ اللہ) کیونکہ جب طہارت کی کیفیت نفس میں رائج ہو جاتی ہے تو ہمیشہ کے لئے نور ملک کی ایک شعبہ اس میں ٹھہر جاتا ہے اور بصیرت کی تاریکی کا حصہ مغلوب ہو جاتا ہے۔ (۶)

۹۔ طہارت سے طبیعت میں عقل کا مادہ بڑھتا ہے اور جہاں عقل تام ہوگی وہاں حضور الہی بھی تام ہوگا۔ (۷)

۱۰۔ گناہوں اور کسل کے باعث جو روحانی نور و سرور اعضاء سے سلب ہو چکا تھا وضو کرنے سے وہ دوبارہ ان میں عود کر آتا ہے یہی

روحانی نور قیامت میں اعضاء وضو میں نمایاں طور پر چمکے گا جیسا کہ حدیث شریف میں آیا ہے۔ (۸)

(۱)۔ حجۃ اللہ و احکام اسلام عقل کی نظر میں وغیرہ سے ماخوذ (۲)۔ احکام اسلام عقل کی نظر میں تصرفاً

(۳)۔ حجۃ اللہ و احکام اسلام عقل کی نظر میں (۴)۔ احکام اسلام عقل کی نظر میں (۵)۔ ایضاً

(۶)۔ احکام اسلام عقل کی نظر میں و حجۃ اللہ (۷)۔ احکام اسلام عقل کی نظر میں (۸)۔ ایضاً

۱۱۔ طہارت کی وجہ سے انسان کو فرشتوں کے ساتھ قرب و اتصال ہو جاتا ہے اس لئے وہ آسمان پر جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے دربار میں اس کو شرف حضوری حاصل ہو کیونکہ طہارت کی وجہ سے انسان کو شیاطین سے بُعد ہو جاتا ہے۔ (۱)

۱۲۔ اس سے عذاب قبر دور ہو جاتا ہے۔ (۲)

۱۳۔ نماز عظیم الشان شعائر اللہ میں سے ہے اور وضو اس میں داخل ہونے کی کنجی ہے جیسا کہ حدیث شریف میں وارد ہے۔ (۳)

۱۴۔ اعضائے وضو کے دھونے و مسح کرنے میں جو ترتیب مخصوص ہے اس کی پابندی کرنے اور ان کے خلاف کرنا ناجائز ہونے میں کچھ باطنی مصلحتیں ہیں اور کچھ ظاہری۔ باطنی مصلحتیں یہ ہیں کہ انسان سے احکام الہی کی مخالفت و گناہ کا ظہور اسی ترتیب سے ہوتا ہے اس لئے اعضائے وضو کو مخصوص ترتیب سے دھونا لائق گناہوں اور اللہ تعالیٰ کی نافرمانیوں سے دھونے اور تائب کرنے کی طرف اشارہ ہے، اللہ تعالیٰ نے سب سے پہلے چہرہ کو دھونے کا امر فرمایا جس میں منہ تک آنکھیں شامل ہیں پہلے کلی کے ذریعے زبان کو صاف کیا جاتا ہے جس میں زبان سے توبہ کی طرف اشارہ ہے کیونکہ انسان کی زبان احکام الہی کی مخالفت میں تمام اعضا سے سبقت لے جاتی ہے جیسا کہ حدیث شریف میں ہے کہ نبی آدمی سے اکثر گناہ اس کی زبان کے ذریعے صادر ہوتے ہیں، پھر ناک میں پانی ڈال کر اس کو صاف کیا جاتا ہے جو کہ سونگھنے کی ممنوع چیزوں اور دباغی غرور و تکبر سے توبہ کی علامت ہے پھر سارے چہرے کو دونوں آنکھوں اور پیشانی کے ساتھ دھویا جاتا ہے اس میں چہرے کے تمام گناہوں اور آنکھوں کی بد نظری سے توبہ اور خواہشات نفسانی جن کا مرکز پیشانی ہے چھوڑنے کی طرف اشارہ ہے پھر دونوں ہاتھوں کو کہنیوں سمیت دھویا جاتا ہے جس میں ہاتھوں کے گناہ ترک کرنے کی طرف اشارہ ہے پھر سر اور گردن کا مسح کیا جاتا ہے کیونکہ سر و گردن سے بڑا بڑا کوئی مخالفت سرزد نہیں ہوتی بلکہ زبان و آنکھ کی ہمسائیگی کی وجہ سے ہوتی ہے اس لئے صرف مسح کرنے کا حکم ہوا، کانوں کے مسح کا حکم بھی اسی لئے ہے کہ ان میں بلا قصد و اختیار آواز پڑتی ہے، ان تینوں اعضا کے مسح کرنے میں سرکشی، گردن کشی اور خلاف حق سننے سے توبہ کی طرف اشارہ ہے پھر دونوں پاؤں کو دھویا جاتا ہے کیونکہ جب آنکھیں دیکھتی، زبان بات کرتی، ہاتھ حرکت کرتے اور کان سنتے ہیں تو ان سب کے بعد پاؤں چلتے ہیں اس لئے پاؤں کا دھونا سب سے آخر میں ان کی توبہ کی باری آتی ہے۔ تین بار ہر عضو کو دھونے میں توبہ کے تین ارکان یعنی گناہ پر ندامت، اس کے ترک کرنے اور آئندہ نہ کرنے کا پختہ ارادہ کرنے کی طرف اشارہ ہے۔ (۴)

(۴) (۱) اعضائے وضو کے دھونے سے گناہوں کے جھڑنے اور دھلنے کی احادیث فضائل وضو میں بیان ہو چکی ہیں (مؤلف)

۱۵۔ وضو میں جو ترتیب مخصوص ہے اس کی ظاہری حکمتیں یہ ہیں سب سے پہلے دونوں ہاتھوں کو کلائیوں تک دھویا جاتا ہے پس میں یہ حکمت ہے کہ انسان اپنا ہر کام ہاتھ کے ذریعے پورا کرتا ہے جس کی وجہ سے ہاتھوں کا میل سے آلودہ ہونا ضروری ہے اور چونکہ وضو میں دوسرے اعضا ہاتھوں ہی سے صاف کئے جاتے ہیں پس اگر ہاتھوں کو پہلے نہ دھویا جائے اور میلے ہاتھوں سے دوسرے اعضا دھوئے جا چکیں تو بجائے صاف ہونے کے اور زیادہ گندے ہو جائیں اس لئے پہلے ہاتھ دھونے کا حکم دیا گیا، اس کے بعد ان پاک ہاتھوں سے پانی لے کر منہ میں ڈالنے اور کلی کرنے کا حکم ہے کیونکہ ہاتھوں کے ظاہری میل کچیل کے بعد منہ کی اندرونی گندہ و فنی کا درجہ ہے۔ انسان منہ سے ہر قسم کی غذا کھاتا رہتا ہے جس کی وجہ سے غذا کے باریک ریزے منہ میں رہ جاتے ہیں ان کے صاف کرنے کے لئے کلی کی ضرورت ہے اور جو اجزا دانتوں کی رینوں میں پھنس کر رہ جاتے ہیں ان کے لئے مسواک کی تاکید کی گئی ہے جس سے دانت صاف اور مسوڑھے بھی مضبوط ہو جاتے۔

(۱) ایضاً وجہ اللہ

(۲) حجۃ اللہ

(۳) احکام اسلام عقل کی نظر میں

(۴) احکام اسلام عقل کی نظر میں تقریفاً

ہیں اور منہ کے اندر کی صفائی ہو جاتی ہے اس کے بعد ناک کی آلودگی کو پاک کرنے کا حکم دیا گیا، ناک کی ریش کے وہ ٹکڑے جو خشک ہو کر ناک میں جم جاتے ہیں اور ناک صاف نہ کرنے کی وجہ سے ناک میں پیدا ہونے والے جراثیم سانس کے ذریعے پیچھڑوں کو شدید نقصان پہنچاتے ہیں اور مختلف بیماریوں کا سبب بنتے ہیں اس لئے ناک صاف کرنے کا حکم دیا گیا ہے، منہ اور ناک کی صفائی چہرے کی صفائی میں شامل ہے پھر تمام چہرہ دھونے کا حکم ہے کیونکہ انسان کا چہرہ ہمیشہ کھلا رہتا ہے جس کی وجہ سے اس پر گرد و غبار جم جاتا ہے چہرے کے ساتھ آنکھیں بھی دھل جاتی ہیں اور میل دور ہونے کے باعث بیماریوں سے محفوظ رہتی ہیں چہرہ دھونے کے دونوں ہاتھ کہیں سبت دھونے کا حکم دیا گیا ہے کیونکہ کاروبار کرتے وقت اکثر لوگ ہاتھ کہیں تک کھلے رکھتے ہیں، اور چونکہ کام کرنے والوں کا اکثر سر بھی کھلا رہتا ہے جس پر بالعموم صرف غبار پڑتا ہے اس لئے سر پر صرف مسح کرنے کا حکم دیا گیا ہے تاکہ ہاتھ پھیرنے سے گرد و غبار دور ہو کر صاف ہو جائے اسی طرح کانوں اور گردن کے مسح کا حکم ہے کیونکہ یہ بھی سر کے متصل ہیں ان اعضا کے مسح کرنے میں یہ بھی حکمت ہے کہ دھونے میں حرج و مشقت ہے اس لئے حرج کو رفع کر دیا گیا۔ پھر دونوں پاؤں منحنی سمیت دھونے کا حکم ہے کیونکہ چلنے پھرنے کی وجہ سے زمین کے قریب ہونے کے باعث پاؤں کا گرد آلود ہونا اور پسینہ آنے کی وجہ سے کھچھ ہو جانے کا زیادہ امکان رہتا ہے اس لئے ان کو دھونے کا حکم ہوا اور سب کے بعد میں دھونے کا حکم اس لئے ہوا تاکہ اشرف اعضا کے بعد ان کو ہاتھ لگے، یہ وضو میں چند اعضا کو دھونے اور ان کی ترتیب میں مصلحت کا بیان ہوا۔ (۱)

بظاہر وضو میں چند معمولی اعضا دھوئے جاتے ہیں مگر درحقیقت اس سے ایسی دینی و دنیاوی اور ظاہری و باطنی پاکی و صفائی حاصل ہوتی ہے کہ جس سے زیادہ خیال میں نہیں آسکتی، دینی و باطنی پاکی تو یہ ہے کہ اس سے انسان گناہوں سے پاک ہو جاتا ہے جیسا کہ پہلے بیان ہوا اور دنیاوی و ظاہری صفائی تو ظاہری ہے اور اس ظاہری صفائی سے صحت و تندرستی حاصل ہوتی ہے کیونکہ نماز کے پانچ اوقات ہیں ہر وقت کے وضو میں ہر عضو کو تین تین بار دھویا جاتا ہے اس لئے ہر عضو دن رات میں پندرہ مرتبہ دھویا جائے گا اس سے اعضا پر میل و گندگی رہنے کا کوئی امکان نہیں رہے گا جس کا نتیجہ لازمی طور پر تندرستی کا حاصل ہونا ہے۔ (۲)

۱۶۔ وضو میں دونوں ہاتھوں کو کھلائی تک دھونے کلی اور ناک میں پانی ڈالنے کو جبکہ یہ تینوں فعل سنت ہیں وضو کے پہلے فرض یعنی منہ دھونے پر مقدم کرنے میں یہ حکمت مفہوم ہوتی ہے کہ پانی کے اوصاف معلوم ہو جائیں کیونکہ وضو کے لئے پاک پانی ہونا چاہئے ناپاک پانی سے وضو جائز نہیں ہے اور ناپاک پانی وہ ہے جس کے تینوں اوصاف یعنی رنگ و مزہ و بو میں سے کوئی وصف نجاست کی وجہ سے بدل جائے پس جب ہاتھ دھونے کے لئے چلو میں پانی لے گا تو آنکھ سے اپنی کارنگ معلوم ہو جائے گا کہ بدلا ہے یا نہیں اور جب گلہ کے لئے منہ میں پانی ڈالے گا تو پانی کا مزہ معلوم ہو جائے گا کہ خفیر ہوا ہے یا نہیں اور جب ناک میں پانی ڈالے گا تو اس کی بو معلوم ہو جائے گی کہ ٹھیک ہے یا بدل گئی۔ کلی کو ناک میں پانی ڈالنے پر اس کے شرف کی وجہ سے مقدم کیا گیا ہے۔ (۳)

وضو کے معنی: لغت میں وضو (داؤ کی پیش کے ساتھ) کے معنی پاکیزگی حاصل کرنا ہے اور شرعاً اس کے معنی مخصوص اعضا کو دھونا اور مسح کرنا ہے۔ (۴) اس لئے دھونے اور مسح کرنے کی تعریف ضروری ہے۔ (۵) پس دھونے کا مطلب عضو پر پانی کا جاری کرنا (بہانا) ہے اس عضو کو ملنا شرط نہیں ہے البتہ مندوب ہے اور خلاصہ میں ملنے کو سنت کہا ہے اور اس کی حد اعضائے غسل پر ہاتھ کا پھرانا۔ (۶) امام ابوحنیفہ و امام محمد رحمہما اللہ کے نزدیک اعضائے غسل پر پانی بہانے کی حد مسح قول کے مطابق یہ ہے کہ اس عضو سے کم از کم دو قطرے اسی وقت

(۱)۔ حکام اسلام کی محل کی نظر میں تصرفاً (۲)۔ ایضاً (۳)۔ طہ و ریش تصرفاً و ملطفاً

(۴)۔ کبریٰ و غیر ہما (۵)۔ بہانے (۶)۔ عروق

گرس۔ اور فتح القدیر میں ہے کہ ایک قطرے کا گرنا کافی ہے پس اگر پانی کو تیل کی طرح چیر لیا اور عضو سے کوئی قطرہ نہیں ٹپکا تو ظاہر الروایت کے مطابق کافی نہیں ہے اسی طرح اگر وضو کے کسی عضو پر برف ملی اور اس عضو سے کوئی قطرہ نہ ٹپکا تو کافی نہیں ہے اس سے دھونے کا فرض ادا نہیں ہوگا یہ قول صحیح ہے اور اسی پر فتویٰ ہے۔ امام ابو یوسف رحمہ اللہ کے نزدیک دھونے والے عضو پر پانی کا لگ جانا کافی ہے خواہ اس سے قطرے گریں یا بالکل کوئی قطرہ نہ گرے اس کا وضو جائز ہے اور مسح کا مطلب مسح کے عضو کو پانی کو پانی لگانا ہے یعنی گیلنا ہاتھ پھیرنا ہے۔ (۱)

وضو کے فرائض

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا اِذَا قُمْتُمْ اِلَى الصَّلٰوةِ فَاغْسِلُوْا وُجُوْهَكُمْ وَاَيْدِيَكُمْ اِلَى الْمَرَافِقِ وَامْسَحُوا بِرُءُوْسِكُمْ وَاَرْجُلَكُمْ اِلَى الْمَغْنَمِ (۲) ”اے ایمان والو! جب تم نماز کا ارادہ کرو تو اپنے منہ کو اور اپنے دونوں ہاتھوں کو کہنیوں تک دھو لو اور اپنے کچھ سر کا مسح کرو اور اپنے دونوں پاؤں کو ٹخنوں تک دھو لو“ اس آیت مبارکہ سے معلوم ہوا کہ نماز کے لئے وضو کرنا فرض ہے اور وضو میں چار فرض ہیں یعنی تین اعضا کا دھونا اور ایک عضو کا مسح کرنا، اگر ان میں سے ایک کو بھی ترک کرے گا تو نماز نہ ہوگی اور وہ یہ ہیں:

۱۔ منہ ایک بار دھونا، ۲۔ دونوں ہاتھوں کا کہنیوں تک (کہنیوں سمیت) ایک بار دھونا، ۳۔ بعض حصہ سر کا مسح، ۴۔ دونوں پاؤں کا (ٹخنوں سمیت) ایک بار دھونا۔ ان چاروں فرائض کی تفصیل درج ذیل ہے۔ (۳)

۱۔ وضو کا پہلا فرض: منہ کا ایک بار دھونا۔ (۴) اس کی تفصیل یہ ہے: ۱۔ ظاہر الروایت میں چہرے کی حد بیان نہیں کی ہے غیر ظاہر الروایت میں اس کی حد یہ بتائی ہے کہ لبائی میں ابتدائے پیشانی سے یعنی جہاں سر کے اگلے حصے کے بال عام طور پر اگنے شروع ہوتے ہیں وہاں سے تھوڑی کے نیچے تک اور چوڑائی میں ایک کان کی نو سے دوسرے کان کی نو تک دھونا فرض ہے اور حد کی یہ تفصیل صحیح ہے۔ (۵)، ۲۔ اگر کسی کے سر کے اگلے حصے کے بال گر گئے ہوں یا نہ اگیں تو مسح قول کی بنا پر عرف میں جہاں تک پیشانی کہلاتی ہو اس سے اوپر دھونا فرض نہیں ہے بلکہ پیشانی کو بالعموم بالوں کے اگنے کی معروف جگہ تک دھونا فرض ہے بھی صحیح ہے (۶) (اسی پر فتویٰ ہے) بعض علماء کے نزدیک اگر اگلے سر کے تھوڑے حصے کے بال نہ اگے ہوں تو وہ چہرے کی حد میں داخل ہے اور اس کا دھونا فرض ہے اور اگر زیادہ حصے کے بال نہ اگے ہوں تو وہ سر کی حد میں داخل ہے اور اس کا دھونا فرض نہیں ہے اور صحیح یہ ہے کہ معروف پیشانی کے علاوہ خواہ سر کے تھوڑے حصے پر بال نہ اگے ہوں یا زیادہ حصے پر نہ اگے ہوں ہر حال میں وہ سر کی حد میں ہے حتیٰ کہ مسح سر میں اس حصہ پر مسح کرنا کافی ہے (۷) اور بعض علماء کے نزدیک بالوں کے شروع تک دھونا فرض ہے خواہ آدھے سر تک نہ اگے ہوں لیکن یہ قول کسی طرح بھی صحیح نہیں ہے کیونکہ آدھے سر تک منہ کی حد میں داخل نہیں ہو سکتا، البتہ اگر کسی کی پیشانی عادت سے زیادہ چوڑی ہو تو اس کو تمام پیشانی کا دھونا فرض ہوگا تاکہ شک سے نکل جائے۔ (۸) ۳۔ اگر کسی کے سر کے بال پیشانی کی معروف حد سے نیچے تک اگیں تو وہ چہرے کی حد میں داخل ہیں اور پیشانی پر اگے ہوئے ان بالوں کا دھونا فرض ہے۔ (۹) ۴۔ گنجان ڈاڑھی کے ظاہری (اوپری) حصے کو دھونا صحیح و مفتی بہ مذہب کی بنا پر فرض ہے اور یہ فرض عملی۔ (۱۰) (اور مل کر اس کے نیچے پانی

(۱)۔ بدائع و ہدایہ فتح و بحر و روش و موطوع و ملتقطاً (۲)۔ المائدہ: ۶ (۳)۔ مؤلف من جامعۃ الکتاب

(۴)۔ بدائع و غیرہ (۵)۔ بدائع و بحر و روش و موطوع و غیرہ (۶)۔ بحر و غیرہ

(۷)۔ بحر (۸)۔ حاشیہ انواع (۹)۔ بحر و غیرہ (۱۰)۔ بدائع و بحر و غیرہ و ملتقطاً

پہنچانا غسل جب میں فرض اور وضو میں مستحب ہے جیسا کہ اپنے اپنے مقام پر مذکور ہے مؤلف) گھٹان ڈاڑھی وہ ہے جس کے اندر سے کھال نظر نہ آئے اور اگر کھال نظر آجائے تو وہ گھٹان نہیں ہے اور ایسی ڈاڑھی کے نیچے کی کھال تک پانی پہنچانا فرض ہے (۱) یہ حکم ڈاڑھی کے ان بالوں کا ہے جو ٹھوڑی کی جڑ سے اوپر ہوں کہ وضو میں ان کا دھونا فرض ہے اور جو بال ٹھوڑی سے نیچے لٹکے ہوئے ہوں ان کا دھونا یا ان پر مسح کرنا فرض نہیں ہے بلکہ سنت ہے (۲) پس اگر ڈاڑھی کے بال گھٹان ہوں تو گلے کی طرف رہانے سے جس قدر چہرے کے حلقے میں آئیں ان کا دھونا فرض ہے اور ان کی جڑوں کا دھونا فرض نہیں ہے اور جو اس حلقے سے نیچے ہوں ان کا دھونا فرض نہیں ہے اور اگر کچھ حصے میں گھٹے ہوں اور کچھ میں چھدرے ہوں تو جہاں گھٹے ہوں وہاں صرف بالوں کا ظاہری حصہ دھونا اور جہاں چھدرے ہوں اور ان کے نیچے کی جلد کا دھونا فرض ہے۔ (۳) ۵۔ (۴) ایردوں (بھوڑوں) مونچھوں اور پچھڑیوں کا حکم بھی ڈاڑھی کی طرح ہے کہ اگر گھٹان ہوں اور بالوں کے نیچے کی کھال نظر دآتی ہو تو بالوں کے صرف ظاہری حصے کا دھونا فرض ہے ان کو بالوں کے نیچے کی کھال تک پانی پہنچانا فرض نہیں ہے اور اگر گھٹان نہیں ہیں بلکہ بالوں کے نیچے کی کھال نظر آتی ہے تو اس کھال تک پانی پہنچانا فرض ہے۔ (۴) اگر کسی کی مونچھیں بڑی ہوں اور وضو کے وقت ان کے نیچے پانی نہ پہنچے تو وضو جائز ہے اسی پر فتویٰ ہے، غسل کا حکم اس کے برخلاف ہے۔ (۵) لیکن اگر کسی کی مونچھیں اتنی بڑی ہوں کہ ہونٹوں کی سرخی کو ڈھانپ لیتی ہوں ان کا یہ حکم نہیں کیونکہ قادی سراجیہ میں ہے کہ جو مونچھیں ہونٹوں کی سرخی کو ڈھانپ لیتی ہوں ان کا خلال کرنا واجب ہے اہ اس لئے کہ یہ تمام ہونٹ یا اس کے بعض حصے پر پانی پہنچنے کی مانع ہوں گی، خاص طور پر جبکہ وہ گھٹان ہوں اور ان میں خلال کرنا تمام ہونٹ تک پانی پہنچنے کی تصدیق کرنے والا ہے۔ (۶) بلکہ مونچھوں کو ہٹا کر لب کا دھونا فرض ہے۔ (۷) ۶۔ رخسار یعنی ڈاڑھی کے بیرونی (کانون کی طرف) کے خطا اور کان کے بیچ میں جو جگہ دونوں طرف ہوتی ہے جسے کہتی کہتے ہیں اس کا دھونا فرض ہے خواہ ڈاڑھی نکلی ہو یا نہ نکلی ہو کیونکہ یہ بھی چہرے کی حد میں داخل ہے اور اسی پر فتویٰ ہے اور یہی ظاہر مذہب و صحیح ہے اور اسی پر اکثر مشائخ ہیں۔ (۸) ۷۔ آنکھوں کے اندرونی حصے تک پانی پہنچانا نہ فرض ہے نہ سنت کیونکہ اس میں مشقت ہے اور یہ ظاہری چہرے میں داخل نہیں ہے اور اس سے آنکھ کو ضرر رہتا ہے۔ (۹) چہرہ دھونے وقت چکوں کی جڑوں اور آنکھوں کے کناروں میں پانی پہنچانے کے لئے آنکھوں کے کھولنے اور بند کرنے میں تکلف نہ کرے۔ (۱۰) پتلی میں ہے کہ آنکھ (کے اندرونی حصے) کو پانی سے نہ دھویا جائے اور دونوں آنکھیں بند کر کے دھونے میں کوئی مضائقہ نہیں ہے۔ (۱۱) اور فقہ احمد بن ابراہیم سے مروی ہے کہ چہرہ دھونے وقت آنکھوں کو زور سے بند کرنا جائز نہیں ہے۔ (۱۲) یعنی ایسا کرنے سے اگر آنکھ کا کچھ ظاہری حصہ دھلنے سے رہ گیا تو اس کا وضو صحیح نہ ہوگا۔ (۱۳) آنکھ کے کونے پر یعنی اس گوشہ چشم پر چوناک سے ملا ہوا ہے پانی پہنچانا فرض ہے۔ (۱۴) اور اگر اس کی آنکھ دکھتی ہو اور چہرہ ظاہر ہوں تو آنکھ بند کرنے میں وہ چہرہ (آنکھ کا کچھ) باہر رہتا ہو تو اس کے نیچے پانی پہنچانا واجب ہے ورنہ واجب نہیں۔ (۱۵) ۸۔ عام عادت کے طور پر ہونٹ بند کرتے وقت جس قدر کھلا رہے وہ چہرہ میں شامل ہے (وضو میں اس کا دھونا فرض ہے) اور جو چھپ جائے وہ منہ (اندرونی حصہ) کے ساتھ ہے (اس کا دھونا فرض نہیں ہے) یہی صحیح ہے۔ (۱۶) پس منہ کو اس طرح سختی سے ہڈان نہ کرے کہ اس کے ہونٹوں کی سرخی (یعنی وہ حصہ جو عام طور سے ہونٹ بند کرنے پر کھلا رہتا ہے) چھپ جائے

- (۱)۔ فتح و بحر دم و ملتھا (۲)۔ بحر و دروغ (۳)۔ بہار شریعت (۴)۔ بدائع و بحر و دروغ و ملتھا (۵)۔ غ (۶)۔ ش (۷)۔ بہار شریعت (۸)۔ بدائع و بحر و دروغ و ملتھا (۹)۔ بدائع و بحر و دروغ و ملتھا (۱۰)۔ غ (۱۱)۔ بحر و غ (۱۲)۔ بحر و غ (۱۳)۔ طاس بحر و ہات الوضو (۱۴)۔ غ (۱۵)۔ بحر و غ (۱۶)۔ بحر و غ

کیونکہ ہونٹوں کے اس ظاہری حصے پر پانی پہنچانا فرض ہے اگر اس کا ذرا سا حصہ بھی پانی پہنچنے سے باقی رہ گیا تو اس کا وضو صحیح نہ ہوگا۔ (۱)
 ۹۔ ناک اور منہ کے اندرونی حصے کا اور کبھی وچھو کی سیٹ (گوہ) کا وضو فرض نہیں ہے کیونکہ اس میں حرج و مشقت ہے (۲)۔ ۱۰۔ اگر وضو کرنے میں (ٹھوڑی کے بالوں پر پانی بہایا پھر وہ بال منڈوا دیے تو اس پر پھر سے ٹھوڑی کا وضو واجب نہیں ہے (۳) اور اسی طرح اگر (وضو کرنے کے بعد) بھوس (ابرو) اور مونچھیں منڈوائیں یا سر کا مسح کیا پھر سر منڈایا یا ناخن تراشے تو پھر سے وضو یا مسح کرنا لازم نہ ہوگا۔ (۴) کیونکہ ایسا کرنے سے اس کو حدث لاحق نہیں ہوا اور وہ فرض ادا کر چکا ہے لیکن وضو لینا مستحب ہے۔ (۵)۔ ۱۱۔ خطاب کا جرم (لہدی) اگر جم جائے اور خشک ہو جائے تو وضو اور غسل پورا نہیں ہوگا۔ (۶) اسی طرح اگر کسی کے ماتھے پر کسی چیز کا ٹیکہ لگا ہوا ہو یا انفاس چلی ہوئی ہو اور اس کے اوپر سے پانی بہا لے یکنہ یا انفاس (پچھلے کے تاروں کو باریک کتر کر دلہن وغیرہ کی پیشانی پر لگاتے ہیں اس کو انفاس کہتے ہیں) (۷) کو نہ چھڑائے تو وضو اور غسل پورا نہ ہوگا اس کا گوند وغیرہ پوری طرح چھڑا کر اس کے نیچے پانی پہنچانا فرض ہے۔ (۸) آج کل عورتوں میں ہونٹوں اور ناخنوں وغیرہ پر سرخی لگانے کا رواج عام ہے۔ یہ سرخی ایک قسم کا جسم دار روغن ہے وضو اور غسل میں اس کا چھڑانا ضروری ہے مگر اس کو چھڑائے بغیر وضو یا غسل کر لیا تو اس کا نہ وضو صحیح ہوگا نہ غسل، اس لئے نماز بھی صحیح نہ ہوگی۔ (مؤلف) ۱۲۔ اگر عورت کی ناک میں نختہ ہو اور سوراخ نکلا ہو کہ اس کے نیچے پانی نہ پہنچتا ہو تو پانی ڈالنے میں نختہ کو حرکت دے کر پانی اندر پہنچانا فرض ہے اور اگر سوراخ ڈھیلا ہے تو نختہ کو حرکت دینا سنت ہے۔ (۹)

وضو کا دوسرا فرض: دونوں ہاتھوں کا کہنوں تک ایک بار وضو (بدائع دوم وغیرہ) اس کی تفصیل یہ ہے:

۱۔ ہمارے تینوں آنکھ کے نزدیک کہنیاں بھی وضو کرنے میں داخل ہیں (۱۰) یعنی کہنوں سمیت (مؤلف) اور اگر کسی کا ہاتھ کہنی کے پاس سے کٹ گیا اور کہنی میں سے کچھ حصہ باقی نہیں رہا تو کہنی کا وضو اس سے ساقط ہو گیا اور اگر کہنی یا اس کا کچھ حصہ باقی رہ گیا تو اس کا وضو فرض ہے۔ (۱۱)

۲۔ اعضائے وضو پر اگر کچھ زائد مرکب ہو تو اگر وہ اسی حصے پر جس کا وضو فرض ہے زائد پیدا ہوا ہو مثلاً ہاتھ میں اگر وہ کہنی سے نیچے کے حصے میں پیدا ہو جیسے زائد انگلی یا پھیلی تو اس کا وضو بھی فرض ہے۔ (۱۲) اور اگر وہ کہنی سے اوپر ہو مثلاً کندھے پر دو ہاتھ پیدا ہوں تو جو ہاتھ پورا وہی اصلی ہے اور اسی کا وضو فرض ہے اور دوسرا زائد ہے اس زائد میں سے صرف اسی قدر کا وضو فرض ہے جتنا اصلی ہاتھ کے اس حصے کے بالمقابل ہے جس کا وضو فرض ہے اور جتنا اس حصے کے بالمقابل نہیں ہے اس کا وضو فرض نہیں ہے (۱۳) بلکہ اس کا وضو مستحب ہے (۱۴) اور ظاہر یہ ہے کہ اولاً پکڑنے کا اعتبار کیا جائے گا یعنی اگر وہ دونوں ہاتھوں سے کسی چیز کو پکڑ سکتا ہے تو ان دونوں یعنی اصلی و زائد ہاتھ کا وضو فرض ہوگا اور اگر دونوں سے نہیں پکڑ سکتا تو اگر وہ دونوں ہاتھ پورے اور متصل (ملے ہوئے) ہیں تو دونوں کا وضو فرض ہوگا اور اگر دونوں پورے ہوں مگر منفصل (الگ الگ) ہوں تو صرف اصلی ہاتھ کا وضو فرض ہوگا کہ جس کے ساتھ وہ پکڑ سکتا ہے (۱۵) اور اسی

- | | | | | |
|------------------------------|--------------------------------|----------------------------|----------------------------|----------|
| (۱)۔ طہن مکروہات الوضو | (۲)۔ ش | (۳)۔ بخروج | (۴)۔ ع | (۵)۔ موط |
| (۶)۔ ع | (۷)۔ حاشیہ پیشی زہد | (۸)۔ پیشی زہد و بہار شریعت | (۹)۔ پیشی زہد و بہار شریعت | |
| (۱۰)۔ بدائع و غیرہ | (۱۱)۔ بدائع و فتح و عروش ملقطا | (۱۲)۔ رد و بخروج و طہار | | |
| (۱۳)۔ بخروج و ع و طہار ملقطا | (۱۴)۔ بخروج و ع | (۱۵)۔ ش | | |

طرح انگلیوں کے درمیان پانی پہنچانا فرض ہے جبکہ وہ جڑی ہوئی نہ ہوں۔ (۱)

۳۔ اگر وضو میں دھونے کی کسی جگہ سے سوئی کے سرے کی برابر بھی خشک رہ گیا یا ناخنوں کی جڑوں میں خشک یا تر مٹی بھری ہو تو وضو جائز نہ ہوگا (۲) ناخنوں کے نیچے کی جگہ بھی اعضائے وضو میں شامل ہے اگر اس میں گندھا ہوا آنا بھرا ہوا ہو تو اس کے نیچے پانی پہنچانا واجب ہے (۳) پس اگر کسی کے ناخن میں آنا لگ کر سوکھ گیا اور اس کے نیچے پانی نہیں پہنچا تو وضو نہیں ہوا وضو کرنے کے بعد جب یاد آئے اور آنا دیکھے تو اس کو چھڑا کر اس جگہ پر پانی ڈالے اور اگر اس کے نیچے پانی پہنچانے سے پہلے کوئی نماز پڑھ لی ہو تو اس نماز کو دوبارہ پڑھے۔ (۴) شیخ امام زاہد ابو نصر صفار نے اپنی شرح میں ذکر کیا ہے کہ اگر ناخن اتنے بڑے ہوں کہ ان کے نیچے انگلیوں کے سرے چھپ جائیں تو ان کے نیچے پانی پہنچانا فرض ہے اور اگر چھوٹے ہوں تو فرض نہیں ہے (۵) اور یہ حسن ہے (۶) اور اگر اتنے بڑے ہوں کہ انگلیوں کے سروں سے بھی نکل جائیں تو سب کا یہی قول ہے کہ ان کے نیچے کے مقام کا وضو واجب ہے (۷) اور اگر کسی کے ہاتھ میں گندھا ہوا آنا لگا ہوا (یا گندھی ہوئی مہندی لگی) ہو تو وضو جائز ہوگا۔ امام دیوبند سے پوچھا گیا کہ آنا گوندھتے وقت گندھا ہوا آنا کسی کے ہاتھ میں لگ کر خشک ہو گیا پھر اس نے وضو کیا تو اس کا کیا حکم ہے؟ انھوں نے کہا کہ اگر آنا تھوڑا لگا ہے تو وضو جائز ہے (۸) اگر کسی کے ناخن بڑھے ہوئے ہوں کہ جن میں میل یا گندھا ہوا آنا چارہ ہے یا کوئی شخص مٹی کا کام کرتا ہو، یا کوئی عورت مہندی میں انگلیاں رنگے یا کوئی شخص چڑے کو پکا کر صاف کرتا اور چھیلنا ہو یا دگر بڑھو اور ان سب کے ناخنوں میں مہندی یا چڑے یا رنگ کا جرم چارہ ہے تو ان سب کا وضو جائز ہے خواہ وہ شخص شہری ہو یا دیہاتی ہو اس لئے کہ ان کو ان چیزوں سے بچنے میں حرج و مشقت ہے یہی صحیح ہے اور اسی پر فتویٰ ہے۔ (۹) پھر بھی احتیاطاً پانی پہنچانا بالاتفاق مستحب ہے (۱۰) اسی طرح اگر روئی پکانے والے (اور لٹی کا کام کرنے والے، مؤلف) کے ناخن بڑھے ہوئے ہوں تو اس کا بھی یہی حکم ہے۔ (۱۱)

۴۔ اگر کسی کے ہاتھ کی انگلی میں انگوٹھی ہو اور وہ ایسی تنگ ہو کہ اس کے نیچے پانی نہ پہنچتا ہو تو مختار یہ ہے کہ وضو کرتے وقت اس کو اتار دینا یا اس کو اس طرح حرکت دینا فرض ہے کہ پانی اس کے نیچے کی جگہ تک پہنچ جائے اور اگر وہ انگوٹھی ڈھیلی ہو تو اس کو نکالنا یا حرکت دینا فرض نہیں ہے بلکہ اس کو حرکت دینا سنت ہے اور یہ ظاہر الروایت ہے (۱۲) چھلے چوڑی، نکلن، وغیرہ کا بھی یہی حکم ہے۔ (۱۳)

وضو کا تیسرا فرض: سر کے چوتھائی حصے کا ایک بار مسح کرنا ہے (۱۴) اس کی تفصیل یہ ہے:

۱۔ شرعاً مسح کا مطلب، مسح کی جگہ پر تری کا پہنچانا ہے خواہ گیلیا ہاتھ پھیرنے سے ہو یا گیلیا کپڑا یا برف پھیرنے یا بارش کا پانی لگ جانے سے ہو اور خواہ وہ کوئی عضو ہو یا بال یا موزے ہوں یا کھوار وغیرہ ہو۔ (۱۵)

۲۔ فرض مسح سر کی مقدار میں اختلاف روایات ہے، ایک روایت میں تین انگلیوں کی مقدار فرض ہے ایک روایت میں چوتھائی سر کی مقدار اور ایک روایت میں پیشانی کی مقدار فرض ہے اور مختار یہ ہے کہ پیشانی کی مقدار بقدر چوتھائی سر کے ہوتی ہے، مستند روایت کے مطابق سر کے چوتھائی حصے کا مسح فرض ہے، یہی مشہور روایت ہے، یہی اکثر متون میں ہے اور اسی کو متاخرین نے اختیار کیا ہے، امام مالک کے نزدیک تمام سر یا اس کے اکثر حصے کا مسح فرض ہے اور امام شافعی کے نزدیک تین بالوں کا مسح بھی جائز ہے۔ (۱۶)

(۱)۔ بعر	(۲)۔ ع و فتح و بعر	(۳)۔ ع	(۴)۔ ہشتی زبور وغیرہ تبرک	(۵)۔ ع و فتح
(۶)۔ فتح	(۷)۔ فتح و بعر و ع	(۸)۔ ع	(۹)۔ ع و فتح و بعر ملتقطاً	(۱۰)۔ جامعہ انوار
(۱۱)۔ ع	(۱۲)۔ بعر و فتح و ع ملتقطاً	(۱۳)۔ ہشتی زبور و بہار شریعت	(۱۴)۔ درود ہائے وغیرہ	
(۱۵)۔ ط ملخصاً	(۱۶)۔ بدائع و ملتقطاً			

۳۔ اصح قول کے بموجب مسح کرنے میں ہاتھ کی تین انگلیاں لگانا واجب ہے پس اگر ایک انگلی یا دو انگلیوں سے مسح کیا تو ظاہر الروایت کے بموجب جائز نہیں، اگر دو انگلیوں کے ساتھ ہتھیلی بھی شامل ہو یا انگوٹھا اور شہادت کی انگلی کھول کر اس طرح مسح کرے کہ ہتھیلی کا جو حصہ ان دونوں کے درمیان میں ہے وہ بھی سر کو لگ جائے پھر ان دونوں کو کھینچے اور چوتھائی سر تک پہنچ جائے تو جائز ہے کیونکہ ہتھیلی کا وہ حصہ ان دو انگلیوں کے درمیان ہے یا جو حصہ انگوٹھے اور انگشت کے درمیان ہے وہ ایک انگلی کی مقدار ہو جائے گا اور یہ سب مل کر تین انگلیوں کی مقدار زیادہ ہو جائے گا۔ (۱)

۴۔ اگر ایک انگلی سے تین مرتبہ مسح کیا اور ہر دفعہ اس کو پانی سے تر کیا تو امام محمد کے نزدیک جائز ہے اور شیخین کے نزدیک چوتھائی سر کی روایت کی بنا جائز نہیں ہے اور تین انگلیوں کی مقدار والی روایت کی بنا پر جائز ہے۔ (۲)

۵۔ اگر ایک انگلی سے اس طرح مسح کیا کہ ایک جگہ اس کے اندر دنی صے سے اور دوسری جگہ اس انگلی کی پشت والی جانب سے اور کچھ جگہ اس کی دونوں برابروں سے مسح کیا تو ظاہر الروایت میں اس کے بارے میں کچھ ذکر نہیں کیا اور مشائخ کا اس میں اختلاف ہے بعض نے کہا جائز نہیں اور بعض نے کہا جائز ہے اور صحیح یہ ہے کہ یہ تین انگلیوں کے مسح کے معنی میں ہے (۳) یعنی اصل کی روایت کے مطابق جائز ہے کیونکہ اس کے مطابق ہاتھ کی تین انگلیوں کی مقدار مسح جائز ہے (مولف) اور صحیح مذہب یہ ہے کہ چوتھائی سر کا مسح فرض ہے اس لئے اس کے مطابق یہ جائز نہیں ہے۔ (۴)

۶۔ اگر تین انگلیاں سر پر رکھیں اور ان کو کھینچا نہیں تو تین انگلیوں کی مقدار والی روایت کی بنا پر جائز ہے اور بقدر پیشانی اور چوتھائی سروالی روایت کی بنا پر جائز نہیں ہے۔ (۵)

۷۔ اور جب تین انگلیوں کو سر پر رکھا اور ان کو کھینچا یہاں تک کہ مقدار فرض یعنی چوتھائی سر تک پہنچ گیا تو جائز ہے (۶)

۸۔ اگر تین کھڑی انگلیوں سے ان کو سر پر رکھے اور کھینچے بغیر سر کا مسح کیا تو بالاجماع جائز نہیں ہے کیونکہ اس سے مقدار فرض سر کا مسح نہیں ہوا، نہ تین انگلیوں کی مقدار کا ہونا نہ بقدر پیشانی کا اور نہ چوتھائی سر کا ہوا، اور اگر سر پر انگلیوں کو رکھے بغیر کھڑی انگلیوں کو سر پر کھینچا یعنی ان کے سروں سے مسح کیا اور تین انگلیوں یا چوتھائی سر کی مقدار کھینچا تو ہمارے تینوں ائمہ (امام ابو حنیفہ و امام ابو یوسف و امام محمد رحمہم اللہ) کے نزدیک جائز نہیں ہے، امام زفر رحمہ اللہ کے نزدیک جائز ہے۔ (۷)

۹۔ اگر انگلیوں کے سروں سے مسح کیا اور (چوتھائی سر تک پہنچ گیا، مولف) تو اگر ان سے پانی نہ پڑے ہو تو مسح جائز ہوگا اور اگر پانی نہ پڑتا ہو تو نہ ہو (یا چوتھائی سر تک نہ پہنچے، مولف) تو مسح جائز نہ ہوگا (۸) اور خلاصہ میں ذکر کیا ہے کہ: کلا انگلیوں کے سروں سے مسح کیا تو جائز ہے خواہ پانی نہ پڑتا ہو یا نہ، یہی صحیح ہے (۹) شیخ اسماعیلؒ نے کہا کہ واقعات اور فیض میں اسی طرح ہے۔ (۱۰)

۱۰۔ مسح کی جگہ سر کے وہ بال ہیں جو دونوں کانوں (کی سیدھ) سے اوپر ہیں دونوں کانوں (کی سیدھ) سے نیچے جو سر کے بال ہیں وہ مسح کی جگہ نہیں ہیں کیونکہ جو کانوں سے نیچے ہے وہ گردن ہے اور جو کانوں سے اوپر ہے وہ سر ہے پس اگر کسی کے سر پر لمبے بال ہوں اور تین انگلیوں سے ان بالوں پر مسح کیا تو ہوا جن کے نیچے سر ہے تو وہ سر کا مسح جائز ہے اور اگر وہ مسح ایسے بالوں پر ہوا جن کے نیچے پیشانی یا گردن

- | | | | |
|--------------------------------|--------------------------|--------------------------|----------------------|
| (۱)۔ ع و دروش و مجمع متقطا | (۲)۔ بدائع و بحر و متقطا | (۳)۔ بدائع و بحر و متقطا | (۴)۔ بحر و متقطا |
| (۵)۔ بدائع ملخصا و بحر و متقطا | (۶)۔ متحد و متقطا | (۷)۔ بدائع و بحر و متقطا | (۸)۔ ع و بحر و متقطا |
| (۹)۔ بحر و متقطا | (۱۰)۔ ش | | |

ہے تو جائز نہ ہوگا (۱) (پس سر کے بال جو پیشانی پر یا کانوں سے نیچے لٹک رہے ہوں ان پر مسح کرنے سے مسح کا فرض ادا نہیں ہوگا، مؤلف) اگر سر کے گرد دونوں گیسو بندھے ہوئے ہوں جیسا کہ عورتیں باندھ لیا کرتی ہیں اور ان گیسوؤں کے سرے پر مسح کیا تو ہمارے بعض مشائخ کے نزدیک اس شرط پر جائز ہے کہ ان گیسوؤں کو نیچے نہ لٹکائے اس لئے کہ اس سے ایسے بالوں پر مسح کیا ہے جن کے نیچے سر ہے اور عامہ مشائخ کا مذہب یہ ہے کہ وہ مسح جائز نہیں خواہ وہ ان گیسوؤں کو لٹکائے یا نہ لٹکائے (۲) اور یہ حکم اس وقت ہے کہ اگر ان بالوں کو کھولی دے تو وہ کانوں سے نیچے لٹک جائیں لیکن جن بالوں پر مسح کیا ہے اگر ان کے نیچے سر ہو تو مسح جائز ہونے میں کوئی شک نہیں ہے۔ (۳)

۱۱۔ مسح کرنے میں بالوں کی جڑوں تک پانی پہنچانا فرض نہیں ہے اس لئے کہ اس میں حرج و مشقت ہے پس بالوں کے اوپر مسح کی جڑوں پر مسح کے قائم مقام ہے اور بالوں پر مسح بالوں کے نیچے کی جگہ پر مسح کے مانند ہے۔ (۴)

۱۲۔ ہاتھوں (ہاتھوں) کو دھونے کے بعد اگر ہاتھوں پر تری باقی رہے تو مشہور قول کی بنا پر مسح جائز ہے۔ (۵) یہی صحیح ہے اس لئے کہ وہ پانی مستعمل نہیں ہے۔ (مؤلف) مسح کے بعد کی پچی ہوئی تری سے مسح جائز نہیں لیکن اگر پانی ٹپکتا ہو تو جائز ہے (۶) اس لئے کہ یہ پانی پانی لینے کی مانند ہے (ش) پس سر کے مسح سے پچی ہوئی تری سے موزہ کا مسح اور موزہ کی پچی ہوئی تری سے سر کا مسح جائز نہیں ہے (۷) اگر اعضاء وضو میں سے کسی عضو سے تری لی تو اس سے مسح مطلقاً جائز نہیں خواہ اس عضو کو (جس سے تری لی ہے) دھویا گیا ہو یا اس پر مسح کیا گیا ہو (۸) اس لئے کہ مسح جائز ہونے کے لئے یہ شرط ہے کہ وہ تری مستعمل نہ ہو اور دوسرے عضو سے لی ہوئی تری اس عضو سے جدا ہوتے ہی مستعمل ہو جائے گی (۹) بخلاف ہاتھوں کی تری کے کہ وہ مستعمل نہیں کیونکہ وہ کسی دوسرے عضو سے نہیں لی گئی ہے (مؤلف)

۱۳۔ یہ شرط نہیں ہے کہ تر ہاتھ کے ساتھ ہی مسح کرے (۱۰) پس اگر وضو کرنے والے کے ہتھ ارفرض سر کو بادش کا پانی لگ گیا تو کافی ہے خواہ ہاتھ سے مسح کرے یا نہ کرے (۱۱)

۱۴۔ اگر برف سے مسح کرے تو مطلقاً جائز ہے خواہ اس سے تری ٹپکتی ہو یا نہ ٹپکتی ہو۔ (۱۲)

۱۵۔ اگر سر کو منہ کے ساتھ دھویا تو مسح کے قائم مقام ہو جائے گا لیکن مکروہ ہے اس لئے کہ جس طرح حکم دیا گیا یہ صورت اس کے خلاف ہے (۱۳)

۱۶۔ اگر سر کا کچھ حصہ منڈا ہوا ہے اور کچھ حصہ بغیر منڈا ہے اور بغیر منڈے حصہ پر مسح کیا تو جائز ہے (۱۴) اور اگر منڈے ہوئے حصہ پر مسح کیا تب بھی بدوجہ اولیٰ جائز ہے (مؤلف)

۱۷۔ اگر سر پر سامنے کی طرف مسح نہیں کیا بلکہ پیچھے کی طرف یا دائیں یا بائیں طرف یا کچھ میں مسح کیا تو جائز ہے (۱۵)

۱۸۔ کانوں کا مسح سر کے مسح کے قائم مقام نہیں ہو سکتا۔ (۱۶)

(۱۹) ٹوپی اور عمامہ (چکڑی) پر مسح کرنا جائز نہیں اور اسی طرح عورت کو اپنی اور حسی (یا برقعہ یا چادر) پر مسح کرنا جائز نہیں ہے لیکن اگر اور حسی باریک ہو اور پانی اس طرح ٹپکتا ہو کہ بالوں تک پہنچ جائے تو اس صورت میں مسح جائز ہوگا اور یہ اس صورت میں ہے کہ پانی میں

(۱)۔ پانچ دفعہ وضو و غرض و مطلقاً	(۲)۔ مسح دفعہ غیر مطلقاً	(۳)۔ ط	(۴)۔ بدائع تبرع
(۵)۔ ع۔ دور	(۶)۔ دور	(۷)۔ ع	(۸)۔ ع۔ و غرض مطلقاً
(۹)۔ ع	(۱۰)۔ مسح	(۱۱)۔ بدائع و غرض	(۱۲)۔ ع
(۱۳)۔ ع	(۱۴)۔ ع	(۱۵)۔ ع	(۱۶)۔ ع

رنگ نہ آجائے (ورنہ مسح جائز نہ ہوگا کیونکہ وہ مطلق پانی نہیں رہا، مولف) اور افضل یہ ہے کہ عورت اوڑھنی کے نیچے سے مسح کرے (۱) اور اگر عورت کے سر پر خضاب (یا مہندی) کی لمبی لگی ہو اور وہ اس خضاب (یا مہندی) پر مسح کرنے اگر اس کے ہاتھ کی تری خضاب کے ساتھ مل کر مطلق پانی کے حکم سے نکل گئی تو مسح جائز نہیں ہوگا۔ (۲)

وضو کا چوتھا فرض: دونوں پاؤں کا ٹخنوں تک ایک بار دھونا ہے (جبکہ موزے نہ پہنے ہوں) (۳) اس کی تفصیل یہ ہے:

۱۔ ہمارے تینوں ائمہ کے نزدیک دونوں ٹخنے بھی دھونے میں شامل ہیں۔ (۴)

۲۔ ٹخنہ وہ ابھری ہوئی ہڈی ہے جو پاؤں کے پٹلی کی جانب کے حصہ پر دونوں طرف ہوتی ہے۔ (۵)

۳۔ اگر کسی کا پاؤں کٹ جائے اور ٹخنے میں سے کچھ باقی نہ رہے تو اس کا دھونا ساقط ہو جائے گا اور اگر کچھ باقی رہ جائے تو جتنا

باقی ہے اس کا دھونا فرض ہے (۶) اور جس مقام سے کٹا ہے اس کے دھونے کا بھی یہی حکم ہے۔ (۷)

۴۔ اگر کسی کا پاؤں (یا وضو کا کوئی اور عضو) خشک (بے حس) ہو جائے اور ایسا ہو جائے کہ اگر اس کو کاٹو تو اس شخص کو خبر نہ ہو تو وضو

میں اس پاؤں (یا دوسرے خشک شدہ عضو) کا دھونا بھی فرض ہے۔ (۸)

۵۔ اگر کسی نے اپنے دونوں پاؤں (یا دیگر اعضائے وضو یا غسل) کو تیل یا گھی وغیرہ کوئی چکنی چیز ملی پھر وضو (یا غسل) کیا اور

دونوں پاؤں (یا دیگر چکنائی والے اعضاء پر پانی بہایا لیکن پانی نے چکنائی کی وجہ سے اندر اثر نہیں کیا تو اس کا وضو (غسل) جائز ہے اس لئے

پاؤں (وغیرہ) کا دھونا پایا گیا ہے (۹) کیونکہ پانی کا بہانا شرط ہے اثر کرنا شرط نہیں ہے۔ (۱۰)

۶۔ اگر پاؤں کی پھن (بوائی) میں پانی لگنا ضرر کرتا ہو تو اس میں رکھی ہوئی دوائی کے اوپر سے پانی بہانا ضرورت کی وجہ سے جائز

ہے (۱۱) پس اگر پاؤں کی پھن (بوائی) میں جربلی یا کوئی دوائی بھر دے پھر وضو کرتے وقت پاؤں دھوئے اور پانی، جربلی یا دوائی کے نیچے نہ

پہنچے تو غور کرے کہ اگر اس کے نیچے پانی پہنچنا نقصان کرتا ہے تو اوپر سے پانی بہا دینے سے اس کا وضو (اور غسل) جائز ہوگا اور اس کا مسح کرنا

کافی نہیں ہوگا اور اگر اس کے نیچے پانی کا پہنچنا نقصان نہیں کرتا تو اس کے اوپر سے پانی بہا دینا جائز نہیں ہے (۱۲) اور اگر اس پھن کو سی لے

تو ہر صورت میں اوپر سے پانی بہا دینا جائز ہے (۱۳) اگر کسی کے اعضا میں شکاف (پھن یا زخم) ہے اور وہ اس کو دھونے پر قادر ہے یعنی دھونا

اس کو نقصان نہ کرتا ہو تو اس کا دھونا فرض ہے، اگر اس کو دھونے سے عاجز ہو یعنی دھونا نقصان کرے تو دھونے کا فرض اس سے ساقط ہو جائے گا

اور اس کے اوپر سے پانی بہانا فرض ہے اور اگر پانی بہانے سے بھی عاجز ہو تو مسح کافی ہے اور اگر مسح سے بھی عاجز ہو تو مسح بھی اس سے ساقط

ہو جائے گا پس وہ اس کے ارد گرد سے دھولے اور اس جگہ کو چھوڑ دے (۱۴) اور اگر ان میں سے کوئی چیز نقصان نہ کرے تو جس قدر نقصان نہ

کرے اس قدر متعین ہو جائے گا حتیٰ کہ اگر ٹھنڈا پانی نقصان کرتا ہے اور گرم پانی نقصان نہیں کرتا اور وہ اس پر قادر ہے تو اس کو گرم پانی استعمال

کرنا لازم ہوگا۔ اگر کسی کے دونوں ہاتھوں میں پھن ہو اور وہ پانی استعمال نہ کر سکتا اور وہ اپنا چہرہ اور سر پانی میں رکھنے پر بھی قادر نہیں ہے تو وہ تیمم

کرے۔ (۱۵)

۷۔ اگر کسی کے زخم ہو اور اس زخم کا چھلکا اوپر کو اٹھ گیا ہو اور اس زخم کے سب کنارے اس چھلکے سے ملے ہوئے ہوں لیکن اس کا

(۱)۔ ع و بدل کتب مطلقا (۲)۔ ع (۳)۔ بدل کتب و درود و غیرہ (۴)۔ بدل کتب و غیرہ

(۵)۔ ایضا (۶)۔ فتح و بروج (۷)۔ (۸)۔ ایضا (۹)۔ فتح و ع (۱۰)۔ حاشیہ انواع

(۱۱)۔ م (۱۲)۔ ع و ش مطلقا (۱۳)۔ ع (۱۴)۔ ع و درود مطلقا (۱۵)۔ درود

ایک کنارہ اوپر کواٹھ گیا ہو جس سے پیپ نکلتی ہو اگر وضو میں وہ چھلکا اوپر سے دھل گیا اور چھلکے کے نیچے پانی نہ پہنچا تو وضو جائز ہے اس لئے کہ جو کچھ چھلکے کے نیچے ہے وہ کھلا ہوا نہیں پس اس کا غسل بھی فرض نہیں ہے۔ (۱)

۸۔ اگر وضو کے کسی عضو میں دہل وغیرہ زخم ہے اور اس پر پتلا چھلکا ہے اس نے وضو کرنے میں اس چھلکے پر پانی بہا لیا پھر اس چھلکے کو اتار دیا اگر اس وقت وہ زخم بالکل اچھا ہو گیا تھا یعنی چھلکے کے اترنے سے اس کو کچھ تکلیف نہیں ہوئی تو بعض علماء کے نزدیک اس کے نیچے کی جگہ کا دھونا فرض ہے اور بعض کے نزدیک فرض نہیں ہے اور اگر اس چھلکے کو زخم اچھا ہونے سے پہلے اتار لیا یعنی چھلکا اترنے سے تکلیف ہوئی تو اگر اسے میں اس (پیپ وغیرہ) کچھ نکلا اور بہا تو وضو ٹھیک گیا اور اگر کچھ نہیں نکلا تو اس جگہ کا دھونا فرض نہیں ہے اور صحیح یہ ہے کہ دونوں صورتوں میں یعنی خواہ چھلکا اترنے سے تکلیف ہو یا نہ ہو دھونا فرض نہیں ہے۔ (۲)

۹۔ اگر وضو کے کسی عضو پر کھس یا پھوکا پاخانہ (بیٹ) لگا ہوا ہے اور وضو کرنے میں اس کے نیچے پانی نہ پہنچے تو دفع حرج کی وجہ سے وضو جائز ہوگا اس لئے کہ اس سے بچنا ممکن نہیں ہے۔ (۳)

۱۰۔ اگر وضو کے عضو پر پھل کی کھال (چھلکا) یا چبائی ہوئی روٹی لگ گئی اور خشک ہو گئی اور وضو کرنے میں اس کے نیچے پانی نہیں پہنچا تو وضو جائز نہیں ہے اس لئے کہ اس سے بچنا ممکن ہے۔ (۴)

۱۱۔ اگر وضو کے عضو کا کچھ حصہ خشک رہ جائے اور اسی عضو کی ٹپکتی ہوئی تری اس حصے پر پہنچائی جائے تو وضو جائز ہوگا اور اگر ایک عضو کی تری دوسرے عضو پر پہنچائی جائے تو وضو میں جائز نہیں غسل میں جائز ہے بشرطیکہ وہ تری ٹپکتی ہو (۵) کیونکہ غسل میں تمام بدن بمنزلہ ایک عضو کے ہے۔ (۶)

۱۲۔ اگر کسی شخص (کے اعضائے وضو) پر بارش کا پانی پڑ گیا یا وہ بہتی ہوئی نہر میں داخل ہو گیا (اور اس کے اعضائے وضو پر پانی پہنچ گیا) تو اس کا وضو ہو گیا اور اگر اس کے تمام جسم پر پانی پہنچ گیا اور اس نے کلی کر لی اور ناک میں پانی ڈال لیا تو اس کا فرض غسل بھی ادا ہو گیا۔ (۷)

۱۳۔ اگر کسی کے پاؤں میں کوئی انگلی وغیرہ زائد پیدا ہوئی ہو تو اس کا حکم وہی ہے جو ہاتھوں میں زائد انگلی وغیرہ پیدا ہونے کا بیان ہو چکا ہے۔ (۸)

فائدہ: وضو و غسل (اور تیمم) میں کوئی واجب نہیں ہے (۹) بعض کتب میں واجب بھی الگ بیان میں لکھے ہیں جیسا کہ علم الفقہ میں ہے کہ وضو میں چار واجب ہیں: ۱۔ بھویں یا ڈاڑھی یا مونچھیں منجانب ہوں تو اس قدر بالوں کا دھونا جن سے جلد چھپی ہوئی ہے، باقی بال جو جلد سے آگے بڑھ گئے ان کا دھونا واجب نہیں، ۲۔ کہنیوں کا دھونا، ۳۔ چوتھائی سر کا مسح (بعض سر کا مسح فرض ہے)، ۴۔ دونوں پاؤں کے ٹخنوں کا دھونا (۱۰) وضو و غسل میں کوئی واجب نہ ہونے سے ان حضرات کی مراد وہ واجب ہے جو عمل میں فرض سے کم درجے کا ہوا اور یہ واجب کی بہت ضعیف قسم ہے اور واجب کی دوسری مراد نہیں ہے جو عمل میں فرض کی مانند ہے اور وضو میں کہنیوں کا دھونا اور چوتھائی سر کا مسح (بھویں اور جلد کے اوپر کی منجانب ڈاڑھی اور مونچھوں کا دھونا، دونوں پاؤں کے ٹخنوں کا دھونا) اور غسل میں منہ اور ناک (کے اندرونی حصہ) کا دھونا دوسری قسم کا واجب ہے جو عمل میں فرض کی مانند ہے لیکن یہ فرض قطعی نہیں ہے کہ جس کا انکار کرنے والے کو کفار کہا جاتا ہے۔ (۱۱) چونکہ یہ

- | | | | | |
|------------------|-----------------|-------------------|---------|-----------------|
| (۱)۔ فتح و بحر | (۲)۔ ع و ش ملقط | (۳)۔ ع زیادہ عن ط | (۴)۔ ع | (۵)۔ ع |
| (۶)۔ حاشیہ انواع | (۷)۔ ع | (۸)۔ بحر | (۹)۔ در | (۱۰)۔ علم الفقہ |
| | | | | (۱۱)۔ ش |

فرض عملی ہیں اور ان کے ترک کرنے سے بھی فرض قطعی کے ترک کی طرح وضو غسل و تیمم نہیں ہوتا اس لئے یہ الگ نہیں لکھے جاتے۔ (مولف)

وضو کی سنتیں

وضو میں تیرہ سنتیں ہیں:

۱۔ وضو شروع کرنے وقت اس کی نیت کرنا، ۱۔ وضو میں نیت کرنا احناف کے نزدیک سنت ہے اور

امام شافعی بلکہ تینوں اماموں کے نزدیک فرض ہے جیسا کہ تیمم میں نیت فرض ہے۔ (۱)

۲۔ وضو کے لئے نیت اس لئے مشروع ہوئی ہے تاکہ وضو عبادت بن جائے، نیت کے بغیر وضو عبادت نہیں بنے گی اگرچہ اس سے نماز درست ہو جائے گی (۲) اور جب وضو نیت کے بغیر عبادت نہیں بنے گی تو اس پر ثواب نہیں ملے گا اس لئے کہ ثواب نیت پر موقوف ہے (۳) اور نماز کا صحیح ہونا اس لئے بھی نیت وضو پر موقوف نہیں ہے کہ وضو کا حکم طہارت حاصل کرنے کے لئے ہے اور طہارت نیت پر موقوف نہیں ہے بلکہ پاک کر۔ والی چیز کو قابل طہارت محل میں استعمال کرنے پر موقوف ہے اور پانی پاک کرنے والا ہے اور ہمارے نزدیک وضو میں قربت و عبادت کے معنی لازمی نہیں ہیں اور امام شافعی کے نزدیک یہ معنی لازمی ہیں اسی لئے ہمارے نزدیک کافر کا وضو صحیح ہے بخلاف امام شافعی کے کہ ان کے نزدیک صحیح نہیں ہے اس سے ظاہر ہوا کہ پاک کرنا پانی کا فطری عمل ہے اور وضو کے لئے طہارت کے معنی لازمی ہیں اور اس میں عبادت کے معنی ایک زائد چیز ہے پس جب طہارت کے ساتھ نیت بھی مل گئی تو وہ وضو عبادت ہو گیا اور نہ عبادت واقع نہیں ہوگا لیکن نماز قائم کرنے کا وسیلہ ہوگا کیونکہ اس کو طہارت حاصل ہو گئی ہے (۴) بخلاف تیمم کے کہ اس سے نماز صحیح ہونے کے لئے نیت شرط ہے پس وضو میں نیت اس لئے شرط ہے تاکہ وضو عبادت ہو جائے نماز کے صحیح ہونے کے لئے شرط نہیں ہے اور تیمم میں نماز کے صحیح ہونے کے لئے نیت شرط ہے۔ (۵)

۳۔ مذہب یہ ہے کہ ایسی عبادت کی نیت کرے جو طہارت کے بغیر صحیح نہیں ہوتی، یا حدث دور ہونے کی، یا نماز اولاد کرنے کی، یا وضو کی، یا شارع کا حکم بجالانے کی نیت کرے (۶)۔ اگر طہارت کی نیت کی تو بعض کے نزدیک کافی ہے (۷) فتح القدیر میں اس پر اعتماد کیا ہے کہ رفع حدث و خبث کی نیت سے وضو کرنا بہتر ہے کیونکہ حدث و خبث چند قسم کا ہوتا ہے (۸) اس لئے طہارت مخصوصہ کی نیت نہ ٹھہری۔ (۹)

۴۔ وضو کی نیت کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ یوں کہے نویتُ اَنْ قَوْضًا لِلصَّلٰوةِ تَقَرُّبًا اِلٰی اللّٰهِ تَعَالٰی ”میں نے اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل کرنے کے لئے نماز کے واسطے وضو کی نیت کی“۔ یا یوں کہے کہ میں نے حدث (یعنی بے وضو ہونے کی ناپاکی) دور کرنے کی نیت کی، یا میں نے پاک ہونے کی نیت کی، یا نماز جائز ہو جانے کی نیت کی۔ (۱۰)

۵۔ نیت اس وقت کرنے جب منہ دھونے لگے (۱۱) اشیاء میں ہے کہ دونوں ہاتھوں کو کلائی تک دھوتے وقت نیت کرنا مناسب ہے تاکہ سب سنتوں کا ثواب پائے لیکن قسمانی میں ہے کہ اس کا وقت تمام سنتوں سے پہلے ہے (۱۲) یعنی بسم اللہ پڑھنے سے بھی پہلے ہے (۱۳) اور مراقی الفلاح میں ہے ”بلکہ اس کا وقت استنجا کرنے سے پہلے ہے تاکہ اس کا تمام فعل ثواب بن جائے“ (۱۴) نیت دل کے ساتھ کرے

(۱)۔ بدائع و ہدایہ و مجمع منقظاً	(۲)۔ ش	(۳)۔ غایۃ الاوطار	(۴)۔ بدائع ملخصاً	(۵)۔ ش
(۶)۔ غ و ملخص و درودش ملقطاً	(۷)۔ ط و ش	(۸)۔ ط علی الدر و غایۃ الاوطار	(۹)۔ غایۃ الاوطار	(۱۰)۔ غ
(۱۱)۔ غ و در	(۱۲)۔ در	(۱۳)۔ غایۃ الاوطار	(۱۴)۔ م	

(۱) اور زبان سے اس کا تلفظ بھی کہنا مستحب ہے (۲) مستحب سے مراد یہ ہے کہ اگر نیت کے الفاظ زبان سے بھی ادا کئے تاکہ دل کے ساتھ زبان کا فعل جمع ہو جائے تو اس کو مشائخ نے پسند کیا اور اس کو بہتر کہا ہے ورنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم وصحابہ کرام و تابعین و ائمہ عظام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین سے نیت کے الفاظ کا زبان سے ادا کرنا کسی روایت میں وارد نہیں ہوا ہے۔ (۳)

۲۔ وضو شروع کرتے وقت بسم اللہ پڑھنا، (۴) بسم اللہ پڑھنا ہر وضو میں سنت ہے یہ قید نہیں کہ

جب سونے سے اٹھ کر وضو کرے تب بھی بسم اللہ پڑھے اور میں نہیں۔ (۵) اور امام مالک رضی اللہ عنہ نے کہا کہ یہ فرض ہے لیکن اگر زبان سے کہنا بھول جائے تو دفع حرج کے لئے دل سے بسم اللہ کہنا زبان سے کہنے کے قائم مقام ہو جائے گا (۶) وضو کے ابتداء میں بسم اللہ پڑھنے کا اعتبار ہے پس اگر ابتدا میں بھول گیا پھر بعض اعضاء دھونے کے بعد یاد آیا اور اس نے بسم اللہ پڑھی تو سنت ادا نہ ہوگی بلکہ مندوب ادا ہوگا بخلاف کھانے کے (۷) کہ وہاں اگر درمیان یا اخیر میں یاد آنے پر پڑھ لے تو جتنا کھا چکا ہے اور جتنا کھانا ہے دونوں کی سنت ادا ہو جائیگی (۸) کیونکہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تم میں سے کوئی شخص کھانا کھائے اور کھانے پر اللہ کا نام لیتا (بسم اللہ پڑھتا) بھول جائے تو (یاد آنے پر) یوں کہے بسم اللہ اولہ و آخرہ اس کو ابوداؤد و ترمذی نے روایت کیا ہے۔ بظاہر یہ حدیث اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ بسم اللہ کہنے سے پہلے جو کھا تا وہ کھا چکا ہے اس میں بھی نسبت حاصل ہوگی کیونکہ اگر اولہ کے کہنے سے مافات کی علفانی نہ ہوتی تو اس کے کہنے کا کچھ فائدہ نہ ہوتا بیشک دلالت النص سے وضو کے درمیان میں بھی بسم اللہ کہہ لینے سے مافات کا تذکر ممکن ہے کیونکہ جب کھانے میں تذکر حاصل ہو جاتا ہے جبکہ اس میں متعدد افعال پائے جاتے ہیں تو وضو میں بطریق اولی تذکر حاصل ہو جائے گا کیونکہ وہ فعل واحد ہے اور اس کی تائید یعنی شارح ہدایہ کی اس عبارت سے بھی ہوتی ہے جو انھوں نے بعض علما سے نقل کی ہے کہ جب اثناء وضو میں بسم اللہ کہہ لیا تو کافی ہے (۹) پس وضو کے شروع میں بسم اللہ پڑھنا بھول گیا تو وضو پورا کرنے سے پہلے جب بھی یاد آ جائے پڑھ لے تاکہ اس کا وضو بسم اللہ سے خالی نہ رہے (۱۰) اور فقہائے نے کہا کہ ہر عضو کو دھوتے وقت بسم اللہ پڑھنا مندوب (مستحب) ہے (۱۱) استنجا کرنے سے پہلے بھی بسم اللہ پڑھے اور بعد میں بھی پڑھے یہی صحیح ہے، جب ستر کھلا ہوا ہو یا نجاست کی جگہ میں ہو تو بسم اللہ نہ پڑھے (۱۲) ظاہر یہ ہے کہ جب کسی ایسی جگہ میں استنجا کرے جو قضاء حاجت کے لئے نہ بنائی گئی ہو تو کپڑا اٹھانے سے پہلے بسم اللہ پڑھے اور اگر قضاء حاجت کی جگہ میں استنجا کرے تو اس میں داخل ہونے سے پہلے بسم اللہ پڑھے، اگر پہلے پڑھنا بھول جائے تو اللہ تعالیٰ کے نام کی تعظیم کے لئے دل میں پڑھے زبان کو حرکت نہ دے۔ (۱۳) اللہ تعالیٰ کے ہر ذکر سے بسم اللہ کی سنت ادا ہو جاتی ہے۔ (۱۴) پس اگر ابتدائے وضو میں بسم اللہ کی بجائے اللہ اکبر یا لا الہ الا اللہ یا الحمد للہ یا اشهد ان لا الہ الا اللہ پڑھا تو بسم اللہ پڑھنے کی سنت کامل طور پر ادا ہو جائے گی (۱۵) وضو میں بسم اللہ پڑھنے کے لئے سلف سے یہ الفاظ منقول ہیں بسم اللہ العظیم والحمد للہ علیٰ دین الاسلام اور یہ الفاظ رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہیں۔ (۱۶) بعض نے اس کے بعد یہ الفاظ زیادہ کئے لا سلام حق، والكفر باطل (مؤلف) بعض نے کہا کہ یہ کہنا افضل ہے: اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ - بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ - اور بخوبی میں ہے کہ ان دونوں کو جمع کیا جائے۔ (۱۷)

- | | | | | | |
|-------------------------|---------------------|---------------|----------------------------|-----------|------------|
| (۱)۔ ع۔ دم | (۲)۔ ع۔ دم | (۳)۔ م۔ وط | (۴)۔ عامہ الکتب | (۵)۔ ع | (۶)۔ بدائع |
| (۷)۔ ع۔ دروم ملتقطا | (۸)۔ م | (۹)۔ ش ملتصفا | (۱۰)۔ بخروج وشوط | (۱۱)۔ شوط | |
| (۱۲)۔ ع۔ بخروج و غیر ہا | (۱۳)۔ ش | (۱۴)۔ دور | (۱۵)۔ ش۔ شروع و غیر ملتقطا | | |
| (۱۶)۔ ع۔ شروع و غیر ہا | (۱۷)۔ ش۔ دم و کبیری | | | | |

۳۔ ابتدائے وضو میں دھونے والوں کو کٹائیوں (پھنجوں) تک تین بار دھونا :

جبکہ دونوں ہاتھ پاک ہوں (۱) اگر ہاتھ ناپاک ہوں تو دھونا فرض ہے (۲) (جیسا کہ آگے آتا ہے) نیت اور بسم اللہ پڑھنا اور ہاتھوں کو دھونا، ان تینوں امور سے وضو کی ابتدا کرنا سنت ہے اور اس میں منافات و تقاض نہیں ہے اس لئے کہ نیت دل سے کی جاتی ہے اور بسم اللہ پڑھنا زبان کا فعل ہے اور دھونا ہاتھوں سے تعلق رکھتا ہے اور زبان سے نیت کے الفاظ ادا کرنے کی صورت میں اگرچہ بسم اللہ ہیئتہ ابتدا میں ادا نہیں ہوگی لیکن اضافی طور پر ادا ہو جائے گی (۳) دونوں ہاتھوں کا دوبارہ ذرا بھین (دونوں ہاتھوں) کے ساتھ دھونا بھی سنت ہے (۴) جاننا چاہئے کہ ابتدائے وضو میں ہاتھوں کو دھونے میں تین قول ہیں ایک قول یہ ہے کہ یہ فرض ہے اس کی تقدیم سنت ہے فتح القدیر، معراج اور خباز یہ میں اسی کو اختیار کیا ہے، دوسرا قول یہ ہے کہ یہ فعل سنت ہے اور فرض کے قائم مقام ہو جاتا ہے اس کو کافی میں اختیار کیا ہے اور تیسرا قول امام سرخسی کا ہے کہ یہ فعل سنت ہے فرض کے قائم مقام نہیں ہوتا پس ان کے ظاہر و باطن کو دوبارہ دھونا چاہیے، اور امام سرخسی نے کہا کہ میرے نزدیک یہی اصح ہے اور مشائخ کے ظاہر کلام سے قول اول مدہب معلوم ہوتا ہے (۵)، علامہ شامی نے کہا کہ ان تینوں اقوال میں کوئی مخالفت نہیں ہے کیونکہ پہلے اور دوسرے قول کے مطابق دونوں ہاتھوں کو کٹائی تک دوبارہ دھونا فرض نہیں ہے لیکن یہ دونوں قول دوبارہ دھونے کے سنت ہونے کی نفی نہیں کرتے بلکہ اس کی تائید کرتے ہیں اور تیسرے قول میں جو دوبارہ دھونا مذکور ہے وہ بھی اس کے سنت ہونے کی طرف دلالت کرتا ہے پس یہ تینوں قول متحد ہو گئے (۶) اور مشائخ کا اس بارے میں بھی اختلاف ہے کہ دونوں ہاتھوں کا دھونا پانی سے استنجا کرنے سے پہلے ہے یا اس کے بعد ہے، اس بارے میں بھی تین قول ہیں بعض نے کہا کہ صرف استنجا کرنے سے پہلے ہاتھوں کو دھونا سنت ہے اور بعض نے کہا کہ صرف استنجا کرنے کے بعد دھونا سنت ہے اور بعض نے کہا کہ طہارت کی تکمیل کے لئے قبل اور بعد دونوں حالتوں میں سنت ہے نہ کہ صرف ایک حالت میں کیونکہ ابتدا حقیقی بھی ہوتی ہے اور اضافی بھی، پس استنجا سے پہلے دھونا ابتدائے حقیقی ہے اور اس کے بعد دھونا ابتدائے اضافی ہے (۷) اور قاضی خان نے اس کی تصحیح کی ہے (۸)۔ جاننا چاہئے کہ اگر ہاتھوں پر نجاست حقیقیہ لگی ہوئی ہو تو وضو کے شروع میں ان کا دھونا فرض ہے اور اگر ہاتھ پاک ہوں تو وضو کے شروع میں ہاتھوں کا دھونا سنت ہے اور اگر نجاست کا تو ہم ہو مثلاً استنجا کئے بغیر سو گیا تو چونکہ ہو سکتا ہے کہ نیند میں اس کا ہاتھ بخش حصہ پر پڑا ہو اس لئے ایسی حالت میں سو کر اٹھنے کے بعد وضو کے شروع میں ہاتھوں کا دھونا سنت مؤکدہ ہے۔ (۹) اور اگر پاکیزہ ہو کر سو یا ہو اور سو کر اٹھنے کے بعد وضو کرے یا سو یا ہی نہ ہو اور دونوں ہاتھ پاک ہوں تو وضو کی ابتدا میں دونوں ہاتھوں کا دھونا سنت غیر مؤکدہ ہے پس سنت مؤکدہ اور غیر مؤکدہ دونوں کو شامل ہے (۱۰) دونوں ہاتھوں کو تین بار دھونا سنت ہونے کا ظاہر مطلب یہ ہے کہ اگر تین بار سے کم دھویا تو سنت ادا ہو جائے گی لیکن کامل سنت ادا نہ نہیں ہوگی۔ (۱۱) ابتدائے وضو میں دونوں ہاتھوں کو دھونے کا طریقہ یہ ہے کہ اگر برتن چھوٹا ہو کہ جس کو اٹھایا جاسکتا ہو تو اس میں ہاتھ نہ ڈالے بلکہ برتن کو ہاتھ سے اٹھا کر دائیں ہاتھ پر تین بار پانی ڈالے اور (الگلیوں کو آپس میں مل کر) دھوئے پھر دائیں ہاتھ سے برتن اٹھا کر بائیں ہاتھ پر تین بار پانی ڈالے اور (اس کی الگلیوں کو بھی آپس میں مل کر) کر دھوئے، اور اگر پانی بڑے برتن میں ہو کہ جس کو اٹھایا نہ جاسکے اور نہ اس کو انڈیل کر پانی لیا جاسکے جیسے مٹکا اور اگر اس کے ساتھ کوئی چھوٹا برتن ہو تو بڑے برتن میں سے چھوٹے برتن کے ساتھ پانی نکال کر بطریق مذکور دونوں ہاتھ دھو لے اور اگر اس کے ساتھ کوئی چھوٹا برتن نہ ہو تو یا بائیں ہاتھ کی الگلیاں ملا کر صرف الگلیاں پانی میں ڈالے پھیلی کا کوئی حصہ پانی میں داخل نہ ہو اور الگلیوں کے

(۱)۔ عامۃ الکتاب (۲)۔ بحر ش (۳)۔ ش تبرف (۴)۔ در (۵)۔ بحر (۶)۔ ش و مخد و تمامہ لہجہ

(۷)۔ بحر بدائع و ش و در الشی (۸)۔ غایۃ الاوطار (۹)۔ بحر زیادۃ (۱۰)۔ غایۃ الاوطار (۱۱)۔ ش

ذریعہ پانی نکال کر دایاں ہاتھ کھائی تک تین بار دھوئے اور اس کی انگلیوں کو آپس میں ملے پھر دایاں ہاتھ جہاں تک دھویا ہے برتن میں ڈالے اور اس سے پانی لے کر بائیں ہاتھ کو اسی طرح تین بار دھوئے۔ (۱) فقہانے کہا ہے کہ دھونے کے ارادہ سے ہتھیلی کو پانی میں داخل نہ کرے۔ اگر داخل کیا تو پانی مستعمل ہو جائے گا اور اگر دھونے کے ارادہ سے داخل نہیں کیا بلکہ چلو میں پانی لینے کے ارادہ سے داخل کیا تو پانی مستعمل نہیں ہوگا اور مستعمل ہونے کا مطلب یہ ہے کہ وہ پانی جو ہتھیلی سے مس ہو گا وہ ہتھیلی سے جدا ہونے پر مستعمل ہو جائے گا نہ کہ برتن کا تمام پانی جیسا کہ اس کی تفصیل مستعمل پانی کے بیان میں آئے گی (۲) اور بڑے برتن سے پانی لے کر ہاتھوں کو دھونے کا طریقہ جو اوپر بیان ہوا یہ اس وقت ہے جبکہ ہاتھ پیر پر کچھ نجاست نہ ہو (یعنی دونوں ہاتھ پاک ہوں اور اگر بائیں ہاتھ ناپاک ہو تو پہلے اسے دھولے) اور اگر دونوں ہاتھ ناپاک ہوں تو کوئی اور ترکیب کرے (۳) پس اگر اس کے ساتھ ایسا کوئی برتن نہ ہو جس سے پانی لے سکے اور اس کے دونوں ہاتھ ناپاک ہوں تو وہ کسی دوسرے شخص سے کہے کہ وہ اپنے ہاتھوں سے پانی لے کر اس کے ہاتھ دھلا دے اور اگر وہاں کوئی دوسرا شخص نہ ہو تو رومال (یا دامن وغیرہ) کا ایک سر پانی میں ڈالے اور اس کا دوسرا سر ہاتھ میں پکڑے رہے پھر اس کو پانی سے نکال کر اس کے قطرات سے دایاں ہاتھ دھولے پھر بائیں ہاتھ دھولے۔ یا کپڑا اپنے دانتوں سے پکڑ کر ٹپکتے ہوئے پانی سے دونوں ہاتھ ایک ساتھ تین بار دھولے اور اگر کپڑا بھی موجود نہ ہو تو منہ کے ساتھ پانی لے کر دونوں ہاتھ دھولے اور اگر اس پر بھی قار نہ ہو تو وہ تھیم کر لے اور نماز پڑھے اور اس پر اس نماز کو لوٹانا واجب نہیں اور منہ کے ساتھ پانی لینے میں اختلاف ہے اور صحیح یہ ہے کہ وہ مستعمل ہو جائے گا اور نجاست (نجاست حقیقیہ) کو دور کرنے والا ہوگا (۴) پس وہ منہ کے ساتھ پانی لے کر پہلے اپنے ہاتھوں پر لگی ہوئی نجاست حقیقیہ کو دور کرے کیونکہ مستعمل پانی سے اس کو دور کیا جاسکتا ہے پھر اپنے ہاتھ کی انگلیاں (مٹاکر) پانی میں ڈالے اور ان کے ذریعے پانی لے کر حدیث یعنی نجاست صحتی کو دور کرے اور وضو کے لئے دونوں ہاتھوں کو دھولے۔ (۵) (جیسا کہ اوپر بیان ہوا)

۳۔ مسواک، یہ بھی سنت مؤکدہ ہے (۶) (اس کی تفصیل الگ بیان میں ہے، مؤلف)

۵۔ کلی کرنا (۷)

۶۔ ناک میں پانی ڈالنا (۸) یہ دونوں سنت مؤکدہ ہیں اگر بلا عذر ان کے ترک کی عادت بنالے گا تو صحیح قول کی بنا پر گنہگار ہوگا (۹) کلی کی حد یہ ہے کہ تمام منہ کے اندر پانی پہنچ جائے اور ناک میں پانی ڈالنے کی حد یہ ہے کہ نرمہ بینی (ناک اندر کے نرم حصہ تک) پانی پہنچ جائے (۱۰) ناک میں پانی ڈالتے وقت سانس کے ساتھ ناک میں پانی کھینچنا شرط نہیں ہے (۱۱) ان دونوں کا طریقہ یہ ہے کہ پہلے تین دفعہ کلی کرے اور ہر دفعہ نیا پانی لے پھر تین دفعہ ناک میں پانی ڈالے اور اس کے لئے بھی ہر دفعہ نیا پانی لے۔ احادیث میں آنحضور ﷺ کے وضو کی کیفیت میں اسی طرح وارد ہوا ہے (۱۲) جانتا چاہئے کہ کلی اور ناک میں پانی ڈالنا بھی کئی سنتوں پر مشتمل ہے اور وہ یہ ہے ہیں، ترتیب یعنی پہلے کلی کرنا پھر ناک میں پانی ڈالنا (۱۳) ان دونوں میں سے ہر ایک کو تین بار کرنا بالاجماع (۱۴) پس سنت یہ ہے کہ پہلے تین بار کلی کرے پھر تین بار ناک میں پانی ڈالے (۱۵) ہر بار نیا پانی لینا، یعنی ان دونوں میں سے ہر ایک کے لئے ہر دفعہ نیا پانی لے، یہ ہمارے نزدیک سنت ہے۔ (۱۶) پس اگر ایک بار چلو میں پانی لے کر اس میں سے تین دفعہ منہ سے پانی اٹھائے اور تین کلیاں کر لے تو جائز ہے اور اس سے کلی

(۱)۔ بخرو وطو و ش و کبیری ملتقطاً (۲)۔ بخرو و ش و م و ط مترتباً (۳)۔ ع (۴)۔ بخرو ش (۵)۔ مخرو و ش ملتقطاً

(۶)۔ دروغیرہ عامۃ الکتاب (۷)۔ عامۃ الکتاب (۸)۔ ایضاً (۹)۔ ط و درو ش (۱۰)۔ ع (۱۱)۔ ط

(۱۲)۔ ہدایہ (۱۳)۔ بخرو و ش و درو و ط ملتقطاً (۱۴)۔ بخرو و غیر ہما (۱۵)۔ ع (۱۶)۔ ع و درو ش و بخرو و بدائع

کرنے کی سنت ادا ہو جائے گی لیکن ہر دفعہ نیا پانی لینے کی سنت ادا نہیں ہوگی اور اگر ایک بار چلو میں پانی لے کر اسی کو تین بار ناک میں کھینچے تو جائز نہیں اس لئے ناک میں پانی کھینچنے کی صورت میں مستعمل پانی لوٹ کر اس کے چلو میں آجائے گا کیونکہ ناک کے نتھنے بند نہیں ہو سکتے اور بخلاف کلی کے کہ اس میں ایسا نہیں ہوگا کیونکہ منہ سے پانی کھینچنے کے بعد ہونٹ بند ہو سکتے ہیں (۱) اگر چلو میں پانی لے کر تھوڑے پانی سے کلی کرے پھر باقی پانی ناک میں ڈالے تو جائز ہے اگر اس کے برعکس کرے (یعنی پہلے کچھ پانی ناک میں ڈالے پھر باقی سے کلی کرے) تو جائز نہیں (۲) اور یہاں جائز نہ ہونے کا مطلب یہ ہے کہ سنت ادا نہیں ہوگی (۳) دونوں کو دائیں ہاتھ سے کرنا، دونوں میں مبالغہ کرنا لیکن روزہ دار مبالغہ نہ کرے (۴) کلی میں مبالغہ کرنے کا مطلب یہ ہے کہ منہ میں بہت سا پانی لے کر غرہ کرے اور حلق تک پہنچائے اور ناک میں پانی ڈالنے میں مبالغہ کرنا یہ ہے کہ ناک کی ہڈی (بانہ) تک پانی چڑھائے (۵) لیکن اگر روزے دار ہوتو ان دونوں میں مبالغہ نہ کرے مطلقاً اگرچہ اس کا روزہ نفلی ہو، پس روزے دار کے لئے مبالغہ کرنا مکروہ ہے جیسا کہ اس کے لئے بلا عذر کسی چیز کو چبانا مکروہ ہے کیونکہ ان میں مبالغہ کرنے سے روزہ فاسد ہو جانے کا احتمال ہے اور نیز اس لئے کہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ وضو پورا کر اور انگلیوں کے اندر خلال کر اور کلی اور ناک میں پانی ڈالنے میں مبالغہ کر لیکن اگر روزہ دار ہوتو مبالغہ نہ کر (۶) کلی کے پانی باہر ڈالنا اور اندر نہ لگانا کیوں کہ یہ پانی مستعمل ہو جائے گا۔ (۷) ناک میں پانی ڈالنے کے بعد ناک کو جھاڑنا یعنی ناک سنک کر اس کا پانی باہر نکال دینا، ناک کو بائیں ہاتھ سے جھاڑنا مستحب ہے اور ہاتھ کے بغیر جھاڑنا مکروہ ہے کیونکہ یہ چوپائے کے فعل کی مانند ہے اور بعض نے کہا کہ یہ مکروہ نہیں ہے (۸) اور اوٹی یہ ہے کہ کلی کرتے وقت منہ کے اندر اور ناک میں پانی ڈال کر ناک کے اندر انگلی پھرائے (۹) (پس منہ میں انگشت شہادت اور ناک میں چھنگلی انگلی داخل کرے۔ مؤلف)

۷۔ ڈاڑھی کا خلال کرنا، جبکہ ڈاڑھی گنجان ہو (۱۰) خلال کا وقت تین بار منہ دھونے کے بعد ہے (۱۱) ڈاڑھی کا

خلال کرنے کے بارے میں چار قول ہیں، ایک قول یہ ہے کہ یہ واجب ہے، یہ سعید بن جبیر کا قول ہے، دوسرا قول یہ ہے کہ یہ سنت ہے، یہ امام ابو یوسف و امام شافعی کا مذہب ہے اور امام محمد سے ایک روایت یہی ہے، تیسرا قول یہ ہے کہ مستحب ہے اور چوتھا قول یہ ہے کہ جائز ہے یہ امام ابو حنیفہ و امام محمد رحمہما اللہ کے نزدیک ہے اور امام مالک کا بھی یہی قول ہے۔ جائز کا مطلب یہ ہے کہ اس کا کرنے والا بدعت کی طرف منسوب نہیں ہے اور مبسوط میں ہے کہ ڈاڑھی کا خلال کرنا امام ابو حنیفہ کے نزدیک مستحب ہے صاحبین کے نزدیک جائز ہے کذا فی العینی (۱۲) مبسوط میں امام ابو یوسف کے قول کو ترجیح دی گئی ہے پس امام ابو یوسف کے نزدیک تین بار منہ دھونے کے بعد ڈاڑھی کا خلال کرنا سنت ہے یہی قول لیا گیا ہے اور یہی اصح ہے، یہ حکم اس وقت ہے جبکہ وضو کرنے والا احرام کی حالت میں نہ ہو اور اگر وہ احرام کی حالت میں ہو تو ڈاڑھی کا خلال کرنا اس کے لئے مکروہ ہے کیونکہ خلال کرنے میں بال ٹوٹنے کا اندیشہ ہے اور حالت احرام میں بال توڑنا منع ہے (۱۳) اور ظاہر ہے کہ خلال کرنے کا حکم گنجان ڈاڑھی کے بارے میں ہے اور اگر ڈاڑھی گنجان نہ ہو بالوں کے نیچے کی کھال تک پانی پہنچانا فرض ہے (۱۴) ڈاڑھی میں خلال کرنے کا مسنون طریقہ یہ ہے کہ دائیں ہاتھ کے چلو میں پانی لے کر تھوڑی کے نیچے کے بالوں کی جڑوں میں اس طرح ڈالے کہ اس وقت ہاتھ کی ہتھیلی گردن کی جانب ہو اور ہاتھ کی پشت باہر یعنی نیچے کی طرف ہوتا کہ چلو کا پانی بالوں میں داخل ہو سکے پھر ڈاڑھی میں اسی دائیں

(۱)۔ ع و بحر و موط و غیرہ ملتقطاً (۲)۔ ع و بحر (۳)۔ بحر (۴)۔ بدائع (۵)۔ دروش و موط و بحر و فتح ملتقطاً

(۶)۔ موط و غایۃ الاوطار ملتقطاً (۷)۔ ط و بحر (۸)۔ ط (۹)۔ ط و در (۱۰)۔ م و غیرہ

(۱۱)۔ م و در و غیرہ (۱۲)۔ غایۃ الاوطار (۱۳)۔ بحر و موط و ع و فتح ملتقطاً (۱۴)۔ ش

ہاتھ کی انگلیاں نیچے کی جانب سے ڈال کر اوپر کو خلال کرے اور ڈاڑھی میں انگلیاں ڈالنے کی کیفیت یہ ہے کہ ڈاڑھی میں پانی ڈالنے کی کیفیت کے برعکس ہاتھ کی پشت گردن کی طرف رہے یعنی انگلیوں کی پشت بالوں کے ساتھ لگے، یاہوں کہئے کہ ہاتھ کی پشت آنکھوں کی طرف رہے اور ہتھیلی باہر کی جانب یعنی چھاتی کی طرف رہے (۱) بعض کے نزدیک اس کی ترکیب یہ بھی ہے کہ بالوں کے نیچے سے انگلیاں اس طرح داخل کرے کہ ہتھیلی گردن کی طرف ہو اور ہاتھ کی پشت باہر کی طرف ہو، حدیث شریف کے الفاظ سے اسی صورت کی طرف ذہن جلدی جاتا ہے۔

۸۔ دونوں ہاتھوں اور دونوں پاؤں کی سب انگلیوں کا خلال کرنا، (۱) یہ بالاتفاق

سنت مؤکدہ ہے (۲) اور انگلیوں میں خلال کرنا اس وقت سنت ہے جبکہ پانی انگلیوں کے بیچ میں پہنچ چکا ہو (۳) اور اگر انگلیاں بالکل ملی ہوئی ہوں (اور ان کے درمیان میں پانی نہ پہنچے گا گمان غالب ہو) تو بجز الرائق میں ہے کہ انگلیوں کی درمیانی جگہ کو دھونا فرض ہے اور خلال کرنا دھونے کے حکم میں نہیں ہے جیسا کہ یہ بات پوشیدہ نہیں ہے (۴) اور شامی وغیرہ میں ہے کہ اس کے لئے خلال کرنا فرض ہے کیونکہ اس صورت میں خلال کئے بغیر ان کی درمیانی جگہ میں پانی پہنچانا ممکن نہیں ہے پس سمجھ لیجئے (۵) بجز الرائق میں ظہیر یہ سے منقول ہے کہ انگلیوں میں خلال کرنے کا وقت تین دفعہ دھونے کے بعد ہے کیونکہ تین بار دھونے کی سنت ہے اور شامی میں حلیہ سے منقول ہے کہ خلال کا تین دفعہ ہونا یعنی ہر دفعہ دھونے کے ساتھ انگلیوں کا خلال بھی کرنا سنت ہے۔ پھر دارقطنی و بیہقی سے صحیح اور جید اسناد ہے ساتھ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ انھوں نے وضو کیا اور اپنے دونوں قدموں کی انگلیوں میں تین بار خلال کیا اور کہا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو اسی طرح کرتے ہوئے دیکھا ہے جیسا کہ میں کیا ہے (۶) دونوں ہاتھوں کی انگلیوں میں خلال کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ ایک ہاتھ کی انگلیاں دوسرے ہاتھ کی انگلیوں میں ڈالے (جس طرح بچہ کرتے ہیں) (۷) اور ان سے پانی ٹپکتا ہوا ہو (۸) ایک طریقہ یہ بھی ہے کہ ایک ہاتھ کی ہتھیلی اس ہاتھ کی پشت پر جس کا خلال کرنا ہے رکھے اور اوپر کے ہاتھ کی انگلیاں نیچے کے ہاتھ کی انگلیوں میں ڈال کر کھینچے، اسی طرح دوسرے ہاتھ کا خلال کرے، بعض نے اس کو اولیٰ کہا ہے تاکہ لبو و لعب سے مشابہت نہ ہو (۹) اور دونوں پاؤں کی انگلیوں میں خلال اس طرح کرے کہ بائیں ہاتھ کی چھٹکیا کے ذریعہ پاؤں کی انگلیوں میں نیچے سے اوپر کو خلال کرے اور دائیں پاؤں کی چھٹکیا سے خلال شروع کر کے بائیں پاؤں کی چھٹکیا پر ختم کرے (۱۰) یہ جو کہا گیا ہے کہ پاؤں کی انگلیوں میں نیچے سے اوپر کو خلال کرے اس میں دو احتمال ہیں ایک یہ کہ پاؤں کی پیٹھ کی جانب سے چھٹکیا کو انگلیوں کے درمیان میں داخل کرے اور نیچے سے اوپر کھینچے یہ زیادہ اقرب ہے اور دوسرا احتمال یہ ہے کہ چھٹکیا کو پاؤں کے نیچے کی جانب سے انگلیوں کے درمیان میں داخل کر کے اوپر کھینچے سراج الوہاج میں اس پر اعتماد کیا ہے (۱۱) اور عالمگیری میں مضمرات سے لکھا ہے کہ انگلی نیچے کی طرف سے ڈالے ہاتھ یا پاؤں کو پانی میں داخل کر دینا خلال کے لئے کافی ہے خواہ پانی جاری ہو یا نہ ہو۔ (۱۲)

۹۔ اعضائے وضو کو تین تین بار دھونا، (۱۳) پس وضو میں جن اعضا کو دھونا فرض ہے جیسے دونوں

ہاتھ اور منہ اور دونوں پاؤں ان کو تین تین بار دھونا سنت ہے (۱۳) یعنی اکابر پوری طرح دھونا فرض ہے اس کے بعد دو دفعہ اور دھونا صحیح مذہب کی بنا پر سنت مؤکدہ ہے (۱۵) اگر ایک دفعہ دھونے پر اکتفا کی تو اس بار سے میں تین قل ہیں، ایک قول یہ کہ وہ گنہگار ہوگا کیونکہ اس نے سنت مشہورہ کو ترک کیا، دوسرا قول یہ ہے کہ وہ گنہگار نہیں ہوگا کیونکہ جو کچھ اللہ تعالیٰ کا حکم ہے وہ اس کو بجالایا اور تیسرا قول یہ ہے کہ اگر وہ اس کی

(۱)۔ موطا و دروش وغیرہ مستحکم (۲)۔ م و غیرہ عامۃ الکتاب (۳)۔ درین دوع (۴)۔ بحر (۵)۔ ش و دراستی دوع

(۶)۔ ش (۷)۔ غایۃ الوطار (۸)۔ ع و بحر دموش (۹)۔ بحر و دروش و علم الفقہ مترجم (۱۰)۔ ط و ع و بحر و دروغیر ہا

(۱۱)۔ بحر و تصرفا (۱۲)۔ ع و بحر دم (۱۳)۔ بحر و دروم و غیر ہا (۱۴)۔ ع (۱۵)۔ ع و ط و بحر

عادت بنانے کا تو گنہگار ہوگا ورنہ نہیں اور اس کو خلاصہ میں اختیار کیا ہے (۱) پس اگر اس کی عادت نہیں بنائی بلکہ کبھی کبھی ایسا کیا یا پانی کم میسر ہونے یا سخت سردی یا کسی اور عذر کی وجہ سے صرف ایک ایک بار اعضائے وضو کو دھویا تو مکروہ نہیں ہے اور وہ شخص گنہگار نہیں ہوگا اور اگر ایسا نہیں تو گنہگار ہوگا (۲) ہر عضو کا دوسری اور تیسری دفعہ دھونا سنت ہونے کا مطلب یہ ہے کہ ہر دفعہ پوری طرح دھلنا سنت مکروہ ہے چلوؤں کا اعتبار نہیں ہے (۳) (یعنی اگر ایک چلو سے پورا عضو نہ دھلے تو جب پورا عضو دھل جائے گا تو وہ ایک دفعہ کا دھونا ہوگا، مؤلف) اس لئے کہ ہر عضو کا دوسری اور تیسری دفعہ اس طرح دھونا سنت ہے کہ ہر دفعہ پوری طرح دھل جائے خواہ کتنے ہی چلوؤں سے دھلے، ہر دفعہ ایک چلو سے دھونا سنت نہیں ہے (۴) پوری طرح دھونے کے معنی یہ ہیں کہ پانی پورے عضو پر پہنچ جائے (کہیں بھی خشک نہ رہے) اور اس پر پانی ہے اور اس سے پانی کے قطرے ٹپکیں پس ہر دفعہ اس طرح دھونا چاہئے کہ اس تمام عضو پر پانی پہنچ جائے جس کا دھونا وضو میں فرض ہے اور اگر پہلی مرتبہ ایسا دھویا کہ تھوڑا سا عضو خشک رہ گیا پھر دوسری مرتبہ کے دھونے میں خشک کھڑے پر پانی پہنچا اور کچھ پھر بھی خشک رہ گیا پھر تیسری مرتبہ میں سارا عضو دھل گیا تو یہ تین بار کا دھونا نہ ہوا، (۵) بلکہ ایک بار کا دھونا ہوا (۶) خشک کی حالت میں طہانیت قلب کے لئے تین بار سے زیادہ دھونے یا پہلے وضو سے فارغ ہونے کے بعد دوسرے وضو کی نیت سے اعضائے وضو کو دوبارہ دھونے میں کوئی مضائقہ نہیں ہے (۷) کیونکہ وضو پر وضو کرنا نوز علیٰ نور ہے (۸) لیکن وضو پر وضو کرنا اس وقت نوز علیٰ نور ہے جبکہ پہلے وضو سے کوئی عبادت مقصودہ مثلاً نماز یا سجدہ تلاوت یا قرآن مجید کا چھوٹا وغیرہ ادا کر لی گئی ہو ورنہ مکروہ ہے کیونکہ یہ محض اسراف (فضول خرچی) ہے (۸) فقہا کا اور "کوئی مضائقہ نہیں" کہنا کراہت تحریمی کو شامل ہے پس وضو کے کسی عضو کو تین بار سے زیادہ دھونا اگر ایک بار ہو تو مکروہ تحریمی ہے اور اگر اس سے زیادہ یعنی چند بار دھونا ہو تو اسراف کی وجہ سے مکروہ تحریمی ہوگا۔ (۹) پس بلا عذر وضو کے عضو کو تین بار سے زیادہ دھونا تین بار سے کم دھونے کی مانند منع ہے اور اگر تین بار دھونے کے سنت ہونے کا اعتقاد رکھتے ہوئے کسی صحیح غرض سے تین دفعہ سے زیادہ یا کم دھوئے تو کوئی کراہت نہیں اور اگر کسی صحیح غرض کے بغیر تین دفعہ سے کم یا زیادہ دھوئے تو خواہ تین دفعہ دھونے کے سنت ہونے کا اعتقاد بھی رکھے تب بھی مکروہ ہے۔ خلاصہ یہ ہے کہ اگر ایک دفعہ ایسا کیا تو مکروہ نہیں ہے جبکہ وہ اس کے سنت ہونے کا اعتقاد نہ کرے اور ایسا کرنے کی عادت بنالے اور بار بار ایسا کرے تو مکروہ ہے اگرچہ تین دفعہ دھونے کے سنت ہونے کا اعتقاد بھی رکھتا ہو لیکن اگر کسی صحیح غرض سے ہو تو مکروہ نہیں ہے۔ (۱۱)

۱۰۔ سامے سر کا مسح ایک بار کرنا، (۱۲) یعنی ایک دفعہ کے پانی سے پورے سر کا مسح کرے (۱۳) اگر

کوئی شخص پورے سر کا مسح کسی عذر کے بغیر ہمیشہ چھوڑ دیا تو گنہگار ہوگا (۱۴) ہمارے نزدیک بھر اس مسح مسنون نہیں ہے اور امام شافعی کے نزدیک سنت یہ ہے کہ مسح تین دفعہ کرے اگر تین دفعہ پانی لے کر تین دفعہ مسح کیا تو احناف میں سے بعض نے کہا کہ مکروہ ہے اور بعض نے کہا کہ یہ بدعت ہے اور بعض نے کہا کہ کوئی مضائقہ نہیں۔ اور قاضی خانیہ میں ہے کہ نہ مکروہ ہے نہ سنت ہے اور نہ ادب ہے (۱۵) اور اوجہ یہ ہے کہ مکروہ ہے (۱۶) تین دفعہ مسح کرنے کی جو روایت ہے وہ ایک پانی کے ساتھ مسح کرنے پر محمول ہے اور یہ امام ابو حنیفہ سے امام حسن کی روایت کی بنا پر شروع ہے (۱۷) کتاب الحجر میں ہے کہ اگر ایک دفعہ پانی لے کر تین دفعہ مسح کیا تو مسنون ہے (۱۸) اور تین دفعہ پانی لے کر تین

(۱)۔ موطا درودش وغیرہ مستحقاً (۲)۔ ش۔ دوع (۳)۔ دروغیرہ (۴)۔ بحرّوش دوط (۵)۔ ش۔ دوع

(۶)۔ حاشیہ اررود (۷)۔ ش۔ دوع و بحرّوش (۸)۔ بحرّوش (۹)۔ ط (۱۰)۔ قاضی الاوطار ملخصاً (۱۱)۔ ش۔ دوع و قاضی

(۱۲)۔ م۔ مجمع (۱۳)۔ ش۔ دوع و دروغیرہ (۱۴)۔ فتح دوع و دروغیرہ (۱۵)۔ بحرّوش دوط (۱۶)۔ مجمع

(۱۷)۔ ہدایہ و بحرّوش و دودائع (۱۸)۔ فتح دوع و مجمع

دفعہ مسح کرنا اس لئے بھی مکروہ ہے کہ فرض مسح کرنا ہے اور تکرار مسح سے وہ غسل ہو جائے گا اور مسنون نہیں ہوگا (۱) سر کے اگلے حصے سے مسح شروع کرنا سنت ہے اس لئے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سر کے اگلے حصے سے شروع فرماتے تھے اور اس لئے بھی سنت ہے کہ ہر عضو کو اس کے ابتدائی حصے سے دھونا سنت ہے تو اسی طرح مسح کے اعضا میں ابتدائی حصے سے مسح کرنا سنت ہے (۲) سر کا مسح کرنے کے مختلف طریقے احادیث میں مروی ہیں (۳) ان میں اظہر طریقہ یہ ہے کہ دونوں ہاتھوں کو نئے پانی سے تر کر کے دونوں ہتھیلیاں اور انگلیاں اپنے سر کے اگلے حصہ پر رکھ کر پچھلے حصے کی طرف اس طرح لے جائے کہ سارے سر پر ہاتھ پھر جائے پھر دو انگلیوں سے دونوں کانوں کا مسح کرے (جس کا بیان آگے آتا ہے) (۴) اور اقامت سنت کی ضرورت کی وجہ سے اس طرح پانی مستعمل نہیں ہوتا کیونکہ ایک پانی کے ساتھ پورے سر کا مسح اسی طریقے سے ہو سکتا ہے (۵) اور اس لئے بھی مستعمل نہیں ہوتا کہ جب تک پانی عضو پر ہے یعنی عضو سے جدا نہیں ہوتا، مستعمل نہیں ہوتا اور دونوں کان سر کا حصہ ہیں (۶) اور بعض علما نے پورے سر کا مسح کرنے کا دوسرا طریقہ بیان کیا ہے جیسا کہ نہر الفائق و خلاصہ و مجمع الانہر میں ہے کہ دونوں ہاتھوں کو نئے پانی سے تر کر کے دونوں ہاتھوں کی تین تین انگلیوں یعنی چھنگلیاں اور اس کے پاس والی اور بیچ کی انگلی کے سرے ملا کر سر کے آگے کے حصہ پر رکھے اور سر کے درمیانی حصے میں آگے کی طرف سے پیچھے یعنی گدی کی طرف کھینچے اس وقت دونوں انگلیوں، دونوں انگشت شہادت اور دونوں ہتھیلیوں کو سر سے الگ اٹھا ہوا رکھے یعنی سر سے نہ لگائے صرف وہی چھ انگلیاں لگیں جو بیان ہوئی ہیں اس کے بعد دونوں ہتھیلیوں کو گدی کی طرف سے وسط سر کے دونوں جانب رکھے اور گدی سے آگے کی طرف کو کھینچے تاکہ پورے سر کا مسح ہو جائے پھر دونوں انگشت شہادت کے اندر دہنی حصے سے کانوں کے اندر کا اور دونوں انگلیوں کے اندر دہنی حصے سے دونوں کانوں کے باہر کا مسح کرے اور انگلیوں کی پشت سے گردن کا مسح کرے تاکہ کانوں اور گردن کا مسح غیر مستعمل تری سے ہو جائے اس لئے کہ تری جب تک عضو پر ہے مستعمل نہیں ہوتی اور جب عضو سے جدا ہو جاتی ہے تو بلا خلاف مستعمل ہو جاتی ہے (۷) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مسح کا طریقہ اسی طرح روایت کیا ہے (۸) محیط میں اسی طریقہ کو ذکر کیا ہے تاکہ تری کے مستعمل ہونے سے بچ جائے (۹) علامہ طحاوی نے مراۃ الفلاح کے حاشیہ میں کہا ہے کہ اس میں تکلف و مشقت ہے جیسا کہ خانیہ میں ہے اور فتح القدیر میں ہے کہ سنت (۱۰) میں اس کی کوئی اصل نہیں ہے (۱۱) بحر الرائق میں اس دوسرے طریقے کو ضعیف کہا ہے (۱۲) اور مجمع الانہر میں پہلے طریقے کو ضعیف کہا ہے (۱۳) (غرض کہ دونوں طریقے درست ہیں خواہ جس پر عمل کرے، مؤلف)

۱۱۔ دونوں کانوں کا ایک ساتھ مسح کرنا، پس اس میں دائیں کو بائیں پر مقدم کرنا نہیں ہے (۱۴)

دونوں کانوں کا مسح آگے اور پیچھے سے اسی تری سے کرنا سنت ہے جس سے سر کا مسح کیا ہے۔ اگر کانوں کے اگلی طرف کا مسح نہ دھونے کے ساتھ کرے اور کانوں کے پچھلی طرف کا مسح سر کے مسح کے ساتھ کرے تو بھی جائز ہوگا مگر افضل وہی صورت ہے جو پہلے بیان ہوئی (۱۵) کانوں کے اندر کا مسح دونوں انگشت شہادت کے اندر کی طرف سے کرے اور کانوں کے باہر کا مسح دونوں انگلیوں کے اندر کی طرف سے کرے (۱۶) اور دونوں ہاتھوں کی چھنگلیاں دونوں کانوں کے سوراخ میں داخل کرے اور ان کو حرکت دے (۱۷) امام شافعی کے نزدیک کانوں کے مسح کے لئے نیا پانی لینا سنت ہے (۱۸) فقہائے احناف کے نزدیک سر کے مسح کی تری سے کانوں کا مسح کرے (۱۹) کیونکہ رسول اللہ صلی

- | | | | |
|----------------------------|---------------------|--------------------------|---|
| (۱)۔ ہدایہ و مثالی البدائع | (۲)۔ بدائع (۳)۔ ط | (۴)۔ بحر دوش و ط و کبیری | (۵)۔ بحر و کبیری و ط مطلقا (۶)۔ فتح دوش و ط |
| (۷)۔ منہ و مجمع و ط مطلقا | (۸)۔ منہ (۹)۔ کبیری | (۱۰)۔ حدیث | (۱۱)۔ فتح دوش و ط |
| (۱۲)۔ غایۃ الاوطار | (۱۳)۔ مجمع | (۱۴)۔ دروش | (۱۵)۔ ع (۱۶)۔ ع و ش |
| (۱۷)۔ فتح و بحر و ط | (۱۸)۔ بدائع | (۱۹)۔ مجمع وغیرہ | |

اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ دونوں کان سر کا حصہ ہیں یعنی ان دونوں کے مسح کے لئے علیحدہ پانی لینے کی ضرورت نہیں ہے (۱) خلاصہ میں ہے کہ اگر پہلی تری باقی ہوتے ہوئے نیا پانی لیا تو اچھا ہے (۲) اس کا مختصی یہ ہے کہ اختلاف فقہاء سے بچنے کے لئے نیا پانی لینا اولیٰ ہے تاکہ بالا اتفاق سنت ادا ہو جائے لیکن نیا پانی لینے کی روایت مشہور روایت کے خلاف ہے اور مشہور روایت یہ ہے کہ سر کے مسح کی تری سے ہی کانوں کا مسح کرے، تمام اصحاب متون و شروح نے اسی کو اختیار کیا ہے پس صحیح یہ ہے کہ نیا پانی لینا خلاف سنت ہے اور صاحب خلاصہ کا اس کو اچھا کہنا صحیح نہیں ہے، خلاف سنت فعل کس طرح اچھا ہو سکتا ہے واللہ علم (۳) لیکن اگر پہلی تری باقی نہ رہی ہو اور استعمال میں آچکی ہو مثلاً اس نے دونوں ہاتھوں کی انگلیوں سے عمامہ (صافہ) اٹھایا ہو تو جب تک نیا پانی لے کر کانوں کا مسح نہ کرے سنت ادا نہیں ہوگی (۴) پس اگر عمامہ کو انگلیوں سے مس کیا تو کانوں کے مسح کے لئے نیا پانی لینا ضروری ہے (۵) اس سے یہ استفادہ ہوا کہ احناف و شوافع کا اختلاف اس بارے میں ہے کہ اگر نیا پانی نہ لیا اور سر کے مسح کی باقی تری سے کانوں کا مسح کیا تو کیا اس سے سنت ادا ہو جائے گی؟ احناف کے نزدیک جواب یہ ہے کہ ہاں ادا ہو جائے گی اور شوافع کے نزدیک ادا نہیں ہوگی لیکن اگر سابقہ تری باقی ہوتے ہوئے نیا پانی لیا تو بالا اتفاق سنت ادا ہو جائے گی (۶) یعنی ہمارے نزدیک خلاصہ کی روایت کی بنا پر یہ سنت کے قائم مقام ہوگی نہ کہ مشہور روایت کی بنا پر جس کو کہ اصحاب متون و شروح نے اختیار کیا ہے جیسا کہ پہلے بیان ہوا لیکن دونوں ہاتھوں سے عمامہ وغیرہ اٹھانے کی وجہ سے تری باقی نہ رہنے کے بعد سنت کی ادائیگی کے لئے ضروری ہے کہ نیا پانی لے کر دونوں کانوں کا مسح کرے (مؤلف)

۱۲۔ ترتیب: یہ ہمارے نزدیک صحیح قول کی بنا پر سنت مؤکدہ ہے اس کے ترک کی عادت سے گنہگار ہوگا (۷) اور امام شافعی و امام احمد رحمہما اللہ کے نزدیک فرض ہے اور امام مالکؒ کے نزدیک مستحب ہے (۸) اور ترتیب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں جس کا ذکر پہلے کیا ہے اس کو پہلے ادا کرے (۹) یعنی آیت وضو میں جس ترتیب سے مذکور ہے اس یہ ترتیب سے وضو کرے (۱۰) (پس پہلے منہ دھوئے پھر دونوں ہاتھ کہنوں تک دھوئے پھر سر کا مسح کرے پھر دونوں پاؤں ٹخنوں تک دھوئے، مؤلف)

فائدہ: قدوری نے نیت اور ترتیب اور پورے سر کے مسح کو مستحبات میں شمار کیا ہے اور صاحب ہدایہ و محیط و تحفۃ الیضاح اور والی نے ان کو سنتوں میں شمار کیا ہے اور یہی صحیح ہے۔ (۱۱)

۱۳۔ اعضائے وضو کو بے دریغ دھونا: یہ ہمارے نزدیک سنت ہے اور امام مالکؒ کے نزدیک فرض ہے اور کہا گیا ہے کہ امام شافعی رضی اللہ عنہ کا بھی ایک قول یہی ہے کہ یہ فرض ہے (۱۲) پے در پے ہونے کا مطلب یہ ہے کہ وضو کرنے والا وضو کے افعال کے درمیان کسی ایسے فعل میں مشغول نہ ہو جو وضو سے متعلق نہ ہو (۱۳) یعنی ایک عضو کو دھونے کے بعد متصل ہی دوسرا عضو بھی دھولے (۱۴) اور اس کی معتبر حد یہ ہے کہ معتدل موسم میں پہلے دھوئے ہوئے عضو کی تری خشک ہونے سے پہلے دوسرا عضو دھونا شروع کر دے (۱۵) گرمی، ہوا اور سردی کی شدت کا اعتبار نہیں اور اعضا کے خشک ہونے میں وضو کرنے والے کی حالت یکساں رہنے کا بھی اعتبار کیا جائے گا (۱۶) وضو میں تفریق کرنا یعنی بعض اعضا کو دھو کر کچھ توقف کے بعد باقی اعضا کو دھونا اگر عذر کے بغیر ہو تو مکروہ ہے لیکن اگر عذر سے ہو مثلاً پانی ختم ہو جائے یا پانی کا برتن الٹ جائے اس لئے اور پانی لینے کے لئے جائے یا اسی طرح کی کوئی اور وجہ ہو تو صحیح قول کی بنا پر

- | | | | | | |
|---------------------------|--|--------------------|--------------------------|-----------------|------------|
| (۱)۔ فتح | (۲)۔ بخروج و شوم | (۳)۔ ش ملصحا | (۴)۔ ط | (۵)۔ در المستفی | (۶)۔ بخروش |
| (۷)۔ بخروم وغیرہا | (۸)۔ در المستفی و بخروم و بدائع وغیرہا | (۹)۔ ع | (۱۰)۔ در المستفی و غیرہا | | |
| (۱۱)۔ ع در المستفی و مجمع | (۱۲)۔ بدائع و زیادہ | (۱۳)۔ بدائع و مجمع | (۱۴)۔ ع | (۱۵)۔ ع و ش | (۱۶)۔ ع |

مضانقہ نہیں ہے (یعنی مکروہ نہیں ہے) غسل اور تیمم کے افعال کے درمیان تفریق کرنے کا بھی یہی حکم ہے (۱) یعنی اگر غسل یا تیمم کے افعال میں جذری وجہ سے تفریق کی تو مضانقہ نہیں ہے یعنی اس صورت میں ان دونوں میں بھی پے درپے کی سنت کا ادا ہونا معتبر ہوگا (۲) معراج میں ہے کہ دونوں پاؤں کو دھونے سے ہے اعضائے وضو کو رومال کے ساتھ نہ پونچھے کیونکہ اس سے پے درپے ہونا ترک ہو جائے گا اور وضو پورا ہونے کے بعد رومال سے پونچھنے میں مضانقہ نہیں ہے (۳) جیسا کہ مستحبات وضو میں آتا ہے، مؤلف

وضو کے مستحبات و آداب

متون میں وضو کے مستحبات صرف دو بیان کئے گئے ہیں:

اولیٰ اعضائے وضو میں جو دہرے یعنی دو دو ہیں ان میں دائیں کو بائیں پر مقدم کرنا مثلاً دائیں ہاتھ کو بائیں ہاتھ سے پہلے دھونا اور دائیں پیر کو بائیں پیر سے پہلے دھونا وغیرہ مگر کالوں کا حکم یہ ہے کہ دونوں کالوں کا مسح ایک ساتھ کرے۔ (۴) لیکن اگر کسی کے ایک ہی ہاتھ ہو یا اس کے دوسرے ہاتھ میں کوئی بیماری ہو اس لئے وہ دونوں کالوں کا مسح ایک ساتھ نہ کر سکے تو وہ ایک ہی ہاتھ سے پہلے دائیں کان کا مسح کرے پھر بائیں کا کرے (۵)

۲۔ دوم گردن کا مسح کرنا (۶) اور یہ دونوں ہاتھوں کی انگلیوں کی پشت سے کرے کیونکہ ان کی تری مستعمل نہیں ہوئی ہے گردن کا مسح کرنے کے بارے میں فقہاء کا اختلاف ہے بعض نے کہا کہ بدعت ہے اور بعض نے کہا کہ سنت ہے اور صحیح یہ ہے کہ یہ آداب ہے اور یہ مستحب کے معنی میں ہے اور حلقوم (گھٹے) کا مسح نہ کرے کیونکہ بدعت ہے فقہائے نے وضو کے اور بھی بہت سے سنن و آداب بیان فرمائے ہیں رفع القدر میں ہیں سے اوپر مذکور ہیں، خزائن الاسرار میں وضو کی سنتوں کو تمیز سے کچھ اوپر اور وضو کے آداب کو ستر سے کچھ اوپر بیان کیا ہے۔

اور وہ آداب بلا تعدید مندرجہ ذیل ہیں:

۱۔ پانی کے استعمال میں نہ اسراف (زیادتی) کرے اور نہ کمی کرے ضرورت شرعیہ یعنی تین دفعہ سے زیادہ خرچ کرنا اسراف ہے اور مکروہ ہے اگرچہ نہر وغیرہ کے کنارے پر ہو، اور یہ حکم اس وقت ہے جبکہ پانی آب مباح یعنی نہر وغیرہ کا ہو یا اپنی ملک ہو اور اگر وہ پانی طہارت اور وضو کرنے والوں کے لئے وقف ہو تو بلا خلاف اسراف اور زیادتی حرام (و گناہ) ہے لیکن اگر اطمینان قلب یا دوسرے وضو کی نیت سے تین مرتبہ سے زیادہ دھوئے تو مضانقہ نہیں۔ جیسا کہ وضو کی سنتوں میں تفصیل سے بیان ہو چکا ہے (۷) اور پانی کے استعمال میں کمی کرنے کا مطلب یہ ہے کہ مستون حد (تین مرتبہ) سے کم استعمال کرے۔

۲۔ وضو خود کرنا اور بلا عذر کسی دوسرے کی مدد نہ لینا تاکہ عبادت کو کسی کی مدد کے بغیر بذات خود قائم کرے، اگر معذور ہو (مثلاً برتن بھاری ہو یا بیماری ہو یا کبر سن ہو) تو مدد لینا جائز ہے اگر خادم پانی ڈالتا جائے (اور خود دھوتا جائے) تو مضانقہ نہیں ہے (۸) پس اگر وضو کرنے میں صرف پانی ڈالنے یا پانی کونکس سے نکالنے پانی لا کر دینے میں کسی دوسرے سے مدد لے تو اس میں مطلقاً کراہت نہیں ہے اور جائز ہے خواہ یہ مدد اس نے طلب کی ہو، یہ حکم اس وقت ہے جبکہ وہ اعضا کے دھونے میں کسی دوسرے کی مدد نہ لے بلکہ خود ہی دھوئے اور اگر اعضا کے دھونے اور مسح کرنے میں بلا عذر کسی دوسرے کی مدد لے تو مکروہ ہے۔ (۹)

(۱)۔ بحر و مستحبات (۲)۔ ش (۳)۔ بحر و ش (۴)۔ وغیرہ (۵)۔ ع و ش (۶)۔ عامۃ الکتاب

(۷)۔ ط و ش و بحر و در و کبری (۸)۔ ش و بحر و جمع (۹)۔ ش و صرنا

- ۳۔ کنوئیں وغیرہ سے پانی خود نکالنا۔ (۱)
- ۴۔ اونچی جگہ پر بیٹھ کر وضو کرنا۔ (۲)
- ۵۔ پاک جگہ میں وضو کرنا کیونکہ وضو کے پانی کی بھی تقسیم ہے۔ (۳)
- ۶۔ وضو کے مستقل پانی کے قطرے ٹپکنے سے کپڑوں کو بچا کر رکھنا۔ (۴)
- ۷۔ استنجا سے فارغ ہونے کے بعد وضو کرنے کے لئے قبل کی طرف منہ کر کے بیٹھنا۔ (۵)
- ۸۔ مٹی کے برتن سے وضو کرنا۔ (۶)
- ۹۔ وضو کے برتن کو جہاں سے پکڑتے ہیں اس سے (دست) کو تین بار دھونا۔ (۷)
- ۱۰۔ لوٹا وغیرہ چھوٹا برتن ہو تو اپنے بائیں جانب رکھنا۔ (۸) تاکہ اس سے اپنے دائیں ہاتھ پر پانی ڈالے۔ (۹) اور اگر برتن بڑا یعنی طشت وغیرہ ہو جس میں ہاتھ ڈال کر چلو سے پانی لیا جائے تو اس کو اپنے دائیں جانب رکھنا۔ (۱۰)
- ۱۱۔ لوٹے سے پانی لیتے وقت اپنا ہاتھ لوٹنے کے دستے پر رکھنا اس کے سر پر نہ رکھنا (کبیری دُخ و بحرِ دُش و م) تاکہ مستقل پانی کے قطرے لوٹے میں نہ ٹپکیں۔ (۱۱)
- ۱۲۔ نیت میں دل اور زبان دونوں کو شریک کرے تاکہ عزیمت حاصل ہو جائے۔ (۱۲)
- ۱۳۔ وضو کے آخر تک تمام افعال میں یعنی ہر عضو کے دھونے یا مسح کرنے کے وقت نیت کو مستحضر رکھنا۔ (۱۳)
- ۱۴۔ ہر عضو کے دھونے یا مسح کرنے کے وقت بسم اللہ الخ پڑھنا۔ (۱۴)
- ۱۵۔ ہر عضو کے دھونے (یا مسح کرنے) کے وقت بسم اللہ الخ کے بعد ماثورہ یعنی سلف صالحین سے منقول دعائیں پڑھنا (۱۵)
- (وضو کی دعائیں الگ بیان میں آگے درج ہیں، مولف)
- ۱۶۔ ہر عضو کے دھوتے وقت کلمہ شہادت یعنی اَشْهَدُ اَنْ لَا اِلَهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيْكَ لَهُ وَ اَشْهَدُ اَنَا مُحَمَّدٌ عَبْدُهُ وَرَسُولُهُ پڑھنا۔ (۱۶)
- ۱۷۔ ہر عضو کے دھونے کے بعد درود شریف پڑھے (۱۷) پس ہر عضو کو دھوتے وقت چار چیزیں یعنی بسم اللہ الخ کلمہ شہادت، دعا اور درود شریف پڑھی جائیں گی۔ ہدایہ کی عبارت سے مفہوم ہوتا ہے کہ ان میں سے کسی ایک کا پڑھ لینا بھی کافی ہے۔ (۱۸)
- ۱۸۔ وضو کے دوران بلا ضرورت ایسی باتیں نہ کرے جو لوگوں سے کیا کرتے ہیں یعنی دنیاوی باتیں نہ کرے تاکہ وضو کا عمل دنیا کی آمیزش سے پاک رہے (۱۹) اگر کسی بات کے کہنے کی ضرورت ہو اور یہ خوف ہو کہ اس وقت بات نہ کہنے میں وہ ضرورت فوت ہو جائے گی تو ایسی حالت میں بات کرنا ترک ادب نہیں ہے۔ (۲۰)
- ۱۹۔ کلی کرنے اور ناک میں پانی ڈالنے کے لئے دائیں ہاتھ میں پانی لینا اور ناک کو بائیں ہاتھ سے صاف کرنا (سکنا)۔ (۲۱)

- (۱)۔ فتح دُش (۲)۔ درود دُش (۳)۔ بحر دُش و (۴)۔ دُخ و بحر دُش و کبیری (۵)۔ دُش و بحر دُش و
- (۶)۔ فتح دُش و بحر دُش و کبیری (۷)۔ ایضاً (۸)۔ ایضاً (۹)۔ ط (۱۰)۔ فتح دُش و کبیری (۱۱)۔ ط
- (۱۲)۔ م درود دُش و مجمع (۱۳)۔ فتح دُش و بحر دُش و م ملتقطاً (۱۴)۔ م درود دُش (۱۵)۔ م و ط درود دُش و (۱۶)۔ بحر دُش و کبیری
- (۱۷)۔ م و مجمع درود دُش و بحر دُش و کبیری ملتقطاً (۱۸)۔ ع (۱۹)۔ م و مجمع درود دُش و بحر دُش و کبیری ملتقطاً (۲۰)۔ بحر دُش و کبیری ملتقطاً (۲۱)۔ م و دُش و بحر دُش و

- ۲۰۔ کلی کرنے اور ناک میں پانی ڈالنے میں ترحیب کا لحاظ کرنا (یعنی پہلے کلی کرنا پھر ناک میں پانی ڈالنا) (۱) اور یہ ہمارے نزدیک سنت ہے (۲) یعنی کلی کرنے اور ناک میں پانی ڈالنے کی سنت ہے جیسا کہ وضو کی سنتوں میں بیان ہو چکا ہے مؤلف
- ۲۱۔ ڈھیلی انگلی کو حرکت دینا تاکہ اس کے نیچے کی کھال پر پانی اچھی طرح پہنچ جائے، اسی طرح اگر انگلی تک ہو لیکن اس کے نیچے کی کھال تک پانی پہنچ جانے کا علم ہو تب بھی انگلی کو حرکت دینا مستحب ہے ورنہ فرض ہے (۳) پس اگر انگلی ایسی تک ہو کہ اس کے نیچے پانی بلا تکلف داخل نہ ہوتا ہو تو ہمارے عقیدے کے نزدیک ظاہر الروایت میں اس کو حرکت دینا یا نکال دینا فرض ہے تاکہ پانی پوری طرح پہنچ جائے اور دونوں ہاتھوں کے ہر جز تک پانی کا پہنچنا یقین کے ساتھ ہو جائے۔ (۴)
- ۲۲۔ دائیں ہاتھ سے اعضائے وضو پر پانی ڈالنا۔ (۵)
- ۲۳۔ اعضا کو دھونے سے پہلے ان پر گھیلا ہاتھ پھیرنا (۶) لیکن اس میں سردیوں کی قید ہونی چاہئے (۷) خلف ابن ابیوب نے کہا کہ وضو کرنے والے کے لئے مناسب یہ ہے کہ سردیوں کے موسم میں دھونے سے پہلے اپنے اعضا کو پانی سے اس طرح ترک کر لے جیسے تیل ملتے ہیں پھر ان پر پانی بہائے اس لئے کہ سردیوں میں پانی اعضا کے اندر اچھی طرح اثر نہیں کرتا۔ (۸)
- ۲۴۔ اعضا وضو کو دھوتے وقت ہاتھ سے ملنا۔ (۹)
- ۲۵۔ منہ پر پانی ڈالتے وقت طمانچہ کی طرح نہ مارے (۱۰) یعنی پیشانی کے اوپر کے حصہ کی طرف سے نری کے ساتھ منہ پر پانی ڈالے طمانچہ سانہ مارے پھر ہاتھ کے ساتھ منہ کو ملے۔ (۱۱)
- ۲۶۔ منہ دھوتے ہوئے پانی میں چھو تک نہ مارنا (۱۲) (بعض لوگ منہ پر پانی ڈالتے وقت منہ سے پھونکا ر مارتے ہیں یہ مکروہ ہے اور اس سے قریب بیٹھے ہوئے پر چھینٹیں پڑتی ہیں، مؤلف)
- ۲۷۔ منہ دھوتے وقت اوپر کی طرف سے نیچے کو پانی ڈالنا اور سر کا مسح کرتے وقت سر کے اگلے حصے کی طرف سے اور ہاتھ و سروں کو دھوتے وقت انگلیوں کی طرف سے شروع کرنا (۱۳) لیکن آخری دونوں امور سنت ہیں جیسا کہ سنتوں میں بیان ہو چکا ہے۔ (۱۴)
- تنبیہ: بہت سے لوگ ناک یا آنکھ یا بھوؤں پر چلو سے پانی ڈال کر سارے منہ پر ہاتھ پھیر لیتے ہیں اور سمجھتے ہیں کہ منہ دھل گیا حالانکہ یہ تو منہ پر پانی کا چھڑنا ہوا اس طرح منہ دھونے کا فرض ادا نہیں ہوتا اس لئے وضو نہیں ہوتا، اسی طرح بعض لوگ ہانہوں کو (ہاتھوں کو کہیں تک) دھوتے وقت کرتے ہیں کہ پہلے گھیلا ہاتھ ہانہوں تک مل لیتے ہیں پھر دونوں پر پانی اس طرح بہاتے ہیں کہ مشکل سے کلائیوں تک جا کر نیچے گر جاتا ہے کہیں تک نہیں پہنچتا، یہ سخت غلطی ہے اس سے وضو نہیں ہوتا پانی ہاتھ کے ذریعے پورے عضو تک پہنچانا چاہئے، مؤلف
- ۲۸۔ کانوں کے مسح کے وقت مبالغہ کے لئے کانوں کے سوراخ میں گیلی چھٹکیا ڈالنا۔ (۱۵)
- ۲۹۔ اپنی دونوں آنکھوں کے کوپوں اور ڈونوں ٹخنوں اور دونوں ایڑیوں اور دونوں ٹکوں کے اندر اور انگلی کے نیچے کی جگہ کی حفاظت کرنا (۱۶) یعنی وضو کے اندر ان مقامات میں پانی پہنچانا اور ان سے غافل نہ رہنا مستحب ہے اس لئے کہ ان مقامات کے اونچا نیچا ہونے کے باعث ان میں کبھی تھوڑی خشکی باقی رہ جاتی ہے۔ (۱۷)

(۱)۔ فتح و دغ	(۲)۔ ع	(۳)۔ درو مط مقلط	(۴)۔ کیری	(۵)۔ ش	(۶)۔ ش و بحر و فتح
(۷)۔ منہ	(۸)۔ بحر و دغ و بدائع و دغ	(۹)۔ بدائع و دغ و بحر و دغیر با	(۱۰)۔ فتح و بحر و دغ	(۱۱)۔ م و دغ	(۱۲)۔ ش
(۱۳)۔ بحر و دغ و فتح و دغ	(۱۴)۔ ش	(۱۵)۔ درو مط و دغ و بحر و مقلط	(۱۶)۔ درو فتح و بحر مقلط	(۱۷)۔ غایۃ الاوطار	

۳۰۔ منہ اور دونوں ہاتھ اور دونوں پاؤں کے دھونے کی جو حد و مقرر ہیں (یعنی جس قدر دھونا فرض یا واجب ہے) ان سے کچھ اور زیادہ کر کے دھونا تا کہ ان مقررہ حد تک وصل جانے کا یقین ہو جائے۔ (۱)

۳۱۔ چہرہ اور ہاتھ پاؤں کو حد و معینہ سے زیادہ دھونا تا کہ قیامت کے روز وضو کے آثار سے ان اعضا کی روشنی اس جگہ تک بڑھے (۲) جیسا کہ حدیث شریف میں وارد ہے۔ طحاوی نے علی زادہ کی شرح شریعہ سے نقل کیا ہے کہ دونوں ہاتھوں کا نصف بازو تک اور دونوں پاؤں کا نصف پنڈلی تک دھونا مستحب ہے۔ (۳)

۳۲۔ دونوں بھوؤں اور مونچھوں کے نیچے پانی پہنچانا۔ (۴)

۳۳۔ اپنے دونوں پاؤں کو اپنے ہاتھ سے دھونا (۵) یعنی اپنے دائیں ہاتھ سے دونوں پاؤں پر پانی ڈالنا اور ان دونوں کو بائیں ہاتھ سے دھونا (۶) اور پاؤں دھونے کا مستون طریقہ یہ ہے کہ پاؤں دھوتے وقت برتن کو دائیں ہاتھ میں پکڑے اور دائیں پاؤں پر اوپر کی طرف سے پانی ڈالے اور بائیں ہاتھ سے اس کو ملے اسی طرح تین بار اس کو دھوئے پھر بائیں پاؤں پر اوپر کی طرف سے پانی ڈالے اور بائیں ہاتھ سے ملے اور اس کو بھی اسی طرح تین بار دھوئے۔ (۷)

۳۴۔ وضو میں جلدی نہ کرے اور دھونے اور غسل کرنے اور ملنے کو پورا پورا ادا کرے۔ (۸)

۳۵۔ وضو کے بعد میانی (شلوار وغیرہ کی رومالی) پر پانی چھڑک لیتا۔ (۹)

۳۶۔ وضو کے بعد قبلہ رو کھڑے ہو کر کلمہ شہادت پڑھنا (۱۰) اور اس وقت آسمان کی طرف نگاہ اٹھا کر اپنی انگشت شہادت سے

اشارہ کرنا۔ (۱۱)

۳۷۔ اگر روزہ دار نہ ہو تو وضو سے فارغ ہونے کے بعد وضو کا بچا ہوا سارا یا کچھ پانی آب زمزم کی طرح کھڑے ہو کر یا بیٹھ کر پینا (۱۲) پس ان دونوں پانیوں کے علاوہ اور پانی (بلا عذر) کھڑے ہو کر پینا مکروہ تنزیہی ہے (۱۳) فتاویٰ ہندیہ (عالمگیری) میں ہے کہ جو پانی سے وضو پیئے اس میں سے ایک قطرہ (تھوڑا سا پانی) قبلہ کی طرف منہ کر کے کھڑا ہو کر پی لے۔ (۱۴) اس کے بعد یہ دعا پڑھے: اَللّٰهُمَّ اَشْفِنِيْ بِشِفَاكَ وَ ذَاوِنِيْ بِذَوَاتِكَ وَ اغْصِنِيْ مِنَ الْوَهْلِ وَ الْاَمْرَاضِ وَ الْاَوْجَاعِ O (۱۵) حلیہ میں ہے کہ اس دعا کا تاثر وہ ہوتا معلوم نہیں ہو سکا اور یہ حسن ہے اھ (۱۶) ظاہر یہ ہے کہ وضو کا بچا ہوا پانی پینا اس وقت مستحب ہے جبکہ لوٹا وغیرہ چھوٹے برتن سے وضو کرے اور اگر حوض وغیرہ سے وضو کرے تو یہ بخور طلب ہے کہ اس میں سے بھی پینا چاہئے یا نہیں اور ذخیرہ میں فتاویٰ ابوالیث سے منقول ہے کہ جو پانی پینے کے لئے رکھا گیا ہو تو جب تک وہ بہت زیادہ نہ ہو اس کے وضو نہ کرے اور جو پانی وضو کے لئے رکھا گیا ہے اس میں سے پی لینا جائز ہے پھر اس میں ابوالفضل سے نقل کیا ہے کہ وہ اس کے برعکس کہتے تھے پس اس بنا پر کیا اس کو وضو کا بچا ہوا پانی پینا جائز ہے کیونکہ یہ وضو کے توابع میں سے ہے یا جائزہ نہیں ہے اور ظاہر پہلا (جواز کا) قول ہے، سوچ لیجئے۔ (۱۷)

۳۸۔ وضو کے بعد یا اس کے درمیان میں یہ دعا پڑھے: اَللّٰهُمَّ اجْعَلْنِيْ مِنَ الْتَّوَابِيْنَ وَ اجْعَلْنِيْ مِنَ الْمُتَطَهِّرِيْنَ وَ اجْعَلْنِيْ مِنْ عِبَادِكَ الصّٰلِحِيْنَ وَ اجْعَلْنِيْ مِنَ الدّٰیْنِ لَا خَوْفَ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ (۱۸) یا وضو کے بعد یہ دعا پڑھے: سُبْحَانَكَ اَللّٰهُمَّ

(۱)۔ فتح و بحر و کبیری (۲)۔ دروش و فتح و بحر (۳)۔ غایۃ الاوطار (۴)۔ بحر و ش (۵)۔ در (۶)۔ ش

(۷)۔ ع (۸)۔ ع و غایۃ الاوطار (۹)۔ ش (۱۰)۔ م (۱۱)۔ ط (۱۲)۔ م و بدائع و دروش ملتقطا (۱۳)۔ در

(۱۴)۔ ع و ط (۱۵)۔ ش و ط و کبیری (۱۶)۔ ش (۱۷)۔ ش (۱۸)۔ دروش و کبیری

وَبِعَمَدِكَ أَشْهَدُ أَنَّ لَا إِلَهَ إِلَّا أَنْتَ أَسْتَغْفِرُكَ وَأَتُوبُ إِلَيْكَ وَأَشْهَدُ أَنَّ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُولُهُ (۱)
(دعاؤں کا بیان الگ درج ہے)

۳۹۔ اعضائے وضو کو رومال (اور تولیے وغیرہ) سے پونچھنا (۲) اس کے متعلق فقہاء میں اختلاف ہے اور صحیح یہ ہے کہ اس میں کوئی مضائقہ نہیں ہے کیونکہ رسول ﷺ سے ایسا کرنا مروی ہے لیکن اس میں مبالغہ نہ کرے بلکہ اپنے اعضا وضو پر اس کا اثر یعنی قدرے تری باقی رہنے دے (۳) اور یہ حکم اس وقت ہے جبکہ اعضائے وضو خشک کرنے کی ضرورت نہ ہو اور اگر اس کی ضرورت ہو تو ظاہر یہ ہے کہ اس کے بلا کراہت جائز ہونے میں کوئی اختلاف نہیں ہوگا بلکہ اس کے مستحب یا حسب ضرورت واجب ہونے میں بھی کوئی اختلاف نہیں ہوگا اور یہ حکم زندہ شخص کے بارے میں ہے لیکن میت کے بارے میں ہمارے مشائخ کے کلام کا مقتضی یہ ہے کہ اس کو کپڑے سے پونچھنا مستحب ہے تاکہ اس کے کفن کے کپڑے تر ہو کر خیر نہ ہو جائیں۔ (۴)

۴۰۔ جس کپڑے سے مقام استنجا کو پونچھا ہو اس کپڑے سے اعضائے وضو کو نہ پونچھے (۵) کیونکہ یہ مکروہ ہے جیسا کہ مکروہات میں مذکور ہے۔ (مولف)

۴۱۔ اپنے ہاتھوں کو نہ جھٹکنا۔ (۶)

۴۲۔ وضو سے فارغ ہونے کے بعد سورۃ القدر کو ایک یا دو یا تین بار پڑھنا۔ (۷)

۴۳۔ اگر نماز کے لئے مکروہ وقت نہ ہو تو وضو کے بعد دو رکعت لقل تحسبہ الوضو پڑھنا۔ (۸)

۴۴۔ وضو کے لئے ایک منہ یعنی تقریباً ایک سیر پانی سے کم نہ ہو۔ (۹)

۴۵۔ جو پانی دھوپ میں گرم ہو گیا ہو اس سے وضو نہ کرنا (۱۰) کیونکہ اس سے برص کی بیماری ہو جاتی ہے جیسا کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو ارشاد فرمایا۔ (۱۱)

۴۶۔ مسجد میں اپنی وضو کے لئے کسی برتن کو مخصوص نہ کر لینا۔ (۱۲)

۴۷۔ وضو کرنے کے عام برتن یا عام جگہ سے وضو کرنا۔ (۱۳)

۴۸۔ (اپنے گھر پر) وضو سے فارغ ہونے کے بعد دوسری نماز کے وضو کے لئے اپنے برتن میں پانی بھر کر رکھنا۔ (۱۴)

۴۹۔ نماز کے وقت سے پہلے وضو کرنا۔ (۱۵)

۵۰۔ وضو میں جو فعل مکروہ ہے اس کو ترک کرنا اس لئے کہ مستحب کا ترک کرنا مکروہ تنزیہی ہے۔ (۱۶)

مکروہات وضو

مکروہ یعنی (ناپسندیدہ) محبوب (یعنی پسندیدہ) کی ضد ہے فقہاء کے نزدیک مکروہ کی دو قسمیں ہیں ایک مکروہ تحریمی ہے اور جب منطلق مکروہ لکھتے ہیں تو اس سے ان کی مراد اکثر مکروہ تحریمی ہوتی ہے اور یہ واجب اور سنت مؤکدہ کے بالمقابل ہوتا ہے یعنی واجب اور سنت

(۱)۔ ع۔ (۲)۔ در۔ (۳)۔ ش و ط ملخصاً (۴)۔ بط۔ (۵)۔ فتح و بحر و ش و ع۔ (۶)۔ در و ع۔

(۷)۔ کبیری و در و ع۔ (۸)۔ بحر و در و فتح و ع۔ (۹)۔ ع و ش۔ (۱۰)۔ ش و م۔ (۱۱)۔ م و ط۔ (۱۲)۔ ش و م و ط۔

(۱۳)۔ ش و ط۔ (۱۴)۔ ع و فتح و بحر و ش و ط۔ (۱۵)۔ م و در و بحر و فتح و ع۔ (۱۶)۔ ش و نصر و ط۔

مؤکدہ کا ترک مکروہ تحریمی ہے اور دوسری مکروہ تنزیہی ہے اور سنت غیر مؤکدہ یعنی مستحب کے بالمقابل ہوتا ہے پس مستحب کا ترک مکروہ تنزیہی ہے مکروہ تنزیہی کو خلاف اولیٰ بھی کہتے ہیں بلکہ خلاف اولیٰ زیادہ عام ہے پس ہر مکروہ تنزیہی خلاف اولیٰ ہوتا ہے لیکن اس کے برعکس ہر خلاف اولیٰ کا مکروہ تنزیہی ہونا ضروری نہیں اس لئے ترک مستحب میں جب تک کراہت کی خاص دلیل نہ ہو تو مکروہ تنزیہی نہیں ہوتا، وضو کے مکروہات بکثرت ہیں۔ (۱) ان میں سے مشہور مکروہات مندرجہ ذیل ہیں:

۱۔ پانی اس قدر کم خرچ کرے کہ مستحب ادا نہ ہو یا اسراف یعنی بے جا زیادہ خرچ کرنا مکروہ ہے اگرچہ نہر کے کنارے پر وضو کرے، (۲) اگر اعضائے وضو کو تین بار سے کم دھونے کی عادت ہے تو مکروہ ہے اور وہ گنہگار ہوگا اور اگر اس کی عادت نہ ہو بلکہ کبھی کبھار ایسا کرے یا کسی عذر کی وجہ سے کرے تو مکروہ نہیں ہے اور گنہگار بھی نہیں ہوگا، (۳) حاجت شریعہ سے زیادہ پانی استعمال کرنا اسراف ہے، (۴) اور وہ عدد مسنون یعنی تین مرتبہ سے زیادہ دھونا اور مقدار مسنون یعنی ایک مد سے زیادہ پانی استعمال کرنا، (۵) اگر سنت ہونے کے اعتقاد سے تین مرتبہ سے زیادہ دھو یا تو مکروہ تحریمی ہے اور اگر تین مرتبہ سے زیادہ دھونا سنت ہونے کے اعتقاد سے نہ ہو تو یہ مکروہ تنزیہی ہے لیکن اگر تین مرتبہ دھونے کو سنت سمجھتے ہوئے ٹک کے وقت طہانیت کے لئے یا پہلے وضو سے فارغ ہونے کے بعد وضو پر وضو کرنے کے ارادہ سے تین دفعہ سے زیادہ دھو یا تو کوئی کراہت نہیں ہے جیسا کہ سنن وضو میں بیان ہو چکا ہے، نہر یا حوض کے کنارے پر وضو کرتے ہوئے پانی کا اسراف مکروہ تنزیہی ہے کیونکہ یہ فعل عبث ہے۔ (۶) ۲۔ وضو کرنے میں بلا عذر کسی دوسرے شخص سے مد لینا۔ (۷) (تفصیل مستحبات میں گزر چکی ہے، مولف) ۳۔ بلا عذر کلی کے لئے بائیں ہاتھ سے پانی لینا۔ (۸) ۳۔ بلا عذر بائیں ہاتھ سے ناک میں پانی ڈالنا۔ (۹) ۴۔ بلا عذر بائیں ہاتھ سے ناک میں پانی ڈالنا۔ (۱۰) ۵۔ بلا عذر دائیں ہاتھ سے ناک صاف کرنا۔ (۱۱) ۶۔ جس پانی سے وضو کر رہا ہو اسی میں تھوکنے یا ناک کی ریختہ ڈالنا (۱۲) خواہ وہ پانی جاری ہو، یہ کراہت تنزیہی ہے اس لئے کہ ان امور کے ترک کرنے کو مستحبات میں شمار کیا گیا ہے (۱۳) ۷۔ چہرہ یا دوسرے اعضائے وضو پر پانی کو طمانچے کی طرح زور سے مارنا مکروہ تنزیہی ہے (۱۴) ۸۔ آنکھوں اور منہ (ہونٹوں) کو زور سے بند کرنا (۱۵) ۹۔ نیا پانی لے کر تین دفعہ مسح کرنا (۱۶) ۱۰۔ حلقوم (گٹھے) کا مسح کرنا کیونکہ یہ بدعت ہے اس لئے کہ احادیث سے ثابت نہیں ہے (۱۷) ۱۱۔ بلا ضرورت لوگوں کی کلام کی مانند یعنی دنیاوی باتیں کرنا کیونکہ اس سے وہ دعاؤں و اذکار میں مشغول ہونے سے محروم رہے گا اور اس لئے بھی مکروہ ہے کہ وضو کو دنیا کی آمیزش سے پاک ہونا چاہئے کیونکہ یہ بدعت کی تمہید ہے (۱۸) ۱۲۔ جو پانی دھوپ میں گرم ہو گیا ہو اس سے وضو کرنا (۱۹) ۱۳۔ ناپاک جگہ میں وضو کرنا (یا وضو کا پانی ناپاک جگہ پر ڈالنا وضو کے پانی کے لئے بھی تعظیم ہے (۲۰) اور خطاوی نے کہا کہ یہ بھی وجہ ہے کہ ناپاک جگہ میں وضو کرنے سے نجاست کی چھینٹوں کے پڑنے کا خوف ہے (۲۱) ۱۴۔ مسجد کے اندر وضو کرنا لیکن مسجد میں برتن کے اندر وضو کرنا (جبکہ مسجد مستعمل پانی سے آلودہ نہ ہو، مولف) یا مسجد کے اندر اس جگہ وضو کرنا جو وضو کے لئے بنائی گئی ہے بلا کراہت جائز ہے (۲۲) جیسا کہ عام طور پر مساجد میں فرش سے متصل وضو کے لئے جگہ بنائی جاتی ہے (۲۳) ۱۵۔ عورت کے وضو یا غسل کے بچے ہوئے پانی سے وضو کرنا (۲۴) یہ اس لئے ہے کہ شاید اس سے مرد کو تلذذ حاصل ہو یا یہ وجہ ہے کہ اکثر عورتیں نجاست سے احتیاط بہت کم

- (۱)۔ مستقار من و ش و ط و بحر ملخصاً (۲)۔ دروم و ط و غیرہ ملخصاً (۳)۔ بحر و ش و ط (۴)۔ ش و ط (۵)۔ ط
(۶)۔ ش ملخصاً (۷)۔ م (۸)۔ ع (۹)۔ ع (۱۰)۔ ع (۱۱)۔ ع (۱۲)۔ دروم بحر
(۱۳)۔ غایۃ الاوطار (۱۴)۔ دروم و بحر و ط (۱۵)۔ مستقار و غیرہ (۱۶)۔ دروم و م (۱۷)۔ دروم و ش و ط و غیرہ (۱۸)۔ دروم و ش و ط
(۱۹)۔ بحر (۲۰)۔ در (۲۱)۔ غایۃ الاوطار (۲۲)۔ در (۲۳)۔ غایۃ الاوطار (۲۴)۔ دروم

کرتی ہیں اور یہ توجیہ کراہت تنزیہی پر دلالت کرتی ہے کذا فی الطحاوی (۱) ۱۶۔ مسجد میں کسی برتن کو اپنے وضو کے لئے خاص کر لینا کہ اس برتن سے اس کے سوا اور کوئی وضو نہ کرے، جیسا کہ مساجد میں اپنی نماز کے لئے کوئی جگہ مخصوص کر لینا مکروہ ہے (۲) ۱۷۔ وضو کے بعد ہاتھوں کو جھٹکنا (۳) ۱۸۔ وضو کے اعضا کے علاوہ کسی اور عضو کو بلا ضرورت دھونا (۴) ۱۹۔ لوٹنے وغیرہ میں یا کپڑوں پر اعضائے وضو سے پانی پڑکانا (۵) ۲۰۔ بلا عذر ایک ہاتھ سے منہ دھونا کہ یہ رافضیوں اور ہندوؤں کا شعار ہے (۶) ۲۱۔ شنبے کا پانی خشک کرنے کے کپڑے سے وضو کے اعضا کو پونچھا (۷) کیونکہ اس کا ترک کرنا مندوبات میں سے ہے کما وہ مستفاد عن شریح و غیرہا (مولف) ۲۲۔ مجلس میں اس طرح صواک کرنا کہ رال بگتی جائے مکروہ ہے خصوصاً علماء اور بزرگوں کی مجلس میں زیادہ مکروہ ہے (۸) ۲۳۔ سنت طریقے کے خلاف وضو کرنا وغیرہ بہت سے مکروہات ہیں۔

وضو کی ماثورہ و عائیں

جب وضو کرے تو دونوں ہاتھ دھوتے وقت کہے اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ بِسْمِ اللّٰهِ الْعَظِيْمِ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ عَلٰی دِيْنِ الْاِسْلَام O یا اے اللہ کے بسم اللہ الخ الحمد لله الذی جعل الماء طهوراً O کلی کرتے وقت یہ کہے بسم اللہ الخ اللھم اَعِنیْ عَلٰی تِلَاوَةِ الْقُرْآنِ وَذِكْرِكَ وَشُكْرِكَ وَحَسَنِ عِبَادَتِكَ، تاک میں پانی ڈالتے وقت کہے بسم اللہ الخ اللھم اَرْحِنِیْ رَاحَةَ الْجَنَّةِ وَلَا تُرْحِنِیْ رَاحَةَ النَّارِ، منہ دھوتے وقت کہے بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ وَجْهَیْ یَوْمَ تَبْيَضُّ وَجُوْهُ وَتَسْوَدُّ وَجُوْهُ دایاں ہاتھ دھوتے وقت کہے بسم اللہ الخ اللھم اَعْطِنِیْ کِتَابَیْ بِیْمَنِیْ وَحَاسِبِیْ حِسَابًا یُسِّرُا جب بائیں ہاتھ دھوئے تو کہے بسم اللہ الخ اللھم لَا تُغْنِیْ کِتَابَیْ بِیْمَالِیْ وَلَا مِنْ وَرَآءِ ظَهْرِیْ وَلَا تُخَابِسِیْ حِسَابًا غَیْرًا سَرَّاحَ کرتے وقت کہے بسم اللہ الخ اللھم اَظْلِنِیْ تَحْتَ ظِلِّ عَرْشِكَ یَوْمَ لَا ظِلُّ اِلَّا ظِلُّ عَرْشِكَ، کالوں کا مسح کرتے وقت کہے بسم اللہ الخ اللھم اجْعَلْنِیْ مِنَ الْاٰدِیْنَ یَسْمَعُوْنَ الْقَوْلَ فَيَتَّبِعُوْنَ اَحْسَنَهُ، گردن کا مسح کرتے وقت کہے بسم اللہ الخ اللھم اَعِنِیْ رَافِعِیْ مِنَ النَّارِ، جب دایاں پاؤں دھوئے تو کہے بسم اللہ الخ اللھم لَبِّسْ قَدَمَیْ عَلٰی الصِّرَاطِ یَوْمَ تَوَلَّیْ فِیْهِ الْاَقْدَامُ، اور جب بائیں پاؤں دھوئے تو کہے اللھم اجْعَلْ ذَنْبِیْ مَغْفُوْرًا وَسَعِیْیَ مَشْكُوْرًا وَعَمَلِیْ مَقْبُوْلًا مَبْرُوْرًا وَتَجَارَتِیْ لَنْ تَبُوْرَ (۹) بِفَضْلِكَ يَا عَزِیْزُ يَا غَفُوْرُ (۱۰) وضو کے درمیان میں پڑھے اللھم اغْفِرْ لِیْ ذَنْبِیْ وَوَسِّعْ لِیْ فِیْ ذَارِیْ وَبَارِكْ لِیْ فِیْ رِزْقِیْ، ہر عضو کے دھوتے وقت اور سر کا مسح کرتے وقت کلمہ شہادت بھی پڑھے یعنی یوں کہے اَشْهَدُ اَنْ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيْكَ لَہُ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُہُ وَرَسُوْلُہُ وضو سے فارغ ہونے کے بعد آسمان کی طرف نظر کرے اور تین بار یہ پڑھے سُبْحَانَكَ اللّٰهُمَّ وَبِحَمْدِكَ اَشْهَدُ اَنْ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيْكَ لَہُ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُہُ وَرَسُوْلُہُ (۱۱) پھر یہ دعا پڑھے اللھم اجْعَلْنِیْ مِنَ التَّوَابِيْنَ وَاجْعَلْنِیْ مِنَ الْمُتَطَهِّرِيْنَ (۱۲) وَاجْعَلْنِیْ مِنْ عِبَادِكَ الصّٰلِحِيْنَ وَاجْعَلْنِیْ مِنَ الْاٰدِیْنَ لَا خَوْفٌ عَلَیْہُمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ (۱۳)۔ پھر یہ پڑھے وَاجْعَلْنِیْ شَاكِرًا وَاجْعَلْنِیْ اَنْ اَذْكُرَكَ ذِكْرًا كَبِيْرًا وَاسْتَبْحَكَ بُكْرَةً وَّاصِيْلًا پھر یہ پڑھے سُبْحَانَكَ وَبِحَمْدِكَ اَشْهَدُ اَنْ لَا اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ لَا شَرِيْكَ لَكَ اَسْتَغْفِرُكَ وَاتُوْبُ اِلَيْكَ (۱۴) وَاشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُكَ وَرَسُوْلُكَ (۱۵) (یا ان دعاؤں میں سے کسی ایک پر اکتفا کرے

(۱)۔ غایۃ الاوطار (۲)۔ ع (۳)۔ مستفاد عن درود (۴)۔ علم الفقہ (۵)۔ علم الفقہ (۶)۔ علم الفقہ (۷)۔ علم الفقہ

(۸)۔ مظاہر حق (۹)۔ موطا و شریعہ و جمع و کبیری (۱۰)۔ جمع (۱۱)۔ حسن حصین و غیرہا (۱۲)۔ ع و حسن حصین و درود و غیرہا

(۱۳)۔ شریعہ و کبیری (۱۴)۔ حسن حصین و شریعہ و کبیری (۱۵)۔ شریعہ و کبیری

(مؤلف) وضو کی ابتدا میں یادِ میان میں یہ دعا پڑھنا بھی مروی ہے اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِيْ ذَنْبِيْ وَوَسِّعْ لِيْ فِيْ دَارِيْ وَبَارِكْ لِيْ فِيْ رِزْقِيْ، روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ ہر عضو وضو کے دھوتے وقت بسم اللہ الخ اور دعائے ماثورہ، مکمل شہادت اور درود شریف پڑھے یا ان میں سے جس قدر ہو سکے پڑھے (۱) اور وضو سے فارغ ہو کر سورۃ اِنَّا اَنْزَلْنَاهُ فِيْ لَيْلَةِ الْقَدْرِ کا پڑھنا مستحب ہے، یہ فقہ ابو الیث نے کہا ہے اور حافظ ابن حجر عسقلانی نے کہا کہ اس کا صحیح حدیث سے کوئی ثبوت نہیں ہے۔

وضو کا مسنون و مستحب طریقہ: وضو کے لئے کسی مٹی کے برتن میں (تانبے پیتل وغیرہ کا ہوتب بھی مضائقہ نہیں مگر قلعی دار ہو) پانی لے کر پاک اور اونچی جگہ بیٹھے اور دل میں یہ نیت کرے کہ میں یہ وضو خاص اللہ تعالیٰ کی خوشی اور ثواب و عبادت کے لئے کرتا ہوں، بدن کا صاف کرنا اور منہ کا دھونا مقصود نہیں اور نیت زبان سے بھی کہے لے اور یہی ارادہ و نیت ہر عضو کے دھوتے یا مسح کرتے وقت رہے اور وضو شرع کرتے وقت بسم اللہ الخ کہے، دائیں چلو میں پانی لے کر دونوں ہاتھوں کو کلائی تک مل کر دھوئے اسی طرح تین بار کرے پھر دائیں ہاتھ کے چلو میں پانی لے کر کھلی کرے پھر مسواک کرے پھر دو کلیاں اور کرے تاکہ تین پوری ہو جائیں (زیادہ نہ کرے) اگر روزہ دار نہ ہو تو اسی پانی سے غرغہ ہی کرے یعنی کلی میں مبالغہ کرے پھر دائیں ہاتھ کے چلو میں پانی لے کر ناک میں پانی ڈالے اور اگر روزہ دار نہ ہو تو اس میں مبالغہ کرے یعنی نختوں کی جڑوں تک پہنچائے، اگر روزہ دار ہو تو نرم گوشت سے اوپر نہ چڑھائے، بائیں ہاتھ کی چھنگلیاں نختوں میں پھیرے اور بائیں ہاتھ سے ہی ناک سکے، تین بار ناک پانی ڈالے اور ہر بار نیا پانی لے، پھر دونوں ہاتھوں میں پانی لے کر (یا ایک چلو میں لے کر) پھر دوسرے کا سہارا لگالے (دونوں ہاتھوں سے ماتھے کے اوپر سے نیچے کو پانی ڈال کر تمام منہ کو مل کر دھوئے، سر کے بالوں کی ابتدا سے ٹھوڑی کے نیچے تک اور ایک کان کی لو سے دوسرے کان کی لو تک سب جگہ پانی پہنچ جائے دونوں ابروؤں اور مونچھوں کے نیچے بھی پانی پہنچ جائے کوئی جگہ بال برابر بھی سوکھی نہ رہے اگر احرام باندھے ہوئے نہ ہو تو ڈاڑھی کا خلال کرے پھر دو دفعہ اور پانی لے کر منہ کو اسی طرح دھوئے اور ڈاڑھی کا خلال کرے تاکہ تین دفعہ پورا ہو جائے (زیادہ نہ ہو) پھر گیلے ہاتھ سے دونوں ہاتھوں کو کہنیوں تک ملے خصوصاً سریوں میں، اور پھر دائیں ہاتھ کے چلو میں پانی لے کر تین تین دفعہ ہر ایک ہاتھ پر بہائے اور نل کر دھوئے کہ بال برابر جگہ بھی خشک نہ رہ جائے، اور انگلی چھلا، آری، کنگن، چوڑی، وغیرہ کو حرکت دے اگر چڑھیلی ہوں، منہ دھوتے وقت عورت اپنی نتھ کو بھی حرکت دے انگلیوں کا خلال کرے اس طرح کہ ایک ہاتھ کی انگلیاں دوسرے ہاتھ کی انگلیوں میں ڈالے اور پانی ٹپکتا ہوا ہو پھر دائیں ہاتھ کے چلو میں پانی لے کر دونوں ہاتھوں کو تر کر کے ایک مرتبہ پورے سر کا مسح کرے پھر کانوں کا مسح کرے، کلمہ کی انگلی سے کان کے اندر کی طرف اور انگلیوں سے باہر کی طرف مسح کرے اور چھنگلیاں دونوں کانوں کے سوراخ میں ڈالے پھر انگلیوں کی پشت کی طرف سے گردن کا مسح کرے لیکن گلے کا مسح نہ کرے، پھر دائیں ہاتھ سے پانی ڈالے اور بائیں ہاتھ سے، پہلے دایاں پاؤں ٹخنے سمیت تین بار دھوئے اور ہر بار اس کی انگلیوں کا بائیں ہاتھ کی چھنگلیاں سے نیچے سے اوپر کو خلال کرے اور پیر کی چھوٹی انگلی سے شروع کرے پھر اسی طرح دائیں ہاتھ سے پانی ڈال کر بائیں ہاتھ سے بایاں پاؤں تین بار دھوئے اور ہر بار اس کی انگلیوں کو بھی اسی طرح سے خلال کرے، مگر انگلیوں سے شروع کرے تاکہ چھنگلیاں ختم ہو، ہر عضو کے دھوتے یا مسح کرتے وقت بسم اللہ الخ اور کلمہ شہادت اور مسنونہ دعائیں جو مذکور ہوئیں پڑھے، اگر وضو سے کچھ پانی بچ جائے تو اس میں سے کچھ پانی کھڑے ہو کر پی لے اور بسم اللہ الخ اور کلمہ شہادت پڑھ کر یہ دعا پڑھے اَللّٰهُمَّ اجْعَلْنِيْ مِنَ التَّوَابِيْنَ اَلْحِ اور سورۃ اِنَّا اَنْزَلْنَاهُ فِيْ لَيْلَةِ الْقَدْرِ پڑھے اور درود شریف دس مرتبہ پڑھے اس کے بعد اگر نماز کا مکروہ وقت نہ ہو تو دو رکعت نماز تحیۃ الوضو پڑھے۔

مسواک کا بیان

مسواک کا حکم: وضو کی سنتوں میں سے ایک سنت مسواک کرنا بھی ہے یہ سنت مؤکدہ ہے (در وغیرہ عامہ کتب) اس بارے میں علماء کا اختلاف ہے کہ مسواک وضو کی سنتوں میں سے ہے یا نماز کی یا دین کی سنتوں میں سے ہے، یہ تیسرا قول اقویٰ ہے اور یہ امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ سے منقول ہے، جیسا کہ علامہ عینی نے شرح بخاری میں اس کو ذکر کیا ہے اور الہدایۃ الغزنویۃ مد الفتح وغیرہ ہا میں جو مذکور ہے اس سے بھی اس کی موافقت ہوتی ہے، جیسا کہ ان میں ہے کہ مسواک وضو کی خصوصیات میں سے نہیں ہے بلکہ یہ متعدد مواقع میں مستحب ہے (۱) (ان مواقع کا بیان آگے آتا ہے، مولف) پس وضو اور نماز کے وقت بھی مسواک کرنا مستحب ہے۔ اور امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک وضو کرتے وقت مسواک کرنا مستحب مؤکدہ یعنی سنت مؤکدہ ہے، پس احناف کے نزدیک مسواک کرنا وضو کی سنت ہے نماز کی سنت نہیں ہے، لیکن اگر کسی نے وضو کے وقت مسواک نہ کی تو اب نماز کے لئے کھڑا ہوتے وقت مسواک کر لے، لیکن اس طرح نرمی سے کرے کہ خون نہ نکلے پائے ورنہ وضو ٹوٹ جائے گا اور دوبارہ وضو کرنا پڑے گا۔ (۲)

مسواک کی فضیلت: مسواک کرنے کی تاکید اور اس کے فضائل واحادیث میں بکثرت وارد ہیں: قال قال رسول اللہ ﷺ لو لا ان اشدق علی امتی لا مرتھم بالسواک مع کل صلوۃ رواہ البخاری واللفظ لہ ومسلم الا انہ قال عند کل صلوۃ ولفی مؤطا امام مالک مع کل وضوء ولفی رواۃ سنن النسائی عند کل وضوء ورواہ احمد فی مسنده وابن خزیمہ فی صحیحہ وصحاح الحاکم و ذکر ہا البخاری تعلیقاً فی کتاب الصوم (۳) "حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اگر مجھے اپنی امت پر مشقت و دشواری کا خیال نہ ہوتا تو میں اُن کو ہر نماز کے وقت مسواک استعمال کرنے کا حکم دیتا" اس کو امام بخاری و مسلم نے روایت کیا ہے اور امام مالک نے موطا میں نسائی نے اپنی سنن میں، امام احمد نے اپنی مسند میں اور ابن فضال رحمہ اللہ عنہ نے اپنی صحیح میں ہر نماز کی بجائے ہر وضو کے ساتھ مسواک کرنا روایت کیا ہے اور حاکم نے اس کو صحیح کہا ہے اور امام بخاری نے اس کو کتاب الصوم میں تعلیقاً روایت کیا ہے "یہ احناف کے لئے دلیل ہے کیونکہ ان کے نزدیک مسواک کرنا وضو کی سنت ہے نہ کہ نماز کی، اور بخاری و مسلم کی روایت شافعی مذہب کی دلیل ہے کیونکہ ان کے نزدیک مسواک کرنا نماز کی سنت ہے (۴) ایک اور حدیث میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا السواک مطہرۃ للفرج ومرضۃ للرب "مسواک منہ کی پاکیزگی اور پروردگار عالم کی خوشنودی کا سبب ہے" اس کو امام شافعی و امام احمد و دارمی اور نسائی نے روایت کیا ہے اور امام بخاری نے اپنی صحیح میں اسناد کے بغیر روایت کیا ہے (۵) نیز حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جس نماز کے لئے مسواک کی گئی ہو اس کی فضیلت اس نماز سے ستر درجے زیادہ ہے جس کے لئے مسواک نہ کی گئی ہو، اس کو امام احمد نے اپنی مسند میں اور امام بیہقی نے شعب الایمان میں

(۱)۔ فتح بحر دہم (۲)۔ مستقارہ عن ش وغیرہ (۳)۔ فتح دہم وغیرہ ما ملکتھما (۴)۔ طہ و بحر ش وغیرہ ما ملکتھما

(۵)۔ مشکوٰۃ جلد اول باب السواک

روایت کیا ہے (۱) اور یہ فضیلت ہر اس شخص کو حاصل ہو جائے گی جس نے ایسی وضو کے ساتھ نماز پڑھی ہو جس میں اس نے مسواک کی ہو اگرچہ اس نے نماز کھڑی ہونے کے وقت نماز کے لئے مسواک نہ کی ہو کیونکہ اصح قول کی بنا پر مسواک سنن دین میں سے ہے سنن نماز میں سے نہیں ہے (۲) بعض صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی یہ حالت تھی کہ وہ مسواک کو قلم کی طرح اپنے کان پر رکھتے تھے۔ ترمذی میں حضرت زید بن خالد سے روایت ہے کہ اصحاب کرام تمام نمازوں کے لئے مسجد میں حاضر ہوتے تھے اور ان کی مسواک کا تب کے قلم کی طرح ان کے کان پر رکھی رہتی تھی۔ جب وہ نماز کے لئے کھڑے ہوتے تو مسواک کر لیتے اور پھر مسواک اس کی جگہ پر (یعنی اپنے کان پر) واپس رکھ لیتے تھے (۳) اور بعض اپنی مسواک کو اپنے غماے کے بیچ میں رکھ لیتے تھے۔ (۴)

مسواک کے فوائد: مسواک کرنے کے فوائد بہ کثرت ہیں، علمائے کرام نے مسواک کے اہتمام میں ستر بلکہ اس سے بھی زیادہ فائدے لکھے ہیں ان میں سے کچھ یہ ہیں: ۱۔ اس میں موت کے علاوہ ہر مرض کی شفا ہے، ۲۔ موت کے وقت کلمہ شہادت یاد دلاتی ہے، ۳۔ نزع (جان کنی) میں آسانی ہوتی ہے، ۴۔ روح کے نکلنے کو آسان کرتی ہے، ۵۔ بل صراط پر کوندنے والی بجلی کی مانند تیزی سے گزر جاتا ہے، ۶۔ اس کی برکت سے نامہ اعمال اس کے دائیں ہاتھ میں دیا جاتا ہے، ۷۔ بڑا ہا پادیر میں آتا ہے، ۸۔ نگاہ کو تیز کرتی اور جلادیتی ہے، ۹۔ دانتوں کی جڑوں کی خرابی اور مسوڑھوں کے پھولنے کو دور کرتی ہے، ۱۰۔ دانتوں کو سفید کرتی ہے، ۱۱۔ مسوڑھوں کو مضبوط کرتی ہے، ۱۲۔ کھانا ہضم کرتی ہے، ۱۳۔ بغم کو کاٹتی ہے، ۱۴۔ نماز کا ثواب کئی گنا بڑھاتی ہے۔ روایات میں ستر گنا، ننانوے گنا اور چار سو گنا تک ثواب بڑھنے کا ذکر ہے، ۱۵۔ نیکیوں کو زیادہ کرتی ہے، ۱۶۔ فرشتے خوش ہوتے ہیں، ۱۷۔ اس کے چہرے کے نور کی وجہ سے فرشتے اس کے ساتھ مصافحہ کرتے ہیں اور جب وہ نماز کے لئے نکلتا ہے تو اس کے پیچھے پیچھے چلتے ہیں اور عرش کے اٹھانے والے فرشتے مسواک کرنے والے کے لئے مغفرت طلب کرتے ہیں جبکہ وہ مسجد سے نکلتا ہے، ۱۸۔ انبیاء و رسل اس کے لئے مغفرت طلب کرتے ہیں، ۱۹۔ مسواک شیطان کو ناراض کرتی اور دھتکار دیتی ہے، ۲۰۔ اس پر ہیکلی کرنے سے فراخی و توغیری پیدا ہوتی ہے اور روزی آسان ہو جاتی ہے، ۲۱۔ صفرہ کو کاٹتی ہے، ۲۲۔ درد سر کو دور کرتی ہے اور سر کی رگوں کو تسکین دیتی ہے۔ حتیٰ کہ کوئی ساکن رگ حرکت نہیں کرتی اور نہ ہی کوئی حرکت کرنے والی رگ ساکن ہوتی ہے، ۲۳۔ درد دندان کو دور کرتی ہے، ۲۴۔ دانتوں کو مضبوط کرتی ہے، ۲۵۔ منہ کی بدبو (گندہ دہنی) کو دور کر کے اس کو خوشبودار بناتی ہے۔ (۵) ۲۶۔ معدے کو درست رکھتی ہے، ۲۷۔ بدن کو اللہ تعالیٰ کی اطاعت کے لئے قوت دیتی ہے، ۲۸۔ انسان کے حافظے اور عقل و فصاحت کو زیادہ کرتی ہے، ۲۹۔ قلب کو پاک کرتی ہے، ۳۰۔ ذہن کو صاف کرتی ہے، ۳۱۔ اولاد (کی پیدائش) کو بڑھاتی ہے، ۳۲۔ جسم سے غیر طبعی حرارت کو دور کرتی ہے، ۳۳۔ درد کو دور کرتی ہے، ۳۴۔ پیٹھ کو مضبوط بناتی ہے، ۳۵۔ حلق کو صاف کرتی ہے، ۳۶۔ زبان کو جلادیتی ہے، ۳۷۔ سمجھ کو تیز کرتی ہے، ۳۸۔ رطوبت کو قطع کرتی ہے، ۳۹۔ اجر و ثواب کو کئی گنا بڑھاتی ہے، ۴۰۔ مال و اولاد کو بڑھاتی ہے، ۴۱۔ حاجتوں کو پورا سونے میں مدد دیتی ہے، ۴۲۔ اس کی قبر کو کشادہ کرتی ہے، ۴۳۔ لحد میں اس کی غم خوار ہوتی ہے، ۴۴۔ اس روز مسواک کرنے والوں کا ثواب اس کے نامہ اعمال میں لکھ دیا جاتا ہے، ۴۵۔ اس کے لئے جنت کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں، ۴۶۔ فرشتے ہر روز اس کے بارے میں یہ کہتے ہیں کہ یہ شخص انبیاء کی اقتدا کرنے والا ہے اور ان کے آثار پر چلتا ہے اور ان کی سیرت (سنت) کا محتاشی ہے، ۴۷۔ اس کی طرف سے دوزخ کے دروازے بند کر دیئے جاتے ہیں، ۴۸۔ دنیا سے (گناہوں سے) پاک صاف ہو کر جاتا ہے، ۴۹۔ موت کا فرشتہ روح نکالنے کے لئے اس کے پاس اس صورت میں آتا ہے جس میں اولیا

(۱) فتح دم و مشکوٰۃ جلد اول باب السواک و جمع الفوائد (۲) ط (۳) جمع الفوائد (۴) س (۵) دروش و طووع و غیر ہستعلی

کے پاس آتا ہے اور بعض روایات میں ہے کہ اس صورت میں آتا ہے جس میں انبیاء کے پاس آتا ہے، ۵۰۔ مسواک کرنے والا دنیا سے اس وقت جاتا ہے جب وہ حضور انور ﷺ کے حوض سے پانی پی لیتا ہے اور یہ رقیق محتوم یعنی (جنت کی مہر) لگی ہوئی خالص شراب ہے (۱) اس کے اور بھی بہت سے فوائد ہیں۔ مسواک کا ادنیٰ فائدہ یہ ہے کہ منہ کی بدبو کو دور کرتی ہے اور اس کا اعلیٰ فائدہ یہ ہے کہ موت کے وقت کلمہ شہادت یاد دلاتی ہے، اللہ تعالیٰ اپنے فضل و کرم سے اس کی توفیق عطا فرمائے۔ (۲) بعض نے کہا کہ یہ تمام فضائل (وفوائد) مروی ہیں ان میں بعض مرفوع احادیث میں ہیں اور بعض موقوف احادیث میں ہیں، اگرچہ ان کی اسناد میں گفتگو ہے پس ان کے ماننے میں کوئی مضائقہ نہیں ہے اور ان میں سے بعض مذکورات بعض کی طرف لوٹی ہیں۔ (۳)

مسواک کرنے کے مستحب اوقات: چونکہ مسواک صحیح و اتوئی قول کے مطابق سنن دین میں سے ہے جیسا کہ بیان ہو چکا ہے اس لئے اس کا استعمال ہر وقت مسنون ہے، علامہ نوویؒ نے بھی تمام اوقات میں مسواک کرنے کو مستحب لکھا ہے۔ حضرت ابو ہریرہؓ سے منقول ہے کہ مسواک کرنا سنت ہے پس جس وقت جی چاہے مسواک کر دے، اس کو دلیلی نے اپنی کتاب مسند الفردوس میں روایت کیا ہے لیکن وضو کرتے وقت اس کی زیادہ تاکید ہے، بعض اوقات میں بھی اس کا مستحب ہونا موقوف ہو جاتا ہے اور وہ یہ ہیں: ۱۔ دانتوں کے زرد ہو جانے کے وقت، ۲۔ منہ کی بو بدل جانے کے وقت خواہ منہ کی بودیر تک وضو نہ کرنے یا دیر تک خاموش رہنے یا زیادہ بولنے یا کسی بودار چیز کھانے کے سبب بدل گئی ہو، ۳۔ سونے سے پہلے، ۴۔ سو کر اٹھنے کے بعد، ۵۔ وضو کے ساتھ مسواک کرنے کے باوجود نماز کے لئے کھڑا ہوتے وقت، ۶۔ اور ان دونوں صورتوں میں اس وقت مستحب ہے جبکہ دانتوں سے خون نہ نکلے ورنہ مستحب نہیں ہے کیونکہ خون بالا جماع نجس ہے اور امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک خون نکلنے سے وضو ٹوٹ جاتا ہے اگرچہ امام شافعیؒ کے نزدیک اس سے وضو نہیں ٹوٹتا لہذا اس وقت مسواک آہستہ آہستہ نرمی سے کی جائے اور صرف دانتوں پر کی جائے تاکہ خون نہ نکلے، ۷۔ گھر میں داخل ہوتے وقت، ۸۔ لوگوں کے مجمع میں جاتے وقت، ۹۔ قرآن مجید و حدیث شریف کی تلاوت کے وقت، ۱۰۔ جماع سے قبل، ۱۱۔ مرنے سے پہلے (پس اگر کسی کو موت کا علم ہو جائے تو اس کو مسواک و موائے زیر ناف اور دیگر امور صفائی اختیار کرنا مستحب ہے) (۴)، ۱۲۔ اگر وضو کرتے وقت بھول جائے تو نماز کے وقت مسواک کرنا مستحب ہے (۵) ۱۳۔ جمعہ کے دن مسواک کرنا مستحب موقوفہ ہے (۶) جس شخص کو مسواک پر بیٹھگی کرنا تکلیف دیتا ہو اس کو اس پر بیٹھگی کرنا مستحب نہیں ہے بلکہ وہ کبھی کبھی کر لیا کرے۔ (۷)

وضو میں مسواک کرنے کا وقت: وضو میں مسواک کرنے کے مسنون وقت کے متعلق فقہاء میں اختلاف ہے نہایہ اور فتح القدیر میں یہ ہے کہ کلی کے وقت کی جائے اور بدائع اور مجتبیٰ میں ہے کہ وضو شروع کرنے سے پہلے کی جائے اور اکثر کا عمل پہلے قول پر ہے کیونکہ یہ صاف کرنے میں زیادہ کامل ہے (۸) دونوں قول راجح ہیں اور دونوں پر عمل کی گنجائش ہے بہتر یہ ہے کہ جس کے دانتوں سے خون نکلتا ہو وہ وضو شروع کرنے سے پہلے اور جس کے خون نہ نکلتا ہو وہ کلی کے وقت کرے۔ (۹)

مسواک کے آداب و صفات: ۱۔ مسواک تلخ درخت کی شاخ یا جڑ کی ہو (۱۰) کیونکہ ایسی مسواک منہ کی بدبو کو دور کر کے منہ میں خوشبو کرتی، دانتوں کو مضبوط بناتی اور معدے کو قوت دیتی ہے (۱۱) اس سے ہضم اچھی طرح کٹ جاتا ہے، سینہ خوب صاف ہو جاتا اور کھانا خوب ہضم ہوتا ہے، افضل یہ ہے کہ مسواک پیلو کی جڑ کی ہو (آ غصنہ ﷺ نے اس کی تعریف فرمائی ہے) پھر زیتون کی شاخ کی افضل ہے (۱۲)

(۱) ط۔ (۲) ش۔ (۳) ط۔ (۴) فضائل مسواک (۵) فتح و بحر و موم غیر ہائے خطا (۶) کمادورنی الحدیث (۷) ط۔ (۸) بحر و موم و ط۔ (۹) از فضائل مسواک (۱۰) فتح و بحر و موم و مجمع و عنایہ (۱۱) ع و مجمع و عنایہ (۱۲) ط و ش

اس کی بھی حدیث میں فضیلت آئی ہے۔ یعنی نے طہرائی اوسط سے حدیث مرفوع روایت کی ہے کہ بہترین مسواک زیتون کے مبارک درخت کی ہے یہ منہ کو خوشبودار کرتی اور منہ کی بدبو کو دور کرتی ہے، یہ میری اور مجھ سے پہلے انبیاء (علیہم السلام) کی مسواک ہے (۱) انار، ریحان، بانس اور ہر ایذا دینے والے درخت یا پھل وار درخت یا خوشبودار درخت کی شاخ سے مسواک کرنا مکروہ ہے اور زہریلے درخت کی مسواک کرنا حرام و ممنوع ہے ان کے علاوہ ہر درخت مثلاً نیم، کیکر، اور پھلانی وغیرہ کی شاخ کی مسواک کرنا درست ہے (۲) ۲۔ مسواک کا سرانہ زیادہ نرم ہو کہ جس سے دانتوں کی صفائی نہ ہو سکے اور نہ زیادہ سخت ہو کہ جس سے مسوڑھے زخمی ہو جائیں بلکہ متوسط درجے کی ہو اور سیدھی ہو، گرہ دار نہ ہو یا کم گرہ والی ہو (۳) ۳۔ مسواک ترکڑی کی ہونا مستحب ہے اگر خشک ہو تو اس کو بھگو کر تر کر لینا مستحب ہے اور مسواک کر لینے کے بعد اس کو دھو لینا مستحب ہے (۴) ۴۔ مسواک ہاتھ کی چھنگلی یا کسی اور انگلی کے برابر موٹی ہو اور لمبائی زیادہ سے زیادہ ایک بالشت ہو (۵) رہی یہ بات کہ بالشت سے مراد استعمال کرنے والے کی بالشت ہے یا معمولی (اوسط درجے کا) تو ظاہر یہ ہے کہ دوسرا قول مراد ہے کیونکہ اکثر مطلق کہنے سے یہی مراد لیا جاتا ہے (۶) مسواک انگوٹھے سے زیادہ موٹی نہ ہو (۷) اور بالشت سے زیادہ لمبی نہ ہو کیونکہ اس سے زیادہ لمبی مسواک پر شیطان سوار ہو جاتا ہے (۸) مسواک کا ایک بالشت ہونا اس کا استعمال شروع کرنے کے وقت ہے بعد میں استعمال کرتے کرتے چھوٹی ہو جانے کا مضائقہ نہیں ہے (۹) ابتدا میں اتنی چھوٹی نہیں ہونی چاہیے کہ جس کا استعمال کرنا دشوار ہو اور جب استعمال کرتے کرتے اتنی چھوٹی رہ جائے کہ اس کا استعمال کرنا دشوار ہو تو اسے دفن کر دیا جائے یا کسی جگہ احتیاط سے رکھ دیں کسی ناپاک جگہ نہ ڈالیں کیونکہ یہ ادائے سنت کی چیز ہے اس لئے اس کی تعظیم کرنی چاہئے۔ (۱۰) ۵۔ مسواک کو دائیں ہاتھ میں لے کر کرنا مستحب ہے کیونکہ ایسا کرنا منقول و متواتر ہے اور اس کے پکڑنے کی مستحب کیفیت آگے مسواک کرنے کے مسنون طریقے میں درج ہے (۱۱) ۶۔ مسواک کو دانتوں کی چوڑائی کے رخ پر اوپر نیچے پھرائے دانتوں کی لمبائی کے رخ یعنی اوپر سے نیچے کو نہ پھرائے کیونکہ اس سے مسوڑھے زخمی ہو جاتے اور ان کا گوشت اکھڑ جاتا ہے اور خون نکل آتا ہے۔ غزنوی نے کہا کہ دانوں کی لمبائی اور چوڑائی (دونوں) کے رخ سے کرے اور اکثر فقہانے پہلے قول کو اختیار کیا ہے (۱۲) لیکن حلیہ میں ان دونوں قولوں میں اس طرح تطبیق دی ہے کہ دانتوں کی چوڑائی میں اور زبان کی لمبائی میں مسواک کرے تاکہ دونوں طرح کی احادیث پر عمل ہو جائے پس مستحب یہ ہے کہ مسواک کو اوپر نیچے کے دانتوں کے ظاہر و باطن یعنی اندر اور باہر کی طرف اور ان کے ڈاڑھوں کے کناروں پر اور تالو پر ملے (۱۳) پہلے دائیں جانب کے اوپر کے دانتوں پر ملے پھر بائیں جانب کے اوپر کے دانتوں پر ملے پھر دائیں جانب کے نیچے کے دانتوں پر پھر بائیں جانب کے نیچے کے دانتوں پر ملے یہ ایک بار ہو اس طرح تین بار کرے اور ہر دفعہ پانی سے تر کرے (۱۴) ۷۔ دانتوں پر مسواک کرنے کی کوئی مقدار مسنون نہیں ہے بلکہ اس قدر کرے کہ منہ کی بدبو اور دانتوں کی زردی دور ہو جانے کے متعلق اطمینان قلب ہو جائے پس اگر تین دفعہ سے کم میں اطمینان قلب حاصل ہو جائے تو مستحب یہ ہے کہ تین دفعہ مسواک کرنے کو پورا کیا جائے جیسا کہ ڈھیلے سے استنجا کرنے کے بارے میں حکم ہے، (۱۵) ۸۔ مسواک موجود ہوتے ہوئے انگلی لکڑی کی مسواک کے قائم مقام نہیں ہو سکتی لیکن اگر لکڑی کی مسواک نہ ملے یا کسی کے دانت ہی نہ ہوں یا اس کے منہ میں تکلیف ہو تو مسواک کا ثواب حاصل کرنے کے لئے انگلی یا کھر دراکپڑا اس کے قائم مقام ہو سکتا ہے (۱۶) اور حلیہ میں کہا ہے کہ ایسی صورت میں خواہ کسی انگلی سے دانتوں کو

(۱) غایۃ الادطار (۲) دروش و ط وغیرہا ملقطاً (۳) دروش و ط وغیرہا (۴) ط (۵) دروش وغیرہا (۶) ش

(۷) علم الفقہ (۸) دروش (۹) ش (۱۰) بہار شریعت (۱۱) بحر دروش و ط ملقطاً (۱۲) بحر دروش

(۱۳) ش و ط ملقطاً (۱۴) بحر دروش وغیرہا (۱۵) ش (۱۶) بحر دروش وغیرہا

ملے کوئی مضائقہ نہیں ہے لیکن افضل یہ ہے کہ دونوں ہاتھوں کی انگشت شہادت سے ملے یعنی پہلے بائیں ہاتھ کی انگشت شہادت سے ملے پھر دائیں ہاتھ کی انگشت شہادت سے ملے بائیں جانب اوپر نیچے ملے اور اگر چاہے تو دائیں انگوٹھے اور دائیں انگشت شہادت سے اس طرح ملے کہ پہلے دائیں ہاتھ کے انگوٹھے سے دائیں جانب اوپر اور نیچے ملے دائیں ہاتھ کی انگشت شہادت سے (۱) ۹۔ عورت مسواک پر قادر ہونے کے باوجود (مسواک کی بجائے دنداسہ یا درشت صنوبر یا بٹم کا گوند (مصلیٰ) چبا سکتی ہے کیونکہ عورتوں کی ظاہری جلد نرم و نازک ہوتی ہے اور مسواک پر مداومت کرنا ان کے دانتوں کو کمزور دیتا ہے پس اس کے لئے مصلیٰ کا چبانا مستحب ہے اور ظاہر یہ ہے کہ عورتوں کے لئے مصلیٰ کو چبانا وضو کے شروع میں ہونا ضروری نہیں ہے یعنی جس طرح مرد کلی کرتے وقت مسواک کرتے ہیں عورت کو اس وقت مصلیٰ چبانے کا امر نہیں کیا جائے گا ثواب میں مسواک کا قائم مقام ہونے کے لئے عورت کو مصلیٰ مسواک کی نیت سے چبانی چاہیے کیونکہ مستورات کو اس کا ثواب اس وقت ملے گا جبکہ مسواک کی نیت سے چبا لیں گی ورنہ ثواب نہیں ملے گا (۲) ۱۰۔ جس شخص کو مسواک کرنے سے قے آنے کا اندیشہ ہو وہ اس کو ترک کر دے۔ (۳)

مسواک کرنے کا مسنون طریقہ: اس کا مسنون طریقہ یہ ہے کہ مسواک کو پانی میں تر کر کے دائیں ہاتھ میں اس طرح پکڑے کہ دائیں ہاتھ کی چنگلیا مسواک کے نیچے رکھے اور انگوٹھا مسواک کے سرے کے برابر میں اور باقی تین انگلیاں مسواک کے اوپر کی جانب رہیں جیسا کہ حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے (۴) مٹی باندھ کر نہ پکڑے کیونکہ یہ بیت مسنونہ کے خلاف ہے اور اس سے مرض بوا سیر لاحق ہو جاتا ہے (۵) پھر دہنی طرف کے اوپر کے دانتوں پر ملتے ہوئے بائیں طرف ملے جائیں پھر اسی طرح دہنی طرف کے نیچے کے دانتوں پر ملتے ہوئے بائیں طرف لیجائیں یہ ایک بار ہوا، اسی طرح تین بار کرے اور ہر بار مسواک کو منہ سے نکال کر نچوڑے اور نئے سرے سے پانی میں ترک کر کے دوبارہ کرے، زبان اور تالوں کو بھی مسواک سے صاف کریں (۶) مسواک کو دانتوں کی چوڑائی کے زرخ پھرائیں دانتوں کے طول میں یعنی اوپر سے نیچے کو نہ ملیں، مسواک کو دھو کر شروع کریں اور استعمال کے بعد دھو کر دیوار وغیرہ کے ساتھ اس طرح کھڑی رکھیں کہ ریشہ اوپر کی جانب ہو، لٹا کر نہ رکھیں، رسول ﷺ اور صحابہ کرام مسواک کو استعمال کرنے کے بعد کان پر کاتب کے قلم کی طرح رکھ لیتے تھے جیسا کہ حکیم ترمذی نے کہا ہے بعض صحابہ اس کو صاف کے بیچ میں رکھ لیتے تھے (۷) اگر لکڑی کی مسواک نہ ملے تو دائیں ہاتھ کی انگشت شہادت سے دانتوں کو ملیں یا مونے پکڑے سے دانت صاف کر لیں تاکہ میل دور ہو جائے۔

مکروہات مسواک: ۱۔ لیٹ کر مسواک کرنا (۸) اس سے تلی بڑھ جاتی ہے، (۹) ۲۔ مٹی سے پکڑنا اس سے بوا سیر ہو جاتی ہے، (۱۰) ۳۔ مسواک کو چوسنا، اس سے بینائی جاتے رہنے کا اندیشہ ہے، ۴۔ مسواک کو زمین پر لٹا کر رکھنا اس سے جنون لاحق ہونے کا اندیشہ ہے (۱۱) جیسا کہ سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے (۱۲) (۱) اس لئے مسواک کرنے کے بعد کھڑی رکھے اور اس کا ریشہ اوپر کی جانب ہو جیسا کہ اوپر بیان ہوا مولف (۵۔ استعمال کے بعد نہ دھونا کیونکہ شیطان اس کو استعمال کرتا ہے (۱۳) ان پانچ مسئلوں کو دروغ وغیرہ نے قہستانی سے نقل کیا ہے غایۃ الاوطار اردو شرح درمقار کے حاشیہ میں لکھا ہے کہ ان میں سے جن امور کا حال حدیث شریف میں آگیا ہے البتہ قابل لحاظ ہے کیونکہ شارع علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اس کی علت معلوم ہے اور ماخذ کے بغیر قہستانی کی باتیں بعید از قیاس اور قیاس اور درواز

(۱)۔ ش و بحر (۲)۔ بحر و طوم و مع متقطا (۳)۔ ع و بحر (۴)۔ بحر و روش و مع متقطا

(۵)۔ بحر و مع متقطا (۶)۔ بحر و روش و مع متقطا (۷)۔ ش (۸)۔ بحر و دروم (۹)۔ بحر و دروم (۱۰)۔ بحر و روش و مع

(۱۱)۔ دروم (۱۲)۔ ش (۱۳)۔ در و بحر

عقل دقتہ شناس معلوم ہوتی ہیں (۱) ۶۔ ایذا دینے والی لکڑی یا میوہ دار یا خوشبودار درخت کی شاخ مثلاً انار، ریحان یا چنبیلی یا پائس کی شاخ سے مسواک کرنا (۲) ۷۔ دانتوں کے طول میں یعنی اوپر سے نیچے کو کرنا (۳) ۸۔ ایک بالشت سے زیادہ لمبی مسواک کرنا، کیونکہ اس کے زائد حصے پر شیطان سوار ہوتا ہے (۴) ۹۔ بیت الخلا میں مسواک کرنا ۱۰۔ مسواک کو دونوں سروں کی طرف سے استعمال کرنا، ۱۱۔ مسجد میں مسواک کرنا اگرچہ جائز ہے لیکن خلاف اولیٰ ہے کیونکہ اس کے ذریعے گندگی دور کی جاتی ہے اور گندگی کے ازالے کی جگہ مسجد نہیں ہے، ۱۲۔ اگر مسواک میں میل کچل ہو تو اس کو وضو کے پانی میں داخل کرنا۔ (۵)

مسواک کرتے وقت کی دعا: نہایت یہ میں درایہ سے منقول ہے کہ مسواک کرتے وقت یہ دعا پڑھنی چاہئے اَللّٰهُمَّ طَهِّرْ لِقَبِيْ وَنَوِّرْ لِقَلْبِيْ وَطَهِّرْ لِبَذْنِيْ وَخَوِّمْ جَسَدِيْ عَلٰی النَّارِ "ہاں ہاں! میرے منہ کو پاک فرما اور میرے قلب کو منور فرما اور میرے بدن کو پاک فرما اور میرے جسم پر آگ کو حرام فرما"۔ دعائے دیگر اَللّٰهُمَّ بَيِّضْ اَسْنَانِيْ وَشَدِّدْ بِلِسَانِيْ وَثَبِّتْ بِهٖ لِهَاتِنِيْ وَبَارِكْ لِيْ فِيْهِ يٰ اَرْحَمَ الرَّاحِمِيْنَ اس کو علامہ نوویؒ نے شرح مہذب میں نقل کیا ہے اور کہا ہے کہ یہ دعا اگرچہ بے اصل ہے لیکن اچھی دعا ہے (۶) ترجمہ اے اللہ میرے دانتوں کو جلا بخش اور اس مسواک کے ذریعے مسوڑھوں کو مضبوط بنا اور اس کے ذریعے میرے (خلق کے) کوئے کو مستحکم بنا اور اس میں میرے لئے برکت عطا فرما۔

متفرقات مسواک: ۱۔ آج کل برش کرنے کا رواج بہت ہو گیا ہے اس لئے جانتا چاہئے کہ اگر یقین یا گمان غالب ہو کہ برش خنزیر کے بالوں کا ہے تو اس کا استعمال کرنا بالکل ناجائز ہے اور اگر برش میں خنزیر کے بال ہونے کا شبہ ہو تو تب بھی اس کو استعمال نہیں کرنا چاہئے اگر برش بلاشبہ مصنوعی ریٹوں کا ہو تو اس کا استعمال جائز و درست ہے مگر اس سے مسواک کی فضیلت حاصل نہیں ہوگی لیکن اگر مسواک نہ ہونے کی صورت میں مسواک کی نیت سے برش استعمال کیا جائے تو مسواک کا ثواب حاصل ہو جائے گا۔ (۷) ۲۔ منجن کا استعمال جائز ہے لیکن محض منجن پر اکتفا کر لینے سے مسواک کی فضیلت حاصل نہ ہوگی اس لئے منجن کے ساتھ مسواک کا اہتمام بھی کرنا چاہئے (۸) اصل سنت درخت کی مسواک ہے وہ اگر میسر نہ ہو یا دانت نہ ہوں یا دانت یا مسوڑھوں کی خرابی کے باعث مسواک کرنے سے تکلیف ہوتی ہو تو ضرورتاً ہاتھ کی انگلیوں یا مونٹے کھر درے کپڑے سے یا منجن یا نوٹھ پیسٹ یا برش سے مسواک کا کام لیا جاسکتا ہے یعنی مسواک کی نیت سے ان کا استعمال مسواک کے قائم مقام ہو جائے گا (مولف) مگر مسواک کے ہوتے ہوئے مذکورہ چیزیں مسواک کی سنت ادا کرنے کے لئے کافی نہیں اور مسواک کی سنت کا پورا اجر حاصل نہ ہوگا (۹) ۳۔ احناف کے نزدیک روزے کی حالت میں زوال سے پہلے اور زوال کے بعد مسواک کا استعمال جائز و درست ہے خواہ مسواک تر ہو یا خشک ہو (۱۰) ۴۔ بلا اجازت کسی کی مسواک استعمال کرنا مکروہ ہے ۵۔ احرام کی حالت میں مسواک کرنا جائز ہے (۱۱) ۶۔ اگر مسواک کرنے سے خون نکلنے لگے یا کوئی اور مرض پیدا ہو جائے تو ایسی صورت میں مسواک کرنا مستحب نہیں ہے، ۷۔ غسل میں بھی مسواک کرنا سنت ہے، (۱۲) ۸۔ نابالغ بچوں کو بھی مسواک استعمال کرانی چاہئے تاکہ ان کو عادت ہو جائے۔ (۱۳)

(۱)۔ حاشیہ غایۃ الاوطار، ص ۵۳ (۲)۔ درویش و ملتقطا (۳)۔ مستقادمین، بخرویش وغیرہا (۴)۔ ش و ط (۵)۔ فضائل مسواک

(۶)۔ فضائل مسواک (۷)۔ فضائل مسواک و کفایت الملتقى و فتاویٰ رحمہ مترہما (۸)۔ فضائل مسواک (۹)۔ فتاویٰ رحمہ

(۱۰)۔ غ وغیرہ من کتاب الصوم (۱۱)۔ فضائل مسواک عن کتاب الاطار (۱۲)۔ ش و فضائل مسواک (۱۳)۔ فضائل مسواک عن نووی

اقسام وضو

فرض: ۱۔ نماز کے لئے وضو فرض ہے جبکہ پہلے سے وضو نہ ہو خواہ وہ نماز فرض ہو یا واجب یا سنت یا نفل ہو (۱) ۲۔ نماز جنازہ کے لئے، ۳۔ سجدہ تلاوت کے لئے کیونکہ اس کے لئے بھی وہ سب چیزیں شرط ہیں جو نماز کے لئے شرط ہیں ۴۔ قرآن مجید کو بلا غلاف (بلا جزدان) چھونے کے لئے، اگرچہ ایک آیت ہی ہو اور خواہ وہ آیت درہم یا دیوار پر لکھی ہوئی ہو۔ قرآن مجید کو چھونے کے مسئلے میں آیات لکھی ہوئی جگہ اور خالی جگہ دونوں کو چھونے کا حکم یکساں ہے کہ بے وضو چھونا جائز نہیں ہے، بعض مشائخ نے کہا کہ بے وضو آدمی کے لئے قرآن مجید میں آیات لکھی ہوئی جگہ کا چھونا مکروہ ہے حواشی کا چھونا مکروہ نہیں ہے اور صحیح یہ ہے کہ ان کا چھونا بھی آیات لکھی ہوئی جگہ کے چھونے کی مانند بالاتفاق منع و حرام ہے اگرچہ وہ حواشی فارسی (وغیرہ) میں ہوں۔ (۲)

واجب: خانہ کعبہ کا طواف کرنے کے لئے یا وضو ہونا واجب ہے (۳) اگر بے وضو طواف کرے گا تو جائز ہوگا مگر واجب کا تارک ہوگا (۴) پس اگر کسی شخص نے فرض طواف یعنی طواف زیارت بے وضو کیا تو اس پر دم (بکری ذبح کرنا) واجب ہوگا اور اگر جنابت (غسل فرض ہونے) کی حالت میں طواف کیا تو اس پر بد نہ یعنی ایک سالم اونٹ یا سالم گائے ذبح کرنا واجب ہوگا، اور اگر واجب طواف مثلاً طواف وداع یا نفل طواف بے وضو کیا تو اس پر صدقہ (دوسیر گندم) واجب ہوا اور اگر جنابت کی حالت میں کیا تو دم (بکری ذبح کرنا) واجب ہوگا (۵) اس کی تفصیل کتاب الحج میں ہے۔

سنت: ۱۔ سونے کے لئے (۶) جیسا کہ متعلق میں ہے کہ لیکن شرملائی وغیرہ نے اس کو مستحبات میں شمار کیا ہے اور وضو کی تین ہی قسمیں قرار دی ہیں پس یاد رکھئے (۷) لیکن یہ بیان تعداد (وضو تین قسم کا ہونا) حصر کے لئے نہیں ہے اور اس بات کے منافی نہیں ہے کہ وضو کبھی مکروہ بھی ہوتا ہے اور کبھی حرام بھی ہوتا ہے (۸) (جیسا کہ ان دونوں کا بیان آگے آتا ہے) (مؤلف) طحاوی میں ہے کہ سونے کے لئے وضو کرنا سنت مکروہ ہے اور کہا گیا ہے کہ اگر سوتے وقت وضو نہ کرے تو جہنم کر کے سو جائے (۹) ۲۔ غسل جنابت و حیض و نفاس کے شروع میں (۱۰) بعض نے اس کو سنت میں شمار کیا ہے لیکن اکثر نے اس کو مستحبات وضو میں شامل کیا ہے اس لئے ہم نے مستحب وضو میں بھی اس کو ذکر کیا ہے۔ (مؤلف)

مستحب: مستحب وضو کے مواقع بہ کثرت ہیں (ع دم) ان میں سے مشہور یہ ہیں: ۱۔ طہارت کی حالت میں سونے کے لئے (۱۱) بعض نے اس کو سنت کہا جیسا کہ اوپر بیان ہوا لیکن اکثر کے نزدیک یہ مستحب ہے، (مؤلف) اور ظاہر یہ ہے کہ یہ مستحب اس وقت ادا ہوگا جبکہ نیند آتے تک وضو قائم رہے پس اگر کوئی شخص وضو کر کے لیٹا پھر نیند آنے سے پہلے اس کا وضو ٹوٹ گیا اس کے بعد سو یا تودہ مستحب ادا نہیں ہوگا (۱۲) ۲۔ سو کر اٹھنے کے بعد وضو کرنا تاکہ فوراً طہارت حاصل ہو جائے۔ (۱۳) ۳۔ وضو کی محافظت کے لئے یعنی ہر وقت ہا وضو رہنے

(۱)۔ دروش و ع دم وغیرہ (۲)۔ م دط (۳)۔ م د ع و در (۴)۔ ع (۵)۔ ط (۶)۔ در (۷)۔ ش

(۸)۔ ملخصاً (۹)۔ حاشیہ انواع (۱۰)۔ علم الفقہ دم دط (۱۱)۔ م د ع (۱۲)۔ ط (۱۳)۔ م دط و ش

کے لئے نیا وضو کرنا (۱) اس کی تشریح یہ ہے کہ جب وضو ٹوٹ جائے اسی وقت پھر وضو کرے تاکہ ہر وقت با وضو ہے (۲) ۴۔ وضو کے ہوتے ہوئے اور وضو کرنا (۳) کیونکہ یہ نور علی نور ہے لیکن یہ اس وقت مستحب ہے جبکہ مجلس تبدیل ہو جائے (۴) یا پہلے وضو سے کوئی ایسی عبادت مقصودہ ادا کی ہو جس کے لئے وضو کرنا شروع ہے (۵) ورنہ یہ اسرف ہے (۶) ۵۔ غیبت کرنے کے بعد (۷) ۶۔ جھوٹ بولنے کے بعد (۸) کیونکہ یہ دونوں (غیبت اور جھوٹ) باطنی نجاست ہیں (۹) (یہ دونوں فعل حرام ہیں لیکن اگر کبھی غلطی سے ایسا ہو جائے تو توبہ کرے اور اس کے لئے وضو کرنا مستحب ہے مولف) ۷۔ چٹائی کرنا کے بعد (۱۰) ۸۔ ہر گناہ کے بعد خواہ وہ صغیرہ ہو یا کبیرہ (۱۱) اس میں گناہ پر ترغیب دینا مقصود نہیں ہے بلکہ مطلب یہ ہے کہ اگر کسی سے کوئی گناہ سرزد ہو جائے تو اس کے لئے وضو کرنا مستحب ہے (مولف) ۹۔ بڑا شعر پڑھنے کے بعد (۱۲) برا شعر وہ ہے جو نعت اور حکمتوں سے خالی ہو (۱۳) ۱۰۔ نماز کے باہر قہقہے کے ساتھ ہنسنے کے بعد (۱۴) نماز کے اندر قہقہے کے ساتھ ہنسنے سے وضو اور نماز دونوں ٹوٹ جاتے ہیں اور نماز کے باہر قہقہے سے احناف کے نزدیک وضو نہیں ٹوٹتا لیکن اس کو نیا وضو کرنا مستحب ہے (۱۵) ۱۱۔ میت کو غسل دینے کے لئے (۱۶) اور میت کو غسل دینے کے بعد (۱۷) ۱۲۔ جنازہ اٹھانے کے لئے (۱۸) ۱۳۔ وضو ہوتے ہوئے ہر نماز کے لئے نیا وضو کرنا (۱۹) ۱۴۔ غسل جنابت و غسل حیض و نفاس کے شروع میں (۲۰) ۱۵۔ جماع کرنے سے پہلے (۲۱) ۱۶۔ جنبی شخص کو غسل کرنے سے پہلے کھانے پینے، سونے یا دوبارہ جماع کرنے کے لئے وضو کرنا (۲۲) جنبی کے لئے غسل سے پہلے کھانے پینے کے لئے وضو کرنے سے مراد لغوی وضو ہے یعنی اپنے ہاتھ اور منہ کو دھو لینا اور دوبارہ جماع کرنے یا سونے کے لئے وضو کرنے سے مراد شرعی وضو ہے یعنی نماز کے وضو کی طرح وضو کرنا (۲۳) ۱۷۔ حیض و نفاس والی عورت کو ہر نماز کے وقت وضو کرنا تاکہ عبادت کی عادت قائم رہے (۲۴) ۱۸۔ جب کسی کو غصہ آ جائے اس وقت وضو کرنا (۲۵) کیونکہ اس سے غصہ ٹھنڈا ہو جاتا ہے۔ جیسا کہ حدیث شریف میں آیا ہے (۲۶) ۱۹۔ چھوئے بغیر قرآن مجید کی تلاوت کرنے کے لئے (۲۷) ۲۰۔ علم حدیث پڑھنے اور اس کی روایت کرنے کے لئے (۲۸) ۲۱۔ علوم شرعیہ کے سیکھنے اور سکھانے کے لئے (۲۹) ۲۲۔ اذان کے لئے (۳۰) ۲۳۔ اقامت کے لئے (۳۱) ۲۴۔ خطبہ کے لئے اگرچہ نکاح کا خطبہ ہو (۳۲) (یعنی ہر قسم کے خطبے کے لئے خواہ جمعہ کا ہو یا نکاح کا ہو یا کوئی اور خطبہ ہو) (مولف) ۲۵۔ رسول کریم ﷺ کے روضہ اطہر کی زیارت کے لئے ۲۶۔ مسجد نبوی میں داخل ہونے کے لئے ۲۷۔ قوف عرفات کے لئے ۲۸۔ سنی صفا و مردہ کے لئے یہ عبادت کی ادائیگی اور ان مقامات کے شرف کی وجہ سے ہے (۳۳) ۲۹۔ اختلاف فقہاء سے بچنے کے لئے اونٹ کا گوشت کھانے کے بعد (۳۴) ۳۰۔ اسی طرح اختلاف فقہاء سے بچنے کے لئے ہر اس حالت میں وضو کرنا مستحب ہے جس میں ہمارے نزدیک وضو نہیں ٹوٹتا اور دوسرے کسی امام کے نزدیک وضو ٹوٹ جاتا ہے مثلاً کسی قابل شہوت غیر محرمہ عورت کو چھونے کے بعد (۳۵) محرمہ عورت اور ناقابل شہوت یعنی بہت چھوٹی لڑکی کے چھونے سے بلا اتفاق وضو نہیں ٹوٹتا (۳۶) ۳۱۔ اسی طرح اپنی شرم گاہ کو ہاتھ سے چھونے کے بعد وضو کرنا مستحب ہے تاکہ اس کی عبادت

- | | | | | | | | |
|------------------------|---------------|---------------------|--------------|--------------------------|--------------|------------------------------|----------|
| (۱)۔ موش و درملقظا | (۲)۔ ع | (۳)۔ موش و در | (۴)۔ موش | (۵)۔ ط | (۶)۔ م | (۷)۔ ع و در | (۸)۔ موش |
| (۹)۔ م | (۱۰)۔ م | (۱۱)۔ م و در | (۱۲)۔ م و در | (۱۳)۔ غایۃ الاوطار تصرفا | (۱۴)۔ م و در | | |
| (۱۵)۔ مستفاد جنش وغیرہ | (۱۶)۔ م و در | (۱۷)۔ م | (۱۸)۔ م | (۱۹)۔ م | (۲۰)۔ م و ط | (۲۱)۔ بہار شریعت و علم الفقہ | |
| (۲۲)۔ موش | (۲۳)۔ ط ملخصا | (۲۴)۔ ع و علم الفقہ | (۲۵)۔ موش | (۲۶)۔ ط و مقامہ | (۲۷)۔ موش | (۲۸)۔ موش | |
| (۲۹)۔ موش | (۳۰)۔ موش | (۳۱)۔ موش | (۳۲)۔ موش | (۳۳)۔ موش | | | |
| (۳۴)۔ م و در | (۳۵)۔ م و در | (۳۶)۔ ط | | | | | |

بالاتفاق صحیح ادا ہو (۱) ۳۲۔ کتب شرعیہ یعنی فقہ و حدیث اور عقائد کی تعلیم کے لئے ان کو چھوٹے وقت وضو کرنا (۲) کتب تفسیر میں جس جگہ قرآن مجید لکھا ہوا ہے اس کو بے وضو چھونا منع و حرام ہے یعنی اس کے لئے وضو فرض ہے اور جس جگہ قرآن مجید لکھا ہوا نہیں بلکہ تفسیر ہے اس کو چھونے کے لئے وضو کرنا مستحب ہے (۳) ۳۳۔ عورت کے محاسن پر نظر پڑنے کے بعد (۴) ۳۴۔ مطلق طور پر اللہ تعالیٰ کا ذکر کرتے وقت۔ (۵)

مکروہ: وضو کرنے کے بعد دوبارہ وضو کرنا جبکہ پہلے وضو کے بعد مجلس تبدیل نہ ہوئی ہو یا اس سے کوئی ایسی عبادت مقصودہ ادا نہ کی ہو جس کے لئے وضو کرنا مشروع ہے۔

حرام: وقف اور مدارس کے پانی سے وضو کرنا۔

جن چیزوں سے وضو ٹوٹ جاتا ہے

وضو کو توڑنے والی چیز حدیث ہے اور حدیث کی دو قسمیں ہیں یعنی حدیث حقیقی اور حدیث حکمی۔ حدیث حقیقی وہ نجاست ہے جو زندہ انسان کے جسم سے نکلے خواہ سبیلین یعنی مرد و عورت کے پیشاب و پاخانے کے مقام سے نکلے یا ان دونوں مقامات کے علاوہ کسی اور جگہ مثلاً زخم یا پھن یا ناک وغیرہ سے خون یا پیپ یا نکسیر یا تے وغیرہ نکلے اور سبیلین سے نکلنے والی چیز خواہ عادت کے مطابق ہو جیسے پیشاب یا خانہ، منی، مزی، ودی اور حیض و نفاس کا خون، یا عادت بخلاف مثلاً استحاضہ کا خون، کیڑا، کنکری وغیرہ پس حدیث حقیقی کی دو قسمیں ہوتی ہیں اور حدیث حکمی کی بھی دو قسمیں ہیں ایک یہ کہ کوئی ایسا امر پایا جائے جو غالب طور پر نجاست حقیقی کے نکلنے کا سبب ہوتا ہے اس لئے احتیاطاً سب کو مسبب کے قائم مقام ٹھہرایا گیا ہے مثلاً مباشرت فاحشہ، جنون، نشہ جس سے عقل جاتی رہے اور لیٹ کر یا یک لگا کر سونا، اور دوسری قسم یہ ہے کہ اگرچہ بظاہر کوئی نجاست جسم پر معلوم نہ ہو لیکن شرع نے اس کو حدیث یعنی نجاست قرار دیا ہو مثلاً نماز میں قہقہہ کے ساتھ ہنسا (۶) پس وضو کو توڑنے والی چیزیں بارہ ہیں (نور) اور وہ یہ ہیں ۱۔ جو چیز سبیلین سے عادت کے طور پر نکلے، ۲۔ جو چیز سبیلین سے عادت کے خلاف نکلے، ۳۔ سبیلین کے علاوہ کسی اور جگہ سے خون کا نکلنا، ۴۔ پیپ یا کچلو ہو کا نکلنا، ۵۔ زخم یا بیماری وغیرہ کی وجہ سے پانی کا نکلنا، ۶۔ تے، ۷۔ نیند، ۸۔ بے ہوشی و غشی، ۹۔ جنون، ۱۰۔ نشہ، ۱۱۔ قہقہہ، ۱۲۔ مباشرت فاحشہ۔ ان سب کی تفصیل مندرجہ ذیل ہے۔ (مولف)

جو چیز سبیلین سے عادت کے طور پر نکلے

۱۔ جو چیز سبیلین یعنی مرد و عورت کے پاخانہ کے مقام سے اور مرد کے ذکر اور عورت کی فرج سے نکلے وہ مطلق طور پر وضو کو توڑنے والی ہے۔ (۷) خواہ وہ عادت کے طور پر نکلے والی ہو۔ (مثلاً پیشاب یا خانہ) یا عادت کے طور پر نکلنے والی نہ ہو (مثلاً خون اور پیپ وغیرہ)۔ (۸)
۲۔ سبیلین سے عادت کے طور پر نکلنے والی جو چیزیں وضو کو توڑتی ہیں یہ ہیں: پاخانہ، پیشاب، پاخانے کے مقام سے نکلنے والی ریح (پاد) منی، ودی، مزی، حیض و نفاس کا خون۔ (۹)

۳۔ پاخانہ خواہ تھوڑا نکلے یا بہت اس سے وضو ٹوٹ جاتا ہے یہی حکم پیشاب کا ہے اور پاخانے کے مقام سے نکلی ہوئی چیز کا بھی یہی حکم ہے۔ (۱)

۴۔ جو رت (ہوا) مرد اور عورت کے پیشاب کے مقام سے نکلے صحیح مذہب کے موافق اس سے وضو نہیں ٹوٹتا (۲) اس لئے کہ یہ حقیقت میں رت نہیں ہے بلکہ اس عضو کا اختلاج (پھڑکنا) ہے اور اگر اس کو رت تسلیم کر لیا جائے تب بھی اس سے وضو نہیں ٹوٹتا اس لئے کہ وہ نجاست کے مقام سے نہیں گذرتی اور رت بذات خود نجس اور وضو کو توڑنے والی نہیں ہے بلکہ نجس مقام سے گذرنے کی وجہ سے وضو کو توڑتی ہے۔ (۳)

۵۔ جو عورت مفعلة ہو یعنی عورت کا پیشاب و پاخانے کے مقام کا درمیانی پردہ پھٹ کر دونوں راستے ایک ہو گئے ہوں اس کی فرج سے رت نکلنے سے بھی وضو نہیں ٹوٹتا لیکن اس کے لئے وضو کرنا مستحب ہے (۴) امام محمد رحمہ اللہ کے نزدیک احتیاطاً اس پر وضو کرنا واجب ہے، امام ابو حفصؒ نے اسی کو اختیار کیا ہے اور فتح القدیر میں اس کو ترجیح دی ہے کیونکہ غالب طور پر رت پاخانے کے مقام ہی نکلتی ہے (۵) اور بعض نے کہا کہ اگر اس میں بدبو ہے تو وضو واجب ہو گا ورنہ نہیں (۶) اس لئے کہ بدبو کا ہونا اس بات کی دلیل ہے کہ وہ پاخانے کے مقام سے نکلی ہے، شیخ اسماعیل کی عبارت اس طرح ہے اور ”بعض نے کہا کہ اگر اس کی آواز سنی جائے یا بدبو ظاہر ہو تو وہ حدث ہے ورنہ نہیں“۔ (۷)

۶۔ اور جس عورت کا پیشاب اور وحی کا مقام آپس میں مل کر ایک ہو گیا ہو تو صحیح قول کی بنا پر اس کے آگے کے مقام سے رت خارج ہونے پر اس کا وضو نہیں ٹوٹے گا۔ (۸)

۷۔ سبیلین سے نجاست نکلنے سے مراد محض اس کا ظاہر ہو جانا ہے (۹) یعنی سبیلین سے نجاست کا نکلنا وقت تحقیق ہوتا ہے جبکہ اس کی تری کا ظہور مخرج کے سرے پر ہو جائے اگرچہ قلعہ اس کھال میں اتر آئے جس کی خندہ کرتے ہیں یہی صحیح (۱۰) پس اگر کسی مرد کا پیشاب عضو تناسل کی ڈبڑی میں اتر آئے تو اس سے وضو نہیں ٹوٹتا اور اگر قلعہ یعنی اس کھال میں آ جائے جس کی خندہ کی جاتی ہے تو اس میں اختلاف ہے اور صحیح یہ ہے کہ اس کا وضو ٹوٹ جائے گا (۱۱) اور غسل کے بارے میں صحیح و معتد قول یہ ہے کہ قلعے کے اندر کا دھونا واجب نہیں اور یہ حکم دفع حرج کے لئے ہے اس لئے نہیں کہ یہ باطنی کے حکم میں ہے (۱۲)

۸۔ اگر عورت کی فرج داخل سے پیشاب نکلا اور فرج خارج سے نہیں نکلا تو اس کا وضو ٹوٹ جائے گا۔ (۱۳)

۹۔ جس مرد کا عضو تناسل کٹ گیا ہو اگر اس کے پیشاب کے مقام سے کوئی ایسی چیز نکلے جو پیشاب کے مشابہ ہو اگر وہ اس کے روکنے پر اس طرح قادر ہو کہ وہ چاہے تو روک لے اور چاہے تو خارج کر دے تب تو وہ پیشاب ہے، اس سے وضو ٹوٹ جاتا ہے اگر وہ اس طرح پر قادر نہیں ہے تو جب تک وہ نہ بچے اس سے وضو نہیں ٹوٹتا۔ (۱۴)

۱۰۔ خنثی کے متعلق جب یہ ظاہر ہو جائے کہ وہ مردوں میں شامل ہے تو اس کی دوسری فرج بمنزلہ زخم کے ہے اس میں سے جو کچھ نکلے گا وہ جب تک نہ بچے اس سے وضو نہیں ٹوٹے گا، سراج الوہاج و فتاویٰ قاضی خاں ذخیرہ و محیط سرخسی اور اکثر معتبرات میں اسی

(۱)۔ ع	(۲)۔ ع و بحر و غیرہا	(۳)۔ بحر و دروش و غیرہا	(۴)۔ ع بزیادۃ عن طوش	(۵)۔ ش و غیرہ
(۶)۔ در	(۷)۔ ش	(۸)۔ طوش	(۹)۔ در	(۱۰)۔ م و بحر
(۱۱)۔ بحر و دروش	(۱۲)۔ ش و دفع و بحر	(۱۳)۔ ع	(۱۴)۔ بحر و دفع	

طرح ہے (۱) فتح القدیر میں ہے کہ جنبی کے متعلق جب یہ معلوم ہو جائے کہ وہ عورت ہے تو اس کا ذکر زخم کی مانند ہے اور اگر یہ معلوم ہو جائے کہ وہ مرد ہے تو اس کی فرج زخم کی مانند ہے (یعنی اس میں سے نکلنے والی رطوبت کے بہنے سے وضو ٹوٹے گا ورنہ نہیں) اور دوسرے عضو سے (جو کہ بمنزلہ اصلی عضو کے ہے) اور رطوبت محض ظاہر ہونے سے ہی وضو ٹوٹ جائے گا (۲) لیکن تبیین میں ہے کہ اکثر فقہاء کا مذہب یہ ہے کہ (دونوں صورتوں میں) اس پر وضو واجب ہو جاتا ہے (۳) پس خلاصہ یہ ہے کہ جنبی کے دونوں سوراخوں میں سے کسی ایک سے پیشاب نکلنے پر وضو ٹوٹ جاتا ہے خواہ یہ یا نہ بہے اور خواہ اس کا حال یعنی مرد یا عورت ہونا ظاہر ہو یا نہ ہو، تو اور شیخ میں ہے کہ جنبی مشکل کے بارے میں احوط کو اختیار کیا جائے گا اور وہ وضو کا ٹوٹ جانا ہے (۴) نہر الفائق میں کہ پہلے قول پر ہی اعتماد کرنا چاہئے۔ (۵)

۱۱۔ اگر کسی مرد کے عضو تناسل میں زخم ہو اور اس میں دوسرا خ ہوں، ان میں سے ایک سوراخ ایسا ہو کہ جس سے وہی چیز نکلتی ہو جو پیشاب کے راستے سے بہتی ہے اور دوسرا سوراخ ایسا ہو کہ اس سے وہ چیز نکلتی ہو جو پیشاب کے راستے سے نہ بہتی ہو تو پہلا سوراخ بمنزلہ ذکر کے سوراخ کے ہے جب پیشاب اس کے سرے پر ظاہر ہوگا اس کا وضو ٹوٹ جائے گا خواہ یہ بہے یا نہ بہے اور دوسرے سوراخ سے اگر کچھ رطوبت ظاہر ہو تو جب تک وہ نہ بہے وضو نہیں ٹوٹے گا اگر وہ رطوبت بہے گی تو وضو ٹوٹ جائے گا۔ (۶)

۱۲۔ اگر کسی شخص کو پیشاب نکلنے کا خوف ہو اس لئے وہ پیشاب کے مقام میں روئی رکھ لے اور حال یہ ہے کہ اگر وہ روئی نہ رکھے تو پیشاب نکل آئے تو روئی رکھنے میں کوئی مضائقہ نہیں ہے یعنی کوئی کراہت نہیں ہے بلکہ شیطانی دوسے سے بچنے کے لئے ایسا کرنا مستحب ہے، اور جب تک پیشاب روئی میں ظاہر نہ ہو جائے اس وقت تک اس کا وضو نہیں ٹوٹے گا۔ (۷)

۱۳۔ اگر کسی عورت نے اپنی فرج میں روئی رکھی اگر وہ روئی فرج خارج میں رکھی ہے اور اس روئی کا اندرونی حصہ یعنی فرج داخل کی جانب کا حصہ تر ہو گیا تو اس عورت کا وضو ٹوٹ جائے گا خواہ وہ تری روئی کے بیرونی حصے تک پہنچے یا نہ پہنچے (۸) کیونکہ اس صورت میں فرج داخل سے تری کا نکلنا متیقن ہے اور یہ وضو کے توڑنے میں معتبر ہے کیونکہ فرج خارج قلعے کی مانند ہے جس طرح میں قطرہ آجانے سے وضو ٹوٹ جاتا ہے اس طرح فرج خارج میں قطرہ آنے سے بھی وضو ٹوٹ جاتا ہے (۹) اور اگر عورت نے فرج داخل میں روئی رکھی اور روئی کا داخلی حصہ تر ہو گیا لیکن اس تری نے اس کے باہر والی جانب تک سرایت نہ کیا تو یہ حدیث نہیں ہوگا پس عدم خروج کی وجہ سے اس کا وضو نہیں ٹوٹے گا (۱۰) اور اگر کسی عورت نے اپنی فرج داخل میں روئی رکھی اور تری اس کی دوسری جانب سرایت کر گئی تو اگر وہ روئی فرج کے کنارے سے اوپر کی جانب یا فرج کے کنارے کے برابر ہو تو تری کا خروج پایا جانے کی وجہ سے اس کا وضو ٹوٹ جائے گا اور اگر روئی فرج کے کنارے سے نیچے (اندر) کی جانب ہو تو تری کے عدم خروج کی وجہ سے اس کا وضو نہیں ٹوٹے گا (۱۱) یہ سب احکام اس وقت ہیں جبکہ روئی باہر نہ نکل گئی ہو اور اگر روئی باہر نکل گئی ہو تو وہ حدیث ہے (یعنی ہر حال میں اس کا وضو ٹوٹ جائے گا) اگر کسی عورت نے حیض آنے سے پہلے اپنی فرج داخل میں روئی رکھ لی تو خواہ روئی کی صرف اندرونی جانب تر ہو یا تری باہر کی جانب تک سرایت کر جائے دونوں صورتوں میں یکساں حکم ہے کہ وہ عورت حائضہ ہو جائے گی، کیونکہ دونوں صورتوں میں خون کا نکلنا پایا گیا۔ (۱۲)

۱۴۔ اگر کسی شخص کی کانچ (پاخانہ کی جگہ کا اندرونی حصہ) باہر نکل آئے اور اس کو ہاتھ یا کپڑے کے ذریعے اندر داخل کر دے تو

(۱)۔ ع۔ (۲)۔ فتح دہر۔ (۳)۔ بحر دہر۔ (۴)۔ بحر۔ (۵)۔ ع۔ و م۔ (۶)۔ ع۔ و فتح دہر۔

(۷)۔ ع۔ و کبیری متقطعا۔ (۸)۔ بدائع و کبیری دہر۔ (۹)۔ کبیری۔ (۱۰)۔ بدائع و کبیری دہر مترجا۔ (۱۱)۔ بدائع دہر۔ (۱۲)۔ بدائع

اس کا وضو ٹوٹ جائے گا کیونکہ اس طرح کچھ نجاست اس کے ہاتھ کو لگ جائے گی (اور اس طرح نجاست کا خروج پایا جائے گا مولف) اور اگر خود بخود اندر چلی جائے مثلاً چھینک آئی اور اس کی وجہ سے کالج خود بخود داخل ہو گئی تو وضو نہیں ٹوٹے گا (کیونکہ اس صورت میں نجاست کا خروج نہیں پایا گیا) اور شمس الامام شیخ حلوانی نے ذکر کیا ہے کہ اگر کالج کے نکلنے کا یقین ہو جائے تو اس کے نکلنے ہی سے نجاست کے باطن سے ظاہر کی طرف نکلنے کے باعث وضو ٹوٹ جائے گا اور امداد میں اسی پر اعتماد کیا ہے۔ (۱) (احتیاطاً اسی پر فتویٰ ہونا چاہئے مولف)

۱۵۔ مذی اور ودی کے نکلنے سے وضو ٹوٹ جاتا ہے اور جو منی شہوت کے بغیر نکلے اس سے بھی وضو ٹوٹ جاتا ہے مثلاً کسی شخص نے کوئی بوجھ اٹھایا یا وہ کسی بلند جگہ سے گرا اور منی نکل آئی تو اس کا وضو ٹوٹ جائے گا (۲) یعنی اس صورت میں اس پر غسل فرض نہیں ہوگا صرف وضو فرض ہوگا۔ منی و مذی اور ودی کی تشریح غسل کے بیان میں درج ہے، مولف)

سبیلین سے جو چیز خلاف عادت نکلے

۱۔ سبیلین سے جو چیز خلاف عادت نکلے وہ بھی وضو کو توڑنے والی ہے جیسا کہ بیان ہو چکا ہے اور خلاف عادت نکلنے والی چیزیں یہ ہیں: استخاضہ کا خون، کیزا، کنکری، زخم کا گوشت اور حقہ کی ٹلی جو مقعد کے اندر غائب ہو گئی ہو یہ چیزیں اگر چہ اپنی نفسہ پاک ہیں لیکن ان کے نکلنے کے ساتھ کچھ نجاست بھی ضرور نکلتی ہے اگرچہ وہ تھوڑی ہو، اور پہلے بیان ہو چکا ہے کہ سبیلین سے تھوڑی سی نجاست کے نکلنے سے بھی وضو ٹوٹ جاتا ہے اس لئے ان میں سے کسی چیز کے نکلنے سے وضو ٹوٹ جاتا ہے۔ (۳)

۲۔ کیزا یا پتھری اگر پاخانے کے مقام سے نکلے تو اس سے وضو ٹوٹ جاتا ہے اور اگر عورت یا مرد کے پیشاب کے مقام سے نکلے تب بھی یہی حکم ہے (۴) پس اس پر بالا جماع وضو فرض ہے کیونکہ اس کے ساتھ کچھ رطوبت ضرور نکلے گی اور جس کا سبیلین سے نکلنا حدیث ہے اگرچہ قلیل ہو۔ (۵)

۳۔ اگر کوئی شخص اپنے ذکر کے سوراخ میں تیل پٹکائے اور پھر وہ تیل باہر نکل آئے تو امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک اس سے وضو نہیں ٹوٹتا، جیسا کہ اپنے ذکر کے سوراخ میں تیل پٹکانے سے روزہ بھی نہیں ٹوٹتا۔ (۶) کیونکہ (حائل کی وجہ سے) اس کے ساتھ کوئی نجاست نہیں ملتی۔ امام ابو یوسفؒ کا اس میں اختلاف ہے اور امام محمدؒ کا اس مسئلہ میں اضطراب ہے اور اگر عورت نے اپنی فرج داخل میں تیل پٹکایا تو بالا اتفاق اس کا روزہ ٹوٹ جائے گا اور اس تیل کے باہر نکل آنے سے اس کا وضو بھی بالاتفاق ٹوٹ جائے گا۔ (۷)

۴۔ اگر تیل سے حقہ کیا پھر وہ اس کی مقعد سے بہہ کر باہر نکل آیا تو وضو ٹوٹ جائے گا (۸) مرد کے ذکر (پیشاب کے مقام) میں تیل وغیرہ پٹکانے اور تیل سے حقہ کرنے میں فرق یہ ہے کہ حقہ کی صورت میں تیل نجاست کے ساتھ مل جاتا ہے بخلاف عضو متاسل کے کہ امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک حائل کی وجہ سے تیل نجاست سے نہیں ملتا۔ (۹)

۵۔ جو چیز نیچے کی طرف سے اندر تک پہنچے پھر باہر نکلے تو اس سے وضو ٹوٹ جاتا ہے کیونکہ اندر سے کچھ نہ کچھ رطوبت اس کے ساتھ ضرور لگ جاتی ہے اگرچہ اس چیز کا دخول پورا نہ ہو مثلاً اس کا ایک کنارہ ہاتھ میں ہو۔ (۱۰)

۶۔ اگر کسی شخص نے انگلی دبر (پاخانے کے مقام) میں داخل کی اور انگلی اندر غائب نہیں ہوئی تو اس مسئلہ میں تری اور بولا کا اعتبار

(۱)۔ بخروج و درودش متعلقاً (۲)۔ ع (۳)۔ بدائع تنریف (۴)۔ ع و مجرد فتح و دش (۵)۔ کبیری بزيادة عن مجردش

(۶)۔ مجرد مدید و غیر ہا (۷)۔ کبیری (۸)۔ ع و فتح و مجرد (۹)۔ فتح و مجرد (۱۰)۔ ع

کیا جائے گا یہی صحیح ہے۔ کیونکہ وہ ہر لحاظ سے داخل نہیں ہے (۱) اور اگر وہ پوری اندر غائب ہوگئی تو مطلق طور پر وضو ٹوٹ جائے گا (۲) اور اگر کسی عورت نے انگلی فرج میں داخل کی تو اس کا وضو ٹوٹ جائے گا کیونکہ وہ تری سے خالی نہیں ہوگی، اگر کسی نے اپنی دہریں کوئی لکڑی مثلاً آلہ حقہ کا سرو وغیرہ داخل کیا اور اس کا ایک سرا باہر رہا تو اس پر تری کے ہونے کا اعتبار کیا جائے گا (یعنی اگر تری ہوگی تو وضو ٹوٹ جائے گا ورنہ نہیں) اور اگر وہ لکڑی پوری طرح اندر غائب ہوگئی تو بلا تفصیل مطلقاً وضو ٹوٹ جائے گا (۳) پس کسی شخص نے آلہ حقہ کا سرا اپنی دہریں میں داخل کیا پھر اس کو نکالا، اگر اس پر تری لگی ہوئی نہیں تھی تو وضو نہیں ٹوٹے گا اس لئے کہ وضو کو توڑنے والی چیز اندر سے نجاست کا نکلنا ہے نہ کہ کسی چیز کا داخل ہونا اور یہ حکم ہر اس چیز کے لئے ہے جس کو دہریں میں داخل کیا ہو اور اس کا ایک سرا باہر ہو لیکن احوط یہ ہے کہ وہ وضو کر لے کیونکہ احتمال ہے کہ خفیف سی نجاست لگ گئی ہو کیونکہ اس صورت میں نجاست کا نکلنا غالب طور پر پایا جاتا ہے اور نہ لگنا شاذ و نادر ہی ہوتا ہے بلکہ نہ ہونے کے برابر ہے (۴) اور اسی طرح اگر کبھی اڑ کر دہر (پاخانہ کے مقام) میں داخل ہوگئی اور تری کے بغیر خارج ہوئی تب بھی اس کا وضو نہیں ٹوٹے گا (۵) اس مسئلہ میں قاعدہ کا کلیہ یہ ہے کہ جب کوئی چیز دہر کے اندر داخل کی اور وہ پوری طرح اندر غائب ہوگئی پھر اس کو نکالا یا وہ خود نکل آئی تو خواہ اس چیز پر تری ہو یا نہ ہو اس شخص پر وضو کا اعادہ اور روزے کی قضا واجب ہے، اس لئے کہ وہ چیز مطلق طور پر اندر داخل ہوگئی ہے اور اندر والی چیز کے ساتھ ملتی ہوگئی ہے پس نجاست کا خروج یعنی اندر سے باہر نکلنا پایا گیا (۶) اور اگر کسی چیز کو اس طرح دہریں میں داخل کیا کہ اس کا کچھ حصہ اندر داخل ہو گیا اور اس کا ایک سرا باہر رہا تو اس کا روزہ فاسد نہیں ہوگا اور اس پر اس روزے کی قضا واجب نہیں ہوگی پھر اگر اس کو باہر نکالا اور اس پر رطوبت لگی ہوئی پائی تو وضو ٹوٹ جائے گا ورنہ نہیں۔ (۷)

۷۔ اگر بچے کی پیدائش کے وقت کسی عورت کو نفاس کا خون نظر نہ آئے تو امام ابو یوسف و امام محمد رحمہما اللہ کے قول کے مطابق اس کا وضو نہیں ٹوٹے گا اور وہ عورت نفاکہ نہیں ہوگی، یہی صحیح ہے کیونکہ نفاس کا تعلق خون کے ساتھ ہے جو کہ پایا نہیں گیا اور رطوبت نکلنے کی وجہ سے اس پر وضو واجب ہوگا اور امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ نے کہا کہ اس پر احتیاطاً غسل واجب ہوگا کیونکہ بظاہر یعنی غالب طور پر تھوڑے خون سے خالی نہیں ہوگی قادی میں اس کو صحیح کہا ہے اور صدر الشہید رحمہ اللہ نے اسی پر فتویٰ دیا ہے۔ (۸)

سمیلین کے علاوہ کسی اور جگہ سے خون کا نکلنا

۱۔ سمیلین (پیشاب و پاخانہ کے مقام) کے علاوہ جسم کے کسی اور حصے سے خون وغیرہ نجاست کے نکل کر بہنے سے وضو ٹوٹ جاتا ہے۔ (۹)

۲۔ غیر سمیلین سے نکلنے والی نجاست سے وضو ٹوٹنے کے لئے یہ شرط ہے کہ وہ نکل کر جسم کے اس حصے تک بہہ جائے جس کو پاک کرنے کا حکم ہے (ہدایہ و بحر وغیرہ) یعنی وہ بہہ کر بدن یا کپڑے کے اس حصے تک پہنچ جائے جس کا دھونا یا مسح کرنا واجب یا مستحب ہے۔ (۱۰)

۳۔ بہنے کی تعریف یہ ہے کہ زخم کے سرے سے اوپر کو اٹھ کر نیچے کو اترے، یہ امام ابو یوسف کے نزدیک ہے اور یہی اصح و اولیٰ ہے اور سرخس نے اسی کو اختیار کیا ہے (۱۱) پس جب تک خون زخم وغیرہ کے سرے پر ہے اور اس سے اوپر کو اٹھ کر نیچے کو نہیں بہا اس وقت تک وہ بہنے کے حکم میں نہیں ہے۔ (۱۲)

(۱) بحر من خانیہ (۲) بحر (۳) فتح (۴) کبیری و بحر (۵) بحر (۶) بحر و کبیری
(۷) بحر (۸) موطا (۹) م (۱۰) بحر و ملقطا (۱۱) فتح و بحر و ملقطا (۱۲) کبیری

۴۔ اگر کسی کی آنکھ کے زخم سے خون نکل کر آنکھ کے ایک گوشے سے بہہ کر دوسرے گوشے تک چلا جائے تو اس کا وضو نہیں ٹوٹے گا اس لئے کہ آنکھ کے اندر کا دھونا وضو یا غسل میں فرض یا واجب یا مستحب نہیں ہے۔ (۱) اسی طرح اگر کسی اور جگہ کے زخم کے اندر خون ایک جانب سے بہہ کر دوسری جانب چلا جائے تو اس کا وضو نہیں ٹوٹے گا۔ (۲)

۵۔ اگر خون سر (دماغ) سے اتر کر ناک کی نرم جگہ تک آ جائے تو اس کا وضو ٹوٹ جائے گا۔ (۳) کیونکہ غسل جنابت میں اس حصہ کا دھونا فرض ہے (۴) اسی طرح اگر دماغ سے خون جاری ہو کر ناک کی ہڈی تک آ جائے تب بھی وضو ٹوٹ جائے گا اگرچہ ناک کی نرم جگہ تک نہ آیا ہو (۵) اس لئے کہ سب روزہ شخص کے لئے وضو کرتے وقت ناک میں پانی ڈال کر اوپر کو کھینچتا کہ اس کے سخت حصہ تک پہنچ جائے سنت ہے۔ (۶)

۶۔ اگر کسی کے دماغ سے خون اتر کر کان کے اندر تک آ جائے تو وضو نہیں ٹوٹا کیونکہ غسل میں اس جگہ کا دھونا فرض نہیں اور اگر کان کے سوراخ تک آ جائے تو وضو ٹوٹ جائے گا کیونکہ نجاست کا نکلنا یعنی خون کا باطن سے ظاہر تک منتقل ہونا پایا گیا ہے (۷) اور یہ اس لئے ہے کہ وضو میں کان کے سوراخ کا مسح کرنا مستحب ہے اور غسل میں اس کا دھونا واجب ہے۔ (۸)

۷۔ اگر کسی کی ناک میں زخم ہے اور اس زخم کے سرے سے خون بہا تو اس کا وضو ٹوٹ جائے گا اگرچہ وہ خون اس کے نچھنے سے باہر نہ نکلے کیونکہ خون کا اپنی جگہ سے نکل کر بہنا پایا گیا۔ (۹)

۸۔ اگر بالفعل خون کا بہنا نہ پایا جائے اور بالقوۃ بہنا پایا جائے مثلاً خون نکلنے ہوئے کو پونچھتا رہا اور بہنے نہ دیا اور وہ اتنا تھا کہ اگر وہ نہ پونچھتا تو بہہ جاتا تو اس سے وضو ٹوٹ جاتا ہے (۱۰) پس اگر زخم سے تھوڑا سا خون نکلا اور زخم کے سرے پر ظاہر ہوا اس نے روٹی یا کپڑے یا کسی اور چیز سے پونچھ دیا اس پر ٹٹی یا بارکھ ڈال دی یا اس پر روٹی وغیرہ رکھ دی اور اس نے اس کو خشک کر دیا پھر خون نکلا اور اس نے پھر ایسا ہی کیا اور چند بار اسی طرح کیا تو اس کو جمع کیا جائے گا اور دیکھا جائے گا کہ اگر نہ پونچھتا یا مٹی وغیرہ ڈال کر جذب نہ کرتا تو وہ بہہ جاتا یا نہیں پس اگر وہ بہہ جاتا تو وضو ٹوٹ جائے گا ورنہ نہیں (۱۱) اور یہ بات اجتہاد اور گمان غالب سے معلوم کی جائے گی کہ وہ بہہ جاتا یا نہیں (۱۲) اور یہ جمع کرنے کا حکم اس وقت ہے جبکہ ایک ہی مجلس میں یکے بعد دیگرے اس کو خشک کیا ہو لیکن اگر مختلف مجالس میں ایسا کیا ہو تو اس کو جمع نہیں کیا جائے گا (بحر و ش) (اور بہنے کے قابل نہ ہونے کی وجہ سے اس کا وضو نہیں ٹوٹے گا، مولف) اور اسی طرح اگر زخم سے خون نکل کر اس کے سرے پر ظاہر ہوتا رہا اور کوئی مکھی اس کو چوستی رہی اگر وہ اس قدر تھا کہ اگر مکھی نہ چوستی تو خود بخود بہہ جاتا تو اس کا وضو ٹوٹ جائے گا ورنہ نہیں۔ (۱۳)

۹۔ چھوٹی چھڑی، پتھر، پتھر اور مکھی وغیرہ کے خون چوس لینے سے وضو نہیں ٹوٹتا کیونکہ ان کا پیا ہوا خون اتنا نہیں ہوتا جو کہ خود بہہ سکے اور اگر بڑی چھڑی، یا جو تک خون کو چوس کر پر ہو جائے تو وضو فاسد ہو جائے گا کیونکہ وہ خون اس قدر ہوگا کہ خود بہہ سکے، مطلب یہ ہے کہ اگر اتنا خون پی لیا کہ اگر اس کو بدن پر چھوڑا جائے تو وہ بہہ جائے اور جاری کی حد تک پہنچ جائے تب وضو ٹوٹے گا ورنہ نہیں۔ (۱۴)

۱۰۔ وضو کے توڑنے میں زخم کو دبا کر نکالے ہوئے اور خود بخود نکلے ہوئے خون وغیرہ کا حکم حقا قول کی بنا پر یکساں ہے (۱۵) پس اگر زخم، پھوڑا، پھنسی، ذبل اور آبلہ وغیرہ کو دبا کر خون یا پیپ یا پانی نکالا اور وہ بہنے کی حد کو پہنچ گیا تو بعض کے نزدیک اس کا وضو نہیں ٹوٹتا

(۱)۔ فتح و بحر و دغ (۲)۔ ط (۳)۔ فتح و بحر و دغ وغیرہ (۴)۔ فتح (۵)۔ ش (۶)۔ ط

(۷)۔ بدائع و دغ و کبیری (۸)۔ ط (۹)۔ بدائع (۱۰)۔ در (۱۱)۔ دغ و بحر و بدائع و کبیری و ش وغیرہ مستعظا

(۱۲)۔ ش و نحو (۱۳)۔ بحر (۱۴)۔ دغ و بحر و فتح و کبیری مستعظا (۱۵)۔ در

کیونکہ وہ خود نہیں نکالا بلکہ نکلا گیا ہے اور اس کو صاحب ہدایہ نے اختیار کیا ہے لیکن صحیح و مفتی یہ قول یہ ہے کہ اس کا وضو ٹوٹ جائے گا، فتح القدیر میں اس کو اصح کہا ہے کہ اس لئے اخراج میں خروج بھی پایا جاتا ہے (۱) اور اگر خود بخود نکلے اور پہنے کی حد کو پہنچ جائے تو بالاتفاق وضو ٹوٹ جائے گا جیسا کہ اوپر بیان ہو چکا ہے۔ (مولف)

۱۱۔ اگر کسی شخص نے ناک سکی اور اسے جیسے ہوئے خون کا کتلہ نکلا تو اس کا وضو نہیں ٹوٹے گا کیونکہ یہ منجمد خون ہے حرارت طبع سے جل کر منجمد ہو گیا ہے اور دم نخس کے حکم میں نہیں رہا ہے، دم نخس وہ ہے جو بہہ کر نکلے پس اگر ناک نکلنے سے بہنے والے خون کا قطرہ نکلا تو اس کا وضو ٹوٹ جائے گا۔ (۲)

۱۲۔ اگر منہ یا دانتوں سے تھوک کے ساتھ خون مل کر آئے تو اگر خون غالب ہے یا برابر ہے تو وضو ٹوٹ جائے گا (۳) اور اگر خون مغلوب اور تھوک غالب ہے تو اس کا وضو نہیں ٹوٹے گا (۴) اور خون کے غالب ہونے کی علامت یہ ہے کہ تھوک کا رنگ گہرا سرخ ہوگا اور برابر ہونے کی علامت یہ ہے کہ کم سرخ یعنی نارنجی رنگ کا ہوگا اور خون کے مغلوب ہونے کی علامت یہ ہے کہ تھوک کا رنگ پیلا ہوگا (۵) خون کا غالب ہونا اس کے بہنے والا ہونے پر دلالت کرتا ہے اور برابر ہونے کی صورت میں احتیاطاً وضو کرے کیونکہ غلبہ نظر یہ ہے کہ وہ خود بخود بہنے والا ہے۔ (۶)

۱۳۔ اگر کسی با وضو شخص نے (گاجر، مولیٰ گندیری وغیرہ) کوئی چیز چبائی یا کائی یا اس نے دانتوں میں خلل کیا یا مسواک کی اور اس چیز پر یا دانتوں پر خون کا اثر پایا تو جب تک وہ نہ پہے اس کا وضو نہیں ٹوٹے گا (۷) اور اس کے بہنے والا ہونے کی شناخت کا طریقہ یہ ہے کہ منہ اور دانتوں میں جس جگہ سے خون نکلا ہو اس جگہ پر انگلی یا کپڑا رکھے اگر دوبارہ اس انگلی یا کپڑے پر خون ظاہر ہو تو گمان غالب یہ ہوگا کہ وہ خون بہنے والا ہے ورنہ نہیں۔

۱۴۔ ناک کی رینٹ (سنگ) میں خون ملا ہوا ہونے سے وضو کے ٹوٹنے یا نہ ٹوٹنے کا حکم وہی ہے جو تھوک میں ملے ہوئے خون کا اوپر بیان ہوا ہے۔ (۸)

۱۵۔ اگر کسی نے فصد کھلوائی اور اس سے بہت سا خون نکلا اور اس طرح سے بہہ گیا کہ زخم کے سرے پر نہیں لگا یعنی اس کے بدن پر نہیں لگا کہ جس کے پاک کرنے کا حکم ہے تو بھی اس کا وضو ٹوٹ جائے گا۔ (۹)

پیپ اور کچ لہو کا نکلنا: غیر سبیلین سے نکلنے والی جو چیزیں وضو کو توڑتی ہیں ان میں سے پیپ اور کچ لہو بھی ہے (مولف) پیپ بھی وضو کو توڑنے میں خون کی مانند ہے (۱۰) پس اگر زخم سے خون یا پیپ یا کچ لہو نکل کر بہہ گیا تو وضو ٹوٹ جائے گا (۱۱) (اس کے بعض مسائل کسی بیماری سے پانی نکلنے کے بیان میں مذکور ہیں مولف)

کسی بیماری سے پانی نکلنا

۱۔ غیر سبیلین سے نکلنے والی جو چیزیں وضو کو توڑتی ہیں ان میں سے ایک کسی بیماری سے پانی کا نکلنا ہے (مولف)
۲۔ خون، پیپ، کچ لہو، زخم کا پانی، آبلہ کا پانی، کسی بیماری کے باعث ناف، پستان، آنکھ اور کان سے نکلنے والا پانی، اصح قول کی بنا پر وضو کے توڑنے میں ان سب کا حکم یکساں ہے کہ ان کے نکلنے سے وضو ٹوٹ جاتا ہے (۱۲) اگر کسی با وضو شخص کے کان، آنکھ، پستان اور ناف

(۱)۔ بخروج و غیر بالملصا (۲)۔ کبیری و بحر (۳)۔ م (۴)۔ کبیری وغیرہ (۵)۔ بخروج دم (۶)۔ کبیری

(۷)۔ ع و بدائع و کبیری مترجما (۸)۔ در (۹)۔ بحر زیادة عن منہ (۱۰)۔ در (۱۱)۔ بدائع (۱۲)۔ ع و بخروج و دش تصرفا

سے پیپ یا کچھ لہو پانی کسی درد کے بغیر تو اس کا وضو نہیں ٹوٹے گا اور اگر درد کے ساتھ نکلے تو وضو ٹوٹ جائے گا اس لئے کہ درد کے ساتھ نکلنا زخم کی دلیل ہے (۱) بحر الرائق میں ہے کہ پانی نکلنے کے بارے میں تو یہ تفصیل اچھی ہے لیکن پیپ اور کچھ لہو میں ٹھیک نہیں اس لئے یہ دونوں تو زخم کے بغیر نہیں ہوتے، نہر الفائق میں اس کا جواب یہ دیا ہے کہ ممکن ہے زخم اچھا ہو کر پیپ نکلی ہو اور یہ درد کا نہ ہونا ہی صحت کی علامت ہے (۲) عالمگیری میں بھی اسی کے موافق ہے اس میں ہے کہ مضمرات میں لکھا ہے اگر کان سے پیپ یا کچھ لہو نکلے گا اگر وہ بغیر درد کے نکلے تو وضو نہیں ٹوٹے گا اور اگر درد کے ساتھ نکلے تو وضو ٹوٹ جائے گا، اس لئے کہ جب وہ درد کے ساتھ نکلے تو ظاہر ہے کہ وہ کسی زخم سے نکلا ہے، محیط میں شمس الامتہ حلوئی سے اسی طرح فتویٰ منقول ہے اور اسی طرح ذخیرہ جمیع و سراج الوہاج میں ہے (۳) پس صاحب بحر الرائق کا شبہ انتہات کے لائق نہیں رہا (۴) لیکن علامہ شامی کی عبارت سے صاحب بحر الرائق کی تائید ہوتی ہے جیسا کہ رد المحتار میں بحر نہر کا قول نقل کرنے کے بعد لکھا ہے کہ خون یا پیپ یا کچھ لہو کا نکلنا بیماری کی دلیل ہے اگرچہ بغیر تکلیف کے ہی نکلے اور تکلیف کے ساتھ نکلنا صرف پانی کے نکلنے کے ساتھ شرط ہے اس لئے کہ کان و آنکھ وغیرہ سے نکلنے والے پانی کا متغیر خون ہونا بیماری ہی سے معلوم ہو سکتا ہے اور اس کی دلیل تکلیف کا ہونا ہے بخلاف خون اور پیپ کے، اسی لئے فقہانے غیر سبیلین سے نکلنے والی چیز مثلاً خون و پیپ و کچھ لہو کو مطلق طور پر وضو توڑنے والا بیان کیا ہے اور سوائے اس کے اور کوئی شرط نہیں لگائی کہ وہ اپنی جگہ سے نکلے اور اس جگہ تک بہہ جائے جس کو پاک رکھنے کا حکم دیا گیا ہے اور ان کے لئے تکلیف یا بیماری سے نکلنے کی قید نہ متون میں لگائی گئی ہے نہ شروع میں پس کان سے نکلنے والی پیپ یا کچھ لہو کے لئے تکلیف و بیماری سے نکلنے کی قید لگانا مشکل ہے کیونکہ یہ فقہانے مطلق طور پر بیان کرنے کے مخالف ہے۔ (۵)

۳۔ اگر کسی کی آنکھ میں سے درد یا ورم یا کسی اور بیماری یا چونڈ چاہین کی وجہ سے پانی نکلے ہو تو اس سے وضو ٹوٹ جاتا ہے اگر وہ پانی ہمیشہ بہا کرتا ہو تو اس کو ہر وقت کی نماز کے لئے تازہ وضو کرنے کا امر کیا جائے گا اس لئے کہ احتمال ہے کہ وہ پیپ یا کچھ لہو ہو (۶) پس وہ شخص معذور کے حکم میں ہے۔ (۷) صاحب بحر نے کہا ہے کہ یہ استحباب کا امر ہے اور صاحب نہر نے اس کو قرینہ مرض کے باعث وجوب کا امر کہا ہے فتح القدیر و مجتبیٰ وغیرہ سے اس کی تائید ہوتی ہے جیسا کہ فتح القدیر میں ہے کہ اس پر وضو کرنا واجب ہے اور مجتبیٰ میں ہے کہ جس شخص کی آنکھ دکھتی ہو اور اس سے پانی بہتا ہو تو اس کا وضو ٹوٹ جائے گا اور لوگ اس مسئلہ سے غافل ہیں (یعنی وہ یہ نہیں جانتے کہ دکھتی ہوئی آنکھ سے پانی نکلنے سے وضو ٹوٹ جاتا ہے، مولف) رد المحتار شامی میں ہے کہ مجھ سے اس شخص کے بارے میں پوچھا گیا جس کی آنکھ دکھتی ہو اور اس سے پانی بہتا ہو اور پھر آنکھ کی تکلیف دور ہونے کے بعد بھی اس کی آنکھ سے کسی درد کے بغیر ہمیشہ پانی بہتا رہے؟ تو میں نے اس کو جواب دیا کہ اس کا وضو ٹوٹ جائے گا کیونکہ اس کو آنکھ دکھنے کی وجہ سے آنسوؤں کا جاری رہنا لاحق ہوا ہے جو اس بات کی دلیل ہے کہ اب بھی پانی کا جاری رہنا بیماری کی وجہ سے ہے اگرچہ اس وقت پانی کا نکلنا آنکھ کے دکھنے اور کسی درد کے بغیر ہے۔ (۸)

فائدہ: کسی زخم وغیرہ سے جو پانی یا پیپ یا کچھ لہو نکلے وہ نجس ہوتا ہے اس لئے کہ خون جب پک جاتا ہے تو پیپ بن جاتا ہے پھر اور پک جاتا ہے تو کچھ لہو بن جاتا ہے پھر اور پک جاتا ہے تو پانی بن جاتا ہے۔ (۹) آنکھ، کان، ناف اور پستان سے درد کے ساتھ پانی کا نکلنا اس کے نجس ہونے کی پکی نشانی ہے اس لئے اس سے وضو ٹوٹ جائے گا۔ اسی طرح اگر درد کے ساتھ تو نہ نکلے لیکن کسی حاذق طبیب و ڈاکٹر کی تشخیص سے یا علامات و سابقہ تجربہ کی بنا پر خود مریض کے غالب گمان سے اس کا زخم یا مرض سے نکلنا معلوم ہو تب بھی اس کا وضو ٹوٹ

(۶)۔ ع و بحر و رد و کبیری ملقطاً

(۱)۔ در (۲)۔ ش و غایۃ الاوطار (۳)۔ ع (۴)۔ غایۃ الاوطار (۵)۔ ش

(۷)۔ کبیری وغیرہ (۸)۔ ش (۹)۔ ہدایہ و فتح ملقطاً

جائے گا کیوں کہ اصل وجہ مرض ہے دردتو علامت کے درجے میں ہے۔ (۱) آنکھ وغیرہ سے پانی نکلنے کے بارے میں لوگ بڑی لاپرواہی کرتے ہیں نیا وضو نہیں کرتے اور نماز کے کپڑوں سے اس پانی کو پونٹھتے رہتے ہیں، اس کے لئے الگ کپڑا رکھنا چاہئے جسے نماز کے وقت اپنے آپ سے الگ رکھ لے، مولف)

۴۔ اگر کسی کی آنکھ کی رگ میں سے ناسور کی طرح پانی بہا کرتا ہو تو وہ بمنزلہ زخم کے ہے جو کچھ اس کے اندر سے بہے گا اس سے وضو ٹوٹ جائے گا۔ (۲) پس جس شخص کی آنکھ سے ناسور یا زخم یا درم یا کسی اور بیماری کی وجہ سے ہر وقت پانی جاری رہے تو وہ پیپ یا کچھ لہو کے احتمال سے احتیاطاً معذور کی طرح ہر وقت کی نماز کے لئے نیا وضو کرے اور تندرست لوگوں کی امامت نہ کرے اور انکار کر دیا کرے۔ (۳)
۵۔ اگر کسی آبلے (یا پھوڑے) کو چھیل ڈالا (یا وہ خود چھیل گیا) اور اس میں سے پانی یا خون یا کچھ لہو یا پیپ نکلی، اگر وہ زخم کے سرے سے بہہ گئی تو اس کا وضو ٹوٹ جائے گا اور اگر زخم کے سرے سے نہ بہی تو اس کا وضو نہیں ٹوٹے گا خواہ اس آبلے کو چھیلنے سے پانی وغیرہ خود بخود نکلا ہو یا دبانے سے نکلا ہو دونوں صورتوں میں یکساں حکم ہے (۴) اور یہی صحیح ہے جیسا کہ اس کی تفصیل بیان ہو چکی ہے۔ (مولف)
۶۔ اگر کسی چیز کو ناک کے راستے سے اوپر کھینچا اور وہ چیز سر (دماغ) تک پہنچ گئی پھر وہ چیز ناک یا کان کی طرف سے واپس نکلی تو اس سے وضو نہیں ٹوٹے گا اس لئے کہ سر نجاستوں کا محل نہیں اور اگر منہ کے راستے سے واپس نکلی تو امام کرختی نے ذکر کیا کہ اس سے وضو نہیں ٹوٹے گا اور امام ابو یوسفؒ سے روایت ہے کہ اس کا حکم قے کی مانند ہے اس لئے ان کے نزدیک جو چیز دماغ میں پہنچ گئی وہ منہ کے راستے سے اس وقت نکلے گی جب پہلے پیٹ میں پہنچ جائے گی۔ (۵) پس اگر وہ منہ پھر ہوگی تو وضو ٹوٹ جائے گا۔ (۶)

۷۔ اگر نہانے کی حالت میں کچھ پانی کان کے اندر داخل ہو گیا اور وہاں رک رہا پھر ناک کے راستے سے نکلا تو اس پر نیا وضو کرنا لازم نہیں آتا اور یہی اصح ہے لیکن اگر وہ پیپ یا کچھ لہو میں چائے تو اب اس سے وضو ٹوٹ جائے گا۔ (۷)

۸۔ اگر کان میں تیل ڈالا اور وہ دماغ میں کچھ ٹھہرا رہا پھر کان یا ناک کے راستے سے بہہ گیا تو اس سے وضو نہیں ٹوٹتا اور امام ابو یوسفؒ نے منقول ہے کہ اگر منہ کے راستے سے نکلے گا تو اس پر وضو واجب ہوگا اس لئے کہ ان کے نزدیک اگر منہ سے نکلے گا تو معدے میں ہو کر آئے گا اور معدہ محل نجاست ہے پس وہ قے کے حکم میں ہو گیا۔ (۸) (جیسا کہ اوپر (۶) میں بیان ہوا، مولف)

۹۔ زخم یا کان یا ناک یا منہ سے کیزا نکلنے سے وضو نہیں ٹوٹتا اور اسی طرح جو گوشت زخم میں سے الگ ہو کر گر پڑا اس سے بھی وضو نہیں ٹوٹتا کیونکہ وہ کیزا اور گوشت پاک ہیں اور جو رطوبت ان پر لگی ہوئی ہے وہ بہنے کی مقدار تک نہیں ہے، اور غیر سمیلین سے نکلنے والی رطوبت بہنے کی مقدار تک ہونے سے وضو ٹوٹتا ہے ورنہ نہیں (۹) بخلاف اس کیزے کے جو درے سے نکلے کہ اس کے نکلنے سے وضو ٹوٹ جاتا ہے (۱۰) اس لئے کہ اس کی پیدائش نجاست سے ہے اور زخم سے نکلنے والا کیزا گوشت سے پیدا ہوتا ہے اور گوشت پاک ہے اور اس کیزے پر جو رطوبت لگی ہوئی ہے وہ بہنے کی حد تک نہیں ہے۔ (۱۱) پس زخم سے کیزا نکلنے سے وضو نہیں ٹوٹتا (۱۲) اور پیشاب یا پاخانے کے مقام سے کیزا نکلے تو وضو ٹوٹ جاتا ہے جیسا کہ پہلے بیان ہو چکا ہے، ان دونوں مسلوں میں فرق کی توجیہ یہ تین طرح پر کی جاتی ہے اول یہ ہے کہ کیزے پر بہت تھوڑی رطوبت لگی ہوئی ہوتی ہے یعنی وہ بہنے کی مقدار تک نہیں ہوتی اتنی تھوڑی رطوبت اگر سمیلین سے نکلے تو وضو ٹوٹ جاتا ہے اور سمیلین کے علاوہ کسی جگہ سے نکلے تو وضو نہیں ٹوٹتا۔ دوم یہ کہ کیزا ایک جانور ہے جو اصل کے اعتبار سے پاک ہے اور پاک چیز اگر سمیلین سے

(۱)۔ مستقادمین جروح (۲)۔ ع و کیری و ش و ط و فح (۳)۔ مستقادمین ع و دروش و ط و غیر ہا (۴)۔ ع و کیری و ش و فح و مستقادمین جروح

(۵)۔ بدائع و ع (۶)۔ د (۷)۔ ع (۸)۔ ع (۹)۔ دروش (۱۰)۔ ہدایہ وغیرہ (۱۱)۔ بدائع (۱۲)۔ جروح

نکلے تو وضو ٹوٹ جاتا ہے جیسا کہ ریح کے نکلنے سے وضو ٹوٹ جاتا ہے بخلاف غیر سمیلین سے نکلنے کے جیسا کہ آنسو یا پسینہ کہ ان کے نکلنے سے وضو نہیں ٹوٹتا۔ سوم یہ کہ زخم میں پیدا ہونے والا کیزا گوشت سے پیدا ہوتا ہے پس وہ ایسا ہو گیا گویا کہ گوشت کا ککڑا الگ ہو گیا ہے اس لئے اس کے نکلنے سے وضو نہیں ٹوٹتا اور جو کیزا سمیلین سے نکلتا ہے وہ نجاست سے پیدا ہوتا ہے پس اس کا نکلنا ایسا ہے جیسا کہ سمیلین سے نجاست کا نکلنا اور سمیلین سے نکلنے والی چیز وضو کو توڑتی ہے۔ (۱)

۱۰۔ اگر سر زخم زخم ورم کر گیا پھر اس سے پیپ وغیرہ کچھ ظاہر ہوا تو جب تک وہ ورم سے تجاوز نہ کرے اس کا وضو نہیں ٹوٹنے کا اس لئے کہ ورم کی جگہ کا دھونا واجب نہیں ہے پس نجاست کا اس جگہ تک بہنا نہیں پایا گیا جس کو پاک کرنے کا شرع نے حکم دیا ہے (۲) یہ حکم اس صورت کے ساتھ مخصوص ہے جب کہ ورم کی جگہ کو دھونا یا مسح کرنا ضرر کرتا ہو اور اگر ضرر نہیں کرتا تو چونکہ قدم کی جگہ کا دھونا واجب ہوگا اس لئے زخم سے نکلی ہوئی پیپ وغیرہ کے صرف ورم کی جگہ تک پہنچنے اور اس سے تجاوز نہ کرنے کی صورت میں بھی اس کا وضو ٹوٹ جائے گا کمالا سحلی۔ (۳)

۱۱۔ اگر زخم پر پٹی باندھی اور تری پٹی کے باہر کی طرف پھوٹ آئی یا پٹی اندر کی طرف سے تر ہو گئی اگرچہ تری باہر نہیں پھوٹی تو اس کا وضو ٹوٹ جائے گا۔ (۴) اس لئے کہ اس سے رطوبت کا بہنا ظاہر ہو گیا (۵) فتح القدیر میں ہے کہ اس کا مطلب یوں سمجھنا واجب ہے کہ وہ زخم ایسا ہو کہ اگر اس پر پٹی نہ ہوتی تو وہ بہتا اس لئے اگر قیص زخم پر پھرے پس وہ تر ہو جائے تو وہ ناپاک نہیں ہوتی جب تک زخم ایسا نہ ہو کہ بہتا ہو کیونکہ وہ (جب تک نہ بہے) حدیث نہیں ہے (۶) اور اسی طرح اگر پٹی دو پرت کی تھی اور تری ایک پرت تک پھوٹ آئی تب بھی رطوبت پہنچنے والی ہونے کی وجہ سے اس کا وضو ٹوٹ جائے گا۔ (۷)

قے

۱۔ اگر با وضو شخص کو منہ بھر کرتے ہو جائے تو اس کا وضو ٹوٹ جائے گا۔ (۸)
 ۲۔ قے سے وضو ٹوٹنے کا حکم اس وقت ہے جبکہ وہ قے صفرا یا سودا یا بستہ خون یا کھانا یا پانی کی ہو بلغم کی قے سے وضو نہیں ٹوٹتا (۹) اگر کسی کو صفرا یا سودا یا کھانا یا پانی کی قے منہ بھر کر ہو جائے تو اس کا وضو ٹوٹ جائے گا (۱۰) اور اگر منہ بھر سے کم ہوئی تو اس کا وضو نہیں ٹوٹے گا۔ (۱۱)
 ۳۔ منہ بھر ہونے کی حد میں اختلاف ہے (۱۲) اور منہ بھر ہونے کی صحیح حد یہ ہے کہ اس کو دقت و مشقت کے بغیر نہ روک سکے (۱۳) یعنی اصح قول کی بنا پر قے آنے پر منہ کو بند نہ رکھ سکے (۱۴) یہی اشد ہے۔ (۱۵)

۴۔ اگر کسی نے پانی پیا پھر قے میں صاف پانی نکلا تو (منہ بھر ہونے کی صورت میں) اس کا وضو ٹوٹ جائے گا (۱۶) پس کھانے اور پانی کی (منہ بھر) قے سے وضو ٹوٹ جاتا ہے خواہ وہ متغیر نہ بھی ہو (۱۷) یعنی معدہ میں پہنچنے کے بعد وہاں نہ ٹھہرا ہو اور اسی نکل گیا ہو تب بھی وضو ٹوٹ جائے گا اور پیٹ کی نجاست کیساتھ مل جانے کے باعث نجس مغلظ ہے اگر شیر خوار بچے نے دودھ پیتے ہی فوراً اسی وقت وہ دودھ نکال دیا ہو تو اس کا بھی یہی حکم ہے کہ وہ منہ بھر ہونے کی صورت میں نجس مغلظ ہے (۱۸) پس کوئی چیز کھانے یا پینے کے بعد فوراً اسی وقت اس کی قے ہو گئی ہو یا دیر میں ہوئی ہو دونوں صورتوں میں یکساں حکم ہے کہ منہ بھر کر ہونے کی صورت میں نجس مغلظ ہے اور اس سے وضو ٹوٹ جائے گا (۱۹) اور

(۱)۔ بحر (۲)۔ فتح و بحر و روش (۳)۔ ش (۴)۔ درو فتح و بحر و بدائع متعلقات (۵)۔ بدائع (۶)۔ فتح و بحر و روش

(۷)۔ بدائع (۸)۔ بحر و فتح و درو غیر با (۹)۔ کنز و ہدایہ و کبیری وغیرہا (۱۰)۔ ع (۱۱)۔ بدائع (۱۲)۔ بحر

(۱۳)۔ ع و بحر و روش (۱۴)۔ م (۱۵)۔ ش (۱۶)۔ ع (۱۷)۔ م (۱۸)۔ در تبصرہ (۱۹)۔ ط

اس کے بالمقابل مجتہدی میں اور امام حسنؑ سے منقول ہے کہ اگر کسی نے کھانا کھایا یا پانی پیا پھر فوراً اسی وقت اس کو قے ہو گئی تو اس کا وضو نہیں ٹوٹے گا اس لئے کہ وہ پاک ہے کیونکہ وہ متغیر نہیں ہوا پس وہ حدث نہیں ہے اس لئے نجس بھی نہیں ہے اور اسی طرح شیر خوار بچے نے دودھ پیا اور اسی وقت فوراً قے ہو گئی تب بھی یہی حکم ہے کہ وہ نجس نہیں ہے۔ بعض علما نے کہا کہ یہ مختار ہے۔ (۱) اور معراج الدرایہ وغیرہ میں اس کو صحیح کہا ہے (۲) پس تصحیح مختلف فیہ ہے (۳) اور ظاہر الروایت میں صحیح یہ ہے کہ پیٹ کی نجاست کے ساتھ مل جانے اور سرایت کر جانے کے باعث وہ کھانا یا پانی یا دودھ بھی نجس ہو گیا بخلاف بلغم کے (۴) اور جب ظاہر الروایۃ وغیرہ ظاہر الروایۃ دونوں قول کی تصحیح کی گئی ہو تو ظاہر الروایۃ کو اختیار کرنا چاہئے اسی لئے صاحب درمختار وغیرہ نے اس کو اختیار کیا ہے (۵) اور یہ اختلاف اس وقت ہے جبکہ وہ غذا پانی یا دودھ معدے میں پہنچ جائے اور وہاں ٹھہرے بغیر فوراً قے ہو جائے لیکن اگر معدے میں پہنچنے سے پہلے ہی قے ہو جائے اور وہ خوراک کی نالی میں سے ہی نکلے جائے تو بالاتفاق اس سے وضو نہیں ٹوٹے گا۔ (۶)

۵۔ اگر کسی نے بہت سے کیڑوں یا کیچھوں کی منہ بھر کر قے کی تو اس کا وضو نہیں ٹوٹے گا (۷) کیونکہ ان میں سے ہر ایک فی ذاتہ پاک ہے (۸) اور ان کے اوپر جس قدر نجاست لگی ہوئی ہے وہ تھوڑی ہے منہ بھر کر نہیں ہے (۹) اس لئے اس سے وضو نہیں ٹوٹتا۔ (۱۰)

۶۔ اگر قے میں خون آئے تو وہ خون سے یا سر سے اترتا ہوگا یا معدے سے نکلا ہوگا اور وہ بہنے والا ہوگا سر سے اترے اور بہنے والا ہے تو بالاتفاق اس سے وضو ٹوٹ جائے گا اور اگر وہ خون بستہ ہے تو اس سے وضو بالاتفاق نہیں ٹوٹے گا، بہنے والا خون ہونے کی صورت میں وہ نکسیر کی مانند ہے اس لئے وضو کے توڑنے میں اس کا بہنا اور تھوک پر غالب ہونا معتبر ہے اور اگر تھوک اور خون برابر ہوں یعنی تھوک کا رنگ سرخی مائل زرد (نارنجی) ہو تب بھی احتیاطاً وضو ٹوٹ جائے گا اور تھوک غالب اور خون مغلوب ہو یعنی تھوک کا رنگ ہلکا زرد ہو تو اس سے وضو نہیں ٹوٹے گا اور یہی حکم دانتوں سے خون نکلنے کا ہے (جیسا کہ پہلے بیان ہو چکا ہے) اور بستہ خون کے نکلنے سے اس لئے وضو نہیں ٹوٹتا کہ وہ خون ہونے کی صفت سے نکل چکا ہے اور اگر وہ خون معدے سے نکلا ہے اور بستہ ہے تو منہ بھر نہ ہونے کی صورت میں اس سے بھی بالاتفاق وضو نہیں ٹوٹتا، لیکن اگر منہ بھر کر ہوگا تو وضو ٹوٹ جائے گا اور اگر معدے سے آنے والا خون بہتا ہوا ہے تو امام ابو حنیفہؒ کے قول کے بموجب کسی دوسری جگہ سے خون نکلنے کے مانند وضو ٹوٹ جائے گا اگرچہ منہ بھر کر نہ ہو اس لئے کہ یہ پیٹ کے زخم سے نکلا ہے کیونکہ معدہ خون کا محل نہیں ہے یہی مختار ہے اور اسی کو اکثر مشائخ نے صحیح کہا ہے اور امام محمدؒ کے نزدیک جب تک منہ بھر کر نہ ہو اس کا وضو نہیں ٹوٹے گا وہ معدہ سے نکلنے کے باعث اس پر قے کا حکم لگاتے ہیں۔ (۱۱)

۷۔ اگر کسی نے منہ بھر بلغم کی قے کی اگر وہ بلغم سر کی طرف سے اترے تو اس کا وضو نہیں ٹوٹے گا۔ (۱۲) بالاتفاق کیونکہ وہ سب کے نزدیک حدث نہیں ہے اور جو معدے سے نکلے اس میں اختلاف ہے (۱۳) پس جو بلغم معدہ سے نکلا ہے اس سے امام ابو حنیفہؒ و امام محمدؒ رحمہما اللہ کے نزدیک وضو نہیں ٹوٹے گا اور امام ابو یوسفؒ کے نزدیک وضو ٹوٹ جائے گا۔ (۱۴) پس بلغم کی (منہ بھر) قے سے امام ابو حنیفہؒ و امام محمدؒ رحمہما اللہ کے نزدیک وضو نہیں ٹوٹتا وہ سر کی طرف سے اترے یا معدے سے چڑھ کر نکلے اور امام ابو یوسفؒ کے نزدیک اگر سر کی طرف سے اترے تو وضو نہیں ٹوٹتا اور اگر معدے کی طرف سے چڑھے تو وضو ٹوٹ جاتا ہے کیوں کہ امام ابو یوسفؒ کے نزدیک وہ معدے کی نجاست سے

(۱) فتح و کبیری و بحر و طوش (۲) بحر (۳) غایۃ الاوطار (۴) کبیری و ش (۵) ش (۶) بحر و طودر

(۷) فتح و کبیری و بحر و طودر (۸) کبیری و در (۹) کبیری (۱۰) بحر و ش (۱۱) کبیری و مشلہ فی ع و ش و بحر وغیرہا

(۱۲) ع (۱۳) بدائع ملخصا (۱۴) ع وغیرہ

مل کر غس ہو جاتا ہے اور طرفین کے نزدیک معدے کی نجاست اس میں نہیں دار ہونے کی وجہ سے سرایت نہیں کرتی اور جو اس کے اوپر لگی ہے وہ قلیل ہے جو وضو کو توڑنے والی نہیں ہے۔ (۱) اور یہ حکم اس وقت ہے جبکہ خالص بلغم کی تہ ہو یعنی اس میں کھانا وغیرہ کچھ ملا ہوا نہ ہو، پس اگر بلغم کھانا وغیرہ کسی اور چیز سے مخلوط ہوگا تو اگر کھانا وغیرہ کا غلبہ ہوگا اور وہ کھانا وغیرہ حالت انفراد میں بقدر بھر کے ہوگا تو اس کا وضو ٹوٹ جائے گا اور اگر غلبہ بلغم کا ہوگا اور بلغم حالت انفراد میں بقدر منہ بھر کے ہوگا تو مسئلے میں وہی اختلاف جاری ہوگا اور جو اوپر بیان ہوا یعنی طرفین کے نزدیک اس کا وضو نہیں ٹوٹے گا اور امام ابو یوسفؒ کے نزدیک وضو ٹوٹ جائے گا (۲) اور اگر کھانا اور بلغم دونوں برابر ہوں اور دونوں الگ الگ منہ بھر کی مقدار کے ہوں تو کھانے کی وجہ سے بالاتفاق اس کا وضو ٹوٹ جائے گا اور اگر دونوں الگ الگ منہ بھر کی مقدار کے نہ ہوں تو بالاتفاق وضو نہیں ٹوٹے گا اور دونوں کو جمع کر کے منہ بھر کرنے کا اعتبار نہیں ہوگا۔ (۳)

۸۔ اگر تہ چند بار ہوئی اور تہ کا سبب متحد ہے تو امام محمدؒ کے نزدیک متفرق تہ کو اندازے سے جمع کیا جائے گا اور یہی قول اصح ہے پس اگر جمع کرنے سے منہ بھر ہونے کی مقدار کو پہنچ جائے تو وضو ٹوٹ جائے گا اور امام ابو یوسفؒ کے نزدیک مجلس کے متحد ہونے کا اعتبار ہوگا (۴) (یعنی امام ابو یوسفؒ کے نزدیک ایک مجلس میں جتنی دفعہ تہ کرے گا اس کو جمع کیا جائے گا اور منہ بھر ہونے کی صورت میں وضو ٹوٹ جائے گا) پس اگر تھوڑی تھوڑی تہ اس طرح سے آئے کہ اگر سب کو جمع کیا جائے تو منہ بھر ہو جائے تو امام محمدؒ کا قول یہ ہے کہ اگر ان سب کا سبب ایک ہی ہو تو وضو ٹوٹ جائے گا ورنہ نہیں ٹوٹے گا یہی اصح ہے۔ (۵) اس لئے کہ احکام کا ان اسباب کی طرف نسبت کرنا اصل ہے لیکن اگر اسباب کی نسبت کرنے سے کوئی چیز مانع ہو تو سبب کی طرف نسبت نہیں کی جائے گی اور تہ کا سبب مٹلی ہے (۶) اور سبب کے متحد ہونے کا بیان یہ ہے کہ اگر ایک مرتبہ مٹلی ہو کر تہ آئی اور وہ مٹلی دور نہیں ہوئی بلکہ اسی مٹلی کی حالت میں دوبارہ تہ آئی تو دونوں مرتبہ کی تہ کا سبب ایک ہی ہے اور اگر پہلی مرتبہ کی تہ کی مٹلی دور ہونے کے بعد دوبارہ تہ آئی تو سبب مختلف ہے (۷) اور یہ امام محمدؒ کے نزدیک ہے۔ اور امام ابو یوسفؒ کے نزدیک اگر ایک ہی مجلس میں چند بار تہ آئی تو جمع کیا جائے گا ورنہ نہیں۔ (۸) پس اگر ایک مجلس میں متعدد بار کی تہ کو جمع کرنے سے اندازاً منہ بھر کے بقدر ہو جائے تو وضو ٹوٹ جائے گا اگرچہ ہر دفعہ نئے سرے سے مٹلی ہوئی ہو (۹) پس مسئلے کی چار صورتیں ہیں اول سبب و مجلس دونوں کا متحد ہونا، اس صورت میں بالاتفاق جمع کیا جائے گا، اور منہ بھر ہونے پر وضو ٹوٹ جائے گا، دوم سبب بھی مختلف ہو اور مجلس بھی متعدد ہو اس صورت میں بالاتفاق جمع نہیں کیا جائے گا۔ سوم سبب متحد ہو اور مجلس متعدد ہو تو اس صورت میں امام محمدؒ کے نزدیک جمع کیا جائے گا امام ابو یوسفؒ کے نزدیک جمع نہیں کیا جائے گا چہارم سبب مختلف ہو اور مجلس متحد ہو اس صورت میں امام ابو یوسفؒ کے نزدیک جمع کیا جائے گا امام محمدؒ کے نزدیک جمع نہیں کیا جائے گا۔ (۱۰)

۹۔ سوتے ہوئے آدمی کے منہ سے نکلنے والی رال اگر سر کی طرف سے اترے تو بالاتفاق پاک ہے۔ (۱۱) اور اگر معدے کی طرف سے چڑھے تب بھی مفتی بہ قول کے مطابق پاک ہے (۱۲) اور ظاہر یہ ہے کہ اگر اس کو جمع کیا جائے اور وہ منہ بھر ہو جائے تب بھی پاک ہے (۱۳) پس رال مطلق طور پر پاک ہے خواہ سر سے اترے یا پیٹ سے چڑھے خواہ زرد رنگ کی اور بدبودار ہو یا نہ ہو (۱۴) اور اس مفتی بہ قول کے بالقابل وہ قول ہے جس کو ابو نصر نے اختیار کیا ہے اور وہ یہ ہے کہ جو رال پیٹ سے چڑھے اور زرد رنگ کی ہو یا بدبودار ہو وہ تہ کی مانند ہے اور

(۱)۔ کبیری دس (۲)۔ فتح دس و کبیری دس مترجم (۳)۔ ش (۴)۔ دم دور (۵)۔ ع و کبیری دس مترجم (۶)۔ دم دور

(۷)۔ ع و محروش (۸)۔ بحر (۹)۔ ش (۱۰)۔ بحر و ش (۱۱)۔ دم و فتح و بحر دور (۱۲)۔ دم دور

(۱۳)۔ ط (۱۴)۔ غایۃ الاوطار

جو سرے اترے وہ پاک ہے۔ خلاصے میں اس کی طہارت کو صحیح کہا ہے، اور بعض نے کہا کہ امام ابو یوسفؒ کے نزدیک نجس ہے، بخلاف امام محمدؒ کے (۱) اور جنیس میں ہے کہ رال پاک ہے خواہ کسی طرح کی ہو اور اسی قول پر فتویٰ ہے (۲) بخلاف مردہ کی رال کے کہ وہ بلاشبہ نجس ہے۔ (۳) ۱۰۔ انسان کے بدن سے جو چیز ایسے نکلے کہ جس سے وضو نہیں ٹوٹا وہ نجس بھی نہیں ہوتی جیسے تھوڑی سی تے اور وہ خون جو بہے نہیں اور یہی صحیح ہے۔ (۴)

نہند

۱۔ نواقض حقیقیہ کا بیان ختم ہوا اب نواقض حکمیہ کا بیان شروع ہوتا ہے، نواقض حکمیہ میں سے ایک نہند ہے۔ (۵)
 ۲۔ لیٹ کر یا ٹیک لگا کر سونے سے وضو ٹوٹ جاتا ہے خواہ چت یا پٹ یا کرٹ پر لیٹ کر سوئے یا تکیہ یا کہنی یا کسی اور چیز پر اس طرح سے ٹیک لگا کر سوئے کہ اگر اس چیز کو ہٹا لیا جائے تو سونے والا مضمضہ کر پڑے اور سرین زمین سے جدا ہو جائیں تو اس کا وضو ٹوٹ جائے گا، اور نماز وغیر نماز میں سونے والے کا حکم بلا خلاف یکساں ہے (۶)
 ۳۔ اگر کسی دیوار یا ستون یا آدمی سے ٹیک لگا کر یا اپنے دونوں ہاتھوں پر تکیہ لگا کر اس طرح سو جائے کہ اگر اس سہارے کو ہٹا لیا جائے تو وہ گر پڑے پس اگر اس کے دونوں سرین زمین سے جدا نہیں ہیں تو امام ابو حنیفہؒ سے ظاہر مذہب کے مطابق اس کا وضو نہیں ٹوٹے گا اور اسی کو ہمارے اکثر مشائخ نے اختیار کیا ہے اور یہی اصح ہے (۷) اگرچہ قدوری نے اس کو اختیار کیا ہے اس کا وضو ٹوٹ جائے گا لیکن اگر اس کی مقعد زمین سے جدا ہے تو بالا جماع اس کا وضو ٹوٹ جائے گا۔ (۸)
 ۴۔ اگر کھڑا ہوا یا بیٹھا ہو اسو جائے خواہ زمین پر ہو یا عماری میں ہو، رکوع کرتا ہو اسوئے یا سجدہ کرتا ہو اسوئے اور وہ سجدہ کی حالت میں خواہ نماز میں سوئے یا نماز کے باہر سوئے مطلق طور پر کسی صورت میں وضو نہیں ٹوٹتا، لیکن سجدے میں سو جانے کے لئے یہ شرط ہے کہ سجدہ ہیئت مسنونہ کے مطابق کیا ہو، اس طرح کہ اس کا پیٹ رالوں سے اور اس کے بازو پسلیوں سے جدا ہوں اگر اس ہیئت کے خلاف سجدہ کیا تو سجدے میں سونے سے وضو ٹوٹ جائے گا۔ (۹) جاننا چاہئے کہ سجدے کی حالت میں سو جانے سے وضو ٹوٹنے کے بارے میں اختلاف ہے بعض نے کہا ہے کہ اس سے وضو نہیں ٹوٹتا خواہ نماز کے اندر سوئے یا نماز کے باہر سوئے، تحفہ میں اس کو صحیح کہا ہے اور خلاصے میں ذکر کیا ہے کہ یہ ظاہر المذہب ہے اور بعض نے کہا کہ یہ حدیث ہے (یعنی اس سے نماز وغیر نماز دونوں میں وضو ٹوٹ جائے گا) اور حانیہ میں ذکر کیا ہے کہ یہ ظاہر الروایت ہے لیکن ذخیرے میں ہے کہ پہلا قول ہی مشہور ہے اور بعض نے کہا کہ اگر غیر مسنونہ ہیئت پر سویا تو حدیث ہوگا (اور وضو ٹوٹ جائے گا) ورنہ نہیں، بدائع میں کہا ہے کہ یہ صحیح ہونے کے زیادہ قریب ہے مگر ہم نے اس قیاس کو حالت نماز میں نص کی وجہ سے ترک کر دیا کذاب فی التحلیہ ملخصاً، اور زیلعی نے بھی بدائع کی عبارت کو صحیح کہا ہے اور بحر الرائق میں بھی اسی پر اعتماد کیا ہے اور علامہ طہی نے بھی شرح منیۃ الکبیر میں اسی طرح کہا ہے لیکن اپنی شرح منیۃ الصغیر میں سجدے کی ہیئت مسنونہ کو نماز اور خارج نماز دونوں کے لئے شرط قرار دیا ہے اور شرح وہابیہ میں ذکر ہے کہ محیط میں یہی قید ہے اور کہا کہ یہ صحیح ہے اور نور الایضاح میں بھی اسی کو اختیار کیا ہے اور ظاہر یہ ہے کہ اس سے مراد وہ ہیئت مسنونہ ہے جو کہ مردوں کے حق میں ہے جو ہیئت مسنونہ عورتوں کے لئے ہے وہ مراد نہیں ہے۔ (۱۰) عورتوں کے لئے سجدہ کرنے

(۱)۔ فتح و بحر غایۃ الاوطار مترجمہ (۲)۔ ایضاً (۳)۔ در (۴)۔ ع و بحر و غایۃ عامۃ الکتب (۵)۔ بحر و غایۃ عامۃ الکتب

(۶)۔ کبیری وہابیہ و بدائع و ملخصاً (۷)۔ بدائع و بحر و غایۃ (۸)۔ بحر و غایۃ (۹)۔ بحر و غایۃ و ملخصاً (۱۰)۔ ش ملخصاً

کی مسنونہ ہیئت یہ ہے کہ پیٹ رانوں سے اور بازو پسلیوں سے ملے رہیں اور زمین پر بچھے ہوئے ہوں (مولف) پس اگر سجدے کی اس حالت میں سویا کہ اس کے بازو زمین پر بچھے ہوئے (اور پسلیوں سے ملے ہوئے) ہوں اور اس کا پیٹ اس کی رانوں سے ملا ہوا ہو خواہ مرد ہو یا عورت اس کا وضو ٹوٹ جائے گا (۱) اور اس مسئلے میں سجدہ تلاوت کا حکم نماز کے سجدے کی مانند ہے اور سجدہ شکر کا حکم بھی امام محمدؒ کے نزدیک اسی طرح ہے، امام ابو حنیفہؒ کا اس میں اختلاف ہے اور جود سہو میں سونے سے وضو ٹوٹنے کے بارے میں مشائخ کا اختلاف منقول ہے (۲) اور یہ اختلاف کا منقول ہونا غلط ہونا چاہئے اس لئے کہ جود سہو نماز میں واقع ہوتے ہیں پس ان میں سو جانے سے وضو نہیں ٹوٹتا (۳) پس اگر کوئی شخص سجدہ تلاوت میں سو گیا تو ہمارے ان تینوں اماموں کے نزدیک حدیث نہیں ہے اور وضو نہیں ٹوٹنے کا جیسا کہ نماز کے سجدہ میں سونے سے وضو نہیں ٹوٹتا اور سجدہ شکر میں بھی امام محمدؒ کے نزدیک یہی حکم ہے اور امام ابو یوسفؒ سے بھی اسی طرح روایت کیا گیا ہے اور امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک حدیث ہوگی اور جود سہو میں حدیث نہیں ہوگی (۴) (لیکن پہلے بیان ہو چکا ہے کہ مفتیؒ بہ اور معتمد قول کی برو سے سجدہ کی مسنونہ ہیئت پر سو جانے سے مطلق طور پر وضو نہیں ٹوٹتا خواہ وہ نماز میں سو جائے یا نماز سے باہر سوئے مولف)

- ۵۔ اگر کوئی شخص چار زانو (چوکڑی مار کر) بیٹھ کر سو گیا اور اس کا سر اس کی رانوں پر ہے تو اس کا وضو ٹوٹ جائے گا۔ (۵)
- ۶۔ اگر کوئی شخص اپنے دونوں سرین اپنی دونوں ایڑیوں پر رکھ کر بیٹھنے کی حالت میں سو گیا اور اس کا پیٹ اس کی رانوں سے جا لگا اور وہ اوندھا سونے کی مانند ہو گیا تو اس کا وضو ٹوٹنے کے بارے میں اختلاف منقول ہے بحر الرائق و کبیری اور شامی میں اس مسئلے پر کافی کلام کیا ہے اس کا حاصل یہ ہے کہ امام ابو یوسفؒ کے قول پر جو کہ مسوٹین سے کفایہ میں منقول ہے اس کا وضو ٹوٹ جائے گا اور یہی اصح ہے۔ (۶)
- ۷۔ اگر کوئی شخص چار زانو یا بیٹھنے کی کسی اور ہیئت پر سو یا اپنے دونوں سرین اپنی دونوں ایڑیوں پر رکھ کر سو یا اور ان سب حالتوں میں اس کا بدن سیدھا رہا تو اس کا وضو نہیں ٹوٹے گا کیونکہ ان صورتوں میں اس کا پیٹ اس کی رانوں پر رکھا ہوا نہیں ہے (پس اس کی مقعد دونوں ایڑیوں پر برقرار ہے) اس لئے ان صورتوں میں اس کے وضو کا نہ ٹوٹنا ظاہر ہے۔ (۷)
- ۸۔ اگر کوئی شخص اس طرح بیٹھ کر سو جائے کہ اس کے دونوں پاؤں ایک طرف پھیلے ہوئے ہوں اور دونوں سرین زمین سے لگے ہوئے ہوں تو اس کا وضو نہیں ٹوٹتا اور اگر ایک سرین پر بیٹھ کر سو گیا تو اس کا وضو ٹوٹ جائے گا۔ (۸)

- ۹۔ جن صورتوں میں سونے سے وضو نہیں ٹوٹتا ان سب میں ظاہر الروایت کے مطابق نیند کے غلبے سے سو جانے اور عدا سو جانے میں کچھ فرق نہیں ہے اور خواہ نماز کے اندر سو جائے یا نماز کے باہر سوئے اور خواہ رکوع میں سو یا ہو یا سجدے میں سب صورتوں کا حکم یکساں ہے، اور امام ابو یوسفؒ سے منقول ہے کہ نماز کے اندر عدا سو جانے سے وضو ٹوٹ جاتا ہے اور پہلا قول یعنی ظاہر الروایت صحیح و مختار ہے۔ (۹)
- ۱۰۔ اگر کوئی اس طرح سے اکڑ و بیٹھا ہو کہ دونوں سرین زمین سے لگے ہوئے ہوں اور دونوں گھٹنے کھڑے ہوں اور دونوں پنڈلیوں کو دونوں ہاتھوں سے احاطہ کر لے یا کپڑے وغیرہ کسی چیز سے اپنی پیٹھ اور دونوں پنڈلیوں کو احاطہ کر لے اور اسی طرح اگر اسی حالت میں اپنا سراپے گھٹنوں پر رکھ لے (جیسا کہ اکثر مراقبہ کرنے والے کرتے ہیں) تو اس حالت میں سو جانے سے وضو نہیں ٹوٹتا۔ (۱۰)

- ۱۱۔ اگر کوئی شخص بیٹھا ہو سو گیا پھر وہ منہ یا پہلو کے بل زمین پر گر پڑا پس اگر وہ گرنے سے پہلے یا گرنے کی حالت میں زمین پر اس کا پہلو لگنے سے پہلے بیدار ہو گیا تو بالا جماع اس کا وضو نہیں ٹوٹے گا اور اگر گرنے کے بعد زمین پر پہلو لگتے ہی فوراً بیدار ہو گیا تب بھی امام ابو

(۱)۔ فتح و کبیری ملقطاً (۲)۔ فتح و بحر (۳)۔ فتح (۴)۔ کبیری ملقطاً (۵)۔ فتح و بحر و غیرہا (۶)۔ فتح و بحر و کبیری و شامی و غایۃ الاوطار ملقطاً (۷)۔ کبیری (۸)۔ فتح و بحر و غ (۹)۔ فتح و بحر و ملقطاً (۱۰)۔ کبیری و درویش و بحر

حنیفہ کے نزدیک اس کا وضو نہیں ٹوٹے گا اور امام ابو یوسف کے نزدیک اس کا وضو ٹوٹ جائے گا اور امام محمد کے نزدیک اگر اس کی مقعد زمین سے اٹھنے سے پہلے ہوشیار ہو گیا تو اس کا وضو نہیں ٹوٹے گا اور اگر اس کے ہوشیار ہونے سے پہلے اس کی مقعد زمین سے اٹھ گئی تو اس کا وضو ٹوٹ جائے گا اور فتویٰ امام ابو حنیفہ کے قول پر ہے اور اگر مرکز زمین پر قرار پانے کے بعد یعنی گرنے کے ذرا دیر بعد ہوشیار ہوا تو (بالاجماع) اس کا وضو ٹوٹ جائے گا کیونکہ اب اس کا لیٹ کر سونا پایا گیا۔ (۱)

۱۲۔ اگر بیٹھ کر سویا اور گرا تو نہیں لیکن بار بار آگے جھک جاتا ہے اور بعض دفعہ اس کی مقعد زمین سے جدا ہو جاتی ہے اور بعض دفعہ جدا نہیں ہوتی تو ظاہر المذہب میں امام ابو حنیفہ کے نزدیک یہ حدیث نہیں یعنی اس کا وضو نہیں ٹوٹتا (۲) اس کی تائید اس حدیث شریف سے ہوتی ہے کہ رسول ﷺ کے اصحاب کرام رضی اللہ عنہم عشاء کی نماز کے انتظار میں بیٹھے رہتے تھے یہاں تک کہ نیند کے باعث ان کے سر ہچکولے کھاتے رہتے تھے پھر وہ نماز پڑھتے تھے اور نیا وضو نہیں کرتے تھے اور اس کو امام ابو داؤد و رحمہ اللہ نے روایت کیا ہے (۳) اور اگر بیٹھنے کی حالت میں سونے والے شخص نے اپنا ہاتھ زمین پر رکھا اور وہ بیدار ہو گیا تو خواہ اس نے ہاتھ کی پتھلی زمین پر رکھی ہو یا ہاتھ کی پٹیر رکھی ہو جب تک وہ جاگنے سے پہلے اپنا پہلو زمین پر نہیں رکھے گا اور اس کا وضو نہیں ٹوٹے گا۔ (۴)

۱۳۔ مریض اگر کھڑے پر لیٹ کر نماز پڑھتا ہو اس کو اس کے حکم میں مشائخ کا اختلاف ہے، صحیح یہ ہے کہ اس کا وضو ٹوٹ جاتا ہے (۵) اور اسی پر فتویٰ ہے (۶) اور سراج النور میں ہے کہ ہم اسی کو اختیار کرتے ہیں۔ (۷)

۱۴۔ اگر ایسے جانور پر سوار ہے کہ جس کی پٹیرنگی ہے یعنی جس کی پٹیر پر زین یا منہ نہیں ہے اور سو گیا اگر وہ جانور کے بلندی کے طرف جانے پر ہوا زمین پر چلنے کی حالت میں سو یا تو حدیث نہیں ہوگا یعنی اس کا وضو نہیں ٹوٹے گا کیونکہ اس کی مقعد اپنی جگہ پر قائم رہے گی اور اگر اترائی کی طرف جانے کی حالت میں سو یا تو یہ حدیث ہوگا اور اس کا وضو ٹوٹ جائے گا، کیوں کہ اس کی مقصد جانور کی پٹیر سے جچی نہیں رہے گی (۸) اور اس سے مذکورہ مسئلہ کی بھی تائید ہوتی ہے جس میں ایڑیوں پر سرین اور رانوں پر پیٹ رکھ کر بیٹھے ہوئے سونے کی حالت میں امام ابو یوسف کے نزدیک وضو ٹوٹ جاتا ہے اور فقہانے اس کو اصح کہا ہے۔ (۹)

۱۵۔ اور اگر ایسے جانور پر سوار ہو جس کی پٹیر پر عمار یا زین یا پالان ہو اور سو گیا تو خواہ وہ بلندی کی طرف یا ہوا زمین پر جا رہا ہو یا اترائی کی طرف جا رہا ہو دونوں حالتوں میں اس کا وضو نہیں ٹوٹے گا کیونکہ ان سب حالتوں میں اس کی مقعد اپنی جگہ پر قائم رہے گی۔ (۱۰)

۱۶۔ اگر کوئی شخص خور کے سرے پر بیٹھ کر پاؤں نور میں لٹکائے ہوئے ہو اور سو جائے تو اس کا وضو ٹوٹ جائے گا۔ (۱۱)

۱۷۔ اوگھ آجانے سے وضو نہیں ٹوٹتا اگرچہ اس کے سرین زمین پر جمے ہوئے نہ ہوں کیونکہ یہ ہلکی سی نیند ہے اور یہ حکم اس وقت ہے جبکہ وہ اپنے قریب ہونے والی اکثر باتوں کو سمجھتا ہو (۱۲) پس اگر لیٹے ہوئے آدمی کو اوگھ آجائے اگر گہری اوگھ ہو تو وضو ٹوٹ جائے گا اور اگر ہلکی ہو تو وضو نہیں ٹوٹے گا، گہری اور ہلکی اوگھ میں فرق یہ ہے کہ اگر وہ اپنے قریب کی باتیں سنتا ہے تو وہ ہلکی اوگھ ہے اور اگر اس کو قریب کی باتوں کی خبر نہیں تو وہ گہری اوگھ ہے اور شخص الائمہ سے یہی فتویٰ منقول ہے (۱۳) علامہ رحمۃ اللہ نے کہا کہ انسان اپنے آپ پر دھوکا نہ کھائے کیونکہ بسا اوقات اس کو گہری نیند ہوتی ہے اور وہ سمجھتا ہے کہ گہری نہیں ہے۔ (۱۴) (یعنی وہ اس کو ہلکی اوگھ سمجھ لیتا ہے اس لئے احتیاطاً

(۱)۔ فتح و بحر و کبیری و در و ش مرتبہ (۲)۔ بحر و فتح و کبیری (۳)۔ فتح (۴)۔ بحر (۵)۔ ع و فتح و بحر

(۶)۔ ع (۷)۔ ش (۸)۔ بحر و کبیری و در و ش مرتبہ (۹)۔ کبیری (۱۰)۔ کبیری و در و ش و ع (۱۱)۔ بحر و ع

(۱۲)۔ فتح و بحر و کبیری و ش وغیرہ ملخصاً (۱۳)۔ ع (۱۴)۔ ش

ایسی حالت میں بھی وضو کر لینا چاہیے، مولف)

اس بیان کا خلاصہ یہ ہے کہ سونے والے کی تیرہ حالتیں ہیں ان میں سے تین حالتیں وضو کو توڑنے والی ہیں وہ یہ ہیں: ۱۔ کرٹ پر یا جت یا پٹ سونا، ۲۔ ایک سرین پر سونا، ۳۔ دیوار یا ستون یا آدمی وغیرہ کے سہارے سونا کہ اگر سہارا ہٹا لیا جائے تو سونے والا گر پڑے اور دس سورتوں میں وضو نہیں ٹوٹا وہ یہ ہیں: ۱۔ دوزالو بیٹھے ہوئے، ۲۔ چار زالو یعنی چوڑی مار کر بیٹھے ہوئے، ۳۔ دونوں پاؤں ایک طرف کو نکال کر دونوں سرین زمین پر رکھے ہوئے، ۴۔ دونوں گھٹنے کھڑے کئے ہوئے اور دونوں سرین زمین پر رکھے ہوئے، ۵۔ دونوں ایزبوں پر دونوں سرین رکھے ہوئے، ۶۔ چالور کی پیٹھ پر سوار ہو کر (سوائے نگلی پیٹھ پر سوار ہو کر اترائی کی طرف جانے کے کہ اس صورت میں وضو ٹوٹ جائے گا)، ۷۔ پیدل چلتے ہوئے، ۸۔ قیام، ۹۔ رکوع، ۱۰۔ سجدے کی حالت میں۔ (۱)

فائدہ: انبیائے کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کی خصوصیات میں سے ہے کہ لیٹ کر سونے سے ان کا وضو نہیں ٹوٹتا، صحیحین میں روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ سو گئے یہاں تک آپ کے سونے کی آواز معلوم ہوئی پھر آپ اٹھے اور نماز پڑھی اور آپ نے نیا وضو وضو نہیں کیا (۲) اس لئے کہ ایک اور حدیث میں آنحضرت نے فرمایا ہے کہ میری آنکھیں سوتی ہیں اور میرا دل نہیں سوتا (۳) نیند کے علاوہ وضو کو توڑنے والی اور چیزوں سے انبیاء و علیہم السلام کا وضو ٹوٹتا ہے یا نہیں، اس میں اختلاف ہے صحیح یہ ہے کہ وضو ٹوٹ جاتا ہے اور یہ ان کی عظمت شان کے باعث ہے نہ کہ نجاست کی وجہ سے، کیونکہ ان کے فضائل شریفہ و طاہرہ ہیں (۴) اسی طرح بے ہوشی و غشی سے انبیاء علیہم السلام کا وضو ٹوٹنے یا نہ ٹوٹنے کے بارے میں مبسوط کے ظاہر کلام سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ اس سے ان کا وضو ٹوٹ جاتا تھا (۵) ملا علی قاری رحمہ اللہ نے شرح شفا میں اس پر اجماع نقل کیا ہے کہ آنحضرت ﷺ وضو توڑنے والی چیزوں کے بارے میں امت کی مانند ہیں سوائے نیند کے کہ اس کا استثنا احادیث سے ثابت ہے۔ (۶)

بے ہوشی و غشی: ۱۔ بے ہوشی خواہ تھوڑی ہو یا بہت اس سے وضو ٹوٹ جاتا ہے (۷) ۲۔ غشی بے ہوشی کے حکم میں ہے (۸) یعنی بے ہوشی ہی کی ایک قسم ہے (۹) اور یہ دونوں وضو کو توڑنے والی ہیں، (۱۰) ۳۔ چونکہ بے ہوشی میں نیند سے زیادہ شدید سلب اختیار پایا جاتا ہے اس لئے بے ہوشی قیام و قعود اور سجود ہر حال میں حدت ہے (۱۱) پس بے ہوشی کسی ہیئت پر بھی لاحق ہو جائے اس سے وضو ٹوٹ جاتا ہے بخلاف نیند کے۔ (۱۲)

جنون: ۱۔ جنون خواہ قلیل ہو یا کثیر بے ہوشی کی طرح اس سے بھی وضو ٹوٹ جاتا ہے (۱۳) ۲۔ معتوہ (دماغی خلل والے) کا وضو نہیں ٹوٹتا، (۱۴) ۳۔ مجنون اور معتوہ میں یہ فرق ہے کہ جنون ایک ایسا مرض ہے جس میں عقل زائل ہو جاتی ہے اور قوت زیادہ ہو جاتی ہے اور عقل زائل ہو جانے کے باعث وہ حدت و غیر حدت میں تمیز نہیں کر سکتا اس لئے اس کا وضو ٹوٹ جاتا ہے (۱۵) اور معتوہ کی عقل و سمجھ میں خلل آ جاتا ہے اور وہ مختلط الکلام اور فاسد التہمیر ہو جاتا ہے مگر وہ کسی کو مارتا نہیں اور نہ گالی دیتا ہے، ۳۔ معتوہ (سبک عقل) کے مکلف شرعی ہونے کے بارے میں فقہاء کے تین اقوال ہیں ایک یہ کہ ذی عقل بچے کی مانند ہے کہ وہ احکام شرعیہ کا مخاطب نہیں ہے، دوسرا یہ کہ اس کا حکم ذی عقل بچے کی مانند ہے سوائے عبادات کے کہ ہر عبادت کے خطاب کے وقت احتیاطاً اس سے وجوب ساقط نہیں ہوتا اور صدر الاسلام

(۱) حاشیہ اردو فقہاء (۲) بحر دوش و فح (۳) بحر دوش (۴) بہار شریعت (۵) در (۶) ش

(۷) وغیرہ (۸) در (۹) شوط (۱۰) ط (۱۱) بحر دہانیہ ملقطا (۱۲) ش

(۱۳) بحر دوش و دوسرہ (۱۴) در (۱۵) فتح ملخصا

ابوالیسر رحمہ اللہ نے اس کی تردید کی ہے اس لئے کہ وہ (عتہ) جنون کی ایک قسم ہے جو وجوب کی مانع ہے کیونکہ وہ نتائج سے واقف نہیں ہوتا۔ تیسرا یہ کہ معتوہ ذی عقل بچے کی مانند عبادات ادا کرنے کا مکلف نہیں ہوتا مگر یہ کہ جب اس کی کم عقلی دور ہو جائے تو فی الحال عبادات ادا کرنا اور گزشتہ عبادات کا قضا کرنا اس پر واجب ہوگا جبکہ ان کے قضا کرنے میں کوئی حرج نہ ہو مثلاً یہ کہ وہ عبادات قلیل ہوں اور اس بات کی تصریح کی گئی ہے کہ وہ گزشتہ قلیل عبادات کو قضا کرے کثیر کو قضا نہ کرے اگرچہ وہ گزشتہ عبادات کا مکلف نہیں تھا اس کا حکم سونے والے اور بے ہوشی والے کی مانند ہے تا بالغ کی مانند نہیں ہے جبکہ وہ بالغ ہو جائے اور یہ (تیسرا قول) تحقیق کے زیادہ قریب ہے اور ظاہر کلام یہ ہے کہ اس بات پر سب کا اتفاق ہے کہ معتوہ کی عبادات کی ادائیگی صحیح ہے جن کے نزدیک وہ مکلف ہے ان کے نزدیک اس کی عبادات کی ادائیگی کا صحیح ہونا ظاہر ہے اور جن کے نزدیک وہ مکلف نہیں ہے ان کے نزدیک اس لئے صحیح ہے کہ انہوں نے اس کو ذی عقل بچے کی مانند قرار دیا ہے اور اس (ذی عقل بچے) کی عبادات کے صحیح ہونے کی تصریح کر دی ہے پس اس تفصیل سے معلوم ہو گیا کہ دماغ میں خلل آ جانے سے معتوہ کا وضو نہیں ٹوٹا واللہ سبحانہ الموفق (۱) پس دماغی خلل وضو کو نہیں توڑتا کیونکہ اس حالت میں اس کی عبادت صحیح ہوتی ہے اگرچہ وہ مکلف نہیں ہوتا کیونکہ وہ ذی عقل بچے کے حکم میں ہے یہ نہیں کہ اس کی عقل زائل ہو گئی ہے۔ (۲)

نشر: ۱۔ نشہ بھی جنون و بے ہوشی کی طرح تھوڑا ہوا یا زیادہ وضو کو توڑتا ہے (۳) ۲۔ جو نشہ عقل پر غالب آ جائے عدم تمیز میں جنون کے معنی میں ہے اور اس کے ساتھ ہی نشہ والے کے جوڑوں میں ڈھیلا پن بھی آ جاتا ہے اور بے ہوشی و جنون و نشہ والے شخص کے حق میں لیٹ کر سونا یا قیام (وغیرہ) کی حالت میں سونا یکساں ہے کہ ہر حال میں اس کا وضو ٹوٹ جاتا ہے۔ (۴) ۳۔ نشہ اور مستی اس سرور سے عبارت ہے جو کسی نشہ لانے والی چیز کے استعمال سے عقل پر غالب ہو جائے پس اس کی وجہ سے انسان عقل کے موافق کام نہیں کر سکتا لیکن اس کی عقل زائل نہیں ہوتی اسی لئے وہ خطاب شرع کے قابل باقی رہتا ہے اور بعض نے کہا کہ مستی کا سرور عقل کو زائل کر دیتا ہے اور زوال عقل کے باوجود اس کا مکلف ہونا زبرد تو بخ کے طور پر ہے پہلا قول تحقیق ہے (۵) ۴۔ نشہ کی حد جس سے وضو ٹوٹ جاتا ہے بعض مشائخ کے نزدیک یہ ہے کہ وہ عورت و مرد میں تمیز نہ کر سکے اسی قول کو صدر الشہید نے اختیار کیا ہے۔ اور صحیح وہ ہے جو شمس الآئمہ حلوئی سے منقول ہے اور وہ یہ ہے کہ اس کی چال میں لغزش ہو یعنی وہ لڑکھڑاتا اور ادھر ادھر جھکتا ہوا چلے، جتنی وغیرہ میں اسی کو صحیح کہا اور فتویٰ کے لئے اختیار کیا ہے (۶) ۵۔ بھنگ کے کھانے سے اگر چال میں لغزش آ جائے تو اس سے وضو ٹوٹ جائے گا (۷) ۶۔ مرگی کے دورے کے بعد جب افاقہ ہو جائے تو اس پر وضو کرنا واجب ہے۔

قہقہہ مارنا

۱۔ اگر بالغ شخص بیداری کی حالت میں نماز کے اندر قہقہہ کے ساتھ (ٹھٹھا مار کر) ہنسنے تو خواہ وہ عدا ہنسنے یا سہواً اس کا وضو ٹوٹ جائے گا۔ (۸)

۲۔ قہقہہ وہ ہنسی ہے جس کو ہنسنے والا اور اس کے پاس کے لوگ سُن لیں، یہ نماز اور وضو دونوں کو توڑتا ہے اور ایسی ہنسی جس کو ہنسنے والا خود سُنے اور پاس والے لوگ نہ سُنیں اس کو خشک کہتے ہیں اس سے نماز ٹوٹ جاتی ہے لیکن وضو نہیں ٹوٹتا اور ایسی ہنسی جس کو نہ خود سُنے اور نہ پاس والے لوگ سُنیں بلکہ صرف دانت ظاہر ہوں اس کو تبسم کہتے ہیں اس سے نماز اور وضو دونوں ہی نہیں ٹوٹتے۔ (۹)

(۱)۔ بحر ملخصاً (۲)۔ ط (۳)۔ کبیری و کنز و معتمد (۴)۔ بدائع (۵)۔ بحر و دیکیری

(۶)۔ عرش و فتح و کبیری و بحر و غیر ملخصاً (۷)۔ ط دور (۸)۔ م وغیرہ (۹)۔ بحر و فتح و کبیری و ط و غیرہ عامۃ الکتاب

۳۔ اگر نماز کے باہر قہقہے کے ساتھ ہنسے تو وضو نہیں ٹوٹتا۔ (۱)

۴۔ بعض فقہاء کے نزدیک قہقہے سے وضو اس لئے ٹوٹ جاتا ہے کہ یہ حدیث ہے اور بعض فقہاء کے نزدیک قہقہہ حدیث نہیں ہے بلکہ شریعت نے سزا اور تنبیہ کے طور پر اس سے وضو ٹوٹنے کا حکم دیا ہے اور یہ قیاس کے موافق ہے، کیونکہ ہنسے والے سے کوئی ظاہری نجاست خارج نہیں ہوتی اسی لئے یہ نماز سے باہر ہو تو وضو نہیں توڑتا، اسی دوسرے قول کو ترجیح ہے احادیث مرویہ سے بھی اسی کی موافقت ہوتی ہے۔ (۲)

۵۔ جو نماز کامل ہو اگرچہ حکماً ہو یعنی وہ نماز رکوع و سجود والی ہو یا رکوع و سجود کے قائم مقام امور والی ہو جیسا کہ معذور کا اشارہ سے نماز پڑھنا یا سواری کے جانور پر نفل یا فرض اشارہ سے پڑھنا، جن صورتوں میں ایسا کرنا جائز ہو ایسی نماز میں قہقہہ مار کر ہنسنا احناف کے نزدیک نماز اور وضو دونوں کو توڑ دیتا ہے خواہ وہ عمدہ یعنی یہ جانتے ہوئے ہنسے کہ وہ نماز پڑھ رہا ہے اور خواہ اس کو یہ یاد نہ کہ وہ نماز میں ہے اور وہ سہواً ہنسے اور خواہ وہ مرد ہو یا عورت، ان سب کے لئے نماز اور وضو ٹوٹنے کا حکم یکساں ہے (۳) پس اگر کوئی شخص عذر کے باعث اشاروں سے نماز پڑھ رہا تھا یا سواری پر نفل نماز اشاروں سے پڑھتا تھا یا فرض نماز بھی عذر کی وجہ سے اشاروں سے پڑھتا تھا اور وہ قہقہے سے ہنسا تو اس کا وضو اور نماز دونوں ٹوٹ جائیں گے۔ (۴)

۶۔ نماز کامل کی قید سے معلوم ہوا کہ نماز جنازہ یا نماز سے باہر کے سجدہ تلاوت میں قہقہے سے وضو نہیں ٹوٹتا لیکن اس کی نماز جنازہ اور سجدہ تلاوت باطل ہو جائے گا۔ (۵)

۷۔ نفل یا فرض نماز سواری پر اشارے کے ساتھ پڑھنا جائز ہونے کی صورت میں سواری پر نماز پڑھتے ہوئے قہقہے کے ساتھ ہنسے سے وضو ٹوٹنے کی قید سے معلوم ہوا کہ اگر کوئی شخص کسی شہر یا گاؤں میں سوار ہو کر نفل نماز اشارے سے پڑھتے ہوئے قہقہہ کیساتھ ہنسے تو امام ابو حنیفہ کے نزدیک اس کا وضو نہیں ٹوٹے گا کیونکہ امام صاحب کے نزدیک اس کو اشارے سے نماز پڑھنا جائز نہیں ہے اور امام ابو یوسف کے نزدیک اس کا وضو ٹوٹ جائے گا، کیونکہ ان کے نزدیک اس کی نماز جائز ہے۔ (۶)

۸۔ اگر نماز کے اندر سوتے ہوئے قہقہہ مارا تو اس میں اختلاف ہے (۷) اور صحیح یہ ہے کہ اس سے وضو اور نماز دونوں نہیں ٹوٹیں گے، بعض کے نزدیک اس سے وضو اور نماز دونوں ٹوٹ جائیں گے اکثر متاخرین نے احتیاطاً اسی کو اختیار کیا ہے (۸) بعض کے نزدیک اس کا وضو ٹوٹ جائے گا اور نماز باطل نہیں ہوگی اور بعض کے نزدیک اس کی نماز باطل ہو جائے گی اور وضو نہیں ٹوٹے گا اور پہلا قول اصح ہے یعنی اس کا وضو اور نماز دونوں نہیں ٹوٹتے (۹) اس لئے کہ وضو کا اعادہ زجر و تنبیہ کے طور پر واجب ہوا ہے اور سونے والا معذور ہے۔ (۱۰)

۹۔ نماز کی حالت میں نابالغ کے قہقہہ مار کر ہنسے سے اس کا وضو ٹوٹ جاتا ہے لیکن اس کی نماز باطل نہیں ہوتی۔ (۱۱)

۱۰۔ سہواً اور نماز میں ہونا یاد نہ ہوتے ہوئے نماز کے اندر قہقہہ مارنے کے بارے میں بھی اختلاف ہے اور اس کے متعلق دو روایتیں ہیں اور ترجیح اس کو ہے کہ نماز کے اندر قہقہہ مارنا خواہ قصداً ہو یا بلا قصد اور خواہ نماز میں ہونا یاد ہوتے ہوئے ہو یا نماز میں ہونا یاد نہ ہوتے ہوئے اور بھولے سے ہو، ان سب صورتوں میں یکساں حکم ہے کہ اس کا وضو اور نماز دونوں ٹوٹ جائیں گے، امام زہبی نے اسی پر اعتماد کیا ہے۔ (۱۲)

- (۱)۔ بدائع دوع (۲)۔ بحر دوع و ہدایہ و کبیری و ط و غیرہ ملخصاً (۳)۔ کبیری و بحر و دروش ملخصاً (۴)۔ ع (۵)۔ ع و بحر دوع و کبیری (۶)۔ بحر دوع (۷)۔ ع و بحر دوع و غیرہ (۸)۔ فتح و غیرہ (۹)۔ فتح (۱۰)۔ بحر (۱۱)۔ بحر دوع (۱۲)۔ بحر دوع و ط و فتح ملخصاً

۱۱۔ اگر نماز کا سلام پھرتے وقت یعنی بقدر تشہد آخری قعدہ کرنے کے بعد سلام پھیرنے سے پہلے قہقہہ مارا اگرچہ اس نے نماز سے باہر ہونے کے لئے عدا ایسا کیا ہو اس کا وضو ٹوٹ جائے گا اس لئے کہ وہ ابھی حرمت نماز میں ہے (اور نماز کے اندر قہقہہ مارنے سے وضو ٹوٹ جاتا ہے) اور اس کی نماز باطل نہیں ہوگی اور اس لئے کہ قہقہہ نماز کے جزو اخیر میں پایا گیا اور اس پر نماز کے فرائض میں سے کچھ باقی نہیں رہا ہے اور سلام کے ساتھ نماز سے باہر ہونا ترک ہو جانے کی وجہ سے اس کی نماز میں کوئی ایسا نقصان نہیں ہے جس سے نماز باطل ہو جائے۔ (۱)

۱۲۔ اگر امام اور مقتدیوں نے قہقہہ مارا پس اگر پہلے امام نے قہقہہ مارا تو امام کا وضو ٹوٹ گیا اور مقتدیوں کا وضو نہیں ٹوٹا کیونکہ امام کے قہقہہ کے ساتھ امام اور مقتدی سب کی نماز فاسد ہوگئی پس مقتدیوں کا قہقہہ ان کی نماز فاسد ہونے کے بعد یعنی نماز کے باہر واقع ہوا اور نماز سے باہر قہقہہ مارنے سے وضو نہیں ٹوٹا اور اگر پہلے مقتدیوں نے قہقہہ مارا پھر امام نے یا امام اور مقتدیوں کا قہقہہ ایک ساتھ واقع ہوا تو سب کا وضو ٹوٹ جائے گا اس لئے کہ سب کا قہقہہ نماز کے اندر واقع ہوا ہے۔ (۲)

۱۳۔ اگر امام نے بقدر تشہد قعدہ کرنے کے بعد نماز سے باہر ہونے کے لئے قہقہہ مارا یا عدا حدث کیا اس کے بعد مقتدی نے قہقہہ مارا اگرچہ وہ مقتدی مسبوق ہو تو مقتدی کا وضو نہیں ٹوٹے گا، بخلاف امام کے عدا کلام کرنے یا عدا سلام پھیرنے کے بعد مقتدی کے قہقہہ مارنے کے جس کی تفصیل آگے آتی ہے، مقتدی کا وضو اس لئے نہیں ٹوٹے گا کہ اس کا قہقہہ اس کے امام کے قہقہہ کے باعث اس کی نماز ٹوٹ جانے کے بعد واقع ہوگا اور اگر مقتدی نے اپنے امام سے پہلے یا اس کے ساتھ قہقہہ مارا تو مقتدی کا وضو ٹوٹ جائے گا کیونکہ اس کا قہقہہ نماز کے اندر واقع ہوا ہے اور اس کی نماز نہیں ٹوٹے گی (۳) اس لئے کہ مقتدی کا قہقہہ نماز کے آخری جز میں واقع ہوا ہے، مولف)

۱۴۔ اگر امام نے بقدر تشہد قعدہ کرنے کے بعد عدا کلام کیا یا عدا سلام پھیر اس کے بعد مقتدی نے قہقہہ مارا تو صحیح قول کی بنا پر مقتدی کا وضو ٹوٹ جائے گا اس لئے کہ امام کا کلام کرنا یا سلام پھیرنا دونوں فعل نماز کو ختم کرنے والے ہیں نماز کو فاسد کرنے والے نہیں ہیں پس قہقہہ کے وقت مقتدی حرمت نماز میں ہے اس لئے اس کا وضو ٹوٹ جائے گا (اور اس کی نماز فاسد نہیں ہوگی بلکہ نماز پوری ہو جائے گی کیونکہ اس کا قہقہہ نماز کے آخری جز میں واقع ہوا ہے مولف) لیکن اگر امام نے قعدہ اخیرہ کے بعد عدا حدث کیا یا قہقہہ مارا تو چونکہ یہ دونوں فعل امام کے وضو کے توڑنے والے ہیں اس لئے ان دونوں صورتوں میں مقتدی کی نماز فاسد ہو جائے گی اور اس کا قہقہہ نماز کے باہر واقع ہوگا اس لئے اس کا وضو نہیں ٹوٹے گا۔ (۴) (جیسا کہ اوپر بیان ہوا مولف)

۱۵۔ اگر نماز پڑھتے ہوئے کسی شخص کا وضو ٹوٹ گیا پھر وہ اس قصد سے وضو کرنے گیا کہ وضو کرنے کے بعد اسی نماز پر بنا کر کے نماز کو پورا کرے گا پھر وضو کرنے کے بعد واپس آتے ہوئے راستہ میں وہ قہقہہ مار کے ہنسا تو اس کے بارے میں دو روایتیں ہیں ایک روایت کے مطابق اس کا وضو ٹوٹ جائے گا، امام زلیحیؒ نے اسی پر اعتماد کیا ہے (۵) اور اسی کو احوط کہا گیا ہے اور اس کی نماز کے باطل ہونے میں کوئی اختلاف نہیں ہے (۶) اگر پہلی نماز پر بنا کر کے والا شخص موزے یا سریاہڈی یا زخم کی پٹی پر مسح کرنا یا بعض اعضائے وضو کا دھونا بھول گیا پھر اس نے نماز شروع کرنے سے پہلے یعنی نماز کے لئے آتے ہوئے راستے میں قہقہہ مارا تو اس کا وضو ٹوٹ جائے گا اس لئے کہ وہ حکماً نماز میں ہے کیونکہ بنا کرنے والے کا آنا جانا نماز میں داخل ہے پس اس کا قہقہہ نماز کے اندر واقع ہوا اور اگر وہ نماز شروع کرنے کے بعد میں قہقہہ کے ساتھ ہنسا تو اس کا وضو نہیں ٹوٹے گا اس لئے کہ مسح بھول جانے کی وجہ سے اس کو طہارت حاصل نہیں ہے پس طہارت کے بغیر نماز پڑھنے سے

(۱)۔ دروش وم دبیری و بحر و منہ ملقطاً (۲)۔ بدائع ملخصاً و بحر (۳)۔ دروش و فتح (۴)۔ ش و بحر

(۵)۔ بحر و فتح و ش (۶)۔ بحر و ش

اس کی نماز باطل ہوگئی اور اس کا قہقہہ نماز کے باہر واقع ہوا اس لئے اس کا وضو نہیں ٹوٹے گا (۱) اور یہ مسئلہ امتحانی مسائل میں سے ہے (۲) یعنی طالب علم کے ذہن کی آزمائش کے لئے ہے کہ اس کو یہ مسئلہ آتا ہے یا نہیں اس سے یوں پوچھے کہ وہ قہقہہ کونسا ہے کہ جب نماز کے اندر واقع ہو تو اس سے وضو نہیں ٹوٹتا اور نماز کے باہر واقع ہو تو اس سے وضو ٹوٹ جاتا ہے حالانکہ معاملہ اس کے برعکس ہوا کرتا ہے۔ (۳)

۱۶۔ وضو کے ساتھ نماز پڑھنے والے اور تیمم کے ساتھ نماز پڑھنے والے کو قہقہہ مار کر ہنسنے کا حکم یکساں ہے (بحر) پس جن صورتوں میں نماز کے اندر قہقہہ مارنے سے وضو ٹوٹ جاتا ہے ان سب صورتوں میں اس سے تیمم بھی ٹوٹ جاتا ہے۔ (۴)

۱۷۔ اس بات پر ہمارے فقہاء کا اتفاق ہے کہ قہقہہ غسل کی طہارت کو نہیں توڑتا لیکن اس بارے میں اختلاف ہے کہ غسل کے ضمن میں جو وضو حاصل ہوتا ہے اس کو توڑتا ہے یا نہیں اکثر مشائخ کا قول یہ ہے کہ قہقہہ غسل کے ضمنی کو نہیں توڑتا کیونکہ یہ اس کے ضمن وضو میں ثابت ہے پس جب غسل کو نہیں توڑتا تو اس کے ضمنی وضو کو بھی نہیں توڑے گا لیکن خانیہ و فتح القدیر و نہر الفائق وغیرہ میں متاخرین نے اس کو صحیح کہا ہے کہ غسل کے ضمن میں ہونے والا وضو بھی نماز کے اندر قہقہہ مارنے سے ٹوٹ جاتا ہے جمہور متاخرین کا یہی مذہب ہے (۵) پس غسل کرنے والے نے جب نماز میں قہقہہ لگایا تو اس کی نماز باطل ہوگئی اب جب تک وہ تازہ وضو نہ کر لے اس کو نماز پڑھنا جائز نہیں یہی صحیح ہے۔ (۶)

۱۸۔ اگر کسی بے وضو شخص نے وضو کے بعض اعضا کو دھو یا پھر پانی ختم ہو گیا، اس نے تیمم کر کے نماز شروع کی اور اس نے نماز میں قہقہہ لگایا پھر اس کو پانی مل گیا تو امام ابو یوسف رحمہ اللہ کے نزدیک وہ صرف باقی اعضا کو دھو لے اور نماز پڑھے، اور امام ابو حنیفہ و امام محمد رحمہما اللہ کے نزدیک وہ وضو کے تمام اعضا کو دھوئے یعنی پورا وضو کرے اور یہ اس لئے ہے کہ امام ابو یوسف کے نزدیک جن اعضا کو وہ پہلے دھو چکا ہے ان کا دھونا باطل نہیں ہوا اور طرفین کے نزدیک ان کا دھونا باطل ہو گیا۔ (۷)

۱۹۔ نماز مظلونہ میں قہقہہ مارا تو صحیح یہ ہے کہ وضو ٹوٹ جائے گا (۸) نماز مظلونہ وہ نماز ہے جو اس گمان سے شروع کی کہ ابھی نہیں پڑھی پھر نماز کے دوران یقین ہوا کہ وہ پڑھ چکا ہے ایسی نماز شروع کرنے سے لازم نہیں ہوتی پس اس کو توڑ دینے سے اس کی قضا واجب نہیں ہوتی خواہ وہ نماز فرض و واجب ہو یا سنت ہوں لیکن اگر نماز میں قہقہہ مارا تو اصح قول کی بنا پر اس کا وضو ٹوٹ جائے گا کیونکہ نماز میں قہقہہ سے وضو ٹوٹنے کے بارے میں نص وارد ہوئی ہے۔ (۹)

۲۰۔ اگر کسی ایسے امام کے پیچھے نماز شروع کی جن کی افتا اس کے لئے صحیح نہیں ہے پھر اس نماز میں قہقہہ مارا تو بالاتفاق اس کا وضو نہیں ٹوٹے گا اور اسی طرح اگر کسی نے اپنی نماز باطل ہونے کے بعد قہقہہ مارا یا اپنی نماز سے باہر ہونے کے بعد قہقہہ مارا مثلاً آخری قعدے میں بیٹھنے کے بعد امام سے پہلے سلام پھر دیا پھر قہقہہ مارا تو اس کا وضو نہیں ٹوٹے گا۔ (۱۰)

مباشرت فاحشہ

۱۔ وضو کے نواقص حکمیہ میں سے مباشرت فاحشہ یعنی مرد و عورت کی شرمگاہوں کا شہوت کے ساتھ ملنا بھی ہے۔ (۱۱) پس مرد اور عورت کی شرمگاہوں کے شہوت کے ساتھ ملنے سے امام ابو حنیفہ و امام ابو یوسف رحمہما اللہ کے نزدیک وضو ٹوٹ جاتا ہے اگرچہ مذی (رطوبت) نہ نکلے کیونکہ ان کے نزدیک مباشرت فاحشہ حدت ہے اور یہ استحسان ہے اس لئے کہ مباشرت فاحشہ سے مذی کا نکلنا غالب طور پر

(۱)۔ ش و بحر (۲)۔ بحر و رد (۳)۔ ش و غایۃ الادوار (۴)۔ ع (۵)۔ بحر و درودش و فتح وغیرہامستقلاً (۶)۔ ع

(۷)۔ بحر و فتح (۸)۔ ع (۹)۔ حاشیہ تعرف (۱۰)۔ خانیہ و بحر (۱۱)۔ بحر

پایا جاتا ہے اور غالب وجوب کے حق میں تحقیق کی مانند ہوتا ہے، امام محمدؒ کے نزدیک جب تک ندی (رطوبت) نہ نکلے مباشرت فاحشہ حدت نہیں ہے اور اس سے وضو نہیں ٹوٹتا، یہ قیاس ہے اس لئے کہ رطوبت کے نہ نکلنے کا یقین حاصل ہے کیونکہ بیداری میں حقیقت حال سے واقف ہونا ممکن ہے اور شیخین کے نزدیک رطوبت کے عدم خروج کا یقین ہونا ناقابل تسلیم ہے کیونکہ یہ لا پرواہی اور سبہ خیالی کی حالت ہوتی ہے اور بسا اوقات تھوڑی سی رطوبت نکلتی ہے اس لئے وضو کے وجوب کا حکم دینے میں احتیاط ہے (۱) فتاویٰ عالمگیری میں ینایح کے حوالے سے امام محمدؒ کے قول پر فتویٰ اور نصاب سے اس کی تصحیح نقل کی ہے اور اصحاب حقائق وغیرہ نے بھی اسی کو صحیح و مفتی بہ کہا ہے لیکن یہ قول اعتماد کے لائق نہیں بلکہ شیخین کا قول معتد ہے، جلد میں تحفہ سے منقول ہے کہ شیخین کا قول صحیح ہے طحاوی و مدنیہ و در مختار وغیرہ میں اسی کو صحیح و معتد و مفتی بہ کہا ہے اور متون فقہ میں یہی قول مذکور ہے۔ (۲)

۲۔ مباشرت فاحشہ سے مراد یہ ہے کہ مرد و عورت دونوں جگے ہو کر شہوت کے ساتھ انتشار کی حالت میں ایک دوسرے سے لپٹیں اور ان کی شرم گاہیں آپس میں مل جائیں (۳) یعنی مرد کا شہوت سے ذکر کی استادگی کے ساتھ عورت کی فرج یا پاخانے کے مقام کو کسی حائل کے بغیر یا ایسے ہار یک حائل کے ساتھ جو حرارت کا مانع نہ ہو مس کرنا، اس سے مرد و عورت دونوں کا وضو ٹوٹ جاتا ہے۔ (۴)

۳۔ پس جب مرد اپنی عورت کے ساتھ مباشرت فاحشہ کرے اس طرح پر کہ دونوں جگے ہوں اور مرد کو شہوت سے استیلا لگی ہو اور دونوں کی شرم گاہیں مل جائیں تو امام ابو حنیفہ و امام ابو یوسف رحمہما اللہ کے نزدیک استحساناً دونوں کا وضو ٹوٹ جائے گا اور امام محمدؒ کے نزدیک جب تک رطوبت نہ نکلے ان کا وضو نہیں ٹوٹے گا یہ قیاس ہے (۵) پس امام محمدؒ کا قول قیاس کے زیادہ نزدیک ہے اور شیخین کے قول میں زیادہ احتیاط ہے۔ (۶)

۴۔ اگر ننگے مرد و عورت کی شرم گاہیں مل جائیں تو عورت کا وضو ٹوٹنے کے لئے مرد کے ذکر کا انتشار شرط نہیں ہے البتہ مرد کا وضو ٹوٹنے کے لئے انتشار ذکر شرط ہے (۷) پس اگر مرد نے اپنے ذکر سے عورت کی شرم گاہ کو انتشار کے بغیر مس کیا تو عورت کا وضو ٹوٹ جائے گا لیکن مرد کا وضو نہیں ٹوٹے گا۔ (۸)

۵۔ اگر دو مرد یا دو عورتیں یا مرد اور نابالغ لڑکا مباشرت فاحشہ کے مرتکب ہوں یعنی شہوت کے ساتھ اپنی شرم گاہوں کو ملائیں تب بھی شیخین کے نزدیک ان کا وضو ٹوٹ جائے گا (۹) (اور یہ فعل نہایت برا اور کبیرہ گناہ ہے، مؤلف)

۶۔ مباشرت فاحشہ کے بغیر مرد و عورت کے ایک دوسرے کو چھونے سے یا کسی بے ریش لڑکے کو چھونے سے احناف کے نزدیک مطلق طور پر وضو نہیں ٹوٹتا خواہ شہوت کے ساتھ چھوئے یا شہوت کے بغیر چھوئے لیکن اختلاف فقہاء سے بچنے کے لئے اس کو وضو کر لینا خاص طور پر جبکہ وہ امام ہو مستحب ہے کیونکہ امام شافعی رحمہ اللہ کے نزدیک اس کا وضو ٹوٹ جاتا ہے خواہ اس نے شہوت کے ساتھ مس کیا ہو یا بغیر شہوت کے مس کیا ہو اور امام مالک امام احمد رحمہما اللہ کے نزدیک اگر شہوت کے ساتھ مس کیا تو وضو ٹوٹتا ہے ورنہ نہیں (۱۰) اور اسی طرح اپنے یا کسی دوسرے کے پیشاب یا پاخانے کے مقام کو چھونے سے یا آگ پر پکی ہوئی چیز کے کھانے سے احناف کے نزدیک وضو نہیں ٹوٹتا بخلاف امام شافعی رحمہ اللہ کے (۱۱) لیکن اس کو ہاتھ دھو لینا مستحب ہے۔ (۱۲)

(۱)۔ کبیری و بدائع و فتح و غیر ہامتر میا (۲)۔ ش و غایۃ الاوطار وغیرہ ملقطا (۳)۔ فتح و شترجا (۴)۔ م و ط (۵)۔ ع زیادہ

(۶)۔ مجمع و ط (۷)۔ ش و ع (۸)۔ بہار شریعت (۹)۔ ع و کبیری و بحر و ش (۱۰)۔ بحر و در و کبیری و غیر ہامترجا

(۱۱)۔ کبیری و در و بحر و غیر ہا (۱۲)۔ در

جن چیزوں سے وضو نہیں ٹوٹتا: جن چیزوں سے وضو نہیں ٹوٹتا وہ دس ہیں جو مندرجہ ذیل ہیں: ۱۔ اس قدر خون کا ٹکٹا اور ظاہر ہونا جو اپنے نکلنے کی جگہ سے بہنے کی حد تک کا نہ ہو اس سے وضو نہیں ٹوٹتا، ۲۔ زخم وغیرہ سے خون کے بہے بغیر گوشت کا گرنا کیونکہ وہ فی نفسہ پاک ہے، ۳۔ زخم یا کان یا ناک سے کیڑے کا ٹکٹا کیونکہ وہ فی نفسہ نجاست نہیں ہے اور اس پر جو رطوبت لگی ہوتی ہے اتنی قلیل ہوتی ہے کہ بہنے کی حد تک نہیں ہوتی بخلاف اس کیڑے کے جو پاخانہ کے مقام سے نکلتا ہے کہ اس سے وضو ٹوٹ جاتا ہے کیونکہ وہ نجاست سے پیدا ہوتا ہے اس لئے فی نفسہ نجاست ہے، لیکن زخم اور کان اور ناک سے نکلا ہوا کیڑا اگر پانی وغیرہ کسی مانع میں گر جائے تو اس کو ناپاک کر دیتا ہے، ۴۔ مرد و عورت کے پیشاب یا پاخانہ کے مقام کو چھونے سے مطلق طور پر وضو نہیں ٹوٹتا خواہ باطن کف (تھیلی) سے چھوئے یا اس کے بغیر اور خواہ شہوت سے چھوئے یا اس کے بغیر چھوئے، ۵۔ عورت کو چھونا، پہلے اقسام وضو و ناقض وضو میں بیان ہو چکا ہے کہ اختلاف علما سے نکلنے کے لئے پیشاب و پاخانہ کے مقام کو چھونے اور عورت کو مس کرنے صورت میں نیا وضو کرنا مستحب ہے کیونکہ عبادت کا شغف علیہ ہونا مختلف فیہ ہونے سے بہتر ہے، ۶۔ منہ سے کم مقدار میں قے کرنا، ۷۔ صرف ہضم کی قے کرنا اگرچہ بہت زیادہ (یعنی منہ بھر کر) ہو، کیونکہ خالص ہضم کی قے امام ابو حنیفہ و امام محمد رحمہما اللہ کے نزدیک پاک ہے اس لئے کہ اس میں نجاست سرايت نہیں کرتی بخلاف امام ابو یوسف رحمہ اللہ کے ۸۔ پیشہ کر سونے والے کا اس قدر جھک جانا کہ اس کی مقعد کا اپنی جگہ سے اٹھ جانے کا احتمال ہو، ۹۔ دونوں سرین زمین یا پاؤں وغیرہ پر جمائے ہوئے ہونا، ۱۰۔ نماز کی حالت میں سونا، اگرچہ رکوع یا سجدہ کی حالت میں ہو جبکہ سجدہ مردوں کے مسنون طریقے پر کر رہا ہو اور اگر مردوں کے مسنون طریقے کے خلاف سجدہ کر رہا ہو اور اس میں سو جائے تو اس کا وضو ٹوٹ جائے گا۔ (۱) (ان سب کی تفصیل نو آقش وضو میں بیان ہو چکی ہے، مولف)

وضو میں شک ہو جانے کے مسائل

۱۔ اگر وضو کے درمیان میں کسی عضو کو دھونے یا مسح کرنے میں شک ہو کہ ایسا کیا ہے یا نہیں اور یہ شک اس کو پہلی دفعہ ہوا تو اس عضو کو دھو لے یا مسح کر لے یعنی غسل والے عضو کو دھو لے اور مسح والے عضو کا مسح کر لے، اور اگر اس کو اکثر شک ہوتا ہے اور اس کو شک کی عادت ہے تو شک کی طرف التفات نہ کرے اور شک والے عضو کے دھونے یا مسح کرنے کا اعادہ نہ کرے۔ (۲)

۲۔ اگر وضو سے فارغ ہونے بعد شک ہو تو اس کی طرف التفات نہ کرے خواہ پہلی دفعہ شک ہو یا اس کو شک کی عادت ہو اور جب تک اس کو اس عضو کے نہ دھونے کا یقین نہ ہو جائے وہ شخص با وضو ہے اس کو اس عضو کا دوبارہ دھونا فرض نہیں ہے (۳) اور اگر یقین کے ساتھ یاد آئے تو دھونا فرض ہے (خلاصہ یہ ہے کہ وضو کے دوران کسی عضو کے دھونے یا مسح کرنے میں پہلی دفعہ شک ہونے کی صورت میں اس عضو کو دوبارہ دھونا یا مسح کرنا فرض ہے اور کسی صورت میں نہیں، مولف)

۳۔ اگر کسی کو یقین ہے کہ اس نے وضو کیا تھا اور اس کے بعد وضو ٹوٹنے میں شک ہو تو اس کا وضو باقی ہے (لیکن اگر کبھی کبھی ایسا شک ہوتا ہو تو اس کو دوبارہ وضو کر لینا مستحب ہے (۴) اور اس کے برعکس اگر کسی شخص کو وضو ٹوٹ جانے کا یقین ہے اور اس کے بعد وضو کرنے میں شک ہو تو وہ بے وضو ہے پس اس پر وضو کرنا فرض ہے کیونکہ یقین شک سے زائل نہیں ہوتا (کبیری و بدائع و درر و فتح وغیرہ) اور اس (شک کے) مسئلے میں تحریر (انگل کے ذریعے گمان غالب ہوتا) پر عمل نہ کرے۔ (۵)

۳۔ اگر وضو اور حدث دونوں کا یقین ہے اور اس میں شک ہے کہ پہلے وضو تھا یا حدث، تو وہ شخص شرعاً با وضو ہے اس لئے کہ غالب طور پر وضو حدث کے بعد ہوتا ہے اور یتیم کرنے والا بھی شک کے مسئلہ میں وضو کرنے والے کے حکم میں ہے (۱) یعنی اگر یتیم کا یقین ہے اور بے وضو ہونے میں شک ہے یا حدث کا یقین ہے اور یتیم میں شک ہے تو یقین پر عمل کرے اور شک کی طرف انکشاف نہ کرے اور اگر یتیم اور حدث دونوں کا یقین ہے اور تقدم دتا خیر میں شک ہے تو اس شخص کا یتیم قائم ہے۔ (۲)

۵۔ اگر کسی کو یقین ہے کہ اس نے اعضاء وضو میں سے کسی عضو کو نہیں دھویا اور بھول گیا کہ وہ کونسا عضو ہے اور اس کو متعین کرنے میں شک ہو تو وہ بائیں پاؤں کو دھو لے اس لئے کہ یہ وضو کا آخری عمل ہے (۳) پس نسیان کی طرف بھی اقرب ہے، رہی یہ بات کہ اگر صورت مذکورہ میں بائیں پاؤں کے دھونے کا یقین ہو تو ظاہر یہ ہے کہ اس سے پہلے عضو کا اعتبار ہوگا (۴) مذکورہ بالا حکم اس وقت ہے جبکہ وضو سے فارغ ہونے کے بعد یہ شک ہوا ہو۔ پس اگر وضو کے درمیان میں یہ شک ہوا ہو تو جتنا وضو کر چکا ہے اس کے آخری عضو کو دھوئے مثلاً اس کو معلوم ہے کہ ابھی پاؤں نہیں دھوئے اور اس کو یقینی طور پر معلوم ہے کہ اس نے دونوں پاؤں سے پہلے کوئی فرض ترک کر دیا ہے اور اس میں شک ہے کہ وہ کونسا فرض ہے تو وہ اپنے سر کا مسح کرے۔ (۵)

۶۔ امام محمد سے روایت ہے کہ اگر کسی با وضو شخص کو یہ یاد ہے کہ وہ قضائے حاجت کے لئے بیت الخلا میں داخل ہوا اور اس بارے میں شک ہے کہ قضائے حاجت سے پہلے باہر نکل آیا ہے یا قضائے حاجت کے بعد نکلا تو اس پر نیا وضو کرنا واجب ہے اس لئے کہ ظاہر یہ ہے کہ وہ قضائے حاجت کے بعد باہر نکلا ہے اور اسی طرح کسی بے وضو شخص کو یہ معلوم ہے کہ وہ وضو کے لئے پانی کا برتن لے کر بیٹھا ہے اور اس کو شک ہے کہ اس نے وضو کیا ہے یا وضو کرنے سے پہلے کھڑا ہو گیا ہے تو اس پر نیا وضو کرنا واجب نہیں ہے، اس لئے کہ بظاہر وہ وضو کے بغیر کھڑا نہیں ہوگا۔ (۶)

۷۔ اگر کسی شخص کو شک ہو کہ اس کی پیشاب گاہ سے بننے والی چیز پانی ہے یا پیشاب ہے تو اگر اس نے قریب کے زمانے میں پانی سے استنجاء وغیرہ کیا ہو یا اس کو بار بار شک ہوتا ہو تو اس کا وضو قائم ہے ورنہ وضو کا اعادہ کرے بخلاف اس صورت کے کہ اس کو دونوں میں سے ایک کا گمان غالب ہو (۷) پس جس شخص نے وضو کرنے کے بعد تری دیکھی اور وہ یہ نہیں جانتا کہ یہ پانی ہے یا پیشاب ہے اگر اس کو پہلی دفعہ یہ واقعہ پیش آیا ہو تو وہ وضو کا اعادہ کرے (۸) اور اگر شیطان اس کو اکثر یہ وسوسہ ڈالتا ہو تو اپنی نماز پڑھتا رہے اور اس کی طرف التفات نہ کرے اس لئے کہ اس کو با طہارت ہونے کا یقین ہے اور حدث ہونے میں شک ہے کیونکہ یہ وسوسہ کی بات ہے اس لئے اس کو ختم کرنا واجب ہے اور اس کو وضو کرتے وقت اپنی فرج یا تہبند یا جامہ کی میانی پر پانی چھڑک لینا چاہئے تاکہ اس کا وسوسہ جاتا رہے حتیٰ کہ جب اس کو یہ وسوسہ محسوس ہو تو خیال کو اس طرف پلٹ دے کہ یہ وہی پانی ہے جو میں نے ابھی چھڑکا تھا (۹) خلاصہ میں کہا ہے کہ یہ حیلہ اس وقت کارآمد ہوتا ہے جبکہ اس نے قریب کے زمانے میں وضو کیا ہو لیکن اگر عضو شک ہونے کے بعد یہ شک ہوا تو یہ حیلہ بے کار ہے اور پیشاب گاہ کے سوراخ میں روئی داخل کر لینا ہر حال میں کارآمد ہے واللہ اعلم۔ (۱۰)

۸۔ حدث میں شک ہونا حقیقی حکمی دونوں قسم کے حدث کو شامل ہے پس اگر یہ شک ہوا کہ سویا ہے یا نہیں، یا یہ شک ہوا کہ دونوں سرین جھا کر سویا ہے یا سرین اٹھے ہوئے سویا ہے، یا یہ کہ سوتے وقت اس کی ایک سرین اٹھ گئی ہے یا نہیں، یا یہ کہ یہ شک ہوا کہ ایسا جاگنے کی حالت میں ہوا یہ سونے کی حالت میں، تو ان سب صورتوں میں وہی حکم ہے جو حدث میں شک ہونے کے متعلق بیان ہوا۔ (۱۱)

(۱)۔ دروش (۲)۔ غایۃ الاوطار (۳)۔ کبیری ددر (۴)۔ غایۃ الاوطار (۵)۔ فتح دوش (۶)۔ بدائع و فتح دوش و کبیری

(۷)۔ فتح دوش (۸)۔ کبیری (۹)۔ کبیری و بدائع (۱۰)۔ کبیری (۱۱)۔ ش

۹۔ اگر پانی یا کپڑے کے نجس ہونے میں شک ہو، یا بیوی کو طلاق دینے میں شک ہو کہ دی ہے یا نہیں دی، یا لونڈی اور غلام کے آزاد کرنے میں شک ہو تو اس شک کا کوئی اعتبار نہیں، اس کپڑے کو پاک جانے اور بیوی کو حسب سابق بیوی اور لونڈی اور غلام کو مملوک سمجھ، مسائل شک کا پورا بیان کتاب الاشیاء والنظار میں یقین لایزول ہا شک کے قاعدے میں ہے (۱) تارخانیہ میں ہے کہ اگر کسی شخص کو اپنے برتن یا کپڑے یا بدن میں شک ہو کہ نجاست لگی ہے یا نہیں تو جب تک نجاست لگنے کا یقین نہ ہو جائے وہ پاک ہے اور اسی طرح کنوئیں اور حوض اور راستوں پر رکھے ہوئے مکے جن میں سے بچے اور بڑے مسلمان اور کافر سب ہی پانی پیتے ہیں اور اسی طرح اہل شرک اور مسلمان جاہل لوگ بھی، روٹی اور کھانے کی دوسری چیزیں اور کپڑے تیار کرتے ہیں جب تک ان میں نجاست کا ہونا یقین طور پر معلوم نہ ہو وہ پاک ہیں، محض شک کی وجہ سے ان کو ناپاک نہیں کہا جائے گا۔ (۲)

غسل کا بیان

تفسیر غسل: غسل لغت کے اعتبار سے غین کی ضمے کے ساتھ اغسال کا اسم ہے اور وہ تمام جسم کا دھونا ہے اور یہ لفظ لغت میں اس پانی کے لئے بھی استعمال ہوتا ہے جس سے غسل کیا جائے، لیکن امام نووی رحمہ اللہ نے کہا ہے کہ غسل لغت میں غین کی فتح اور ضمے دونوں کے ساتھ صحیح ہے اور غین کی فتح (زبر) کے ساتھ زیادہ صحیح و مشہور ہے، اور ضمے کے ساتھ فقہا یا ان کی اکثریت میں مستعمل ہے اور اصطلاح میں پہلے لغوی معنی یعنی تمام بدن کا دھونا مراد ہے۔ (۱)

حکم غسل: غسل کا حکم یہ ہے جو چیز عمل ادا نہ کرنے کی حالت میں جائز و درست نہیں وہ غسل کرنے بعد جائز و درست ہو جاتی ہے (۲) یہ تو اس دنیوی حکم یہ کہ تقرب و عبادت کی نیت سے غسل کرنے پر اس کو ثواب حاصل ہوگا۔ (۳)

شرائط غسل: غسل کے وجوب و صحت کی شرائط وہی ہیں وضو کی شرائط ہیں اور وضو کے بیان میں مذکور ہیں۔ (۴)

رکن غسل: جسم کے ہر حصے پر ایک مرتبہ پانی پہنچانا غسل کا رکن ہے جس پر مشقت کے بغیر پانی پہنچانا ناممکن ہو، حتیٰ کہ اگر جسم کے ذرا سے حصے پر بھی پانی نہ پہنچا تو غسل جائز و صحیح نہیں ہوگا۔ (۵)

فرائض غسل

۱۔ غسل میں تین فرض ہیں اور وہ یہ ہیں: ۱۔ کلی کرنا، ۲۔ ناک میں پانی ڈالنا، ۳۔ سارے بدن کو ایک بار دھونا (۶) یعنی کلی و ناک میں پانی ڈالنے کے علاوہ باقی تمام بدن کو ایک بار دھونا (۷) اور غسل سے مراد غسل فرض یعنی جنابت و حیض و نفاس کا غسل ہے، جیسا کہ سراج الوہاج میں مذکور ہے اور سراج الوہاج کا ظاہر کلام اس پر دلالت کرتا ہے کہ کلی کرنا اور ناک میں پانی ڈالنا غسل مسنون میں شرط یعنی فرض نہیں ہے کیونکہ غسل مسنون ان دونوں کے بغیر بھی ادا ہو جاتا ہے (۸) اور ان دونوں کے غسل مسنون میں فرض نہ ہونے سے مراد یہ ہے کہ ان دونوں کے ترک کرنے سے وہ شخص گنہگار نہیں ہوگا اور یہ مرد نہیں کہ غسل مسنون کا صحیح ادا ہونا ان دونوں پر موقوف نہیں ہے۔ (۹)

۲۔ کلی کرنے اور ناک میں پانی ڈالنے کی حدود وضو کے باب میں بیان ہو چکی ہے۔ (۱۰)

۳۔ جنبی نے اگر پانی پیا اور منہ سے باہر نہیں لا تو وہ کلی کی بجائے کافی ہے جبکہ وہ سارے منہ میں پہنچ جائے (۱۱) یعنی فرض کے ادا ہونے میں منہ بھر کو پانی پینا کافی ہے اس لئے کہ اصح قول کے مطابق کلی کی فرضیت ادا ہونے کے لئے کلی کے پانی کا باہر پھینکنا شرط نہیں ہے (۱۲) پس اگر منہ بھر کے پانی پیا کہ جس سے سارا منہ اندر سے دھل گیا تو کلی کا فرض ادا ہو گیا اور اگر چوس کر پانی پیا تو فرض ادا نہیں ہوگا (اس لئے کہ چوسنے سے سارے منہ کے اندر پانی نہیں پہنچتا) (۱۳) اور امام ابو یوسفؒ کے نزدیک جب تک کلی کا پانی منہ سے باہر نہ ڈالے کلی کا فرض

(۱)۔ بخروش دم (۲)۔ بخروم (۳)۔ مدط (۴)۔ بخروم (۵)۔ بدائع و بخروش (۶)۔ منیہ و دغ و قدوری وغیرہا

(۷)۔ کبیری (۸)۔ بخروش و در تصرفا (۹)۔ ش (۱۰)۔ ع (۱۱)۔ ع (۱۲)۔ در (۱۳)۔ غایۃ الاوطار

ادائیں ہوگا (۱) پس پانی اس وقت کلی کرنے کے قائم مقام ہوتا ہے جبکہ مسنون طریقے کے مطابق نہ ہو اور پانی سارے منہ میں پہنچ جائے ورنہ کلی کے قائم مقام نہیں ہوگا اور واقعات ناظمی میں ہے کہ پانی پینے کی صورت میں غسل جنابت ادا نہیں ہوگا جب تک کہ پانی کونہ سے باہر نہ ڈالے خواہ مسنون طریقے پر پانی پئے یا غیر مسنون طریقے پر پئے۔ اور خلاصے میں ہے کہ یہ (پانی کا منہ سے باہر ڈالنا) احوط ہے (۲) اس لئے کہ وہ فرضیت کی ادائیگی سے بالاتفاق عہدہ برآ ہو جائے گا، جنبی کا کلی کے پانی کو نکل لینا مکروہ ہے اور خلاصے میں جو غیر مسنون طریقہ پر پانی پینے سے غسل جنابت ادا ہونا اور مسنون طریقہ پر پانی پینے سے غسل جنابت ادا نہ ہونا مذکور ہے اس سے مراد یہی ہے کہ اگر منہ بھر کر پانی پیا تو غسل جنابت ادا ہو جائے گا ورنہ نہیں اور یہ جو بعض نے کہا ہے کہ اگر وہ فحش جاہل ہے تو پانی پینے سے کلی کا فرض ادا ہو جائے گا اور اگر عالم ہے تو یہ فرض ادا نہیں ہوگا، اس سے بھی یہی مراد ہے کیونکہ جاہل منہ بھر کر پانی پیتا ہے اور عالم سنت طریقے پر چوس کر پانی پیتا ہے۔ (۳)

۴۔ اگر اس کے کسی دانت میں کچھ خلا ہے یا اس کے دانتوں کے بیچ میں کھانا وغیرہ کچھ باقی رہ گیا ہے یا اس کی ناک میں کچھ تر رینٹ ہے تو اصح قول کی بنا پر اس کا غسل پورا ہو گیا اس لئے کہ پانی لطیف شے ہے وہ غالب طور پر ہر جگہ پہنچ جاتا ہے اور احتیاط اس میں ہے کہ دانتوں کے خلا سے کھانا (وغیرہ) نکال کر اس جگہ پانی بہالے اور اگر خشک رینٹ ناک میں ہے تو وہ چبائی ہوئی روٹی اور گندھے ہوئے آنے کی مانند ہے کہ اس صورت میں اس کا غسل پورا نہ ہوگا (۴) پس اس خشک رینٹ کو نکال کر اس کی جگہ پانی پہنچائے۔ (مولف)

۵۔ اگر گندھا ہوا آٹا ناخنوں میں لگا ہو ہے تو غسل پورا نہ ہوگا (۵) اور اگر کسی کے بدن پر مچھلی کا پوست یا چبائی ہوئی روٹی لگی ہو اور وہ خشک ہو گئی ہو اور نہانے یا وضو کرنے میں اس کے نیچے پانی نہیں پہنچا تو غسل درست نہیں ہوگا (۶) اور اسی طرح اگر ناک میں خشک میل کچیل ہو تو وہ غسل کے پورا ہونے کی مانع ہے (۷) اس لئے کہ تمام جسم کا وضو فرض ہے اور یہ چیزیں اپنی سختی کے باعث اپنے نیچے پانی پہنچنے کی مانع ہیں (۸) اور میل کچیل اور خشک اور تر مٹی بدن تک پانی پہنچنے کی مانع نہیں ہے اگرچہ ناخنوں کے اندر ہو اس لئے کہ پانی اس میں سرایت کر جاتا ہے اصح قول میں یہ حکم دیہاتی و شہری سب کے لئے مطلق ہے (۹) اور جرم ساز اور رگ ریز کے ناخنوں میں جو چیزیں بھر جاتی ہیں وہ غسل پورا ہونے کی مانع ہے اور بعض فقہاء کا قول یہ ہے کہ حرج اور ضرورت کے باعث یہ مانع غسل نہیں ہے اس لئے کہ ضرورت کے مقامات قواعد شرع سے مستثنیٰ ہوتے ہیں (۱۰) اور اسی پر فتویٰ ہے اور صحیح یہ ہے کہ اس بارے میں دیہاتی اور شہری میں کوئی فرق نہیں ہے (۱۱) یعنی دونوں کے لئے یکساں حکم ہے (۱۲) اگر کبھی اور پھر کی بیٹ (پاخانے) کے نیچے پانی نہ پہنچے تو یہ طہارت یعنی وضو اور غسل کے پورا ہونے کی مانع نہیں ہے یعنی اس کا غسل پورا ہو جائے گا (۱۳) کیونکہ اس سے بچنا ممکن نہیں ہے (۱۴) اور مہندی طہارت (وضو و غسل) کی مانع نہیں ہے اگرچہ مہندی کا جرم (لبدی) لگا ہوا ہو اور اسی پر فتویٰ دیا گیا ہے (۱۵) لیکن مہندی کا جرم لگا ہونے کی صورت میں اس کے نیچے پانی پہنچانا ضروری ہے اگر اس کے نیچے پانی نہیں پہنچے گا تو طہارت حاصل نہ ہوگی (۱۶) اور ذخیرے میں مہندی کے مسئلے میں کہا ہے کہ اگر اس کا جرم بدن پر باقی رہ گیا اور (اسی طرح) اگر گیلی مٹی یا میل بدن پر باقی رہ گیا تو اس کا وضو ضرورت کے باعث جائز ہے اور اس لئے بھی جائز ہے کہ پانی اس کے مساموں میں سرایت کر جائے گا اور اس میں چپکا ہٹ اور سختی بھی نہیں ہوتی اور اسی پر فتویٰ ہے اس لئے کہ ان سب سورتوں میں پانی کا سرایت کر جانا اور بدن تک پہنچنا معتبر ہے۔ (۱۷)

(۱)۔ بخروج زیادۃ عن غایۃ الاوطار (۲)۔ کبیری و محروش (۳)۔ ش (۴)۔ ع و فتح و بحر و در و ملتقطا (۵)۔ ع و غیرہ

(۶)۔ کبیری و ع (۷)۔ بخروج و ع و کبیری و ملتقطا (۸)۔ کبیری (۹)۔ در و بحر و ع و غیرہ ملتقطا (۱۰)۔ ع و بحر

(۱۱)۔ بحر (۱۲)۔ ع (۱۳)۔ در و ع و بحر و ع (۱۴)۔ ش (۱۵)۔ در (۱۶)۔ غایۃ الاوطار (۱۷)۔ کبیری و ش

۶۔ اگر کسی شخص کا رخم ٹھیک ہو گیا اور رخم کے اوپر کا چھلکا اٹھ گیا ہو اور اس کے کنارے جلد کے ساتھ لگے ہوئے ہوں سوائے اس کنارے کے جس سے پیپ نکلتی تھی اور وہ اٹھا ہوا ہو یا کسی کے چپک لگی ہوئی ہو اور اس کے چھلکے اٹھ گئے ہوں، مگر کنارے طے ہوئے ہوں اور چھلکوں کے نیچے پانی نہ پہنچے تو مضائقہ نہیں اور اس کا وضو اور غسل پورا ہے (۱) پھر اگر چھلکے اتر جائیں تو ان کے نیچے کی جگہ کو دوبارہ نہ دھوئے۔ (۲)

۷۔ آنکھوں کے اندر پانی پہنچانا فرض نہیں ہے (۳) کیونکہ آنکھوں کو اندر سے دھونے میں حرج ہے جو کہ پوشیدہ نہیں ہے پس بلا شبہ آنکھ جہاں ہے پانی کو قبول نہیں کرتی اسی لئے اگر کسی نے آنکھ کے اندر ناپاک سرمہ لگایا ہو تو اس آنکھ کو اندر سے دھونا فرض نہیں ہے (۴) اور اسی طرح نابینا شخص کے لئے بھی آنکھ کو اندر سے دھونا فرض نہیں ہے۔ (۵)

۸۔ بالوں کی جڑوں کے نیچے پانی پہنچانا بالاجماع فرض ہے اگرچہ وہ بال مخبان ہوں اور اسی طرح ڈاڑھی اور سر باقی بدن کے بالوں کے درمیان میں بھی پانی پہنچانا فرض ہے، حتیٰ کہ اگر بالوں پر لہدی لگی ہوئی ہو اور ان کے درمیان میں پانی نہ پہنچے تو غسل جائز نہ ہوگا (۶) پس مرد کو اپنی ڈاڑھی کے بالوں کے بیچ میں پانی پہنچانا فرض ہے جس طرح کہ اس کی جڑوں میں پانی پہنچانا فرض ہے اور اس کو اپنے (سر کے) بالوں کے بیچ میں پانی پہنچانا فرض ہے۔ اگر عورت کے سر کے بال گندھے ہوں اور غسل کرتے وقت ان بالوں کی جڑوں میں پانی پہنچ جائے تو اس کے لئے اپنی چوٹی کو کھولنا فرض نہیں ہے اور اس عورت کے لئے اپنی چوٹی کے بالوں کو بھگونا یعنی بالوں کے اندر پانی پہنچانا بھی فرض نہیں ہے یہی صحیح ہے اور اگر عورت کے سر کے بال کھلے ہوئے ہوں تو ان کے درمیان میں پانی پہنچانا (بالا تفاق) فرض ہے (۷) اس لئے کہ عورت غسل کرنے میں مرد کی مانند ہے کہ کھلے ہوئے تمام بالوں کے درمیان اور ان کے نیچے کی کھال تک پانی پہنچانا بالعموم ان سب پر واجب ہے لیکن اگر عورت کے بال گندھے ہوئے ہوں اور سر کے بالوں کی جڑوں تک پانی پہنچ گیا ہو تو اس کے لئے چوٹی کو کھولنا اور لٹکے ہوئے بالوں کا دھونا حرج و مشقت کی وجہ سے ساقط ہے بخلاف مرد کے۔ پس اگر سر کے بال کھلے ہوئے ہوں یعنی گندھے ہوئے نہ ہوں اور چوٹی بنی ہوئی نہ ہو تو غسل فرض میں مرد و عورت کا حکم یکساں ہے کہ تمام بالوں کو تر کرنا یعنی بالوں کے درمیان میں اور ان کی جڑوں میں پانی پہنچانا فرض ہے اور اگر سر کے بال گندھے ہوئے ہوں یعنی چوٹی بنی ہوئی ہو تو عورتوں کا حکم مردوں سے مختلف ہے یعنی عورت کے لئے گندھی ہوئی چوٹی کو کھولنا ضروری نہیں ہے بلکہ اس کی جڑوں میں پانی پہنچانا کافی اور تکلیف و مشقت کے باعث عورت کو شرع شریف نے اس کی اجازت دی ہے جیسا کہ حدیث ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے ثابت ہے جس کو امام مسلم نے روایت کیا ہے لیکن اگر عورت کے سر کے بال اس قدر سختی کے ساتھ گندھے ہوئے ہوں کہ اس کی چوٹی کی جڑوں میں پانی نہ پہنچے تو عورت کے لئے بھی چوٹی کا کھولنا مطلقاً واجب ہے خواہ اس میں تکلیف ہو یا نہ ہو یہی قول صحیح ہے، اور غیر صحیح قول یہ ہے کہ عورت کے لئے بالوں کو دھونے کے بعد بالوں کا نچوڑنا ضروری ہے خواہ بال گندھے ہوئے ہوں یا کھلے ہوئے ہوں، اور مردوں کے بال اگر گندھے ہوئے ہوں تو مردوں کو چوٹی کی جڑوں میں پانی پہنچانا کفایت نہیں کرتا بلکہ ان کے لئے گندھے ہوئے بالوں کو کھولنا اور تمام بالوں کے درمیان اور ان کی جڑوں میں پانی پہنچانا فرض ہے اور اگرچہ وہ مرد علوی یا ترکی ہوں اس لئے کہ مرد کو سر کا منڈوانا کسی قباح و بدنامی کے بغیر ممکن ہے برخلاف عورت کے یہی صحیح ہے۔ اور اس کی تائید حضرت علی کرم علیہ اللہ وجہہ کی روایت سے ہوتی ہے جو کہ سنن میں مذکور ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا جس شخص نے غسل جنابت میں ایک بال بھی دھونے سے ترک کیا تو اس کے ساتھ دوزخ کی آگ سے ایسا ایسا کیا جائے گا، حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے تھے کہ میں نے اس وقت سے یہ عادت بنالی

کہ میں اپنے سر پر بال نہیں رہنے دیتا ہوں بلکہ سر کے بالی منڈوا ڈالتا ہوں ایسا نہ ہو کہ غسل جنابت میں کسی بال تک پانی نہ پہنچے (۱) علویوں یعنی سادات مرتضوی جو غیر فاطمی ہیں اور ترکوں کی عادت بال رکھنے اور چوٹی گوندھنے کی ہے اس لئے فقہانے ان کو بالخصوص ذکر کیا ہے ورنہ سب مردوں کے لئے یہی حکم ہے۔ (۲)

۹۔ اگر کسی مرد یا عورت کے سر یا ڈاڑھی کے بالوں میں گرہ پڑ گئی ہو تو اس گرہ کو کھولنا فرض نہیں کیوں کہ اس سے بچنا ممکن نہیں ہے اور اگر کسی نے کوئی بال اکھاڑ دیا جس کو غسل میں دھویا نہیں گیا تھا تو ظاہر یہ ہے کہ اس کی جگہ کو دھونا فرض ہے کیونکہ اب دھونے کا حکم اس کی جگہ کی طرف منتقل ہو گیا غور کر لیجئے۔ (۳)

۱۰۔ اگر بیماری وغیرہ کسی عذر کی وجہ سے عورت کو سر کا دھونا مضر ہو تو اس کے لئے سر کا دھونا معاف ہے اور باقی جسم کا دھونا فرض ہے بعض نے کہا ہے کہ وہ سر کا مسح کرے اور باقی جسم کو دھوئے پس اس عذر کی وجہ سے سر کا دھونا اس کو ضرر کرتا ہے اور وہ اپنے خاوند کو جماع سے منع نہ کرے اس لئے کہ یہ خاوند کا حق ہے اس کے ضرر کا علاج یہ ہے کہ وہ سر کا دھونا ترک کرے اور باقی جسم کو دھولے اور بعض کے قول کے مطابق باقی جسم کو دھولے اور سر کا مسح کرے۔ (۴)

۱۱۔ اگر عورت اپنے سر پر گاڑھی خوشبو اس طرح لگائے کہ پانی بالوں کی جڑوں میں نہ پہنچ سکے تو اس خوشبو کے جرم کا دُور کرنا اس پر فرض ہے تاکہ پانی بالوں کی جڑوں میں پہنچ جائے۔ (۵)

۱۲۔ ناف کے سوراخ (توعدی) میں پانی پہنچانا فرض ہے کیونکہ یہ بھی جسم کا ظاہری حصہ ہے اور اس میں پانی پہنچانا بالاحرج ممکن ہے اور مبالغہ یعنی خوب اچھی طرح پہنچانے کے لئے ناف میں انگلی ڈالنا اولیٰ ہے پس اگر پانی جسم پر بہتا ہو ناف کے سوراخ (توعدی) میں داخل ہو جائے تو اس کے لئے کافی ہے ورنہ اس کو انگلی داخل کرنا ضروری نہیں البتہ اولیٰ ہے، پس اگر اس طرح سوراخ میں پانی نہ گیا تو تصدًا داخل کرے اگر چہ اپنی انگلی کے ذریعے سے ہو۔ (۶)

۱۳۔ اگر کان کی بالی اور انگوٹھی (اور کنگن، آری، چوڑی، تھنہ، بلاق، چھلے وغیرہ) تنگ ہوں تو ان کو حرکت دینا (یا نکال دینا فرض ہے، اگر کان میں بالی (اور ناک میں تھنہ وغیرہ) نہ ہو اور جب پانی کان (وغیرہ) کے اوپر سے گزرے بالی (وغیرہ) کے سوراخ کے اندر بھی داخل ہو جائے تو کافی ہے اور اگر اس طرح سوراخ کے اندر نہ جاتا تو خیال کر کے اس میں پانی داخل کرے لیکن پانی پہنچانے کے علاوہ تنکا وغیرہ ڈالنے کا تکلف نہ کرے (۷) اور کان و ناف وغیرہ کے سوراخ میں پانی داخل ہونے کے بارے میں ظن غالب کا اعتبار ہے اگر اس کا ظن غالب یہ ہے کہ پانی سوراخ میں تکلف کے بغیر داخل نہیں ہوگا تو تکلف سے پانی اس کے اندر پہنچائے اور اگر بڑا تکلف پانی پہنچے گا گمان غالب ہو تو تکلف نہ کرے خواہ کان کے سوراخ میں بالی (اور ناک میں تھنہ وغیرہ) ہو یا ہونہ (۸) اور اگر بالی (وغیرہ) نکال دینے کے بعد وہ سوراخ مل گیا تو اس میں پانی پہنچانا حرج کی وجہ سے واجب نہیں ہے (۹) اور اگر کان کی بالی نکالنے کے بعد سوراخ بند ہو گیا اور ایسا ہو گیا کہ اگر اس کے اوپر سے پانی بہایا جائے تو پانی اس میں داخل ہو جائے گا اور غفلت تو داخل نہیں ہوگا تو ضروری ہے کہ اس کے اوپر سے پانی بہائے اور پانی بہانے کے سوا تنکا وغیرہ نہ ڈالے یا اور کوئی تکلف نہ کرے کیونکہ شریعت میں حرج دور کر دیا گیا ہے (۱۰) یہ مسئلہ عورتوں کے لئے غالب اعتبار کی بنا پر وضع کیا گیا ہے ورنہ اس بارے میں مرد و عورت میں کوئی فرق نہیں ہے۔ (۱۱)

(۱)۔ کبیری دم و دوش و بدن و غیرہ بالخصوص و مرد و عورت (۲)۔ غایۃ الاوطار (۳)۔ ش (۴)۔ دروش و (۵)۔ ع

(۶)۔ بدن و کبیری دم و دوش و غیرہ بالخصوص (۷)۔ ع (۸)۔ کبیری (۹)۔ در (۱۰)۔ کبیری دوش (۱۱)۔ کبیری

۱۳۔ عورت کو غسل فرض یعنی غسل جنابت و حیض و نفاس میں باہر کی فرج کا دھونا واجب ہے کیونکہ وہ منہ کی مانند ہے اور اس کا دھونا بلا حرج ممکن ہے (۱) اور وضو میں یہ سنت ہے (۲) اور پاخانہ کے خارج کا بھی یہی حکم ہے (۳) اور غسل میں فرج داخل کا دھونا فرض نہیں ہے اس لئے کہ وہ جلیق کی مانند ہے یعنی یہ باطن ہے (۴) اور عورت غسل کرتے وقت اپنی انگلی فرج کے اندر داخل نہ کرے یہی مختار ہے (۵) یعنی عورت کو اپنی پیشاب گاہ میں انگلی داخل کرنا واجب نہیں ہے اور اسی پر فتویٰ دیا گیا ہے۔ (۶)

۱۵۔ جس شخص کی ختنہ نہیں ہوئی اگر اس نے غسل جنابت کیا اور اس کے حشفہ کے اوپر والی کھال (قلعہ) کے اندر پانی داخل نہیں ہوا تو بعض فقہانے کہا کہ اس کا غسل جائز ہے اور بعض نے کہا کہ جائز نہیں ہے اور یہی اصح ہے اس لئے کہ اس کھال کا اندرونی حصہ ظاہری جسم کے حکم میں ہے حتیٰ کہ اگر پیشاب اس کھال میں اتر آئے تو بالا جماع وضو ٹوٹ جاتا ہے اور منی اس کھال تک نکل آئے تو بالا جماع غسل واجب ہو جاتا ہے۔ زیلعی نے شرح کنز میں اس کو صحیح کہا ہے اور نوازل میں کہا ہے کہ قلعہ (ختنہ والی کھال) میں پانی داخل کرنے کو ترک کرنا جائز نہیں ہے۔ اور شیخ کمال الدین ابن ہمام نے کہا کہ پہلا قول صحیح ہے اور اس کا غسل جائز ہونے کی وجہ حرج ہے نہ کہ اس کھال کا پیدائشی ہونا اور انھوں نے کہا ہے قلعہ کے اندر پانی پہنچنا مستحب ہے اور اس کی تائید فتاویٰ ہندیہ سے بھی ہوتی ہے جیسا کہ اس میں ہے کہ جس شخص کی ختنہ نہ ہوئی ہو اگر اس نے جنابت کا غسل کیا اور ختنہ والی کھال کے اندر پانی داخل نہ ہوا تو اس کا غسل جائز ہے اور یہی قول مختار ہے، مستحب یہ ہے کہ اس کھال کے اندر پانی داخل کرے۔ فتاویٰ قاضی خاں میں بھی اسی کو لیا ہے اور اس کے جواز کی تعلیل میں کہا ہے کیونکہ یہ کھال پیدائشی ہے اور کبیری شرح منیہ میں ہے کہ حرج غیر مسلم ہے اور اس کے پیدائشی ہونے کو اس کے اندر پانی نہ پہنچانے میں کوئی دخل نہیں ہے پس دوسرا قول اصح ہے کیونکہ تطہیر کا حکم عام ہے (۷) بدائع میں بھی دوسرے قول کو صحیح کہا ہے جیسا کہ اس میں ہے کہ بے ختنہ شخص کے لئے قلعہ کے اندر پانی پہنچانا واجب ہے اور بعض نے کہا کہ واجب نہیں ہے اور یہ صحیح نہیں ہے کیونکہ اس میں پانی داخل کرنا بلا حرج ممکن ہے (۸) ان عبارتوں سے معلوم ہوا کہ دونوں طرف صحیح ہے اور دونوں اقوال مفتیٰ بہ ہیں (مولف) اور ان دونوں اقوال میں اسی طرح تطبیق ہو سکتی ہے کہ اگر قلعہ (ختنہ والی) کھال کو کسی مشقت کے بغیر الٹ کر حشفہ (سر ذکر) کو کھولنا اور اس پر پانی پہنچانا ممکن ہے تو اس طرح سے پانی پہنچانا واجب ہے اور اگر ایسا کرنا ممکن نہ ہو یعنی اس کھال کا سوراخ اس قدر تنگ ہو کہ صرف پیشاب نکلنے کا سوراخ ہو تو حرج کی وجہ سے اس کے اندر پانی پہنچانا واجب نہیں البتہ ایسی صورت میں اس حرج کا ازالہ ختنہ کے ذریعے ممکن ہے لیکن اگر کوئی شخص ختنہ کرانے کی طاقت نہ رکھتا ہو مثلاً کوئی شخص ایسی عمر میں مسلمان ہوا کہ کہ بوڑھا ضعیف ہو تو اس کے حق میں یہ حرج ہے اور معاف ہے (۹) پس صحیح قول کی بنا پر اگر قلعہ کو الٹ کر پانی پہنچانے میں مشقت نہ ہو تو قلعہ کے اندر پانی پہنچانا فرض ہے اور اگر مشقت ہو تو حرج کی وجہ سے اس کے اندر پانی پہنچانا واجب نہیں جیسا کہ کان کی بانی وغیرہ کا سوراخ اگر بند ہو جائے تو حرج کی وجہ سے اس کے اندر پانی پہنچانا واجب نہیں ہے۔ (۱۰)

۱۶۔ غسل کے وقت پانی سے استنجا کرنا فرض ہے کہ یہ جگہ بھی بدن کا ایک حصہ ہے اگرچہ اس جگہ پر کوئی نجاست حقیقی لگی ہوئی نہ ہو اس لئے کہ اس میں نجاست حکمیہ یعنی جنابت کا اثر ہے۔ (۱۱)

۱۷۔ اگر کسی کے ہاتھوں اور پاؤں کی انگلیاں اس طرح سے ملی ہوئی ہوں کہ خلال کے بغیر ان کے درمیان میں پانی نہیں پہنچتا یعنی انگلیاں ایسی کھلی ہوئی نہیں ہیں کہ تکلف کے بغیر ان میں پانی داخل ہو سکے تو اس کے لئے غسل وضو میں انگلیوں کا خلال کرنا فرض ہے اور اگر

(۱)۔ ع و ف و ج و بدائع عم و غیرہ ملقطاً (۲)۔ ع (۳)۔ م (۴)۔ دروش و ملقطاً (۵)۔ ع و غیرہ (۶)۔ فتح و دروش و بحر و غیرہ

(۷)۔ کبیری ملخصاً و زیادہ (۸)۔ بدائع (۹)۔ ش ملخصاً (۱۰)۔ م (۱۱)۔ کبیری

انگلیاں اس طرح کھلی ہوں کہ ان میں پانی بے تکلف داخل ہو سکے تو غسل و وضو میں انگلیوں کا خلال کرنا سنت ہے۔ (۱)

۱۸۔ جسم کی ظاہری جلد (کھال) پر پانی بہا کر اس کو دھونا اور بالوں کو تر کرنا بھی فرض ہے اگر اس کے بدن سے کچھ حصہ باقی رہ گیا جس کو پانی نہ پہنچا ہو تو وہ شخص جنابت سے پاک نہیں ہوگا اگرچہ وہ خشک حصہ تھوڑا سا ہو، یعنی اگرچہ سوئی کی نوک جتنا ہو اس لئے کہ پورے جسم کو دھونا فرض ہے (۲) پس جسم کے جس حصے کو بلا حرج دھونا ممکن ہو مثلاً کان ناف، مونچھ، ابرو، جلد بال وغیرہ سب کا دھونا فرض ہے اور جس کے دھونے میں حرج ہے اس کا دھونا فرض نہیں ہے۔ (۳) جیسا کہ ان سب کی تفصیل بیان ہو چکی ہے، مؤلف (اور بدن کو ملنا یعنی اس پر ہاتھ پھیرنا فرض نہیں ہے بلکہ مستحب ہے) (۴) پس اگر غسل کرنے کے لئے جسم پر پانی بہایا اور ہاتھ پھیرے بغیر سارے بدن پر پہنچ گیا تو فرض غسل ادا ہو گیا اسی طرح اگر اعضائے وضو پر پانی بہایا اور ہاتھ پھیرے بغیر اعضائے وضو پر پانی پہنچ گیا تو وضو کا فرض ادا ہو گیا (۵) لیکن اگر جسم پر کوئی ایسی نجاست حقیقہ لگی ہوئی ہو جو بغیر طے دور نہ ہو سکے تو ملنا فرض ہے۔ (۶)

۱۹۔ زیتون یا تل وغیرہ کا تیل بدن پر لگا ہونا طہارت کا مانع نہیں بخلاف چربی و نمندگی (ومرہم) وغیرہ کے (جس کا بیان آگے آتا ہے) (۷) پس اگر کسی نے بدن پر تیل اور اس کے اوپر سے پانی بہایا اور چکنائی کے باعث بدن نے پانی کو قبول نہ کیا تو اس کا غسل جائز ہے۔ (۸)

۲۰۔ اگر کسی کے پاؤں پر پٹن (بوائی) ہو اور اس نے اس میں چربی یا مرہم (یا موم وغیرہ) رکھ لیا اگر اس جگہ پر پانی کا پہنچنا نقصان نہ کرتا ہو تو اس کا غسل و وضو جائز نہیں ہے (پس اس چربی و مرہم وغیرہ کو نکال کر اس جگہ پانی پہنچانا فرض ہے مؤلف) اور اگر اس جگہ پر پانی لگنا نقصان کرتا ہو تو اس کا غسل و وضو جائز ہے جبکہ اس کے ظاہری حصہ پر پانی بہایا ہو (۹) اگر کسی نے فرض غسل کیا اور اس میں کلی کرنا یا ناک میں پانی ڈالنا یا بدن کا کچھ حصہ دھونا بھول گیا پھر اس نے نماز پڑھی اس کے بعد اس کو یاد آیا تو وہ کلی کرے یا ناک میں پانی ڈالے یا بدن کے اس بغیر دھلے حصے کو دھو لے اور اگر اس نے اس غسل سے فرض نماز ادا کی تھی تو اس کو لوٹا لے کیونکہ (غسل پورا نہ ہونے کی وجہ سے) اس کی وہ نماز صحیح نہیں ہوئی تھی (اور فرض کی ادائیگی لازمی ہے) اور اگر اس نے نفل نماز ادا کی تھی تو اس کو نہ لوٹائے کیونکہ (عدم طہارت کی وجہ سے اس کا شروع کرنا ہی صحیح نہیں ٹھہرا) (۱۰) کیونکہ وہ نماز اس پر لازم ہی نہیں ہوئی اس لئے اس کا اعادہ بھی لازم نہیں ہوگا۔ (۱۱)

سنن غسل

غسل فرض ہو یا غیر فرض اس کے لئے بارہ چیزیں سنت ہیں (۱۲) اور وہ یہ ہیں:

۱۔ ابتدا میں دل سے غسل کی نیت کرنا سنت ہے اور زبان سے بھی کہہ لینا بہتر ہے جیسا کہ وضو کے بیان میں گزر چکا ہے (۱۳) زبان سے یوں کہے نَوَيْتُ الْغُسْلَ لِرَفْعِ الْجَنَابَةِ یا تَوَيْتُ الْغُسْلَ لِلْجَنَابَةِ (۱۴) یا اردو میں یوں کہے "میں یہ غسل جنابت دور ہونے کے لئے کرتا ہوں" یا "جنابت کے لئے کرتا ہوں" یا "اللہ تعالیٰ کی خوشنودی اور ثواب کے لئے نہاتا ہوں نہ کہ بدن صاف کرنے کے لئے وغیرہ۔ (۱۵)

(۱)۔ کبیری (۲)۔ کبیری (۳)۔ دروش (۴)۔ دروش و بحر (۵)۔ بحر و غایۃ الاوطار (۶)۔ علم الفقہ تصرفاً

(۷)۔ دروش (۸)۔ غوش (۹)۔ کبیری (۱۰)۔ کبیری و دروش (۱۱)۔ غایۃ الاوطار (۱۲)۔ م وغیرہ

(۱۳)۔ م و ط و غ وغیرہ (۱۴)۔ غ (۱۵)۔ علم الفقہ

۲۔ ابتدا میں بسم اللہ پڑھنا (۱) اور اس کے لئے وہی الفاظ کہے جو وضو کی سنتوں میں بیان ہو چکے ہیں۔ (۲)

۳۔ دونوں ہاتھوں کو کلائیوں (پہنچوں) تک تین بار دھونا (۳) فقہاء کے اس کلام کا ظاہر مطلب یہ ہے کہ یہ دونوں ہاتھوں کا کلائیوں تک دھونا ان کے وضو میں دھونے کے علاوہ ہے جو برتن میں ہاتھ داخل کرنے سے قبل ہے (۴) ان مذکورہ تین چیزوں کا ابتدا غسل میں ہونا اس لئے ممکن ہے کہ نیت دل کا فعل ہے اور تسمیہ (بسم اللہ پڑھنا) زبان کا اور دونوں ہاتھوں کو دھونا جوارح یعنی اعضا کا عمل ہے اس لئے تینوں چیزیں غسل کی ابتدا میں ایک ساتھ ادا ہو جائیں گی۔ (۵)

۴۔ استنجا کرنا یعنی اپنے پیشاب و پاخانے کے مقام کو پہلے دھونا سنت ہے خواہ اس پر نجاست لگی ہو یا نہ ہو جس طرح باقی بدن کے دھونے سے پہلے وضو کر لینا سنت ہے خواہ وضو یا ہو یا نہ ہو (۶) بعض کے نزدیک جنسی کے لئے استنجا کرنا فرض ہے۔ (۷)

۵۔ اگر جسم پر کسی جگہ منی وغیرہ نجاست حقیقیہ لگی ہو تو اس کو دھونا (۸) اور غسل میں نجاست حقیقیہ کو وضو و غسل سے پہلے زائل کرنا سنت ہے تاکہ پانی لگنے سے وہ اور زیادہ نہ پھیل جائے۔ (۹)

۶۔ نماز کے وضو کی طرح وضو کرنا گرد و لوہوں پاؤں نہ دھوئے (۱۰) پس وضو کے تمام مستحبات و سنن و فرائض ادا کرے (۱۱) حتیٰ کہ سر کا مسح بھی کرے یہی صحیح اور ظاہر الروایت ہے اور امام حسنؒ کی روایت کے مطابق سر کا مسح نہ کرے (۱۲) اور اس وضو میں پاؤں دھونے کے بارے میں اختلاف ہے بعض کے نزدیک اگر وہ غسل کا پانی جمع ہونے کی جگہ پڑھ کھڑا ہو کسی تختہ وغیرہ پاک اور اونچی جگہ پر نہ ہو تو اس وقت پاؤں نہ دھوئے بلکہ آخر میں دھوئے اور اگر تختہ یا پتھر وغیرہ پاک اونچی جگہ پر کھڑا ہو تو اس وضو میں پاؤں بھی دھولے اور آخر میں نہ دھوئے۔ ميسوط و ہدایہ و کافی میں اسی پر اعتماد کیا ہے اور مجتہبیٰ میں اس کو صحیح کہا ہے ہمارے بعض مشائخ نے کہا مطلق طور پر اس وضو میں پاؤں دھولے مؤخر کرے اگر چہ وہ پانی جمع ہونے کی جگہ پر ہی کھڑا ہو، مذہب شافعی جس میں اس کا صحیح ہے اور ہمارے اکثر مشائخ، اس پر ہیں کہ پاؤں کا دھونا مطلق طور پر مؤخر کرے اس وضو میں نہ دھوئے اور یہ اختلاف اولیٰ و افضل ہونے میں ہے جواز میں کوئی اختلاف نہیں ہے۔ (۱۳)

۷۔ سر اور تمام بدن پر تین بار پانی ڈالنا صحیح یہ ہے کہ پہلی مرتبہ پانی ڈالنا فرض ہے اور باقی دو مرتبہ پانی ڈالنا سنت ہے (۱۴) وضو کرتے وقت کلی کرنا اور ناک میں پانی ڈالنا غسل کے لئے کافی ہے۔ اور یہ سنت فرض کے قائم مقام ہو جائے گی (۱۵) سر اور بدن پر پانی ڈالنے کے طریقے میں بھی فقہاء کا اختلاف ہے شمس الانکسار حلوئی نے کہا ہے کہ پہلے تین بار دائیں کندھے پر پانی ڈالے پھر تین بار بائیں کندھے پر ڈالے پھر تین بار سر اور تمام بدن پر ڈالے اور بعض نے کہا ہے کہ پہلے دائیں کندھے پر تین بار ڈالے پھر سر پر تین بار ڈالے پھر بائیں کندھے پر تین بار ڈالے اور بائیں کندھے پر پہلے سر پر ڈالے پھر دائیں کندھے پر پھر بائیں کندھے پر ڈالے اور یہی اصح اور ظاہر الروایت ہے، نہر الفائق میں اسی طرح بیان کیا گیا ہے اور بحر و کبیری وغیرہ ہا میں اس کو ظاہر الحسن و ظاہر الہدایہ وغیرہ با اور ظاہر الحدیث سے تعبیر کیا ہے پس اسی پر اعتماد کرنا چاہیے اور مجتہبیٰ میں اس کو صحیح کہا ہے اور متجدد احادیث سے اس کی تائید ہوتی ہے جن کو امام بخاریؒ نے اپنی صحیح میں ذکر کیا ہے پس صاحب الدرر والغریب نے جو سر مؤخر کرنے کو صحیح کہا ہے وہ ضعیف قول ہے (۱۶) اگر کوئی شخص جاری پانی میں بقدر وضو و غسل

(۱)۔ م۔ و۔ ع۔ (۲)۔ ط۔ (۳)۔ م۔ و۔ درود وغیرہا (۴)۔ ش۔ (۵)۔ م۔ و۔ تقرفا (۶)۔ ع۔ و۔ بحر وغیرہا (۷)۔ انوار

(۸)۔ کبیری و ع۔ و۔ م۔ (۹)۔ ط۔ (۱۰)۔ ع۔ و۔ کبیری و درود وغیرہا (۱۱)۔ ط۔ و۔ ش۔ (۱۲)۔ ش۔ و۔ ع۔ و۔ کبیری و ہدایہ و بحر وغیرہا

(۱۳)۔ بحر و مصلح و ملخصا (۱۴)۔ ع۔ و۔ درود وغیرہا (۱۵)۔ ش۔ (۱۶)۔ فتح و بحر و درود و کبیری وغیرہا ملخصا

نظر ارہا تو اس کا غسل مسنون طریقے پر ادا ہو جائے گا ورنہ نہیں، اور یہی حکم اس وقت بھی ہے جبکہ ٹھہرے ہوئے کثیر پانی یعنی حوض کبیر (دہ درہ یا اس سے بڑا حوض) یا بارش میں اس قدر نظر ارہا ہو، لیکن ٹھہرے ہوئے پانی میں اپنے بدن کو حرکت دینے یا جگہ بدلنے سے تین دفعہ بدن پر پانی بہانے سے ترتیب اور وضو کی سنت ادا ہوگی ورنہ سنت ادا نہیں ہوگی اگرچہ حدث سے پاک ہو جائے گا اور جاری پانی میں صرف داخل ہو جانے سے ہی بدن پر تین دفعہ پانی بہانے سے ترتیب اور وضو کی سنت مکمل ہو جائے گی اس کے لئے بدن کو حرکت دینا یا جگہ بدلنا ضروری نہیں ہے (۱) پھر اپنے نہانے کی جگہ سے ہٹ جائے اور اپنے دونوں پاؤں دھو لے۔ یہ حکم اس وقت ہے جبکہ ایسی جگہ کھڑا ہو کر نہایا ہو جہاں پانی جمع ہو جاتا ہے لیکن اگر تختہ یا پھر وغیرہ پاک اور نچی جگہ پر کھڑا ہو کر نہایا ہو تو پاؤں وضو کرتے وقت دھونا سنت ہے اب اس کو خیر میں دھونے کی ضرورت نہیں ہے۔ (۲) (جیسا کہ پہلے بیان ہو چکا ہے)

۸۔ ترتیب یعنی جس ترتیب سے یہ سنتیں بیان ہوئی ہیں اسی ترتیب سے ادا کرنا۔ (۳)

۹۔ جسم کے تمام اعضاء کو پہلی مرتبہ ملنا یعنی ان پر ہاتھ پھرنا، یہ پاکی حاصل کرتے ہیں مبالغہ کے لئے ہے تاکہ باقی دو دفعہ میں تمام جسم پر پانی اچھی طرح پہنچ جائے پس غسل میں بدن کو ملنا سنت ہے واجب نہیں ہے لیکن امام ابو یوسفؒ کی ایک روایت میں واجب ہے (۴) (جیسا کہ فرائض غسل میں بیان ہو چکا ہے)۔

۱۰۔ سنت یہ ہے کہ پانی کے استعمال میں نہ اسراف (بیجا زیادہ خرچ کرنا) کرے نہ کمی کرے۔ (۵)

۱۱۔ غسل کرتے وقت قبلے کی طرف منہ نہ کرنا (۶) یہ حکم اس وقت ہے جبکہ وہ ننگا ہو کر نہائے اگرچہ وہ ایسی جگہ ہو جہاں اس کو کوئی نہ دیکھتا ہو لیکن اگر تہبند وغیرہ باندھ کر نہائے تو کوئی مضائقہ نہیں ہے (۷)

۱۲۔ ایسی جگہ پر نہائے جہاں اس کو کوئی نہ دیکھے (۸) اس لئے کہ نہاتے وقت یا لباس پہنتے وقت ستر عورت کے ظاہر ہونے کا احتمال ہے اور حدیث یحییٰ بن امیہ میں جس کو ابو داؤد نے روایت کیا ہے اس کی ممانعت آئی ہے (۹) ایسی جگہ جہاں کوئی نہ دیکھے ننگے ہو کر نہانا مرد و عورت دونوں کے لئے درست و جائز ہے خواہ کھڑا ہو کر نہائے یا بیٹھ کر خواہ غسلاخانہ کی چھٹ ہو یا نہ ہو لیکن ننگا نہانے والے کو اور عورتوں کو بیٹھ کر نہانا بہتر ہے کیونکہ اس میں پردہ زیادہ ہے اگر ایسی جگہ نہ ملے تو تہبند وغیرہ باندھ کر نہائے (۱۰) اگر کوئی مرد کپڑا پہن کر نہائے تو اس کو اختیار ہے چاہے بیٹھ کر نہائے چاہے کھڑا ہو کر نہائے۔ (۱۱)

مستحبات و آداب غسل

۱۔ مستحب یہ ہے کہ غسل کرتے وقت کسی سے کوئی بات نہ کرے (۱۲) یعنی نہ عام لوگوں کی طرح کلام کرے اور نہ دعاؤ ذکر کرے۔ (۱۳)

۲۔ تواتر یعنی تمام اعضاء بدن کو اس طرح دھوئے کہ جسم اور ہوا کہ معتدل ہونے کے زمانے میں ایک حصہ خشک نہ ہونے پائے کہ دوسرا حمل جائے۔ (۱۴) (جیسا کہ وضو میں مذکور ہے، مؤلف)

۳۔ مستحب ہے کہ غسل کے بعد تویہ وغیرہ مٹائے کپڑے سے اپنے بدن کو پونچھ ڈالے (۱۵) معراج الدراہ وغیرہ میں منقول ہے

(۱)۔ ش ملخصاً	(۲)۔ کبیری دوع وغیرہا	(۳)۔ علم الفقہ وغیرہ	(۴)۔ م و کبیری دوع وغیرہا	(۵)۔ کبیری دوع وغیرہا
(۶)۔ م و کبیری دوع وغیرہا	(۷)۔ کبیر و ملقطا	(۸)۔ کبیری دوع	(۹)۔ کبیری دوع و تمام لہبہا	(۱۰)۔ علم الفقہ و بہار شریعت
(۱۱)۔ علم الفقہ	(۱۲)۔ م و مہرہ وغیرہا	(۱۳)۔ کبیری دوع و م	(۱۴)۔ علم الفقہ	(۱۵)۔ مہرہ دوع

کہ تولیہ اور دمال وغیرہ سے اعضائے وضو غسل کو پونچھنے میں کوئی مضائقہ نہیں ہے لیکن اس میں مبالغہ نہ کرے تاکہ اس کے اعضا پر وضو (غسل) کا اثر باقی رہے۔ (۱)

۴۔ نہانے کے بعد سر ڈھانپنے میں جلدی کرنے کے لئے کپڑے پہن لے حتیٰ کہ اگر غسل کرنے میں وضو کے ساتھ پیر نہ دھوئے ہوں تو غسل کی جگہ سے ہٹ کر پہلے اپنا بدن ڈھانپ لے پھر دونوں پر دھوئے۔ (۲)

۵۔ وضو کی طرح غسل سے فارغ ہو کر کپڑے پہننے کے بعد در رکعت نماز نفل ادا کرے بلکہ یہ وضو سے اولیٰ ہے کیونکہ غسل میں وضو بھی شامل ہے اور مزید سارے بدن کو دھونا بھی پایا جاتا ہے۔ (۳)

۶۔ جو چیزیں وضو میں مسنون و مستحب ہیں وہ غسل اور اس کے وضو میں بھی مسنون و مستحب ہیں اور غسل کے آداب بھی وہی ہیں جو وضو کے آداب ہیں سوائے ننگا نہانے کی صورت میں قبلہ رو ہونے اور اذکار و دعائیں پڑھنے اور غسل کا بچا ہوا پانی کھرا ہو کر پینے کے کہ یہ امور مستحب نہیں بلکہ مکروہ ہیں۔ (جیسا کہ یہ مکروہات میں مذکور ہیں، مؤلف) (۴)

مکروہات غسل: ۱۔ پانی کے استعمال میں بے جا کمی یا زیادتی کرنا مکروہ تحریمی ہے اگرچہ نہر کا پانی ہو، اس کی تفصیل مکروہات وضو میں بیان ہو چکی ہے، ۲۔ ننگا نہانے والے کو قبلہ رو ہونا اگرچہ وہ ایسی جگہ (غسل خانہ وغیرہ میں) نہائے جہاں اس کو کوئی نہ دیکھے اور اگر تہبند وغیرہ باندھ کر نہائے تو قبلہ رو ہونے میں مضائقہ نہیں ہے، ۳۔ بلا عذر ایسی جگہ نہانا جہاں اس کو کوئی دیکھتا ہو، ۴۔ سر کھلے ہوئے بلا ضرورت ہات کرنا، ۵۔ اذکار اور دعاؤں کا پڑھنا، ۶۔ مسنون طریقے کے خلاف غسل کرنا، ۷۔ جو چیزیں وضو میں مکروہ ہیں وہ غسل میں بھی مکروہ ہیں۔ (۵)

غسل واجب ہونے کے اسباب: جن چیزوں سے غسل واجب ہوتا ہے تین ہیں (۱) جنابت (۲) حیض (۳) نفاس۔ جنابت ثابت ہونے کے دو سبب ہیں ایک دخول کے بغیر منیٰ کا شہوت کے ساتھ کوڈ کر نکلنا ہے اور دوسرا سبب عورت کے پیشاب کے مقام میں یا مرد یا عورت کے پاخانے کے مقام میں دخول ہے خواہ اس کو انزال ہو یا نہ ہو، (۶) جنابت کے ان دونوں اسباب کی تفصیل الگ الگ عنوان سے مندرجہ ذیل ہے۔ (مؤلف)

۱۔ جنابت

جنابت کا ایک سبب:

۱۔ جنابت کا ایک سبب دخول کے بغیر منیٰ کا شہوت سے کوڈ کر نکلنا ہے خواہ یہ کسی بھی ذریعے سے حاصل ہو یعنی خواہ چھونے سے یا دیکھنے سے یا کسی خیال و تصور سے یا احتلام سے یا جلق سے (ہاتھ سے حرکت دے کر) یا مرد و عورت کے پیشاب و پاخانے کے مقام کے علاوہ کسی اور جگہ جماع کرنے سے نکلے اور خواہ سونے میں نکلے یا جاگتے میں، ہوش میں ہو یا بیہوشی میں مرد سے نکلے یا عورت سے ان سب صورتوں میں غسل فرض ہو جائے گا۔ (۷)

۲۔ شہوت کا اعتبار امام ابو حنیفہ و امام محمد رحمہما اللہ کے نزدیک اپنے مکان سے جدا ہونے کے وقت کیا جاتا ہے سر ذکر سے نکلنے کے

(۱)۔ بحر (۲)۔ کبیری (۳)۔ موطا و کبیری (۴)۔ بحر و کبیری وغیرہ (۵)۔ ماخوذة من سنن و مستحبات الغسل و علم الفقہ وغیرہ

(۶)۔ ع و فتح وغیرہما تصرفاً (۷)۔ ع و ہدایہ و بدائع وغیرہما ملقطاً

وقت شہوت کا ہونا ضروری نہیں ہے اور امام ابو یوسف رحمہ اللہ کے نزدیک سر ذکر سے خروج کے وقت بھی شہوت کا ہونا ضروری ہے پس اگر منی اپنی جگہ سے شہوت کے ساتھ جدا ہوئی اور سر ذکر سے شہوت کے بغیر نکلی تو امام ابو حنیفہ و امام محمد رحمہما اللہ کے قول میں اس پر غسل واجب ہوگا اور امام ابو یوسف رحمہما اللہ کے نزدیک اس پر غسل واجب نہیں ہوگا (۱) اور اس اصول کا قاعدہ دو موقعوں میں ظاہر ہوگا ان میں سے ایک یہ کہ جب کسی شخص کو احتلام ہوا پھر وہ بیدار ہو گیا یا کسی عورت کی طرف شہوت سے دیکھا یا منی نکالنے کے لئے اپنے ہاتھ سے چلن کیا یا عورت سے غیر سبیلین میں جماع کیا پس جب منی اپنی جگہ سے شہوت کے ساتھ جدا ہوئی اس وقت اس نے اپنے ذکر کو باکر پکڑ لیا اور منی کو باہر نہ نکلنے دیا پھر جب عضو حیلہ ہو گیا اور شہوت ساکن ہو گئی اس وقت آلے کو چھوڑ دیا اس کے بعد منی شہوت و وفق کے بغیر نکلی تو امام ابو حنیفہ و امام محمد رحمہما اللہ کے نزدیک اس پر غسل فرض ہوگا اور امام ابو یوسف رحمہ اللہ کے نزدیک اس پر غسل فرض نہیں ہوگا۔ دوسرا یہ کہ اگر کسی نے جماع کرنے کے بعد غسل کیا پھر اور منی نکلی پس اگر اس نے جماع کے بعد سونے یا پیشاب کرنے یا کافی چلنے پھرنے کے بغیر غسل کیا اور نماز پڑھی اور اس کے بعد باقی منی نکلی ہو تو امام ابو حنیفہ اور امام محمد کے نزدیک غسل کا اعادہ واجب ہے اور امام ابو یوسف کے نزدیک اعادہ واجب نہیں اور اس غسل کے بعد باقی منی نکلنے سے پہلے جو نماز پڑھی ہے بالاتفاق اس کو نہ لوٹائے اور ظاہر یہ ہے کہ یہ حکم مرد و عورت دونوں کے لئے یکساں ہے لیکن اگر اس نے جماع کر کے سونے یا پیشاب کرنے یا کافی چلنے پھرنے کے بعد غسل کیا ہو تو اس پر دوبارہ غسل کرنا بالاتفاق واجب نہیں ہے (۲) یہ حکم اس وقت ہے جبکہ غسل کے بعد کی منی شہوت کے ساتھ نہ نکلے لیکن اگر شہوت کے ساتھ نکلے تو دوبارہ غسل کرنا بالاتفاق فرض ہے (۳) علامہ مقدسی وغیرہ نے یا کافی چلنے پھرنے کا تعین چالیس قدم سے کیا ہے یعنی اس نے کم از کم چالیس قدم چلنے پھرنے کے بعد غسل کیا ہو تو طرفین کے نزدیک اعادہ واجب نہیں ہے (۴) اور فقہانے ذکر کیا ہے کہ امام ابو یوسف کا قول قیاس ہے اور طرفین کا قول استحسان ہے اور یہی احوط ہے پس صرف مواقع ضرورت میں خاص کر سردی اور سفر میں امام ابو یوسف کے قول پر فتویٰ دینا چاہئے اور عام طور پر طرفین کے قول پر فتویٰ ہے (۵) پس سردی کی شدت یا سفر یا شرمندگی یا تہمت کی جگہ میں اور مہمان کے حق میں امام ابو یوسف کے قول پر فتویٰ ہے اور ان مواقع ضرورت کے علاوہ طرفین پر فتویٰ ہے (۶) (تنبیہ) اگر ہاتھ سے ذکر کو باکر منی کو نکلنے سے نہ روک سکے اور منی شہوت کے ساتھ نکل گئی تو وہ بالاتفاق جنبی ہو جائے گا پس وہ شرمندگی و تہمت کے مواقع میں صورتاً نمازیوں کی طرح غسل کرے یعنی نیت و تحریر و قرأت کے بغیر نماز پڑھے پس نماز کی طرح تحریر کے لئے نیت کے بغیر ہاتھ اٹھائے اور رکوع اور سجدے کرے۔ (۷)

۳۔ اس مسئلے میں عورت بھی مرد کی مانند ہے (۸) پس اگر کسی عورت سے اس کے خاوند نے جماعت کی پھر وہ عورت نہائی اس کے بعد اس کے بدن سے اس کے خاوند کی منی نکلی تو اس پر صرف وضو واجب ہوگا دوبارہ غسل فرض نہیں ہوگا (۹) اور اگر اس عورت کی اپنی منی نکلی تو طرفین کے نزدیک اس پر غسل کا اعادہ واجب ہے (۱۰) پس اگر عورت نے جنابت کا غسل کیا پھر اس سے شہوت کے بغیر منی نکلی اگر وہ منی زرد رنگ کی ہے تو غسل کا اعادہ کرے ورنہ نہیں (۱۱) لہذا علامت سے اچھی طرح معلوم کر لے کہ یہ منی مرد کی ہے (یعنی سفید اور گاڑھی ہے) یا عورت کی اپنی منی ہے (یعنی زرد اور رقیق ہے) اور اگر معلوم نہ ہو سکے تو غسل کا اعادہ کر لے یونہی ترک نہ کرے عورت کے اس مسئلے میں بھی وہی شرط ہے کہ سونے یا پیشاب کئے یا چالیس قدم چلے بغیر اس نے غسل کر لیا ہو۔

۴۔ اس بارے میں سب اصحاب مذہب کا اتفاق ہے کہ منی شہوت کے ساتھ اپنے مکان سے جدا ہونے کے بعد جب تک سر ذکر

(۱)۔ ع و بدائع متعین (۲)۔ فتح و محروغ و بدائع و ش و کبیری و م متعین (۳)۔ عن بعض الکتاب (۴)۔ ش تبرف (۵)۔ ش دم و ط

(۶)۔ بحر وغیرہ ملخصاً (۷)۔ ش دم و ط (۸)۔ بحر (۹)۔ ع و فتح و بحر و کبیری (۱۰)۔ مستفاد عن بحر وغیرہ (۱۱)۔ ط

سے باہر نہ نکلے غسل فرض نہیں ہوتا، امام ابو یوسفؒ اور طرفین کا اختلاف غسل کے فرض ہونے یا نہ ہونے کے متعلق سر ذکر سے بھی شہوت کے ساتھ نکلنے یا بغیر شہوت نکلنے میں ہے جس کی تفصیل اوپر بیان ہو چکی ہے (۱) پس اگر کسی شخص کو احتلام ہوا اور منی اپنی جگہ سے جدا ہوئی لیکن سر ذکر پر ظاہر نہ ہوئی تو اس پر غسل واجب نہیں ہوگا (۲) اور اسی طرح کسی شخص کو احتلام ہوا اس سے کوئی چیز نہیں نکلے یعنی اس کو احتلام یاد ہے لیکن تری ظاہر نہیں ہوئی تو بالا جماع اس پر غسل واجب نہیں ہے اور اسی طرح اگر عورت کو احتلام ہوا اور اس نے انزال کی لذت محسوس کی لیکن اس سے کوئی چیز نہیں نکلے تو اس پر غسل فرض نہیں ہے پس جب تک منی عورت کی فرج داخل سے فرج خارج تک نہ نکلے تمام حالات میں اس وقت تک عورت پر غسل فرض نہیں ہوتا کیونکہ احتلام کے متعلق عورت کا حکم بھی مرد کی طرح ہے۔ منی الائمہ حلوائی نے کہا ہے کہ ہم اسی کو لیتے ہیں (۳) اگر کسی شخص کی ختنہ نہ ہوئی تو جس طرح قلفہ (ختنہ کی کھال) تک پیشاب آ جانے سے وضو ٹوٹ جاتا ہے اسی طرح قلفہ تک منی کے اتر آنے سے غسل واجب ہو جاتا ہے۔ (۴)

۵۔ اگر کسی شخص نے پیشاب کیا اور اس کے ذکر سے پیشاب کے بعد منی نکلے اگر اس کے ذکر میں ایستادگی تھی تو اس پر غسل واجب ہوگا اس لئے کہ یہ (ایستادگی) اس کے شہوت کے ساتھ نکلنے پر دلالت کرتی ہے (۵) بحر الرائق میں کہا ہے کہ یہ حکم اس سورت میں ہے کہ جب کہ ایستادگی کے ساتھ شہوت بھی پائی جائے (۶) (یعنی منی شہوت کے ساتھ کو ذکر نکلے ہو تب غسل واجب ہوگا) اور اگر اس کے ذکر میں ایستادگی نہیں تھی تو اس پر غسل واجب نہیں ہوگا۔ (۷)

۶۔ جاننا چاہئے کہ مرد و عورت کے پیشاب کے مقام سے نکلنے والی رطوبت پیشاب کے علاوہ منی یا مذی یا ردى ہوتی ہے ان تینوں میں یہ فرق ہے کہ مرد کی منی غلیظہ اور سفید رنگ کی ہوتی ہے یہ بہت لذت سے شہوت کے ساتھ کو ذکر نکلے ہے اور لبانی میں پھیلتی ہے اس کی بو خما کے شگونے جیسے ہوتی اور اس میں چپکا ہٹ ہوتی ہے اور خشک ہونے پر اڑے کی بو کی مانند ہوتی ہے اس کے نکلنے کے بعد عضو (ذکر) ست ہو جاتا ہے یعنی شہوت و جوش جاتا رہتا ہے، عورت کی منی پتلی اور زرد رنگ کی گولائی والی ہوتی ہے، مذی پتلی سفیدی مائل ہوتی ہے جو شہوت کے ساتھ بوس و کنار کرنے سے بغیر کو ذکر نکلنے کے اور بغیر لذت و شہوت کے نکلے ہے اور اس کے نکلنے کا احساس بھی نہیں ہوتا، اس کے نکلنے پر شہوت قائم رہتی ہے اور جوش کم نہیں ہوتا بلکہ زیادہ ہو جاتا ہے، یہ عورتوں میں مردوں سے زیادہ پائی جاتی ہے (۸) بعض کے نزدیک مذی کو جو عورتوں سے شہوت کے وقت نکلتی ہے لذی کہتے ہیں (۹) دوی منی کی مانند گاڑھی رطوبت ہوتی ہے لیکن اس میں منی کی طرح بو نہیں ہوتی یہ پیشاب کے بعد شہوت کے بغیر نکلتی ہے یا کسی وزنی چیز کے اٹھاتے وقت یا غسل جماعی کے بعد شہوت کے بغیر قطرہ دو قطرے یا اس کی مانند نکلتی ہے (۱۰) اس بات پر علماء کا اجماع ہے کہ مذی اور دوی کے نکلنے سے غسل واجب نہیں ہوتا البتہ وضو واجب ہوتا ہے (۱۱) اور منی کے نکلنے سے غسل فرض ہوتا ہے اور منی کا نکلنا شہوت کے ساتھ کو ذکر نکلنے سے ثابت ہوتا ہے جیسا کہ بیان ہو چکا ہے، (۱۲) ۷۔ اگر کوئی مرد یا عورت سو کر اٹھے اور اپنی ران یا کپڑے یا بچھونے پر تری دیکھے تو اس مسئلے کی چودہ سورتیں ہیں: ۱۔ منی کا یقین ہونا، ۲۔ مذی کا یقین ہونا، ۳۔ دوی کا یقین ہونا، ۴۔ منی اور مذی میں شک ہونا، ۵۔ منی و دوی میں شک ہونا، ۶۔ مذی اور دوی میں شک ہونا، ۷۔ ان تینوں میں شک ہونا، یہ سات سورتیں احتلام یاد ہونے کی صورت میں ہیں اور یہی سات سورتیں احتلام یاد نہ ہونے کی صورت میں ہیں اس طرح کل چودہ سورتیں ہوئیں ان میں سے سات صورتوں میں بالاتفاق غسل واجب ہو جاتا ہے اور وہ یہ ہیں: ۱۔ احتلام یاد ہوتے ہوئے منی کا یقین

(۱)۔ بحر (۲)۔ ع (۳)۔ کبریٰ ملخصاً و زیادۃ عن الفقہ والبخاری (۴)۔ بحر (۵)۔ ع و دروش و بحر ملقطا (۶)۔ بحر و دروش

(۷)۔ ع و بحر (۸)۔ بدائع و بحر و ملقطا (۹)۔ بحر و دروش (۱۰)۔ بحر و غیر ہما (۱۱)۔ بحر (۱۲)۔ م و بحر و غیر ہما

ہونا، ۲۔ احتلام یا دندہ ہوتے ہوئے منی کا یقین ہونا، ۳۔ احتلام یا دہوتے ہوئے مذی کا یقین ہونا، ۴۔ احتلام یا دہوتے ہوئے منی اور مذی میں شک ہونا، ۵۔ احتلام یا دہوتے ہوئے منی اور ودی میں شک ہونا، ۶۔ احتلام یا دہوتے ہوئے مذی ودی میں شک ہونا، ۷۔ احتلام یا دہوتے ہوئے ان تینوں میں شک ہونا، اور ان چار صورتوں میں بالاتفاق غسل واجب نہ ہوگا: ۱۔ احتلام یا دہوتے ہوئے ودی کا یقین ہونا، ۲۔ احتلام یا دندہ ہوتے ہوئے ودی کا یقین ہونا، ۳۔ احتلام یا دندہ ہوتے ہوئے منی اور مذی میں شک ہو، ۴۔ یا منی اور ودی میں شک ہو، ۳۔ یا ان تینوں میں شک ہو، ان تینوں صورتوں میں اگر نیند سے پہلے ذکر ایستادہ نہ ہو تو امام ابو حنیفہ و امام محمد رحمہما اللہ کے نزدیک احتیاطاً غسل واجب ہوگا اور اسی پر فتویٰ ہے اور امام ابو یوسفؒ کے نزدیک غسل واجب ہوگا کیونکہ موجب غسل میں شک ہے اور اگر نیند سے پہلے ذکر ایستادہ ہو تو بالاتفاق اس پر غسل واجب نہیں ہوگا (جیسا کہ آگے آتا ہے، مؤلف) جاننا چاہئے کہ بحر الرائق میں اس مسئلے کی بارہ صورتیں لکھی ہیں اور رد المحتار شامی و منیہ الحالیق میں دو صورتوں یعنی احتلام یا دہوتے ہوئے یا یا دندہ ہوتے ہوئے ان تینوں میں شک ہونے کا اضافہ کیا ہے (۱) پہلی صورت میں بالاتفاق غسل واجب ہوگا اور دوسری صورت میں اگر نیند سے پہلے غصو مخصوص ایستادہ نہ ہو تو طرفین کے نزدیک غسل واجب ہوگا اور احتیاطاً اسی پر فتویٰ ہے، امام ابو یوسفؒ کے نزدیک واجب نہیں ہوگا، ان چودہ صورتوں کے یہ احکام بحر الرائق و طحاوی و رد المحتار کے مطابق ہیں لیکن کبیری شرح منیہ المصلیٰ میں اختلافی صورت کے وجوب پر اجماع نقل کیا ہے یہ چودہ صورتیں مع حکم مندرجہ ذیل نقشے میں درج ہیں۔ (مؤلف)

بیاد احتلام				بلا یا داحتلام			
یقین	حکم غسل	شک	حکم غسل	یقین	شک	حکم غسل	حکم غسل
منی	واجب	منی و مذی	واجب	منی	منی و مذی	واجب	شای و غیر اختلافی فتویٰ واجب
مذی	واجب	منی و ودی	نہیں	مذی	منی و ودی	نہیں	کبیری۔ واجب بالاجماع
ودی	نہیں	مذی و ودی	نہیں	ودی	مذی و ودی	نہیں	اختلافی۔ فتویٰ۔ واجب
-	-	منی، مذی اور ودی	-	-	منی، مذی اور ودی	-	نہیں
-	-	-	-	-	-	-	اختلافی فتویٰ واجب

اس مسئلے کے یہ سب احکام سونے والے کے متعلق ہیں جبکہ اس نے سو کر اٹھنے کے بعد جسم یا کپڑے پر تری پانی ہو لیکن اگر کسی شخص پر غشی (بے ہوشی) طاری ہوئی ہو یا نشہ سے مست و مدہوش ہو گیا ہو پھر جب اس کو افاقہ ہوا تو اس نے اپنے جسم یا کپڑے پر مذی پانی تو بالا تفاق اس پر غسل واجب نہیں ہے۔ (۲) ان دونوں میں فرق کی وجہ یہ ہے کہ نیند راحت حاصل ہونے کے باعث احتلام کے گمان کا محل ہے اس لئے احتیاطاً مذی کا دیکھنا منی پر محمول ہوگا کہ شاید ہوا کی گرمی یا غذا کے سبب سے منی پتلی ہو گئی ہو اور نشہ اور غشی والے شخص کا حکم ایسا نہیں ہے کیونکہ اس میں یہ سبب حقیق نہیں یعنی مدہوشی اور غشی راحت کا سبب نہیں ہے (۳) اس مسئلے میں مذی کی قید اس لئے لگائی گئی ہے کہ اگر مست اور بے ہوش افاقہ کے بعد منی دیکھیں گے تو بالا تفاق ان پر غسل واجب ہوگا۔ (۴) ۸۔ اگر کوئی شخص سو کر اٹھا اور اس نے اپنے سر ذکر میں

تری پائی اور وہ نہیں جانتا کہ یہ منی ہے یا نڈی ہے اور اس کو احتلام ہونا یا نہ ہونا نہیں ہے اگر سونے سے پہلے اس کا ذکر ایسا نہ تھا تو اس پر غسل واجب نہیں ہے اس لئے کہ ذکر ایسا نہ ہونا نڈی کے نکلنے کا سبب ہے اس لئے اسی پر محمول ہوگا لیکن اگر یہ یقین ہو جائے کہ یہ منی ہے تو غسل واجب ہوگا اور اگر سونے سے پہلے اس کا ذکر نہ تھا تو طرفین کے نزدیک احتیاطاً اس پر غسل واجب ہوگا کیونکہ احتمال ہے کہ یہ رطوبت شہوت کے ساتھ اپنی جگہ سے جدا ہوئی ہو پھر وہ شخص بھول گیا ہو اور وہ منی ہو اسے پتہ ہوگئی ہو امام ابو یوسف کا اس میں خلاف ہے (یعنی ان کے نزدیک اس پر غسل واجب نہیں ہوگا) (۱) اس مسئلے میں بھی لیٹ کر سونے یا کسی اور ہیئت پر سونے والے کے حکم میں کوئی فرق نہیں ہے جیسا کہ دوسری صورتوں میں کوئی فرق نہیں ہے (۲) پس اگر کوئی شخص بیٹھا ہوا یا کھڑا ہوا یا چلتا ہوا سوئے پھر جاگے اور تری پائے تو اس کا اور لیٹ کر سونے والے کا حکم یکساں ہے۔ (۳) لیکن کبیری شرح مہیہ المصلیٰ میں ہے کہ ذکر (عضو) کے ایسا نہ ہونے کی صورت میں غسل واجب نہ ہونے کا حکم اس وقت ہے جبکہ وہ کھڑا یا بیٹھا ہو اسو جائے کیونکہ اس حالت میں عادتاً نیند زیادہ گہری نہیں ہوتی اس لئے یہ نیند احتلام کا سبب نہیں ہوتی لیکن اگر اس کو یقین ہو کہ یہ تیری منی کی ہے تو اس پر غسل واجب ہوگا اور اگر وہ لیٹ کر سویا ہو تو اس پر غسل واجب ہوگا کیونکہ لیٹنے سے اعضائے بدن ڈھیلے ہو جاتے ہیں اور نیند گہری آتی ہے جو کہ احتلام کا سبب ہوتی ہے۔ (۴) کبیری میں ہے کہ یہ تفصیل محیط اور ذخیرے میں مذکور ہے۔ شمس الائمہ حلوائی نے کہا کہ یہ صورت اکثر واقع ہوا کرتی ہے اور لوگ اس سے غافل ہیں پس اس کو یاد کر لینا واجب ہے (۵) اور اس کا ماحصل یہ ہے کہ اس مسئلے میں غسل واجب نہ ہونا تین باتوں کے ساتھ مشروط ہے یعنی ۱۔ کھڑے یا بیٹھے ہوئے سونا، ۲۔ یہ یقین ہونا کہ یہ تری منی کی نہیں ہے، ۳۔ احتلام کا یاد نہ ہونا پس اگر ان تینوں میں سے ایک شرط بھی مفقود ہوئی یعنی یہ کہ وہ لیٹ کر سویا ہو یا اس کو یقین ہو۔ یہ تری منی کی ہے یا اس کو احتلام یاد ہو تو اس پر غسل واجب ہوگا۔ لیکن حلیہ میں مذکور ہے کہ صاحب حلیہ نے ذخیرہ اور محیط برہانی کی طرف رجوع کیا تو ان میں غسل واجب نہ ہونے کے لئے کھڑا اور بیٹھا ہوا سونے کی قید نہیں پائی پھر اس نے اس مسئلہ میں بحث کی اور کہا ہے کہ کھڑا اور بیٹھا ہوا سونے اور کروٹ پر سونے میں فرق غیر ظاہر ہے (۶) لیکن ایک بات رہ گئی وہ یہ کہ اگر منی شہوت سے نکلی خواہ سوتے میں نکلی ہو یا جاگتے میں تو اس کا کو ذکر (دفع کے ساتھ) نکلنا اور سر ذکر سے تجاوز کرنا بھی ضروری ہے پس تری کا صرف سر ذکر میں ہونا اس بات کی واضح دلیل ہے کہ وہ لازمی طور پر منی نہیں ہے اور ہضم غذا اور ریح (گیس) کے چڑھنے کے باعث نیند ایسا دگی ذکر کا محل وقوع ہے پس صورت مذکورہ میں (اس تری کے نڈی ہونے کے احتمال سے) غسل کا واجب کرنا مشکل ہے بخلاف تری کے ران وغیرہ پر پائے جانے کے کہ اس صورت میں غالب یہ ہے کہ وہ منی ہے جو کہ شہوت سے نکلی ہے اگرچہ ہوا سے پتہ نہ پڑ جانے کے باعث پہچانی نہیں جاتی اور وہ احتلام کو بھول گیا ہے۔ (۷)

۹۔ اگر بچھونے پر منی پائی جائے اور رات کو خاوند بیوی دونوں اس بچھونے پر سوئے تھے اور دونوں میں سے کسی کو احتلام یا نہ ہونا اور دونوں اپنی منی ہونے سے انکار کریں یعنی مرد کہے کہ یہ عورت کی منی ہے اور عورت کہے کہ یہ مرد کی منی ہے اور مرد یا عورت کی منی کی تمیز کی علامات یعنی مرد کی منی کا گاڑھا اور سفید اور طول میں واقع ہونا اور عورت کی منی کا پتلا اور زرد اور گولائی میں واقع ہونا بھی نہیں پایا جاتا اور ان دونوں سے پہلے اس بستر پر کوئی دوسرا شخص بھی نہیں سویا تھا تو احتیاطاً دونوں پر غسل واجب ہوگا۔ اگر ان دونوں میں سے کسی ایک کو احتلام یاد ہے یا کسی ایک کی منی کی علامات پائی جاتی ہیں تو جس کو احتلام یاد ہے یا مرد و عورت میں سے جس کی منی کی علامات پائی جائیں صرف اس پر غسل واجب ہوگا دوسرے پر نہیں اور اگر منی خشک ہو اور اس بستر پر ان دونوں سے پہلے کوئی دوسرا شخص سویا ہو اور ان دونوں میں سے کسی کو احتلام یاد نہیں تو

(۱)۔ کبیری و ع و بحر وغیرہ مستقطا (۲)۔ ط (۳)۔ ع (۴)۔ کبیری و ش (۵)۔ ع و کبیری و غیرہ

(۶)۔ ش ملخصاً و تمامہ فیہ (۷)۔ کبیری

زوجین میں سے کسی پر غسل واجب نہیں ہوگا (۱) تاہم احتیاط اسی میں ہے کہ علامات سے منی ممتاز ہونے کے باوجود مرد و عورت دونوں پر غسل کرنا واجب ہے کیونکہ بعض وقت طبعیتوں اور غذاؤں کے اختلاف کے باعث علامات میں بھی تضاد ہو جاتا ہے اس لئے ان کا اعتبار نہیں ہوگا (۲) اسی لئے مرد یا عورت کی منی کی علامات پائی جائیں یا نہ پائی جائیں دونوں صورتوں میں عالمگیری وغیرہ میں مرد و عورت دونوں پر احتیاطاً غسل واجب ہونے کو اصح کہا ہے (مؤلف) اس میں زوجین کی قید اتفاق ہے ذر نہ خواہ اجنبی مرد و عورت سوئے ہوں یا دو مرد یا دو عورتیں سوئی ہوں ان سب صورتوں میں وہی حکم ہے جو زوجین کے متعلق مذکور ہوا ہے۔ (۳) ۱۰۔ کوئی شخص نیند سے بیدار ہوا اور اس کو احتلام یاد ہے لیکن اس نے کوئی تری نہیں دیکھی پھر تھوڑی دیر ٹھہرنے کے بعد مذی نکلے تو اس پر غسل واجب نہیں ہوگا اور اگر منی نکلے تو غسل واجب ہوگا۔ (۴) ۱۱۔ کسی شخص کو رات میں احتلام ہوا پھر وہ جاگا اور اس نے تری نہیں دیکھی پھر وضو کیا اور فجر کی نماز پڑھی پھر منی نکلے تو اس پر غسل واجب ہوگا اور وہ اس نماز کو نہ لوٹے اور اسی طرح اگر نماز میں احتلام ہوا اور انزال نہ ہوا یہاں تک کہ نماز پوری کر لی پھر انزال ہوا تو وہ نماز کا اعادہ نہ کرے اور غسل کرے۔ (۵) ۱۲۔ جانا چاہئے کہ منی کے نکلنے سے غسل دو شرطوں کے ساتھ واجب ہوتا ہے ایک یہ کہ منی شہوت کے ساتھ اپنی جگہ سے جدا ہوئی ہو پس اگر منی اپنی جگہ سے شہوت کے بغیر ہوئی اور شہوت کے بغیر ہی باہر نکلے مثلاً کسی نے اس کی پیٹھ پر قوی ضرب لگائی یا اس نے کوئی بھاری بوجھ اٹھایا یا وہ بلندی سے گرا (اور منی نکلے) تو احناف کے نزدیک اس پر غسل واجب نہیں ہوگا اور امام شافعی کے نزدیک اس صورت میں غسل واجب ہوگا، (۶) اور دوسری شرط یہ ہے کہ منی عضو مخصوص سے باہر یا جو اس کے حکم میں ہے وہاں تک نکل جائے، یعنی عورت کی فرج خارج میں آجائے اور بے خند مرد کے قلمے (ختنے والی کھال) میں آجائے، پس جب تک منی عضو مخصوص کی ڈنڈی یا فرج داخل کے اندر ہے احناف کے نزدیک اس پر غسل واجب نہیں ہوگا بخلاف امام مالک کے (کہ ان کے نزدیک اس صورت میں بھی اس پر غسل واجب ہوگا) منی کے ذکر سے باہر نکلنے وقت بھی شہوت کا پایا جانا شرط ہونے میں ہمارے فقہاء کا اختلاف ہے امام ابو یوسف کے نزدیک منی عضو مخصوص سے باہر نکلنے وقت بھی شہوت کا پایا جانا شرط ہے اور طرفین کے نزدیک یہ شرط نہیں ہے، (۷) اس کی تفصیل پہلے بیان ہو چکی ہے، مؤلف) پس اگر منی عضو مخصوص سے باہر نہیں نکلے یعنی ذکر کی ڈنڈی یا فرج داخل میں ہی رہ گئی تو اس پر بالاتفاق غسل فرض نہیں ہوگا اس لئے کہ یہ باطن کے حکم میں ہے لیکن اگر منی اپنی جگہ سے شہوت کے ساتھ جدا ہونے کے بعد اس زخم سے باہر نکلے جو خیمہ میں ہے تو ظاہر یہ ہے کہ (طرفین کے نزدیک) اس پر غسل فرض ہوگا۔ (۸)

جنابت کا دوسرا سبب، دخول

۱۔ جنابت کا دوسرا سبب دخول (ایلاج) ہے جس زندہ مرد و عورت کے دونوں راستوں یعنی ٹہل و دیر (پیشاب و پاخانے کا مقام) میں سے کسی ایک راستے میں دخول سے جبکہ حشفہ (سر ذکر) اندر چھپ جائے خواہ انزال ہو یا نہ ہو قائل اور مفعول بہ دونوں پر جبکہ دونوں مکلف یعنی عاقل و بالغ ہوں یا ان میں سے جو مکلف ہے اس پر غسل واجب ہو جائے گا، ہمارے علماء کا یہی مذہب ہے اور یہی صحیح ہے (۹) یہ حکم اس وقت ہے جبکہ دونوں زندہ ہوں اور مفعول بہ عورت ہو یا مرد ہو یا خنثی مشکل ہو اور قائل مرد ہو (۱۰) حشفہ ختنے میں کٹنے والی کھال کی جگہ سے اوپر تک ہے کھال کٹنے کی جگہ میں اس داخل نہیں ہے (۱۱) حشفہ کے پوری طرح اندر داخل ہونے کی قید سے معلوم ہوا کہ ذکر کے فرج یا دیر کے

(۱)۔ کبیری دغ و دروش و بحر و ملتقطا (۲)۔ کبیری (۳)۔ ش (۴)۔ کبیری دغ و ملتقطا (۵)۔ فتح دغ (۶)۔ بدائع و کبیری ملتقطا (۷)۔ ش (۸)۔ ش (۹)۔ دغ و بحر کبیری و دروش ملتقطا (۱۰)۔ مستقار عن کتب الفقہ (۱۱)۔ ش

ساتھ صرف مل جانے سے جب تک انزال نہ ہو دونوں میں سے کسی پر غسل فرض نہیں ہوتا لیکن اس سے وضو کے ٹوٹ جانے میں اختلاف ہے، امام ابوحنیفہؒ و امام ابو یوسفؒ کے نزدیک اس کا وضو ٹوٹ جائے گا خواہ مذی نکلے یا نہ نکلے، اور امام محمدؒ کے نزدیک جب تک مذی نہ نکلے اس کا وضو نہیں ٹوٹے گا۔ (تفصیل نو اقصیٰ وضو کے بیان میں مذکور ہے، مؤلف) (۱)

۲۔ اگر کسی کا حشفہ (سر ذکر کٹا ہوا ہو تو ذکر مقطوع الحشفہ (بقیۃ آلتہ) بقدر حشفہ اندر داخل کرنے سے غسل واجب ہو جائے گا۔ (۲)
۳۔ اگر چوپایہ یا نرودہ یا ناقابل جماع چھوٹی لڑکی سے جماع کیا تو انزال کے بغیر غسل واجب نہ ہوگا (۳) اگرچہ حشفہ غائب ہو جائے (۴) اور صحیح یہ ہے کہ جس لڑکی کے محل جماع (فرج) میں دخول اس طرح ممکن ہو کہ قلیل و ذریعہ کے درمیان کا پردہ پھٹ کر دونوں راستے ایک نہ ہو جائیں وہ جماعت کے لائق ہے اور دخول سے اس پر غسل واجب ہو جاتا ہے۔ (۵)

۴۔ اگر کسی عورت کی فرج سے باہر جماع کیا جائے اور مرد کی منی اس کے رحم میں پہنچ جائے تو اس عورت پر غسل فرض نہیں ہوگا خواہ وہ عورت باکرہ (کنواری) ہو یا غیر باکرہ ہو کیونکہ سبب یعنی عورت کو انزال ہونا یا حشفہ کا پوری طرح اندر داخل ہو جانا نہیں پایا گیا، اسی طرح اگر کنواری عورت سے جماع کیا اور مرد کو انزال بھی ہو گیا مگر عورت کی بکارت زائل نہ ہوئی تو عورت پر غسل واجب نہ ہوگا لیکن ان دونوں صورتوں میں اگر عورت کو حمل رہ جائے تو اب جماعت کے وقت سے غسل واجب ہونے کا حکم دیا جائے گا کیونکہ اس عورت کو انزال ہونا حمل سے ثابت ہو گیا پس اگر اس نے غسل نہیں کیا تھا تو حمل تحقق ہونے کے بعد وہ غسل کرے اور جماعت کے وقت سے غسل کے وقت تک کی ساری نمازیں لوٹائے کیوں کہ ثابت ہو گیا کہ اس نے وہ نمازیں طہارت کے بغیر پڑھی ہیں (۶) لیکن کبیری شرح منیۃ المصلیٰ میں مذکور ہے کہ یہ حکم اصح قول کے خلاف ہے۔ جو کہ ظاہر الروایت ہے تا رخیہ میں کہا ہے کہ ظاہر الروایت میں عورت پر غسل فرض ہونے کے لئے عورت کی منی کا فرض داخل سے فرج خارج تک نکلتا شرط ہے حتیٰ کہ اگر عورت کی منی اپنی جگہ سے جدا ہو کر فرج داخل سے فرج خارج تک نہیں نکلتی تو اس عورت پر غسل فرض نہیں ہوگا اور نصاب میں ہے کہ یہی اصح ہے اتنی (۷) اور یہ بات پوشیدہ نہیں ہے کہ حمل کا قرار پانا عورت کی منی کے اپنی جگہ سے جدا ہونے پر موقوف ہے اس کے فرج خارج تک نکلنے پر موقوف نہیں ہے پس ظاہر یہ ہے کہ حمل قرار پانے کی صورت میں غسل کا واجب ہونا امام محمدؒ کی روایت پر مبنی ہے (۸) جیسا کہ بحر الرائق میں کہا ہے کہ اگر عورت کو احتلام ہو جائے اور اس کی منی فرج خارج تک نہ نکلے تو امام محمدؒ کے نزدیک اس عورت پر غسل واجب ہوگا اور ظاہر الروایت میں اس پر غسل واجب نہیں ہوگا اس لئے کہ عورت پر غسل واجب ہونے کے لئے عورت کی منی کا اس کی فرج خارج تک نکلتا شرط ہے اور اسی پر فتویٰ ہے جیسا کہ معراج الدرایہ میں ہے۔ (۹)

۵۔ اگر کسی مرد نے اپنے عضو مخصوص پر کپڑا لپیٹ کر دخول کیا اور اس کو انزال نہ ہوا تو بعض فقہانے کہا کہ اس پر غسل فرض ہوگا کیونکہ وہ دخول کرنے والا کہلائے گا اور بعض نے کہا اس پر غسل واجب نہیں ہوگا اور ظاہر یہ ہے کہ دونوں قول مطلق ہیں (یعنی خواہ کپڑا ہوتا ہو پتلا دونوں صورتوں میں ایک ہی حکم ہے) اور بعض کا قول یہ ہے اور اصح بھی یہی ہے کہ اگر کپڑا ایسا پتلا ہو کہ فرج کی حرارت و لذت محسوس ہو تو (خواہ انزال نہ ہو) اس پر غسل واجب ہوگا ورنہ جب تک انزال نہ ہو اس پر غسل واجب نہیں ہوگا اور زیادہ احتیاط اس میں ہے کہ دونوں صورتوں میں غسل واجب ہوگا۔ (۱۰)

(۱) بحر (۲) بحر و غیر ہا (۳) بحر و غیر ہا (۴) بحر و غیر ہا (۵) بحر و غیر ہا (۶) بحر و غیر ہا (۷) بحر و غیر ہا (۸) بحر و غیر ہا (۹) بحر و غیر ہا (۱۰) بحر و غیر ہا

(۷) کبیری و درویش و منہ (۸) بحر (۹) بحر (۱۰) بحر و درویش و منہ

۶۔ انگلی یا اس کی مانند کوئی چیز مثلاً آدمی کے سوا کسی اور کا ذکر جیسا کہ جن یا بندر و گدھا وغیرہ کسی جانور کا ذکر یا خنثیٰ مشکل یا میت (مردہ) یا اس نابالغ لڑکے کا ذکر جس کو شہوت نہیں ہوتی یا جو چیز لکڑی وغیرہ سے ذکر (آلت) کی مانند بنائی جاتی ہے جسے بدکار عورتیں شہوت رانی کے لئے استعمال کرتی ہیں) ان چیزوں میں سے کسی کی قبل یا درمیان داخل کرنے سے مختار قول کی بنا پر (جب تک انزال نہ ہو) غسل واجب نہیں ہوتا (۱) فتح القدیر میں کہا ہے کہ درمیان انگلی داخل کرنے سے غسل واجب ہونے میں اختلاف ہے (۲) اور علامہ حلی نے اپنی شرح کبیری میں اس مسئلہ کو تفصیل کے ساتھ ذکر کیا ہے اور کہا ہے کہ قبل یا درمیان انگلی داخل کرنے سے غسل واجب ہونے میں اختلاف ہے اور اولیٰ یہ ہے کہ قبل میں انگلی داخل کرنے سے انزال کے بغیر اس وقت غسل واجب ہوتا ہے جب کہ اس عورت نے شہوت رانی کے قصد سے ایسا کیا ہو اس کہ عورتوں میں شہوت غالب ہوتی ہے پس سبب یعنی شہوت مسبب یعنی انزال کے قائم مقام ہو جائے گا، درمیان انگلی داخل کرنے کا حکم یہ نہیں ہے کیونکہ درمیان انگلی داخل کرنے سے شہوت نہیں ہوتی اور آدمی کے علاوہ کسی اور جاندار کے ذکر اور میت کے ذکر اور لکڑی وغیرہ سے ذکر کی مانند بنائی ہوئی چیز کے داخل کرنے کا بھی یہی حکم ہے (۳) پس درمیان ان چیزوں میں سے کسی چیز کے داخل کرنے سے غسل واجب نہ ہونے کی ترجیح متفق علیہ ہے اور قبل میں داخل کرنے سے غسل واجب نہ ہونے کی ترجیح مختلف فیہ ہے۔ (اور مختار قول اوپر بیان ہو چکا ہے مؤلف) (۴)

۷۔ اگر خنثیٰ مشکل اپنے ذکر کسی عورت کی فرج یا درمیان داخل کرے تو دونوں پر غسل واجب نہ ہوگا (اس لئے کہ خنثیٰ مشکل کا حشفہ اور فرج مشکوک الوجود ہیں اور غسل کا فرض ہونا حشفہ اور فرج کے متحقق الوجود ہونے کی صورت میں ہے) (۵) پس اس کے فاعل ہونے میں غسل کس لئے واجب نہیں کہ شاید وہ عورت ہو اور اس کا ذکر زائد عضو ہو تو اس کا داخل کرنا انگلی داخل کرنے کی مانند ہو یا وہ مرد ہو اور اس کی فرج زخم کی مانند ہو، اور اسی طرح اگر خنثیٰ مشکل نے اپنا ذکر اپنے مثل کسی دوسرے خنثیٰ ذکر کسی مرد کی درمیان داخل کیا تو اس پر غسل واجب نہیں ہوگا اور اگر کسی خنثیٰ کی فرج میں داخل کیا تب بھی دونوں پر غسل واجب نہیں ہوگا کیونکہ ممکن ہے دونوں خنثیٰ مشکل مرد ہوں اور ان دونوں کی فرج زائد ہو اور اگر کسی مرد نے خنثیٰ مشکل کی فرج میں دخول کیا تو اس مرد پر غسل واجب نہیں ہوگا کیونکہ ممکن ہے وہ خنثیٰ آدمی ہو اور اس کی فرج بمنزلہ زخم کے ہو اور ان سب صورتوں میں غسل واجب نہ ہونے کا حکم اس وقت ہے جبکہ انزال نہ ہو لیکن اگر انزال ہو جائے تو انزال کی وجہ سے غسل واجب ہوگا (۶) یہ احکام خنثیٰ مشکل کی فرج میں دخول کے متعلق ہیں لیکن اگر کسی مرد نے خنثیٰ مشکل کی درمیان دخول کیا تو فاعل اور مفعول دونوں پر غسل واجب ہوگا کیونکہ اس کی درمیان کوئی اشکال نہیں ہے اور وہ ثابت الوجود ہے (۷) اسی طرح اگر خنثیٰ مشکل نے جماع کیا اور اس سے بھی جماع کیا گیا تو اس پر غسل واجب ہوگا اس لئے کہ دونوں فعلوں میں سے ایک کی وجہ سے اس کی جنابت متحقق ہو جائے گی۔ (۸)

۸۔ اگر دس برس کا لڑکا کسی عورت سے جماعت کرے تو عورت پر غسل واجب ہوگا اور لڑکے پر غسل واجب نہیں ہوگا لیکن اس لڑکے کو بھی غسل کا حکم دیا جائے گا تاکہ اس کو عادت پڑے، جیسا کہ اس کو وضو اور نماز کا حکم عادت ڈالنے کے لئے کیا جاتا ہے اور اگر مرد نابالغ ہو اور لڑکی نابالغ ہو مگر جماعت کے قابل ہو تو مرد پر غسل واجب ہوگا اور اس لڑکی پر غسل واجب نہ ہوگا (لیکن اسے بھی عادت ڈالنے کے لئے غسل کا حکم کیا جائے گا) اور اگر کوئی خنثی (جس کے خبیثے کٹ گئے ہوں نامرد) جماعت کرے تو فاعل و مفعول دونوں پر غسل واجب ہوگا یا ان میں سے جو نابالغ ہو اس پر غسل واجب ہوگا۔ (۹)

(۱)۔ دروش (۲)۔ فتح و بحر (۳)۔ کبیری و ش (۴)۔ غایۃ الاوطار (۵)۔ غایۃ الاوطار (۶)۔ بحر و غایۃ الاوطار

(۷)۔ غایۃ الاوطار (۸)۔ ش (۹)۔ ع و کبیری

۹۔ اگر کوئی عورت کہے کہ نیند میں میرے پاس جن آیا کرتا ہے اور میں اس کے ساتھ وہی کیفیت پاتی ہوں جو میں اپنے خاوند کے جماعت کرتے وقت پاتی ہوں تو انزال کے بغیر اس پر غسل واجب نہ ہوگا کیونکہ سبب یعنی (دخول یا انزال نہیں پایا گیا اور اگر انزال ہوا تو اس عورت پر غسل واجب ہوگا گویا کہ وہ احتلام ہے (۱) لیکن اگر ایسا فعل جاتے ہوئے واقع ہوا اور جن آدمی کی صورت میں ظاہر ہوا تو فقط اس کے ذکر کے بعد رخصتہ داخل ہونے سے ہی اس عورت پر غسل واجب ہو جائے گا (کیونکہ احکام کا مدار ظاہر پر ہے) اسی طرح اگر کسی آدمی نے نیند میں مونٹ جن (پری) سے جماع کیا اور انزال نہیں ہوا تو اس مرد پر غسل واجب نہیں ہوگا اور اگر انزال ہوا تو اس پر غسل واجب ہوگا اور اگر بیداری میں کسی آدمی نے مونٹ جن سے جماع کیا اور وہ اس وقت انسانی عورت کی شکل میں تھی تو صرف دخول رخصتہ سے ہی غسل واجب ہو جائے گا خواہ انزال ہو یا نہ ہو، لیکن بعض علما نے یہ تعلیل کی ہے کہ چونکہ انسان اور جن کے درمیان مناکحت حرام ہے اس لئے اس صورت میں بھی انزال کے بغیر آدمی پر غسل واجب نہیں ہونا چاہئے جیسا کہ چوپایا یا مردہ کے ساتھ وطی کرنے کا حکم ہے لیکن اگر عورت کے پاس کوئی جن آدمی کی صورت میں ظاہر ہوا اور اس سے وطی کی اور اس عورت کو اس کا علم نہیں ہوا کہ وہ جن ہے تو اس عورت پر غسل واجب ہوگا یا آدمی کے پاس مونٹ جن ظاہر ہوئی اور اس آدمی نے اس مونٹ جن سے وطی کی اور وطی کے بعد معلوم ہوا کہ وہ جن ہے تو اس مرد پر غسل واجب ہوگا۔ (۲)

تنبیہ: جماعت کے یہ احکام غسل کے لئے بیان ہوئے ہیں اس سے یہ نہیں سمجھ لینا چاہئے کہ ناجائز جماعت کا مرتکب عذاب و سزا کا مستحق نہیں رہا بلکہ یہ سخت گناہ کبیرہ اور حرام ہے اور اس کا مرتکب عذاب و سزا کا مستحق ہے۔

۲۔ حیض ۳۔ نفاس

۱۔ غسل فرض کرنے والی چیزوں میں سے حیض و نفاس ہے پس جب حیض و نفاس کا خون نکل کر عورت کی فرج خارجی تک پہنچ جائے تو غسل فرض ہوگا اور اگر صرف فرج داخل تک آیا اور فرج خارج تک نہیں پہنچا تو وہ حیض و نفاس نہیں ہوگا اس لئے اس عورت پر غسل فرض نہیں ہوگا۔ (۳)

۲۔ اگر کسی عورت کے بچہ پیدا ہوا اور خون ظاہر نہ ہوا تو اس صبح یہ ہے کہ اس پر غسل فرض ہوگا۔ (۴) (حیض و نفاس کے مسائل آگے الگ بیان میں ہیں۔ (مؤلف))

اقسام غسل

غسل ۱۔ کبھی فرض، ۲۔ کبھی واجب، ۳۔ کبھی سنت، ۴۔ اور کبھی مستحب ہوتا ہے (۵) پس غسل کی ان چار قسموں میں سے پہلی قسم غسل فرض تین طرح کا ہے ۱۔ غسل جنابت، ۲۔ غسل حیض، ۳۔ غسل نفاس۔ (۶)
دوسری قسم غسل واجب چار طرح کا ہے:

۱۔ مردہ (میت) کا غسل (۷) پس مسلمان میت کو غسل دینا زندہ مسلمانوں پر بالاجماع واجب علی الکفایہ ہے اگر بعض مسلمانوں نے اس کو ادا کر دیا تو باقی لوگوں کے ذمہ سے ساقط ہو جائے گا ورنہ سب گنہگار ہوں گے جبکہ ان کو اس میت کا علم ہو، فحشی مشکل کو غسل دینے

(۱)۔ فتح و خروج و ش ملتقطا	(۲)۔ مخدوش	(۳)۔ ع و در و غیرہما	(۴)۔ ع و غیرہ	(۵)۔ بدائع
(۶)۔ ع و کبیری و بدائع و غیرہ	(۷)۔ ع و غیرہ			

میں فقہاء کا اختلاف ہے بعض نے کہا کہ اس کو تیمم کرایا جائے اور بعض نے کہا کہ اس کے کپڑوں میں غسل دیا جائے، پہلا قول اولیٰ ہے لیکن کافر مردہ کا اگر کوئی مسلمان ولی نہ ملے تو نجس کپڑے کی طرح اس کے اوپر سے پانی بہا دیا جائے اس کو مسنون طریقے سے غسل نہ دیا جائے۔ (۱)

(غسل میت کی تفصیل کتاب الجنائز میں ہے، مؤلف)

۲۔ کافر جنسی (خواہ مرد ہو یا عورت جبکہ وہ نہایا نہ ہو یا نہایا ہو مگر شرعاً وہ غسل صحیح نہ ہوا ہو) جب اسلام لائے تو اس پر غسل واجب ہونے میں مشائخ کا اختلاف ہے بعض نے کہا کہ اس پر غسل واجب نہیں ہے اور بعض نے کہا کہ اس پر غسل واجب ہے، یہ ظاہر الروایت ہے اور یہی آصح ہے۔ (۲)

۳۔ کافر عورت اگر حیض یا نفاس کا خون منقطع ہونے کے بعد مسلمان ہوئی تو بعض کے نزدیک اس پر غسل فرض نہیں ہے بلکہ مستحب ہے لیکن اصح قول کی بنا پر اس پر غسل واجب ہے اور یہی احوط ہے اور اگر اس نے حیض یا نفاس کی حالت میں اسلام قبول کیا ہو اس کے بعد پاک ہوئی تو اس پر غسل واجب ہے۔ (۳)

۴۔ نابالغ لڑکی جب حیض کے ساتھ بالغ ہوئی تو حیض سے پاک ہونے کے بعد اس پر غسل واجب ہوگا اور اگر نابالغ لڑکا احتلام کے ساتھ بالغ ہوا (نہ کہ عمر کے لحاظ سے یعنی پندرہ سال سے پہلے اسے پہلا احتلام ہوا) تو بعض نے کہا کہ اس پر غسل واجب نہیں ہے بلکہ مستحب ہے اور اصح یہ ہے کہ اس پر غسل واجب ہے اور یہی احوط ہے (۴) اور پندرہ سال سے پہلے احتلام کے ساتھ بالغ ہونے والے نابالغ کو پہلے احتلام کے بعد جب احتلام ہو یا پندرہ برس کی عمر کے بعد جب پہلا احتلام ہو اور اس کے بعد جب بھی احتلام ہو اس پر غسل فرض ہے (۵) قاضی خان نے کہا ہے کہ مذکورہ چاروں صورتوں میں احتیاطاً غسل واجب ہے۔ (۶)

فائدہ: غسل واجب سے مراد یہاں اصطلاحی واجب نہیں ہے کہ فرض عملی ہے جو کہ فرض اعتقادی سے درجہ میں کم ہے کیونکہ یہ دلیل قطعی سے ثابت نہیں ہے اور متفق علیہ بھی نہیں ہے یہی وجہ ہے کہ بعض مشائخ نے غسل کی تین ہی قسمیں یعنی فرض و سنت و مستحب بیان کی ہیں اور بعض نے فرض عملی کو فرض اعتقادی سے کم درجہ ہونے کی تیز کے لئے واجب سے تعبیر کر دیا ہے، یہی وجہ ہے کہ بہت سے مشائخ نے غسل کی چار قسمیں یعنی فرض دو واجب و سنت و مستحب بیان کی ہیں لیکن یہ بات غسل میت کے علاوہ باقی میں ظاہر ہے (۷) اس لئے کہ باب الجنائز میں منقول ہے کہ غسل میت فرض ہے اس لئے اس پر واجب کا اطلاق نہ کرنا اولیٰ ہے کیونکہ اس سے ہماری مشہور اصطلاح کی بنا پر بسا اوقات یہ متوہم ہوتا ہے کہ یہ فرض نہیں ہے۔ (۸)

تیسری قسم غسل سنت

۱۔ یہ بھی چار طرح کا ہے اور یہ جمع و عیدین و عرفہ کے دن اور احرام باندھنے کے وقت کا ہے (۹) بعض مشائخ کے نزدیک یہ چاروں غسل مستحب ہیں شرح منیۃ المصلیٰ میں اس کو اصح کہا ہے اور فتح القدیر میں اس کی تائید کی ہے لیکن صاحب فتح القدیر کے شاگرد ابن امیر حاجی نے علیہ میں جمعہ کے غسل کو سنت قرار دیا ہے کیونکہ اس پر بھی منقول ہے۔ (۱۰)

۲۔ جمعہ کے دن کا غسل امام ابو یوسفؒ کے نزدیک جمعہ کی نماز کے لئے ہے، یہی صحیح ہے اور یہی ظاہر الروایت ہے اور کبیری میں ہے کہ یہی اصح ہے اور امام حسن بن زیاد کے نزدیک یہ غسل جمعہ کے دن کے لئے ہے (۱۱) اور اس اختلاف کا تین ان صورتوں میں ظاہر ہوتا

(۱)۔ ش۔ (۲)۔ فتح و بحر و دیکھری و موطا متعظا (۳)۔ فتح و بحر و متعظا (۴)۔ ایضا (۵)۔ ط و غیرہ (۶)۔ فتح و بحر و

(۷)۔ ش ملخصا (۸)۔ بحر (۹)۔ ع و بدائع و ہدایہ و غیرہ (۱۰)۔ ش (۱۱)۔ ہدایہ و دیکھری و ش متعظا

ہے اول جس شخص پر جمعہ فرض نہیں ہے اس کے حق میں یہ غسل سنت ہے یا نہیں ہے (۱) پس امام ابو یوسف کے نزدیک اس کے حق میں یہ غسل سنت نہیں ہے اور امام حسنؒ کے نزدیک سنت ہے اور احادیث سے امام ابو یوسفؒ کے قول کی تائید ہوتی ہے (مؤلف) صحیحین میں روایت ہے کہ تم میں سے جو شخص جمعہ کی نماز کے لئے آئے تو اس کو چاہئے کہ غسل کر لے اور ابن حبان کی روایت میں ہے کہ جو مرد و عورت جمعہ کی نماز میں آئیں ان کو غسل کر لینا چاہئے اور یحییٰ کی روایت میں ہے کہ جو شخص جمعہ کی نماز میں نہ آئے تو اس پر غسل نہیں ہے (۲) دوم جس شخص نے غسل کیا پھر اس کو حدث ہوا اور اس نے وضو کر کے جمعہ کی نماز پڑھی تو اس نے امام حسنؒ کے نزدیک غسل سنت کی فضیلت حاصل کر لی اور امام ابو یوسفؒ کے نزدیک حاصل نہیں کی سوم اگر کسی شخص نے طلوع فجر سے پہلے غسل کیا اور اسی غسل کے وضو سے جمعہ کی نماز پڑھی تو اس نے امام ابو یوسفؒ کے نزدیک غسل سنت کی فضیلت حاصل کر لی اور امام حسنؒ کے نزدیک حاصل نہیں کی۔ چہارم اگر کسی شخص نے نماز جمعہ کے بعد مغرب سے پہلے غسل کیا تو بعض فقہانے کہا ہے کہ امام ابو یوسفؒ کے نزدیک اس کو یہ فضیلت حاصل ہوگی اور امام حسنؒ کے نزدیک حاصل ہو جائے گی، شارحی نے اسی طرح ذکر کیا ہے (۳) اور خانیہ میں ہے کہ اگر کسی نے جمعہ کی نماز کے بعد غسل کیا تو وہ بالا جماع معتبر نہیں ہے (۴) اور بحر الرائق میں اسی کی تائید لی گئی ہے (۵) جیسا کہ اس میں ہے کہ میرے نزدیک یہی اولیٰ ہے اور آگے اس کی تفصیل بیان کی ہے (۶) عالمگیری میں کہا ہے یہ غسل جمعہ کی نماز کے لئے ہے اور یہی صحیح ہے اور شامی میں شرح بدلیۃ ابن الجہاد از علامہ سید عبدالغنی النابلسی کے منقول ہے کہ یہ چاروں غسل نظافت کے لئے مسنون ہیں طہارت کے لئے نہیں پس اگر غسل کے بعد حدث ہو جائے اور وضو کر کے نماز پڑھ لی جائے تو دوبارہ وضو سے نظافت میں اضافہ ہوگا اگرچہ وہ وضو طہارت کے لئے ہوگا پس میرے نزدیک ادائے سنت کے لئے وہ غسل کافی ہے اگرچہ اس غسل اور نماز کے درمیان حدث واقع ہو گیا ہو کیونکہ اس بارے میں جو احادیث وارد ہوئی ہیں ان کا مقتضی صرف نظافت حاصل کرنا ہے اور شامی نے کہا ہے کہ نماز جمعہ کے لئے جو جمع سویرے سے جانا سنت ہے اس سے بھی اس کی تائید ہوتی ہے کیونکہ اس سنت کے حصول کے لئے اتنے سویرے سے غسل کر کے جانا اور وضو اس وقت تک باقی رکھنا پھر اسی وضو سے نماز پڑھنا دشوار ہے خاص طور پر طویل دنوں میں اور دوبارہ غسل کرنا بھی دشوار ہے اور معراج الدراہیہ کی عبارت سے بھی اس کی تائید ہوتی ہے اور وہ یہ ہے کہ اگر کسی نے جمعرات کے دن یا جمعہ کی رات کو غسل کیا تو اس نے غسل جمعہ کی سنت کو ادا کر لیا کیونکہ اس سے مقصود یعنی بدن و لباس کی بدبو کو دور کرنا حاصل ہو گیا۔ (۷) (پس امام حسن کے قول میں وسعت ہے اور فتویٰ کے لئے یہی علماء کے نزدیک مختار ہے مؤلف)

۳۔ عید کا دن بھی بمنزلہ جمعہ کے ہے کیونکہ اس میں بھی بہت بڑا اجتماع ہوتا ہے اس لئے بدبو کی ایذا کو دور کرنے کے لئے اس روز بھی نماز فجر کے بعد غسل کرنا ان لوگوں کے لئے سنت ہے جن پر عید کی نماز واجب ہے (۸) اور اس غسل کے بارے میں بھی امام ابو یوسفؒ و امام حسنؒ کا وہی اختلاف جاری ہوگا جو کہ جمعہ کے غسل کے بارے میں بیان ہو چکا ہے (۹) اور حج یا عمر یا قرآن کا احرام باندھتے وقت غسل کرنا سنت ہے اور یہ معلوم نہیں ہو سکا کہ کسی نے اس کو صرف اس دن کے لئے سنت کہا ہو اور عرفہ کے روز عرفات میں زوال کے بعد وقوف عرفات کے لئے غسل کرنا سنت ہے یہ عرفات میں داخل ہونے کے لئے یا یوم عرفہ کے لئے نہیں ہے یہ جو بدائع میں ہے کہ اس میں بھی جمعہ کی طرح یہ اختلاف ہے کہ یہ وقوف کے لئے یا یوم عرفہ کے لئے ہے حلیہ میں اس کی تردید کی گئی ہے۔ (۱۰)

۴۔ اگر جمعہ اور عید یا جمعہ اور عرفہ ایک دن جمع ہو گئے اور کسی شخص نے جماع بھی کیا پھر غسل کیا تو تینوں کے لئے ایک ہی غسل کافی

(۱)۔ فتح (۲)۔ ط (۳)۔ فتح و بحر متقطعا (۴)۔ بحر دور (۵)۔ ش (۶)۔ بحر دامدنیہ

(۷)۔ ش (۸)۔ ہدایہ وغیرہ تقرفا (۹)۔ ش و مح (۱۰)۔ بحر ش و مح

ہو جائے گا (۱) اور سی طرح جمعہ، عید، کسوف اور استقاء ایک دن میں جمع ہو جائیں تو ان سب کا ثواب حاصل کرنے کے لئے بھی ایک ہی غسل کافی ہو جائے گا جبکہ اس میں ان سب کی نیت کر لی گئی ہو۔ (۲)

چوتھی قسم غسل مستحب (۳) یہ بہت سے ہیں اور ان کی تفصیل مندرجہ ذیل ہے۔ (مولف) ۱۔ کافر غیر جنبی جس وقت اسلام لائے (۴) پس جب کوئی کافر مرد و عورت جنابت و حیض و نفاس سے پاک ہو اور اس نے غسل کر لیا اور نابالغ بچہ اسلام لائے تو اس کو آثار کفر سے نکالت حاصل کرنے کے لئے غسل کرنا مستحب ہے (۵) اور جو جنبی مرد و عورت یا حیض و نفاس والی عورت اسلام لائے اس پر معتقد قول کی بنا پر غسل کرنا فرض ہے جیسا کہ پہلے بیان ہو چکا ہے۔ (۶) ۲۔ نابالغ لڑکا یا لڑکی جب عمر کے لحاظ سے بالغ ہو (۷) یعنی وہ پورے پندرہ برس کا ہو جائے اور اس وقت تک بلوغت کی کوئی علامت اس میں نہ پائی جائے تو مطلقاً یہ قول کی بنا پر اس کو غسل کرنا مستحب ہے (۸) لیکن جو نابالغ لڑکا احتلام یا انزال یا احبال (حاملہ کر دینے) کے ساتھ بالغ ہو یا لڑکی احتلام یا حیض یا حمل ہو جانے کے ساتھ بالغ ہوئی تو ان صورتوں میں اس پر غسل فرض ہوگا۔ (۹) (جیسا کہ پہلے بیان ہو چکا ہے) ۳۔ بخون دبے ہوش اور نشے والے کو جب اتفاق ہو جائے تو غسل کرنا مستحب ہے (۱۰) شاید یہ اتفاق کی نعمت کے شکرانہ کے لئے ہے (۱۱) اور یہ حکم اس وقت ہے جبکہ وہ اپنے جسم وغیرہ پر مٹی نہ دیکھے لیکن اگر وہ مٹی دیکھے تو اس پر غسل واجب ہوگا۔ (۱۲) ۴۔ بچنے لگوانے کے بعد (مرد و عورت و بچہ) تاکہ جو فقہا بچنے لگوانے سے غسل واجب ہونے کے قائل ہیں ان کی مخالفت سے بچ جائے (۱۳) اور اس لئے بھی مستحب ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے بچنے لگوانے کے بعد غسل فرمایا ہے۔ رواہ ابو داؤد (۱۴) ۵۔ میت کو نہلانے کے بعد نہلانے والوں کے لئے، یہ بھی وجوب کے قائلین کی مخالفت سے بچنے کے لئے ہے۔ (۱۵) ۶۔ شب برأت یعنی شعبان کی پندرہویں شب میں، (۱۶) ۷۔ شب قدر میں جبکہ یقین کے ساتھ اس کو دیکھ لے یا علامات ماثورہ (اور کشف والہام) سے معلوم ہو جائے۔ (۱۷) ۸۔ مکہ معظمہ میں داخل ہونے کے لئے۔ (۱۸) ۹۔ عرفہ کی رات میں ظاہر یہ ہے کہ یہ حاجی اور غیر حاجی سب کے لئے ہے۔ (۱۹) ۱۰۔ مزدلفہ میں توقف کے لئے دسویں ذی الحجہ کی صبح کو طلوع فجر کے بعد۔ (۲۰) ۱۱۔ دسویں ذی الحجہ کو رومی یعنی کنکریاں پھینکنے کے لئے مٹی میں داخل ہوتے وقت اور اسی طرح باقی دو دن (۱۲ ذی الحجہ کو) حجروں پر کنکریاں پھینکنے کے لئے (۲۱) بعض کے نزدیک اگر ۱۰ ذی الحجہ کو رومی کرے تو غسل کرنا مستحب ہے ورنہ نہیں اور بعض کے نزدیک خواہ دس ذی الحجہ کو رومی کرے یا نہ کرے غسل کرنا مستحب ہے کیونکہ ان کے نزدیک مٹی میں دخول کے لئے غسل کرنا الگ مستحب ہے اور رومی کے لئے غسل کرنا الگ مستحب ہے۔ (۲۲) ۱۲۔ طواف زیارت کے لئے تاکہ طواف اکمل طہارت کے ساتھ ادا ہو اور بیت اللہ شریف کی تعظیم بھی ادا ہو جائے۔ (۲۳)

تنبیہ

مذکورہ بالا عبارات سے معلوم ہوا کہ دس ذی الحجہ کو پانچ غسل میں یعنی ۱۔ توقف مزدلفہ، ۲۔ دخول مٹی، ۳۔ رومی جمعہ، ۴۔ دخول مکہ، ۵۔ طواف کے لئے اور ان سب کی نیت سے ایک غسل کر لینا کافی ہے جیسا کہ جمعہ اور عید اگر ایک دن جمع ہوں تو دونوں کی نیت سے ایک غسل

(۱)۔ مجرد دور	(۲)۔ ش	(۳)۔ ع وغیرہ	(۴)۔ مجرد بالغ	(۵)۔ م و ش مطلقاً	(۶)۔ ط
(۷)۔ مجرد دوروم	(۸)۔ م و ش	(۹)۔ ط	(۱۰)۔ دوروم دفع	(۱۱)۔ ط	(۱۲)۔ ش قصر
(۱۳)۔ م و ط	(۱۴)۔ ط	(۱۵)۔ دفع و مجردوم و ط	(۱۶)۔ م و ط و ش	(۱۷)۔ ایضاً	(۱۸)۔ ایضاً
(۱۹)۔ دوروم و مجردوم وغیرہ	(۲۰)۔ دوروم	(۲۱)۔ ایضاً	(۲۲)۔ ش مطلقاً	(۲۳)۔ م	

کر لینا ہی کافی ہے۔ (۱) ۱۳۔ مدینہ منورہ میں داخل ہونے کے لئے (۲) یہ مدینہ منورہ کی تعظیم و حرمت اور رسول ﷺ کی خدمت میں حاضر ہونے کے لئے ہے۔ (۳) ۱۴۔ نماز کسوف (سورج گرہن) کے لئے۔ (۴) ۱۵۔ نماز خسوف (چاند گرہن) کے لئے۔ (۵) ۱۶۔ نماز استسقاء (طلب بارش) کے لئے تاکہ یہ تینوں مسنون نمازیں کامل طہارت کے ساتھ ادا ہوں۔ (۶) ۱۷۔ رفع خوف و دفع مصیبت کی نماز کے لئے۔ (۷) ۱۸۔ دن میں تاریکی چھا جانے کے وقت کی نماز کے لئے۔ (۸) ۱۹۔ دن یا رات میں شدید آندھی کے وقت کی نماز کے لئے۔ (۹) ۲۰۔ کسی گناہ سے توبہ کرنے والے کے لئے۔ (۱۰) ۲۱۔ سفر سے واپس پہنچنے والے کے لئے جب وہ اپنے وطن پہنچ جائے۔ ۲۲۔ استحاضہ والی عورت کے لئے جبکہ اس کے استحاضہ کا خون بند ہو جائے یعنی استحاضہ دور ہو جائے (ایضاً) کیونکہ اس اثنا میں حیض کے داخل ہو جانے کا احتمال ہے۔ (۱۱) ۲۳۔ اس شخص کے لئے جس کے قتل کا قصد کیا جائے (۱۲) (خواہ اس کو جبراً قتل کیا جائے یا قصاص میں یا ظلم سے ہو) اس کے لئے غسل اس لئے مستحب ہے تاکہ اس کی موت اکمل طہارت پر واقع ہو۔ (۱۳) ۲۴۔ آدمیوں کے مجمع میں جانے کے لئے۔ (۱۴) ۲۵۔ نیا کپڑا پہننے والے کے لئے۔ (۱۵) ۲۶۔ مجالس خیر کی حاضری کے لئے (۱۶) وغیرہ ان سب حالتوں میں غسل کرنا مستحب و مندوب ہے، (بعض نمبروں میں بعض ایک سے زیادہ مستحب بیان ہو گئے ہیں اس طرح ان کی کل تعداد (تیس) سے کچھ اوپر ہو جاتی ہے جیسا کہ علامہ شامی نے بھی یہی لکھا ہے، مؤلف)

غسل کے متفرق مسائل

۱۔ جنبی شخص اگر نماز کے وقت تک غسل میں تاخیر کرے تو وہ گنہگار نہیں ہوتا (۱۷) کیونکہ اس بات پر اجماع نقل کیا گیا ہے کہ بے وضو شخص پر وضو کرنا اور جنبی شخص اور حیض و نفاس والی عورت پر غسل کرنا اس وقت واجب ہوتا ہے جب اس پر نماز واجب ہو، یا وہ کسی ایسی عبادت کا ارادہ کرے جو وضو یا غسل کے بغیر جائز نہ ہو اور اس سے پہلے واجب نہیں ہوگا (۱۸) مثلاً جب وہ نماز سجدہ تلاوت اور قرآن مجید کا چھوٹا یا اسی کے مانند کسی اور کام کا ارادہ کرے تب واجب ہوتا ہے (۱۹) لیکن جنبی کو چاہئے کہ تاخیر نہ کرے کہ خلاف اولیٰ ہے۔ (۲۰)

۲۔ اگر کسی آدمی پر غسل فرض ہے اور اس جگہ آدمی موجود ہیں تو غسل کرنا ترک نہ کرے اگرچہ لوگ اس کو دیکھیں، یہ حکم اس صورت میں ہے جبکہ وہاں پردہ نہ ہو سکتا ہو اور اس کے پاس کپڑا وغیرہ بھی نہ ہو اور نماز کے فوت ہونے کا ڈر ہو، ایسی صورت میں جو شخص عداً اس کو دیکھے گا وہ گنہگار ہوگا نہانے والا گنہگار نہیں ہوگا کیونکہ وہ معذور ہے اسی طرح اگر کوئی جنبی عورت ہے اور وہاں صرف عورتیں ہیں تو اس کا حکم وہی ہے جو جنبی آدمی کا آدمیوں کے درمیان نہانے کا بیان ہوا یعنی وہ غسل نہ چھوڑے اور ان عورتوں کے سامنے ہی نہائے کیونکہ ہم جنس سے پردہ نہ کرنا غیر جنس سے پردہ نہ کرنے سے خفیف تر ہے اور ضرورتاً مباح ہے اور بلا ضرورت مباح نہیں ہے (۲۱) (کیونکہ عورت کو بلا ضرورت) ناف سے گھٹنے کے نیچے تک دوسری کے سامنے کھولنا بھی گناہ ہے، اکثر عورتیں دوسری عورتوں کے سامنے (بلا ضرورت) تنگی ہو کر نہاتی ہیں یہ بہت بری اور بے غیرتی کی بات ہے (۲۲) اگر جنبی عورت مردوں یا مردوں اور عورتوں درمیان میں ہو تو غسل کرنے میں تاخیر

(۱) ش و ط (۲) م و ق و ج و د و غیر ہا (۳) ط (۴) م و د و (۵) ایضاً (۶) م و ط و ملقطاً

(۷) م و د و (۸) م و د و (۹) ایضاً (۱۰) م و د و (۱۱) ط (۱۲) م و د و

(۱۳) ط (۱۴) م و د و (۱۵) م و د و (۱۶) بہار شریعت (۱۷) م و د و (۱۸) م و د و

(۱۹) م و د و (۲۰) بہار شریعت (۲۱) ش و م و ط و د و کبیری ملقطاً (۲۲) بہشتی زیور حصا و ل

کے اور اس عورت کو چاہئے کہ (اگر نماز کا وقت فوت ہونے کا ڈر ہو تو تیمم کرے اور نماز پڑھے اس لئے کہ وہ عورت مردوں میں پانی کے استعمال سے شرعاً عاجز ہے (۱) اور جنبی مرد اگر عورتوں اور مردوں یا صرف عورتوں کے درمیان میں ہو تو قیاس یہ ہے کہ وہ غسل کو مؤخر کرے (۲) اور اگر نماز کا وقت فوت ہونے کا ڈر ہو تو تیمم کر کے نماز پڑھے (۳) اور ظاہر یہ ہے کہ اس نماز کو غسل کرنے کے بعد لوٹنا واجب ہے کیونکہ اکثر مشائخ نے کہا ہے کہ اگر تیمم کے لئے عذر بندوں کی طرف سے لاحق ہوا ہے تو اس سے پڑھی ہوئی نماز کا اعادہ واجب ہے اگرچہ تیمم کرنا اس کے لئے مباح ہے (۴) یہ حکم غسل فرض کے بارے میں ہے لیکن اگر کسی شخص نے ڈھیلے سے استنجا کیا ہو اور پانی سے استنجا کرنے کے لئے تنہائی کی جگہ نہ ملے تو ان سب حالتوں میں پانی سے استنجا کرنا مرد و عورت کو مطلقاً چھوڑ دینا چاہئے (۵) خواہ وہ مرد یا عورت، مردوں یا عورتوں یا دونوں میں ہو (۶) اور نجاست خواہ درہم سے زیادہ لگی ہو یا کم ہو (۷) اور خنثی مشکل کو استنجا اور غسل کے لئے کسی کے سامنے اپنا ستر ہرگز نہیں کھولنا چاہئے اس لئے کہ اگر وہ کسی مذکر (آدمی) کے سامنے ستر کھولے گا تو یہ احتمال ہے کہ وہ مونث ہو اور اگر کسی مونث (عورت) کے سامنے ستر کھولے گا تو یہ احتمال ہے کہ وہ مذکر (آدمی) ہو پس اس مسئلے کا خلاصہ یہ ہے کہ ارادہ کرنے والا شخص ۱۔ یا مرد ہے، ۲۔ یا عورت ۳۔ یا خنثی مشکل ہے اور وہ یا مردوں یا عورتوں یا خنثائی کے درمیان ہے یا مردوں اور عورتوں یا مردوں اور خنثائی یا عورتوں اور خنثائی یا مردوں اور عورتوں اور خنثائی کے درمیان ہے پس یہ اکیس (۳ × ۷ = ۲۱) صورتیں ہوں گی ان میں سے صرف دو صورتوں میں یعنی جبکہ آدمی آدمیوں کے درمیان ہو یا عورت عورتوں کے درمیان ہو اسی وقت غسل کر لے اور باقی انیس صورتوں میں غسل کو مؤخر کرے (۸) اور اگر نماز فوت ہو جانے کا خوف ہو تو تیمم کر کے نماز پڑھے۔ (اور پھر جب پردہ کی جگہ میسر آ جائے تو غسل کر کے اس نماز کا اعادہ کرنا واجب ہے مؤلف)

۳۔ اگر مرد اور عورت ایک برتن سے غسل کریں تو کچھ مضا نقہ نہیں ہے۔ (۹)

۴۔ جنبی کو وضو کرنے یا ہاتھ منہ دھونے یعنی کلی کرنے کے بعد کھانا پینا مکروہ نہیں ہے اور ہاتھ دھونے اور کلی کرنے سے پہلے کھانا پینا مکروہ ہے (لیکن یہ گناہ نہیں ہے) کیونکہ یہ شخص مستعمل پانی کو پینے والا ہوگا اور یہ مکروہ تنزیہی ہے اور قاضی خان نے کہا ہے کہ جنبی کو کھانے پینے سے پہلے ہاتھ دھونا اور کلی کرنا مستحب ہے اور اس کو ترک کیا تو کوئی مضا نقہ نہیں ہے لیکن پہلا قول اوٹی ہے (۱۰) اور حیض والی عورت کے بارے میں اختلاف ہے بعض نے کہا کہ وہ جنبی کی مانند ہے بعض نے کہا کہ اس کو کھانے پینے کے لئے ہاتھ منہ دھونا مستحب نہیں ہے کیونکہ اس طرح منہ اور ہاتھ سے حیض کی نجاست دور نہیں ہوتی اور حائضہ عورت کا جھوٹا پانی اس وقت تک مستعمل نہیں ہوتا جب تک اس پر غسل کرنا فرض نہ ہو جائے (۱۱) اگر جنبی شخص غسل یا وضو کے بغیر سوئے یا اپنی بیوی سے دوبارہ وطی کرے تو جائز ہے اور کوئی مضا نقہ نہیں ہے (۱۲) لیکن اس کو وضو کر لینا مستحب و بہتر ہے (۱۳) احتلام والے شخص کو وطی کرنے سے پہلے غسل کرنا مستحب ہے اور اس کو غسل سے پہلے وطی کرنا جائز مگر مکروہ ہے (۱۴) بلکہ احتلام والے کا حکم بھی جنبی کی مانند ہے کیونکہ جنابت خواہ جماع سے ہو یا احتلام سے دونوں کا حکم یکساں ہے اور بستان میں ہے کہ ابن مقفع نے کہا ہے کہ اگر احتلام والا شخص غسل سے پہلے جماع کرے گا اس سے پیدا ہونے والا بچہ مجنون یا بخیل ہوگا۔ (۱۵)

۵۔ کوئی عورت جنبی ہوئی پھر اس کو حیض آ گیا تو اس کو اختیار ہے کہ جنابت کا غسل ابھی کر لے یا اس کو حیض سے پاک ہونے تک مؤخر کر دے اور یہی حکم اس وقت ہے جبکہ حیض والی عورت کو احتلام ہو جائے یا اس سے جماع کیا جائے تو اس کو اختیار ہے کہ جنابت کا غسل

(۱)۔ موطور (۲)۔ ش (۳)۔ ط (۴)۔ طوش ملقطا (۵)۔ در (۶)۔ ش

(۷)۔ حاشیہ انواع (۸)۔ ش (۹)۔ ع و کبیری (۱۰)۔ دروش و کبیری و ع ملقطا (۱۱)۔ کبیری (۱۲)۔ کبیری و ع

(۱۳)۔ کبیری (۱۴)۔ ش و حاشیہ انواع (۱۵)۔ ش و تمامہ فیہ

ابھی کر لے یا حیض سے پاک ہونے تک موخر کرے۔ (۱)

۶۔ ظاہر الروایات کے مطابق حسل کے لئے کم سے کم ایک صاع (تقریباً چار سیر) پانی اور وضو کے لئے ایک مد (تقریباً ایک سیر) پانی کافی ہوتا ہے۔ بعض مشائخ کا قول یہ ہے کہ حسل کے لئے ایک صاع پانی اس وقت کافی ہوتا ہے جب حسل میں وضو کو ترک کر دے اور اگر حسل کے ساتھ وضو بھی کرے تو ایک مد سے وضو اور ایک صاع سے حسل کرے اور اکثر مشائخ کا مذہب ہے کہ ایک صاع پانی حسل اور وضو دونوں کے لئے کافی ہے اور یہی اصح ہے۔ بعض مشائخ نے یہ کہا ہے کہ یہ پانی کے کافی ہونے کی کم سے کم مقدار بیان کی گئی ہے اور یہ مقدار لازمی نہیں ہے بلکہ اگر کسی کو اس سے بھی کم کافی ہو جائے تو کم کر لے اور اگر کافی نہ ہو تو اس پر اور زیادہ کر لے کیوں کہ لوگوں کی طبیعتیں اور حالات مختلف ہوتے ہیں لیکن اسراف نہ ہو اور حد سے کمی بھی نہ ہو، پس اگر مد سے کم پانی میں اچھی طرح وضو کر لے تو جائز ہے اور وضو کے لئے ایک مد کی مقدار اس وقت ہے جبکہ استنجاء نہ کرنا ہو اور اگر استنجاء بھی کرنا ہو تو ایک رطل (تقریباً نصف سیر) پانی سے استنجاء کرے اور ایک مد سے وضو کرے اور اگر موزے (ظہین) پہنے ہوئے ہو اور استنجاء بھی نہیں کرنا ہو تو وضو کے لئے ایک رطل پانی کافی ہے اگر موزے پہنے ہوئے ہو اور استنجاء کرنا ہو تو ایک رطل پانی سے استنجاء کرے اور ایک رطل پانی سے پاؤں دھونے کے علاوہ وضو کرے اور یہ سب مقداریں لازمی نہیں ہیں اس لئے کہ انسانوں کے اجسام و طبائع مختلف ہوتے ہیں (۲) شری صاع آٹھ رطل بغدادی کا ہوتا ہے اور یہ عراقی صاع ہے جو کہ چار مد کا ہوتا ہے اور ایک مد دو رطل ہوتا ہے، امام ابو حنیفہؒ نے اسی کو اختیار کیا ہے۔ (۳) رطل میں مثقال یعنی ۱۳۰ درہم کا اور مثقال ساڑھے چار درہم کا اور ماشہ آٹھ رتی کا ہوتا ہے اور مد کی مقدار ۲۶۰ درہم یعنی ۶۸ تولہ ۳ ماشہ ہے من کا بھی یہی وزن ہے (۴) عام فہم حساب سے حسل کے لئے تقریباً چار سیر اور وضو کے لئے تقریباً ایک سیر پانی کافی ہو جاتا ہے۔ (۵)

حسل کا مسنون و مستحب طریقہ: جو شخص حسل کرنا چاہے اس کو چاہے کہ کپڑا تہیہ نہ وغیرہ باندھ کر نہائے اور اگر ننگا ہو کر نہائے تو کسی ایسی جگہ نہائے جہاں کوئی نہ دیکھے، اگر ایسی جگہ نہ ملے تو زمین پر انگلی سے ایک دائرہ کھینچ کر اس کے اندر بسم اللہ پڑھ کر نہائے، عورت کو اور ہر ننگا نہانے والے کو بیٹھ کر نہانا افضل ہے کیونکہ اس میں پردہ زیادہ ہے اور ننگا نہانے والا قبلے کی طرف منہ کر کے نہائے۔ سب سے پہلے اپنے دونوں ہاتھ کلائیدوں (پہنچوں) تک دھوئے پھر استنجاء کرے اور خواہ استنجاء کی جگہ پر نجاست ہو باندھو اور بدن پر جہاں کہیں نجاست حقیقی ہو اس کو بھی دھو ڈالے، پھر پورا وضو کرے یعنی پہلے دونوں کلائیدوں تک تین بار دھوئے پھر تین بار انگلی (غرارہ) کرے اور تین بار ناک میں پانی ڈالے اگر روزہ دار نہ ہو تو غرارہ کرنے اور ناک میں پانی ڈالنے میں مبالغہ کرے اور اگر روزہ دار ہو تو ان دونوں میں مبالغہ نہ کرے اور سر کا مسح بھی کرے اگر چوکی یا پتھر وغیرہ پر حسل کرنا ہو تو وضو کرتے وقت پاؤں بھی دھو لے پھر بعد میں دھونے کی ضرورت نہیں اور اگر ایسی جگہ کھڑا ہو کر نہاتا ہو جہاں نہانے کا پانی جمع رہتا ہو تو وضو کرنے میں پاؤں نہ دھوئے بلکہ حسل سے فراغت کے بعد دوسری جگہ ہٹ کر پاؤں دھوئے، وضو کرنے کے بعد تمام بدن پر تھوڑا پانی ڈال کر ہاتھ سے ملے پھر سارے بدن پر تین مرتبہ پانی بہائے کہیں سوکھانہ رہے اور پہلی دفعہ پانی ڈال کر بدن کو ملے یعنی سارے بدن پر ہاتھ پھیرے، بدن پر پانی اس ترتیب سے ڈالے کہ پہلے اپنے سر پر پھر داہنے کندھے پر پھر بائیں کندھے پر پانی ڈالے اور اسی طرح تین مرتبہ کرے اور سر اور ڈاڑھی کے بالوں کا خلال کرے۔ اگر حسل فرض ہو تو بسم اللہ کے علاوہ کوئی دعا نہ پڑھے اور بسم اللہ بھی کپڑے اتارنے سے پہلے پڑھ لے، حسل کے بعد اگر چاہے تو اپنے جسم کو تولیہ وغیرہ مولے کپڑے سے پونچھ ڈالے اور اپنے پاؤں دھونے سے پہلے کپڑے پہن لے اور حسل سے فارغ ہو کر دو رکعت نفل پڑھے جیسا کہ وضو کے بعد پڑھنا مستحب ہے نہاتے وقت شدید

ضرورت کے بغیر کسی سے کوئی بات نہ کرے اور بسم اللہ کے علاوہ کوئی دعا و ذکر بھی نہ پڑھے نہ کھانے کی صورت میں قبلے کی طرف نہ کر کے نہ نہائے اگر تہبند وغیرہ باندھ کر نہائے تو قبلے کی طرف نہ کرنے میں مضائقہ نہیں ہے اور وضو و غسل کے تمام سنن و مستحبات و آداب کی رعایت ملحوظ رکھے اور مکروہات سے بچے۔ (۱)

پانی کا بیان

پانی کی تعریف اور اقسام: ۱۔ پانی ایک لطیف اور پینے والا جسم ہے جس سے ہر بڑھنے والی چیز یعنی حیوانات و نباتات کی زندگی ہے۔ (۲) ۲۔ پانی کی دو قسمیں ہیں: ۱۔ مطلق ۲۔ مقید۔ مطلق پانی وہ ہے کہ جس کو عرف عام (مخاورے) میں اردو میں پانی قاری میں آب اور عربی میں ماء کہتے ہیں اور جب پانی کا لفظ اضافت کے بغیر مطلق طور پر بولا جائے تو وہ جلدی ذہن میں آجائے اور کسی خصوصیت کے بغیر عام لوگ بھی سمجھ جائیں جیسے بارش، چشموں، دریاؤں، کنوؤں وغیرہ کا پانی (۳) ان میں بھی اگرچہ اضافت ہے لیکن یہ اضافت تعریفی (معرفہ کرنے کے لئے) ہے قید لازم کے طور پر نہیں ہے (۴) مقید پانی ہے وہ جس کو عرف عام (مخاورے) میں پانی نہ کہتے ہوں جیسے گلاب، کیڑہ، رس، سرکہ وغیرہ یا اس میں قید لازم کے ساتھ اضافت پائی جائے اور قید یعنی کسی خصوصیت کے بغیر نہ بولا جائے مثلاً تاریل کا پانی، تر بوز کا پانی وغیرہ (۵) مطلق پانی کے علاوہ جتنی مانعات یعنی سیال چیزیں ہیں اصلاً وہ مقید پانی کہلاتی ہیں ورنہ دراصل وہ پانی نہیں بلکہ مانعات ہیں۔ (مؤلف) ۳۔ مطلق پانی سے نجاست حکمی و حقیقی دونوں کو دور کرنا یعنی وضو و غسل کرنا اور بدن اور کپڑے کو حقیقی نجاست سے پاک کرنا درست ہے اور مقید پانی سے نجاست حکمی (حدیث) کو دور کرنا یعنی وضو اور غسل کرنا درست نہیں ہے البتہ اس کے ساتھ بدن اور کپڑے کو نجاست حقیقی سے پاک کرنا درست ہے (۶) ۴۔ مطلق پانی کی پانچ قسمیں ہیں: اول طاہر مطہر غیر مکروہ یعنی وہ مطلق پانی جو خود پاک ہو اور بلا کراہت پاک کرنے والا ہو اس سے وضو و غسل وغیرہ کراہت کے بغیر درست ہے (۷) اور وہ یہ ہے: بارش، دریا، ندی، نالہ، نہر، سمندر، تالاب، چشمہ، کنوئیں وغیرہ کا پانی، شبنم، پگھلی ہوئی برف یا اولوں کا پانی، یہ سب پانی پاک ہیں خواہ ان کا پانی بیٹھا ہو یا کھاری ہو اور ان سب سے وضو اور غسل کرنا اور نجاست حقیقی دور کرنا درست ہے (۸) دوم طاہر مطہر مکروہ، یعنی مطلق پانی جو خود پاک ہے مگر طاہر مطہر غیر مکروہ پانی موجود ہوتے ہوئے اس سے وضو و غسل وغیرہ صحیح قول کی بنا پر مکروہ تنزیہی ہے لیکن اگر غیر مکروہ پانی موجود نہ ہو تو مکروہ نہیں (۹) اور یہ وہ پانی ہے جو دھوپ سے گرم ہو گیا ہو یا وہ قلیل پانی ہے جس میں آدی کا تھوک یا ناک کی رہنٹل گئی ہو (۱۰) (مزید تفصیل آگے آئے گی انشاء اللہ مولف) سوم طاہر غیر مطہر یہ وہ مطلق پانی ہے جو خود پاک ہے مگر اس سے وضو یا غسل جائز نہیں اور یہ مستعمل پانی ہے (۱۱) چہارم مٹھوک یہ وہ مطلق پانی ہے جو خود پاک ہے مگر اس کا مطہر یا غیر مطہر ہونا یقینی نہیں یعنی اگر اس سے وضو یا غسل کیا جائے تو اس وضو یا غسل کو نہ جائز کہہ سکتے ہیں نہ ناجائز (۱۲) اور یہ گدھے اور خچر کا جھوٹا پانی ہے۔ (۱۳) (تفصیل آگے آئے گی انشاء اللہ مولف)

(۱)۔ مرتباً عن کتب الفقہ (۲)۔ درد و بحرور (۳)۔ بحرور و کبیری وغیرہ تصرفاً (۴)۔ بحرور و عاقبۃ الاوطار تصرفاً

(۵)۔ بحرور و کبیری وغیرہ (۶)۔ کبیری وغیرہ (۷)۔ م تصرفاً (۸)۔ درویش و بدائع و کبیری مطلقاً (۹)۔ م و ط تصرفاً

(۱۰)۔ علم الفقہ وغیرہ (۱۱)۔ و (۱۲)۔ م (۱۳)۔ عامہ کتب

فائدہ

مطلق پانی کی یہ چاروں قسمیں ناپاک کو پاک کر دیتی ہیں مذکورہ بالا فرق صرف وضو اور غسل کے احکام میں ہے (۱)۔ نجس شخص، وہ یہ مطلق پانی ہے جو ناپاک ہے اس سے وضو و غسل جائز نہیں ہے اور ناپاک چیزیں اس سے پاک نہیں ہوتیں بلکہ وہ پاک چیزوں کو ناپاک کر دیتا ہے (۲) اور وہ یہ ٹھہرا ہوا قلیل پانی ہے جس میں نجاست گر جائے اگرچہ اس میں نجاست کا اثر ظاہر نہ بھی ہو تب بھی وہ ناپاک ہو جاتا ہے (۳) مطلق پانی کی قسم اول ظاہر مظہر غیر مکروہ یعنی جس سے وضو اور غسل بلا کراہت جائز و درست ہے تین قسم کا ہوتا ہے: ۱۔ جاری پانی، ۲۔ راکد یعنی ٹھہرا ہوا پانی، ۳۔ کنوئیں کا پانی۔ اور ٹھہرا ہوا پانی بھی دو قسم کا ہوتا ہے، ۱۔ ٹھہرا ہوا، ۲۔ کثیر پانی ٹھہرا ہوا قلیل پانی (۴) اب پانی کی ان سب اقسام کے مفصل مسائل و احکام عنوان وار درج کئے جاتے ہیں مولف

مطلق پانی، قسم اول ظاہر و مظہر غیر مکروہ ۱۔ جاری پانی، ۲۔ راکد (ٹھہرا ہوا) پانی، ۳۔ کنوئیں کا پانی

۱۔ جاری پانی: جاری پانی وہ ہے جو ٹھکے کو بہا لے جائے یہ ایسی حد ہے جس سے جاری پانی کے پہنچانے میں کوئی دقت نہیں ہوتی۔ بعض کا قول یہ ہے کہ جاری پانی وہ ہے جس کو لوگ جاری سمجھتے ہوں اور عام طور پر رخ اورہ میں جاری پانی کہتے ہوں اور یہی اصح ہے (۵) پہلا قول مشہور تر ہے کیونکہ یہ اکثر کتب میں حتیٰ کہ متون میں مذکور ہے اور دوسرا قول ظاہر تر ہے۔ (۶)

۲۔ نہر کا ریز تالی وغیرہ کے جاری پانی کا حکم یہ ہے کہ اگر اس میں نجاست واقع ہو جائے تو جب تک اس نجاست کا اثر اس پانی میں ظاہر نہ ہو یعنی اس کا مزہ یا رنگ یا بو نہ بدلے اس وقت تک وہ پانی نجس نہیں ہوتا اسی پر فتویٰ ہے پس اگر جاری پانی میں کوئی نجس چیز مثلاً مردار یا شراب ڈال دیں تو جب تک اس کا رنگ یا مزہ یا بو نہیں بدلے گا اس وقت تک وہ پانی نجس نہیں ہوگا (۷) اور اگر ان میں سے ایک مفت بھی بدل گئی تو پانی نجس ہو گیا۔ (۸)

۳۔ اگر مردار کتا کسی چھوٹی نہر کی چوڑائی کو روک دے اور اس کے اوپر سے پانی گزرتا ہو تو جب تک اس کا رنگ یا مزہ یا بو نہ بدلے اس مردار کے مقام سے نیچے کی طرف وضو کرنا جائز ہے یہ حکم امام ابو یوسفؒ سے مروی ہے (۹) اور ظاہر یہ ہے کہ یہ حکم عام ہے مردار اور ہر نجس کے لئے یکساں ہے خواہ وہ نجس چیز نظر آنے والی ہو یا نظر نہ آنے والی ہو، محقق کمال اور ان کے شاگرد قاسم نے کہا کہ یہی قول مختار ہے اور نہر الفائق میں اسی کو قوی کہا ہے صاحب در مختار نے اپنی شرح مخ الفخار میں اسی کو ثابت رکھا ہے (۱۰) اور تہتانی میں مضمرات سے اور اس میں لطاب سے منقول ہے کہ اسی قول پر فتویٰ ہے (۱۱) لیکن فتاویٰ قاضی خان و تجنیس رد الوالجبی و خلاصہ و بدائع وغیرہ بہت سی کتب فقہ میں مذکورہ ہے کہ یہ حکم مردار (نظر آنے والی نجاست کے علاوہ ہے یعنی نظر نہ آنے والی نجاست کے لئے ہے لیکن مردار (نظر آنے والی نجاست) میں دیکھا جائے گا کہ اگر کل یا نصف سے زیادہ پانی اس نجاست کے اوپر سے گزرتا ہے تو اس سے وضو جائز نہیں ہے اور اگر نصف سے کم پانی اس کے جسم سے لگتا ہو تو وضو جائز ہے اور اگر نصف پانی نجاست سے لگتا ہو تو قیاس یہ ہے کہ اس سے وضو جائز ہے اور استحسان یہ ہے کہ جائز نہیں ہے اور یہی احوط ہے (۱۲) یعنی اگر وہ پانی جو مردار (نجاست) سے لگ کر بہتا ہو اس سے کم ہے جو اس مردار سے نہیں لگتا تو اس نجاست کے مقام کے نیچے کی طرف سے وضو کرنا جائز ہوگا ورنہ جائز نہیں ہو اور اس کو فقہ ابو جعفر ہندوئی نے اختیار کیا ہے (۱۳) اور کہا ہے کہ

- (۱)۔ علم الفقہ (۲)۔ م و علم الفقہ (۳)۔ م (۴)۔ ع وغیرہ (۵)۔ ع و درہ بحر و بدائع وغیرہ
(۶)۔ دروش و کبیری نصر فا (۷)۔ ع و کبیری مستظلا (۸)۔ علم الفقہ و انواع وغیرہ (۹)۔ بحر و فتح و کبیری (۱۰)۔ دروش
(۱۱)۔ در و محمد و ع (۱۲)۔ بحر (۱۳)۔ کبیری و ع

میں نے اپنے مشائخ کو اسی قول پر پایا ہے اور جنہیں میں اس کو صحیح کہا ہے (۱) اور یہ امام ابو حنیفہ و امام محمد رحمہما اللہ کا قول ہے، حاصل یہ ہے کہ ان دونوں اقوال کی تصحیح کی گئی ہے اور یہ دوسرا قول احوط ہے (۲) اور عنائیہ میں محیط سے منقول ہے کہ اگر جاری پانی میں نجاست گر جائے اور وہ نجاست نظر نہ آنے والی ہو مثلاً پیشاب ہو تو جب تک اس کا رنگ یا مزہ یا بوند بدلے وہ پانی نجس نہیں ہوتا اور اگر وہ نجاست نظر آنے والی ہو مثلاً مردار یا پاخانہ اور گوبر وغیرہ ہو، اگر وہ نہر بڑی ہو تو جس طرف وہ مردار وغیرہ نجاست پڑی ہو اس سے نیچے کی طرف وضو نہ کرے اور اس نجاست والی جانب کے علاوہ کسی دوسری جانب سے وضو کرے اور اگر وہ نہر چھوٹی ہو اور اس کا اکثر پانی اس نجاست سے لگ کر بہتا ہو تو وہ پانی نجس ہے اور اگر اقل یعنی نصف سے کم پانی نجاست لگ کر بہتا ہے تو وہ پانی پاک ہے اور اگر نصف پانی نجاست سے لگ کر بہتا ہے تو اس سے وضو جائز ہے لیکن زیادہ احتیاط اس میں ہے کہ اس سے وضو نہ کیا جائے (۳) اور اگر پانی کے صاف ہونے کی وجہ سے بلکہ پانی کے کم ہونے کی وجہ سے وہ مردار پانی کے نیچے سے نظر آتا ہو اور اس مردار نے چھوٹی نہر کا عرض روک لیا ہو تو اس نہر کا اکثر پانی اس لگ کر جاتا ہے (اور اس پانی سے وضو جائز نہیں ہے، مؤلف) اور اگر اتنا پانی ہے کہ وہ مردار پانی میں نظر نہیں آتا یا اس نہر کے نصف سے کم عرض میں ہے تو اس نہر کا اکثر پانی مردار سے لگ کر نہیں جاتا (۴) (اور اس سے وضو جائز ہے مؤلف) اس مسئلے سے ظاہر کیا گیا ہے (کہ نجاست سے) اکثر پانی کا ملنا یا نہ ملنا کیونکر ہوتا ہے۔ (۵)

۴۔ چھت پر نجاست ہونے کا حکم پانی میں مردار ہونے کی مانند ہے (۶) پس اگر چھت پر پاخانہ وغیرہ کوئی نجاست پڑی ہو اور اس پر بارش ہو جائے اور وہ پانی پر نالے سے بہے اور بارش کا اکثر پانی اس نجاست کے اوپر سے نہ گزرے اور نجاست پر نالے کے پاس نہ ہو تو وہ پانی پاک ہے جبکہ اس پانی میں نجاست کا اثر (رنگ یا بویا مزہ) ظاہر نہ ہوا ہو کیونکہ جو پانی نجاست سے لگ کر نہیں گذر اور وہ زیادہ ہے اور اعتبار غلبہ کا ہے لیکن اگر بارش کا کل یا اکثر یا نصف پانی اس نجاست سے لگ کر آتا ہے یا نجاست پر نالے کے پاس ہے وہ اس پر نالے سے گزرنے والا پانی نجس ہے اگرچہ اس کی کوئی صفت (رنگ یا بویا مزہ) متغیر نہ ہوا ہو (۷) اور اگر نجاست چھت پر متفرق طور پر پڑی ہے اوپر نالے کے سرے پر نہیں ہے اور اکثر پانی اس نجاست سے مل کر نہیں گزرتا بلکہ پاک جگہ سے گزرتا ہے تو اس پر نالے کا پانی پاک ہے (۸) یعنی وہ پانی نجس نہیں ہوگا اور جاری پانی کے حکم میں ہے (۹) اور نیز اگر بارش کا پانی نجاستوں کے اوپر سے گزرے اور کسی جگہ پر جمع ہو جائے تب بھی جواب اسی طرح ہے (۱۰) اور حلیہ میں ہے کہ محقق کمال رحمہ اللہ کی ترجیح کے مطابق چاہئے کہ چھت پر نجاست کے مسئلے میں بھی صرف کسی صفت یعنی رنگ یا بویا مزہ کے متغیر ہونے کا اعتبار کیا جائے کسی اور بات یعنی کم یا اکثر پانی کے نجاست کے ساتھ لگنے کا اعتبار نہ کیا جائے۔ (۱۱)

۵۔ بعض فتاویٰ میں لکھا ہے کہ ہمارے مشائخ کا یہ قول ہے کہ جب تک بارش برتی رہے اس وقت تک اس کا پانی جاری پانی کے حکم میں ہے یہاں تک کہ اگر وہ چھت پر پڑی ہوئی نجاستوں سے لگے پھر وہ کپڑے کو لگ جائے تو جب تک اس پانی میں تغیر نہ ہو جائے کپڑا نجس نہیں ہوگا (۱۲) پس اگر چھت پر بارش برسی اور چھت پر نجاست پڑی تھی پھر چھت ٹپکی اور اس کا پانی کپڑے پر پڑا تو صحیح یہ ہے کہ اگر بارش ابھی تک بند نہیں ہوئی تھی تو چھت کے سوراخ میں سے جو پانی گرا ہے وہ پاک ہے، یہ حکم اس وقت ہے جبکہ وہ پانی نجاست سے متغیر نہ ہوا ہو اور خواہ نجاست چھت کے اکثر حصے پر ہو یا اکثر حصے پر نہ ہو ہر صورت میں یہی حکم ہے لیکن اگر بارش بند ہو جانے کے بعد چھت کے سوراخ سے پانی ٹپکا اگر تمام چھت پر یا اس کے اکثر حصہ پر نجاست ہوگی تو اس سوراخ سے ٹپکنے والا پانی نجس ہوگا اور ہمارے متاخرین مشائخ نے کہا

(۱)۔ ع۔ (۲)۔ ش۔ (۳)۔ عنائیہ۔ (۴)۔ ع۔ (۵)۔ حاشیہ ع۔ اردو۔ (۶)۔ فتح

(۷)۔ کبیری و بحر و فتح و ش و ع۔ (۸)۔ فتح و ع۔ (۹)۔ ع۔ (۱۰)۔ بحر و فتح۔ (۱۱)۔ ش۔ (۱۲)۔ ع۔

ہے کہ یہی مختار ہے (۱) فرضیکہ اگر نجاست غالب ہے تو نجس ہونے کا حکم ہے اور نجس ہونے کے بارے میں احتیاطاً نصف نجاست اکثر کے حکم میں ہے، جیسا کہ پہلے بیان ہو چکا ہے۔ (۲)

۶۔ جاری پانی کے لئے یہ شرط نہیں ہے اس کو اوپر سے مدد ملتی رہے یعنی یہ ضروری نہیں ہے کہ اوپر سے پانی آتے رہنے کا سلسلہ جاری ہے یہی صحیح ہے (۳) پس اگر نہر وغیرہ کو اوپر سے بند کر دیا جائے اور اس کا پانی اوپر سے آنا بند ہو جائے اور پانی کا بہنا باقی رہے تو اس کے جاری ہونے کا حکم نہیں بدلے گا اور جب تک وہ پانی اوپر کے پانی کی امداد کے بغیر نہر میں بہہ رہا ہے اس سے وضو کرنا جائز ہے۔ (۴)

۷۔ اگر مسافر کے ساتھ ایک بڑا پر تالہ اور پانی کا برتن ہو اور اس کو پانی کی ضرورت بھی ہو اور پانی ملنے کی امید بھی ہو مگر یقین نہ تو اس کو چاہئے کہ اپنے کسی ساتھی کو کہے کہ وہ ہر تالے کی ایک طرف میں پانی ڈالے اور خود اس پر تالے میں سے وضو کر لے اور پر تالے کی دوسری طرف ایک پاک برتن رکھ دے تاکہ وہ پانی اس میں جمع ہو جائے تو جو پانی اس برتن میں جمع ہوا ہے وہ پاک ہے اور پاک کرنے والا ہے اور یہی صحیح کیونکہ پانی کا یہ استعمال جاری ہونے کی حالت میں ہوا ہے اور جاری پانی مستعمل نہیں ہوتا (۵) اور اس پانی سے دوسرے آدمی کا وضو کرنا جائز ہے اور دوسری دفعہ بھی اسی طرح پر تالے کے ذریعہ جاری کر کے وضو کرنے اور پھر پاک برتن میں اس کو جمع کر لینے سے تیسری دفعہ اور اسی طرح چوتھی اور پانچویں دفعہ اور ہفتی دفعہ چاہیں وضو کرنا جائز ہے۔ (۶)

۸۔ کسی شخص نے ایک چھوٹے حوض (یا چھوٹی نہر یا چھوٹے تالاب) میں سے نہر کھود کر اس میں اس حوض سے پانی جاری کیا اور اس نہر میں بہتے ہوئے پانی سے اس شخص نے یا کسی اور نے وضو کیا پھر وہ پانی کسی جگہ میں جمع ہو گیا پھر وہاں سے ایک اور شخص نے نہر کھود کر پانی جا کر لیا اور اس جاری پانی سے وضو کیا اور وہ پانی دوسری جگہ جمع ہو گیا اور تیسرے آدمی نے اس میں سے ایک اور نہر کھود کر اس میں پانی جاری کیا اور اس جاری پانی سے وضو کیا تو ان سب کا وضو جائز و درست ہے جبکہ دونوں جگہوں میں کچھ فاصلہ ہوا اگرچہ تھوڑا سا ہی ہو اس لئے کہ ہر ایک نے جاری پانی ہونے کی حالت میں وضو کیا ہے اور جاری پانی نجس نہیں ہوتا جب تک کہ اس کی کوئی مفتت یعنی رنگ یا بو یا حرہ نہ بدل جائے (۷) اور یہ حکم اس وقت ہے جبکہ اعضائے وضو سے مستعمل پانی صرف جاری پانی میں ہی گرنے کیونکہ اس صورت میں وہ جاری پانی کے تابع ہوگا اور مستعمل کے حکم میں نہیں ہوگا۔ (۸)

۹۔ اگر دو گڑھوں (چھوٹے حوضوں) میں سے ایک گڑھ سے پانی نکل کر دوسرے گڑھ میں جاتا ہو اور ان دونوں گڑھوں کے بیچ کی دالی میں بیٹھ کر کوئی شخص وضو کرے تو جائز ہے (جبکہ دونوں گڑھوں میں کچھ فاصلہ ہو) اس لئے کہ وہ پانی جاری ہے۔ (۹)

۱۰۔ اگر حوض چھوٹا ہو اس میں ایک طرف سے پانی آتا ہو اور دوسری طرف نکلتا ہو خواہ خود نکلتا ہو یا کسی دوسرے ذریعہ سے نکلتا ہو مثلاً کوئی شخص اس میں غسل کرتا ہو اور اس کے غسل کرنے کی وجہ سے دوسری جانب لگا ہوا پانی نکلتا ہو تو پانی جاری ہے اس لئے اس حوض کا پانی نجس نہیں ہوگا اور اس میں ہر طرف سے وضو کرنا جائز ہے خواہ وہ حوض چار در چار ہو یا اس سے کم یا زیادہ ہو اور اسی پر فتویٰ ہے (۱۰) اگرچہ بعض کے نزدیک چار در چار یا اس سے کم ہونے کی صورت میں ہر طرف سے وضو جائز ہے اور اسے بڑا ہونے کی صورت میں اس سے صرف پانی داخل ہونے یا پانی نکلنے کی جگہ سے وضو کرنا جائز ہے ہر طرف سے جائز نہیں۔ فقہاء کے اس کلام سے یہ بات ظاہر ہے کہ جس چھوٹے حوض میں ایک طرف سے پانی آتا ہو اور دوسری طرف سے اوپر کی سطح سے پانی باہر نکلتا ہو تب وہ جاری پانی کے حکم میں ہے لیکن اگر حوض کے نیچے

(۱)۔ کبیری دغ (۲)۔ کبیری (۳)۔ بحرہ حاشیش (۴)۔ فتح دغ و بحرہ و بحرہ کبیری مطلقاً (۵)۔ فتح دغ و بحرہ و بحرہ (۶)۔ دروش

(۷)۔ بحرہ دغ و کبیری مطلقاً (۸)۔ کبیری دغ (۹)۔ فتح دغ و بحرہ دغ (۱۰)۔ کبیری دغ

کے سوراخ سے پانی نکلا ہو تو وہ جاری پانی کے حکم نہیں ہوگا کیونکہ حوض کے پانی کے قلیل و کثیر ہونے کا اعتبار صرف اس کی اوپر کی سطح کے طول عرض میں ہے اس کی گہرائی میں نہیں ہے (۱) اور یہی حکم اس چشمے کا بھی ہے جس سے پانی شدت کے ساتھ نکلا ہو کہ اس سے پانی نکلنے کی جگہ سے وضو کرنا تو ہر صورت میں جائز ہے اور اس کی باقی اطراف سے وضو کرنا بالافتاق اس وقت جائز ہے جبکہ وہ چار در چار یا اس سے کم ہو اور اگر وہ چشمہ اس سے زیادہ مثلاً پانچ در پانچ ہو اور پانی شدت کے ساتھ نکلا ہو تو اس میں اختلاف ہے اور مختار قول یہ ہے کہ اس سے وضو جائز ہے (۲) لیکن اگر چشمہ کا پانی شدت کے ساتھ نہ نکلا ہو تو اس سے وضو جائز نہیں ہے (۳) پس فتویٰ کی رو سے حوض کی لمبائی چوڑائی کم یا زیادہ ہونے کا اعتبار نہیں ہے بلکہ اگر مستعمل پانی اپنی شدت و کثرت کے باعث حوض یا چشمہ سے اسی وقت نکل جاتا ہے تو اس حوض یا چشمہ سے وضو جائز ہے اور نہ جائز نہیں ہے (۴) اور اسی پر فتویٰ ہے (۵) اور یہ حکم اور اس قسم کے دوسرے احکام اس پر مبنی ہیں کہ مستعمل پانی نجس ہوتا ہے (۶) لیکن اصح اور مختار قول یہ ہے کہ مستعمل پانی نجس نہیں ہے اس بنا پر جب تک اس کے گمان غالب میں مستعمل پانی مطلق طاہر و مطہر پانی پر غالب نہ ہو اس حوض کے پانی سے وضو جائز ہے لیکن اگر نجاست حقیقہ اس میں واقع ہو جائے تو حکم مذکور اپنی جگہ پر قائم ہے۔ (۷)

۱۱۔ حمام کے حوض کو بھی فقہانے چھوئے حوض کی مانند جو کہ درودہ سے کم ہو جاری پانی کے حکم میں رکھا ہے کہ جب تک نجاست کا اثر یعنی رنگ یا بو یا حرہ ظاہر نہ حمام کے حوض کا پانی پاک ہے بشرطیکہ اس حوض میں اوپر سے پانی آتا ہو اس حوض سے پانی کا لینا پے در پے ہو یعنی دوبارہ پانی لینے میں اتنا وقفہ نہ ہو کہ پانی کی سطح ساکن ہو جائے پس اگر کوئی شخص حمام کے حوض میں برتن یا ہاتھ ڈالے اور اس برتن یا ہاتھ پر نجاست لگی ہوئی ہو اس حوض کا پانی ظہر اہوا ہو، نہ اس میں قل کے ذریعہ اوپر سے پانی داخل ہوتا ہو اور نہ کوئی اس میں سے برتن وغیرہ کے ذریعہ لگا تار پانی نکلا ہو تو وہ حوض نجس ہو جائے گا اور اگر اس میں سے برتن وغیرہ کے ذریعے لگا تار پانی نکالا جاتا ہو اور قل کے ذریعے اس حوض میں پانی نہ آتا ہو یا اس کے برعکس ہو یعنی قل کے ذریعے اوپر سے پانی داخل تو ہوتا لیکن برتن وغیرہ کے ذریعے لگا تار پانی نہ نکلا جاتا ہو تو اکثر فقہاء کا قول یہ ہے کہ وہ حوض پاک ہو جائے گا اور اگر لوگ اس سے برتن وغیرہ کے ذریعے لگا تار پانی نکالتے ہوں اور اس حوض میں اوپر سے قل کے ذریعے پانی آتا بھی ہو تو اکثر فقہاء کے نزدیک اس حوض کا پانی پاک ہے جب تک اس کی کوئی صفت نہ بدل جائے اور اسی پر فتویٰ ہے۔ (۸)

۱۲۔ اگر بہت سے لوگ نہر کے کنارے پر صف باندھ کر بیٹھیں اور وضو کریں تو ان کا وضو جائز ہے اور یہی صحیح ہے (۹) اور یہ پانی مستعمل نہیں ہوگا۔ (مؤلف)

۱۳۔ اگر پانی بہت آہستہ آہستہ بہتا ہو تو وضو کرنے والے کو چاہئے کہ جلدی جلدی وضو نہ کرے بلکہ ظہر ظہر کر اطمینان سے وضو کرے یہاں تک کہ مستعمل پانی استعمال کی جگہ سے گزر جایا کرے اور وہی مستعمل پانی ہاتھ میں نہ آیا کرے اور بعض فقہانے کہا ہے کہ جس طرف سے پانی آ رہا ہو وضو کرنے والا اپنی دائیں جانب کو اس طرف کر کے یعنی اس طرف منہ کر کے بیٹھے تاکہ اس کا پانی لینا مستعمل پانی کرنے کی جگہ سے اوپر واقع ہو۔ (۱۰)

۱۴۔ جب کسی جاری پانی میں نجاست پڑنے سے اس کا کوئی وصف (رنگ یا بو یا حرہ) بدل جائے اور اس کی نجاست کا حکم کیا جائے تو اب تغیر کی موجودگی تک اس کی طہارت کا حکم نہیں کیا جائے گا جب تک کہ اس میں اور پاک پانی مل کر اس کے وصف کے اس تغیر کو دور نہ

(۱)۔ ش	(۲)۔ کبیری دغ و بحر و دروغیر ہا	(۳)۔ کبیری	(۴)۔ کبیر دغ	(۵)۔ ش و دغ	(۶)۔ ش و دغ و بحر
(۷)۔ ش	(۸)۔ کبیری دغ و بحر و دغ و ش ملخصا	(۹)۔ مہ دغ	(۱۰)۔ کبیری		

کردے (۱) وصف کے تفسیر دور ہو جانے پر سب پانی پاک ہو جائے گا۔

۱۵۔ امام محمدؒ نے کتاب الاثریہ میں کہا ہے کہ اگر شراب کا مٹکا (نہر) فرات میں اٹھریل دیا جائے اور کوئی شخص اس سے نیچے کی جانب وضو کرے تو جب تک وہ اس پانی میں شراب کا حذر یا یو یا رنگ نہ پائے اس پانی سے وضو کرنا جائز ہے۔ (۲)

۱۶۔ اگر کسی نہر میں ٹھہرا ہوا (بند) پانی تھا اور وہ نجس ہو گیا اور اس کے اوپر کی جانب سے پاک پانی اس نہر میں آیا اور اس نے اس بند کو جاری کر دیا اور بہا دیا تو وہ بند پانی پاک ہو جائے گا اب اس پانی سے جو شخص وضو کرے گا اس کا وضو جائز ہوگا جبکہ اس نجاست کے تینوں اوصاف (رنگ و بو و مزہ) میں سے کوئی وصف اس پانی میں نہ پایا جائے اس لئے کہ جاری پانی کا یہی حکم ہے جیسا کہ پہلے بیان ہو چکا ہے۔ (۳)

ٹھہرا ہوا بند پانی

۱۔ ٹھہرا ہوا (بند) پانی یا قلیل ہوتا ہے یا کثیر ہوتا ہے۔ (مولف)

۲۔ ہمارے فقہاء احناف کے نزدیک اصل یہ ہے کہ قلیل (تھوڑے) پانی میں نجاست واقع ہونے سے وہ پانی نجس ہو جاتا ہے اگرچہ اس میں نجاست کا اثر یعنی رنگ وغیرہ ظاہر ہو یا نہ ہو اور خواہ وہ قلعین ہو یا اس سے زیادہ (۴) اور بند پانی جب کثیر ہو تو جاری پانی کے حکم میں ہے اس کے ایک طرف نجاست پڑنے سے وہ پانی سب کا سب ناپاک نہیں ہوتا لیکن اگر نجاست سے اس کا رنگ یا مزہ یا بو بدل جائے تو وہ سب پانی نجس ہو جائے گا اسی پر سب علماء کا اتفاق ہے اور اسی کو تمام مشائخ نے لیا ہے۔ (۵)

۳۔ قلیل و کثیر پانی میں امتیاز یہ ہے کہ اگر استعمال کے وقت ایک طرف کا پانی مل کر دوسری طرف تک چلا جائے تو وہ پانی قلیل ہے اور اگر دوسری طرف تک نہ جائے تو کثیر ہے اور تحقیق یہ ہے اس کے لئے کوئی لمبائی چوڑائی متعین نہیں ہے بلکہ مصلحتی بہ کی رائے پر موقوف ہے پس اگر اس کے گمان غالب میں وہ پانی استعمال کے وقت ملنے سے دوسری طرف تک پہنچ جاتا ہے تو اس کو اس پانی سے وضو کرنا جائز ہے اور اگر دوسری طرف تک نہیں پہنچتا تو اس پانی سے وضو کرنا جائز ہے اور یہ امام ابوحنیفہؒ سے ظاہر المذہب اور ظاہر الروایت ہے اور امام محمدؒ نے پہلے کثیر پانی کے لئے وہ درودہ کا اندازہ مقرر کیا تھا پھر اس قول سے امام ابوحنیفہؒ کے قول کے طرف رجوع کر لیا تھا جیسا کہ ثقہ ائمہ سے منقول ہے اور یہی اصح ہے (۶) اور علامہ ابوسلیمان جوزجانی نے کہا ہے کہ اگر پانی وہ درودہ (۱۰x۱۰ شرعی گز) ہو تو ملنے سے دوسری طرف تک نہیں پہنچتا اور عام طور پر مشائخ رحمہم اللہ نے اسی کو اختیار کیا ہے (۷) عام متاخرین فقہانے لوگوں پر آسانی کے لئے ابوسلیمان جوزجانی کے اس قول کو اختیار کیا ہے اگر حوض وہ درودہ (۱۰x۱۰ شرعی گز) ہو تو اس کا پانی کثیر ہے یعنی اس کا طول دس ذراع اور عرض ذراع (شرعی گز) ہو پس اس کا رقبہ سو مربع ذراع (شرعی گز) اور اس کے چاروں ضلعوں کا مجموعہ چالیس ذراع ہوگا جبکہ وہ حوض مربع شکل کا ہو اور اگر وہ جگہ گول ہو تو اس کا محیط (گھیرا) اکثر فقہاء کے نزدیک اڑتالیس ذراع کا ہونا چاہئے اور محیط سرخسی میں ہے کہ اسی میں زیادہ احتیاط ہے اور اہلن البہام نے کہا ہے کہ مختار یہ ہے چھیالیس ذراع کا ہو اور ظہیر یہ مطلق میں ہے کہ چھتیس ذراع ہونا چاہئے بعض نے اس کو اصح کہا ہے ظہیر یہ میں اسی کو ترجیح دی اور صحیح کہا ہے اور حساب کی رو سے یہی واضح ہے کیونکہ اس حساب سے اس کا رقبہ تقریباً سو مربع گز ہو جاتا ہے اور فتح القدیر میں کہا ہے کہ چھیالیس ذراع والے قول پر فتویٰ دیا جائے (۸) اور اگر وہ جگہ مثلث (سہ گوشہ) ہو تو اس کا ہر ضلع تقریباً ۱۵ ذراع ہونا معتبر ہے اگر

(۱) ع۔ (۲) بخروج و کبیری (۳) د۔ (۴) کبیری (۵) ع۔ (۶) کبیری و درودش و بخروج و ملقط

(۷) ع۔ (۸) کبیری و فتح و بخروج و درودش و ملقط

وہ جگہ مربع نہ ہو بلکہ مستطیل ہو لیکن وہ درودہ ذراع (شرعی گز) یعنی سو مربع گز کو پہنچ جائے مثلاً ۲۰ ذراع × ۵ ذراع یا ۲۵ ذراع × ۳ ذراع یا ۵۰ ذراع × ۲ ذراع یا ۱۰۰ ذراع × ۱ ذراع ہو تو وہ کثیر ہے (۱) اور گہرائی کے متعلق معتبر ہے کہ کم سے کم اتنی ہو کہ چلو سے پانی لینے میں اس کے نیچے کی زمین نہ کھلے یہی صحیح ہے (۲) یہاں تک کہ اگر چلو سے پانی لیتے وقت اس کے نیچے کی زمین کھل گئی اور اس کے بعد وہ پانی آپس میں مل گیا تو اس پانی سے وضو جائز نہیں ہے اور اسی پر فتویٰ ہے (۳) ذراع (شرعی گز) کے بارے میں مشائخ فقہاء میں اختلاف ہے بعض کے نزدیک پکڑنا پنے کا شرعی گز ہے اور ہدایہ میں ہے کہ اسی پر فتویٰ ہے اور وہ صرف سات مٹھی کی برابر ہوتا اور اس کے ساتھ انگلی کھڑی نہیں ہوتی۔ اس کو امام اسحاق بن ابوبکر ولوالحی نے اپنے فتاویٰ میں اختیار کیا ہے اور درود ظہیر یہ و خلاصہ و خزائن وغیرہ میں بھی اسی کو اختیار کیا ہے اور فتاویٰ قاضی خان وغیرہ میں ہے کہ صرح یہ ہے کہ زمین کی پیمائش کا ہاتھ (گز) مراد ہے اور وہ سات مٹھی کا ہوتا ہے اور پر مٹھی کے ساتھ ایک انگلی کھڑی ہوتی ہے یعنی مٹھی کے ساتھ انگوٹھے کی لمبائی بھی شامل ہوتی ہے اور بعض نے کہا کہ سات مٹھی میں سے صرف ایک مٹھی کے ساتھ انگوٹھے کی لمبائی ہوتی ہے۔ (۴) اور ایک قول یہ ہے کہ وہ صرف چھ مٹھی کا گز ہے یعنی ہر مٹھی کے ساتھ انگلی کھڑی نہ ہو اور وہ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کے حروف لی شمار کے مطابق چوبیس انگل کا ہوتا ہے اور ہر انگل چھ جو کا ہوتا ہے) اکابر متاخرین مثل صاحب ہدایہ و قاضی خان وغیرہ اہل ترجیح فقہاء نے وہ درودہ کو کثیر پانی ہونے کا فتویٰ دیا ہے اور اس تعیین کو اختیار کیا ہے اور وہ مذہب حنفیہ کو ہم لوگوں سے بہت زیادہ جاننے والے تھے اس لئے ہم پر ان کا اتباع لازم ہے۔ (۵)

خلاصہ: جاننا چاہئے کہ علماء کا اس بات پر اجماع ہے کہ جب نجاست سے پانی کا کوئی وصف (یعنی رنگ یا بو یا مزہ) بدل جائے تو اس پانی سے وضو غسل کرنا جائز نہیں ہے خواہ وہ پانی قلیل ہو یا کثیر ہو اور خواہ جاری ہو یا جاری نہ ہو اور نجاست سے پانی کا کوئی وصف متغیر نہیں ہو تو علماء کا اس پر اتفاق ہے کہ نجاست سے اس صورت میں قلیل پانی نجس ہو جاتا ہے اور کثیر پانی نجس نہیں ہوتا لیکن قلیل و کثیر کی حد فاصل میں فقہاء کا اختلاف ہے، امام مالکؒ کے نزدیک اگر نجاست سے پانی کے وصف (رنگ یا بو یا مزہ) میں تغیر آ جائے تو وہ پانی قلیل ہے اور اس سے وضو جائز نہیں ہے اور اگر تغیر نہ آئے تو وہ کثیر ہے اور امام اشاعریؒ نے کہا ہے کہ جب پانی کھنن کی مقدار کو پہنچ جائے تو وہ کثیر ہے اور اس سے وضو کرنا جائز ہے اور اگر اس سے کم ہو تو قلیل ہے اور اس سے وضو جائز نہیں ہے اور امام ابو حنیفہؒ نے ظاہر الروایت میں کہا ہے اس بارے میں مجتہد بیہ کی غالب رائے کا اعتبار کیا جائے اگر اس کے گمان غالب میں وہ پانی اتنا ہے کہ پانی کے پلنے سے نجاست ایک جانب سے دوسری جانب پہنچ سکتی ہے تو وہ قلیل ہے اور اسے وضو جائز نہیں ہے اور اگر نہیں پہنچ سکتی تو وہ کثیر ہے اور اس سے وضو جائز ہے اور یہ ظاہر المذہب ہے اور یہی اصح ہے اور کثیر کی حد مقرر کرنے کے بارے میں فقہائے احناف کی روایت میں اختلاف ہے اور اکثر مشائخ متاخرین بلکہ عام مشائخ متاخرین نے وہ درودہ کا اعتبار کیا ہے جیسا کہ معراج الدرایہ میں منقول ہے اگرچہ امام ابو حنیفہؒ کا مذہب یہ ہے کہ اس کو مجتہد بیہ کے گمان غالب پر چھوڑ دیا جائے لیکن چونکہ لوگوں کی رائیں مختلف ہوتی ہیں اور بہت سے لوگوں کی کوئی رائے نہیں ہوتی یعنی وہ کوئی فیصلہ نہیں کر سکتے اس لئے متاخرین مشائخ نے لوگوں پر توسع اور آسانی کی غرض سے کثیر پانی کے وہ درودہ ہونے کا اعتبار کیا ہے۔ (۶)

۴۔ اگر بڑے حوض (وہ درودہ یا اس سے زیادہ) میں نجاست واقع ہو جائے تو اگر وہ نجاست نظر آنے والی ہے جیسے مردار جانور وغیرہ تو ظاہر الروایت کے مطابق جس طرف نجاست واقع ہوئی ہے اس جانب سے وضو نہ کرے اس کے علاوہ کسی اور جانب سے وضو

(۱)۔ درودش تعرفاً (۲)۔ کبیری دوح و بدائع و بحر وغیرہ (۳)۔ بحر و بدائع

(۴)۔ کبیری و بحر و درودش وغیرہ مستحظاً (۵)۔ ش (۶)۔ بحر و بدائع

کر لے اس کا مطلب یہ ہے کہ چھوٹے حوض کی مقدار یعنی نجاست کے ہر طرف سے چار چار گز شرعی (نوگرہ) تک جگہ چھوڑ کر وضو کر لے، اور امام ابو یوسفؒ سے روایت ہے کہ جب تک پانی کا رنگ یا مزہ یا بو نہ بدلے ہر طرف سے وضو کرنا جائز ہے اس لئے کہ وہ جاری پانی کے حکم میں ہے اگر نجاست حوض کے درمیان میں واقع ہو تو ظاہر الروایت پر قیاس کرتے ہوئے وہ درودہ جگہ چھوڑ کر اس میں وضو کرنا جائز ہے ورنہ نہیں اور نجاست نظر نہ آنے والی ہو مثلاً پیشاب یا شراب وغیرہ ہو تو اس میں مشائخ کا اختلاف ہے، مشائخ عراق کے نزدیک اس کا حکم نظر آنے والی نجاست کی مانند ہے پس نجاست واقع ہونے کی جگہ سے چھوٹے حوض یعنی چار در چار کی مقدار جگہ چھوڑ کر وضو کرنا جائز ہے اور مشائخ ام اور ائمہ یعنی مشائخ بلخ و بخارا نے دونوں قسم کی نجاستوں میں فرق کیا ہے اور عموم بلوکی کے باعث اس میں توسع کیا ہے کہ نظر نہ آنے والی نجاست کے بڑے حوض میں واقع ہونے کی صورت میں اس کی ہر طرف سے وضو کرنا جائز ہے (یعنی نجاست گرنے کے مقام سے بھی وضو کرنا جائز ہے جب تک اس کے کسی وصف میں تغیر نہ ہو جائے) جیسا کہ جاری پانی کے لئے حکم ہے اور یہی اصح ہے (۱) پس خلاصہ یہ ہے کہ نظر نہ آنے والی نجاست کے حوض کبیر میں واقع ہونے کی صورت میں نجاست کے چاروں طرف چار چار گز جگہ چھوڑ کر وضو کرنا چاہئے اور نظر نہ آنے والی نجاست کی صورت میں دو قول نقل کئے ہیں ایک قول کے مطابق یہی حکم ہے جو نظر نہ آنے والی نجاست کا مذکور ہوا ہے بعض نے اس کو صحیح کہا ہے اور دوسرے قول کے مطابق اس حوض سے ہر طرف سے وضو کرنا جائز ہے حتیٰ کہ موضع نجاست پر بھی وضو کرنا جائز ہے اور بعض نے اس کو صحیح کہا ہے اور غزائن میں ہے کہ اگر کسی حوض کے وصف میں تغیر نہ آئے تو عموم بلوکی کی وجہ سے مطلق طور پر پانی نجس نہ ہونے پر فتویٰ ہے خواہ وہ نجاست نظر نہ آنے والی ہو یا نظر نہ آنے والی ہو اور فتح القدیر میں ہے کہ یہی قول صحیح قرار دیا جانا چاہئے اور نظر نہ آنے والی نجاست کے حکم میں کوئی فرق نہیں ہونا چاہئے بلکہ میں اسی کو مستحسن قرار دیا ہے۔ (۲) لیکن اختلاف سے بچنے کے لئے احتیاط پر عمل کرنا مستحب ہے۔ (۳)

۵۔ اگر لوگ صفیں بنا کر بڑے حوض سے وضو کریں تو مشائخ بخارا کے قول کے مطابق جائز ہے اور اسی پر عمل ہے اور احساس الناطقی میں کہا ہے کہ اگر کسی شخص نے بڑے حوض میں غسل کیا تو دوسرے شخص کو اسی جگہ سے وضو کرنا جائز ہے کیونکہ بڑا حوض مستعمل پانی کو نیست و نابود کرنے میں جاری پانی کے حکم میں ہے۔ (۴)

۶۔ اگر بانس کے درختوں کے گھنجان جھنڈ میں یا ایسے کھیت میں جس کی زراعت یا گھاس گھنجان اور آپس میں ملی ہوئی ہو یا پانی جمع ہو اور وہ درودہ گز ہے اگر اس کے درخت اور گھاس وغیرہ اس قدر گھنجان ہوں کہ اس کا پانی ہلانے سے حرکت نہ کرتا ہو تو اس سے وضو جائز نہیں ہے کیونکہ مستعمل پانی پھر استعمال میں آتا رہے گا اور اگر اس کا پانی ہلانے سے حرکت کرتا ہو تو اس سے وضو جائز ہے کیونکہ مستعمل پانی کثیر پاک پانی میں مل کر نیست و نابود ہو جائے گا اور بانسوں (اور گھاس اور فصل وغیرہ) کا باہم ملا ہوا ہونا پانی کے باہم ملا ہوا ہونے کا مانع نہیں ہے اور اس سے اس تالاب کے بڑا ہونے میں کوئی نقص نہیں آتا۔ (۵)

۷۔ اگر ایسے حوض میں وضو کیا جس میں پانی کی تمام سطح پر کائی جی ہوئی ہے اگر وہ کائی ہلانے سے مل جائے (یعنی پانی نظر آ جائے) تو اس میں وضو جائز ہے ورنہ اس سے وضو جائز نہیں ہے۔ (۶)

۸۔ اگر ایسے حوض میں وضو کیا جس کے پانی کے اوپر کا حصہ جم کر برف ہو گیا ہے اگر وہ برف ایسی پتلی ہے کہ پانی کے حرکت کرنے سے ٹوٹ جاتی ہے تو اس میں وضو کرنا جائز ہے اور اگر حوض کے پانی پر برف جدا جدا ٹکڑے ٹکڑے ہو اور اتنی زیادہ ہو کہ پانی ہلانے سے نہ ملے

(۱)۔ بدائع و کبیری دہر ملاحظہ (۲)۔ شریعہ و بحر ملاحظہ (۳)۔ ع (۴)۔ کبیری

(۵)۔ کبیری دہر ملاحظہ (۶)۔ کبیری دہر

تو اس میں وضو جائز نہیں ہے اور اگر برف تھوڑی ہو اور پانی کے ملنے سے مل جائے تو اس میں وضو جائز ہے۔ (۱)

۹۔ اگر کسی بڑے حوض کی سطح پر پانی جم گیا اور کسی نے اس میں سوراخ کر لیا اگر اس سوراخ کے اندر کی طرف بھی برف پانی سے ملی ہوئی ہے تو اس میں وضو جائز نہیں ہے ورنہ جائز ہے (۲) اور اگر پانی اس سوراخ میں سے نکل کر اس برف کے اوپر اس قدر پھیل گیا کہ اگر اس میں چلو کے ذریعہ پانی لیا جائے تو اس کے نیچے کی برف کھل نہیں جاتی اور وہ پانی وہ درودہ ہے تو اس میں وضو جائز ہے اور اگر چلو بھرنے سے اس کے نیچے کی برف کھل جاتی ہے یا وہ پھیلا ہوا پانی وہ درودہ سے کم ہے تو اس میں وضو جائز نہیں ہے اور اگر وہ پانی (اوپر تو نہیں آیا بلکہ) اس سوراخ میں اس طرح ہے جیسے طشت میں پانی ہوتا ہے تب بھی اس میں وضو جائز نہیں لیکن اگر وہ سوراخ وہ درودہ ہوگا تو اس میں وضو جائز ہوگا۔ (۳)

۱۰۔ اگر حوض کا پانی جم گیا ہو اور اس میں کسی جگہ سوراخ کر لیا گیا ہو اور پانی برف کے نیچے اس کے ساتھ ملا ہوا ہو اور وہ سوراخ اس گڑھے کی مانند ہو جس کے نیچے پانی ہو اور اس سوراخ میں نجاست واقع ہو جائے یا اس میں کوئی کتا پانی پئے یا اس پانی میں جو سوراخ کی تہ میں ہے کوئی شخص وضو کرے تو نصیر بن یحییٰ اور ابو بکر اسکاف نے کہا کہ وہ پانی نجس ہو جائے گا کیونکہ وہ پانی برف سے متصل ہونے کے باعث آپس میں متحرک نہیں ہوتا پس نجاست یا مستعمل پانی کا ہونا قلیل پانی میں ہوگا اور وہ اس کو فاسد کر دے گا اور عبد اللہ بن مبارکؒ و ابو حفص کبیر بخاری نے کہا کہ اگر برف کے نیچے کا پانی وہ درودہ ہو تو وہ پانی ناپاک نہیں ہوگا اور فتویٰ نصیر و ابو بکر رضی اللہ عنہم کے قول پر ہے اور برف کے نیچے کا پانی برف کے ساتھ ملا ہوا نہ بلکہ اس سے الگ ہو تو اس میں وضو جائز ہے اور پانی فاسد نہیں ہوگا اور نظر آنے والی اور نظر نہ آنے والی نجاست کے حکم میں جو اختلاف اوپر بیان ہوا ہے اس کی وہی تفصیل یہاں بھی جاری ہوگی اور یہی تفصیل اس وقت بھی جاری ہوگی جبکہ حوض چھتا ہوا ہو اور اس چھت میں سوراخ ہو پس اگر پانی اس چھت کے ساتھ ملا ہوا ہوگا اور وہ سوراخ وہ درودہ سے کم ہوگا تو اس سوراخ کا پانی نجاست کے واقع ہونے سے نجس ہو جائے گا اور اگر چھت سے جدا ہوگا تو نجس نہیں ہوگا اور اسی لئے نجد حوض بھی مسقف حوض کی مانند ہے اگر نجد حوض کی برف میں سوراخ کیا گیا ہو جو وہ درودہ سے کم ہو اور پانی اس سوراخ کے اوپر آ کر برف کی سطح پر پھیل گیا ہو یا پانی اس سوراخ میں پیالے کے پانی کی مانند ہو پس اس میں کسی کتے نے پانی پیا یا اس میں کوئی نجاست واقع ہوئی تو وہ پانی جمہور علماء کے نزدیک نجس ہو جائے گا اور برف کے نیچے کے پانی کا اعتبار نہیں ہوگا اور جب وہ سب پانی نجس ہو گیا تو جب تک وہ تمام پانی نہیں نکلے گا جو نجاست گرنے کے وقت تھا اس وقت تک وہ پانی پاک نہیں ہوگا اور اگر کسی نے حوض کی سطح پر جمی ہوئی برف میں سوراخ کیا اور کسی شخص نے اس سوراخ میں اس طرح وضو کیا کہ مستعمل پانی (دھوون) اس سوراخ کے پانی میں نہیں گرنے دیا تو اس کا وضو ہر حال میں جائز ہے خواہ وہ سوراخ بڑا یعنی وہ درودہ ہو یا اس سے چھوٹا ہو اور اگر مستعمل پانی اس سوراخ میں داخل ہو گیا اور وہ سوراخ وہ درودہ سے چھوٹا ہے تو اس میں وضو جائز نہیں ہے اور اگر اس سوراخ میں کوئی بکری وغیرہ گر کر مری گئی تو اگر برف کے نیچے کا پانی وہ درودہ ہے تو وہ کثیر ہونے کی وجہ سے نجس نہیں ہوگا (جب تک کہ اس کا کوئی وصف نہ بدل جائے) اور سوراخ کے اندر جو پانی تھا اور اب نیچے اتر گیا ہے وہ بھی نجس نہیں ہوگا اس لئے کہ اس کی موت غالب طور پر اس پانی کے نیچے اتر جانے کے بعد واقع ہوگی لیکن اگر اس کی موت اس پانی کے نیچے اترنے سے پہلے واقع ہوئی ہو یا وہ حیوان جو اس میں گرنا پاک ہو تو اس سوراخ کے اندر کا پانی نجس ہو جائے اور اسی طرح اگر برف کے نیچے کا پانی وہ درودہ کم ہوگا تو وہ تمام پانی نجس ہو جائے گا۔ (۴)

۱۱۔ چھت والے حوض کی چھت میں پانی لینے کے طاق کا حکم حوض کی مانند ہے جبکہ اس طاق (سوراخ) کا پانی جم جائے اگر پانی گھاٹ کے تختوں سے جدا ہے اگر چہ کم ہو تو اس میں وضو کرنا جائز ہے اور اگر پانی طاق کے تختوں سے ملا ہوا ہو تو اس میں وضو جائز نہیں ہے یہی

مختار ہے (۱) اگر بڑے حوض یعنی وہ درودہ حوض میں پانی لینے کے طاق (سوراخ) بنے ہوئے ہوں اور کسی شخص نے کسی طاق سے وضو یا غسل کیا اور پانی گھاٹ کے تختوں سے ملا ہوا ہے اور ہلانے سے ہلتا نہیں تو اس جگہ سے دوسرے شخص کو وضو کرنا جائز نہیں ہے اور اگر پانی تختوں سے نیچے ہے تو اس جگہ سے وضو کرنا جائز ہے اس لئے کہ پہلی صورت میں وہ جگہ چھوٹے حوض کی مانند ہے کہ اس کے پانی سے وضو کرنا جائز ہے لیکن اس کے مستعمل پانی سے وضو کرنا جائز نہیں ہے اور دوسری صورت میں چھت والے بڑے حوض کی مانند ہے۔ (۲)

۱۲۔ اگر چھوٹا حوض یعنی جو وہ درودہ سے کم ہو لیکن گہرا ہو نجاست پڑ جانے سے ناپاک ہو جائے اس کے بعد اس حوض کا پانی پھیل کر وہ وہ ہو جائے تو اس حوض اب بھی ناپاک ہے کیونکہ پھیلنے والا وہی نجس پانی ہے اور اس طرح اگر اس میں تھوڑا تھوڑا ناپاک پانی داخل ہوتا رہے یہاں تک کہ وہ حوض وہ درودہ ہو جائے تب بھی وہ پانی وہ ناپاک ہے (۳) اس لئے کہ پانی کا استعمال سطح سے ہوتا ہے نہ کہ گہرائی سے اور ہمارے فقہانے لہجائی چوڑائی کا اعتبار کیا ہے گہرائی کا نہیں۔ (۴)

۱۳۔ اگر حوض میں نجاست واقع ہو جائے اور اس وقت وہ حوض وہ درودہ پھر اس کا پانی کم ہو جائے اور وہ حوض وہ درودہ سے کم ہو جائے تو اس حوض کا پانی پاک ہے۔ (۵)

۱۴۔ اگر حوض اوپر سے وہ درودہ ۱۰×۱۰ ہو اور نیچے سے وہ درودہ سے کم ہو اور وہ پانی سے بھرا ہوا ہو اور اس میں اوپر سے نجاست گر جائے تو اس میں وضو اور غسل کرنا جائز ہے پھر اگر اس کا پانی کم ہو جائے اور نیچے اتر جائے یہاں تک کہ وہ درودہ سے کم رہ جائے تو وہ پانی اب بھی پاک ہے اور اس سے وضو و غسل کرنا جائز ہے اور نجاست کے واقع ہونے کے وقت کا اعتبار کیا جاتا ہے اور وہ درودہ سے کم رہ جانے کے بعد اگر اس میں نجاست گر جائے تو وہ پانی نجس ہو جائے گا اور اس میں وضو کرنا جائز نہیں ہوگا اس کے بعد اگر اس قلیل پانی میں اور اپنی آ کر مل جائے یہاں تک کہ وہ حوض پر ہو جائے (یعنی پانی وہ درودہ ہو جائے) اور پر ہونے کے بعد اس میں سے کچھ پانی نہ نکلے تو وہ حوض اب بھی ناپاک ہے جیسا کہ قلیل ہونے کی صورت میں ناپاک تھا کیونکہ جس وقت اس میں نیا پانی داخل ہو وہ نیا پانی بھی اس سے مل کر نجس ہو گیا اور بعض کے نزدیک اس صورت میں وہ پانی نجس نہیں ہوگا لیکن پہلا قول اصح ہے دوسرے قول کی کوئی وجہ ظاہر نہیں ہے اور مستعمل پانی کی نجاست کے قول کے مطابق اگر اس قلیل پانی میں مستعمل پانی شامل ہوگا تب بھی یہی حکم ہے، اسی بنا پر بحر الرائق میں کہا ہے کہ اگر حوض کا پانی وہ درودہ سے کم رہ جائے تو اس پانی میں وضو نہ کرے بلکہ اس میں سے چلو کے ذریعہ پانی لے کر حوض سے باہر وضو کرے۔

۱۵۔ اور اگر مذکورہ بالا صورت کے برعکس حوض اوپر سے وہ درودہ سے کم ہو اور نیچے سے وہ درودہ یا اس سے زیادہ ہو اور اس میں اوپر سے نجاست واقع ہو جائے تو وہ نجس ہو جائے گا اور اس سے وضو جائز نہیں ہوگا یہاں تک کہ وہ درودہ کی حد تک پہنچ جائے۔ پس اگر اس کا پانی اوپر سے کم ہوتے ہوتے وہاں تک پہنچ گیا جہاں سے حوض وہ درودہ ہو جاتا ہے تو اصح یہ ہے کہ اب اس میں وضو اور غسل کرنا جائز ہے۔ (۶)

۱۶۔ اگر بڑا حوض خشک ہو گیا اور اس میں نجاستیں پڑی ہوئی ہیں اس کے بعد وہ حوض پانی سے بھر گیا تو بعض نے کہا کہ وہ پانی نجس ہے کیونکہ اس میں تھوڑا تھوڑا پانی آتا رہا ہے اور نجاست سے مل کر نجس ہوتا رہا ہے اور بعض نے کہا کہ وہ نجس نہیں ہے کیونکہ وہ پانی سے بھرا ہو حوض بڑا یعنی وہ درودہ یا اس سے زیادہ ہے پس یہ ایسا ہو گیا گویا کہ حوض بھرا ہوا ہونے کے بعد اس میں نجاست واقع ہوئی ہے اس کے نجس نہ ہونے کو مشائخ بخارانے اختیار کیا ہے اور خلاصہ اور قاضی خان کے نزدیک مختار یہ ہے کہ جب پانی نجس جگہ میں تھوڑا تھوڑا داخل ہو کر نجاست

(۱)۔ ع (۲)۔ فتح و بحر و منہ ملتقطاً (۳)۔ بدائع و فتح و ملتقطاً (۴)۔ بدائع (۵)۔ ع و بدائع ملتقطاً

(۶)۔ بحر و دروثر، ع و کبیری و فتح ملتقطاً

سے ملتا رہا تو وہ سب پانی ناپاک ہے (اگر چہ جمع ہو کر وہ درودہ ہو جائے) اور اگر پاک جگہ میں پانی داخل ہوا اور نجاست سے ملنے سے پہلے اس پاک جگہ میں جمع ہوا یہاں تک کہ وہ درودہ ہو گیا اس کے بعد وہ پانی نجاست سے ملا تو وہ پانی نجس نہیں ہوگا (۱) پس اگر ایک بڑا تالاب ہے، گرمیوں میں اس میں پانی نہیں ہوتا اور جانور آدمی اس میں گوبر و پاخانہ کرتے ہیں پھر سردی کے موسم میں اس میں پانی بھر جاتا ہے اور اس پر برف بھی جمتی ہے تو جو پانی اس تالاب میں داخل ہوتا ہے اگر وہ نجس جگہ داخل ہو کر جمع ہوتا ہے تو وہ پانی اور جو برف اس پر جم جاتی ہے دونوں نجس ہیں اگر چہ وہ پانی جمع ہو کر کثیر (وہ درودہ) ہو جائے اور اگر پانی پہلے پاک جگہ میں داخل ہوتا ہے اور وہاں ٹھہر کر اور جمع ہو کر وہ درودہ ہو جاتا ہے پھر وہاں سے نجاست والی جگہ میں پہنچتا ہے تو پانی اور برف دونوں پاک ہیں۔ (۲) ان مسائل مذکور کا حاصل یہ ہے کہ جب پانی وہ درودہ سے کم ہونے کی صورت میں نجس ہو جائے تو وہ درودہ ہو جانے کی صورت میں بھی پاک نہیں ہوتا (جب تک وہ جاری نہ ہو جائے) اور اگر پاک پانی وہ درودہ ہو پھر اس میں نجاست گر جائے تو وہ نجس نہیں ہوتا اگر چہ نجاست گرنے کے بعد وہ درودہ سے کم ہو جائے۔ پس پانی کی قلت و کثرت کا اعتبار نجاست کے ملنے کے وقت ہے خواہ نجاست پانی پر وارد ہوئی ہو یا پانی نجاست پر وارد ہوا ہو یہی مختار ہے۔ (۳)

۱۷۔ اگر کسی حوض کا پانی ناپاک ہو گیا پھر اس کا ناپاک پانی جذب ہو گیا اور وہ اندر سے خشک ہو گیا تو اس حوض کے پاک ہونے کا حکم کیا جائے گا اب اگر اس میں دوبارہ پانی داخل ہو جائے تو اس کی نجاست کے دوبارہ لوٹ آنے میں امام ابو حنیفہؒ سے دو روایتیں ہیں اور اظہر یہ ہے کہ وہ نجاست دوبارہ عود نہیں کرے گی۔ (۴)

۱۸۔ اگر چھوٹا (وہ درودہ سے کم) حوض ناپاک ہو جائے پھر اس میں ایک طرف سے پانی داخل ہو جائے اور اس پانی کے داخل ہوتے وقت دوسری طرف سے پانی باہر نکلے تو حوض پاک ہو جاتا ہے لیکن اس بارے میں ہمارے فقہاء کا اختلاف ہے کہ کس قدر پانی نکلنے سے حوض پاک ہو جاتا ہے بعض نے کہا کہ جس قدر پانی نجاست واقع ہونے کے وقت اس میں تھا جب تک اس قدر پانی باہر نہ نکلے وہ حوض پاک نہیں ہوگا اور بعض نے کہا کہ جب تک نجاست کے وقت موجود پانی کی مقدار کا تین گنا پانی نہ نکلے اس وقت تک وہ حوض پاک نہیں ہوگا۔ اور ابو جعفر ہندوائی نے کہا کہ ایک جانب سے داخل ہونے اور دوسری جانب سے پانی نکلنا شروع ہوتے ہی وہ حوض پاک ہو جائے گا اگر چہ بہت تھوڑا سا پانی نکلا ہو یعنی نجاست کے وقت کی مقدار نہ نکلا ہو، صدر الشہید حسام الدینؒ نے اسی قول کو اختیار کیا ہے محیط میں اسی کو صحیح کہا ہے اور نوازل میں ہے کہ ہم اسی کو لیتے ہیں اور یہی حکم کنوئیں اور حمام کے حوض کا ہے کہ یہ بھی پانی جاری ہوتے ہی پاک ہو جاتے ہیں (کنوئیں کے جاری ہونے کی دو صورتیں ہیں ایک یہ کہ پانی اوپر سے داخل ہوا اور کنواں لبالب ہو کر جاری ہو گیا، دوسری صورت یہ ہے کہ کنوئیں کے چشمے (سوت) نے جوش مارا اور اندر سے بطریق کاریز کے بہا (۵) چلوں کے ذریعے حوض سے لگتا پانی لینے سے جاری پانی کے حکم میں ہو کر وہ ناپاک چھوٹا حوض پاک ہو جاتا ہے جس کے ایک طرف سے پانی داخل ہو رہا ہو (۶) جیسا کہ حوض حمام کے بیان میں مذکور ہے (مؤلف) اور یہ ضروری نہیں ہے کہ نجس پانی کا چھوٹا حوض ایک طرف سے پانی داخل ہونے سے پہلے سے بھرا ہوا ہو بلکہ اگر وہ نجس حوض نہ تک بھرا ہوا نہیں تھا پھر اس میں ایک طرف سے پانی داخل ہوا اور پورا بھر جانے کے بعد دوسری طرف سے پانی باہر نکلنے لگا تو شروع سے بھرے ہوئے حوض کی مانند ہو گیا اس صورت میں بھی اصح قول کی بنا پر پانی کے باہر نکلنے ہی وہ حوض پاک ہو جائے گا اور اس کا جو پانی اس وقت پہلے باہر نکلے گا وہ بھی پاک ہوگا حتیٰ کہ اگر کسی نے اس پانی کو لے کر وضو کیا تو اس کا وضو جائز ہے۔ (۷)

۱۹۔ اگر بڑے حوض کا پانی بہت عرصہ تک ٹھہرا رہنے کی وجہ سے بدبودار ہو جائے یا اس کا رنگ دمزدہل جائے اگر اس میں نجاست

کا واقع ہونا معلوم نہ ہو تو اس سے وضو جائز ہے (۱) لیکن اگر اس میں نجاست کا واقع ہونا اور اس کی وجہ سے اس کا متغیر ہونا معلوم ہو جائے تو اس سے وضو جائز نہیں ہے اور اگر نجاست واقع ہونے میں شک ہو اور اس کو اس کا یقین نہ ہو تو اس سے وضو جائز ہے اور اس کے بارے میں اس کو کسی سے پوچھنا واجب نہیں ہے۔ (۲)

۲۰۔ اگر پانی میں کوئی پاک چیز مل جائے اور اس تینوں اوصاف میں سے یعنی مزہ، رنگ اور بو میں سے کوئی وصف بدل جائے اور وہ ملی ہوئی چیز مغلوب اور پانی غالب ہو تو ہمارے فقہاء کے نزدیک اس سے وضو جائز ہے کیونکہ مغلوب پاک چیز کے ملنے سے پانی مطلق ہونے کے حکم میں ہی رہتا ہے۔ (۳) (اس مسئلے کی تفصیل مفید پانی کے بیان میں درج ہے مؤلف)

۲۱۔ قلت و کثرت کے بارے میں تمام مانعات کا حکم پانی کی مانند ہے یعنی پانی کی جو مقدار نجاست ملنے سے نجس ہو جاتی ہے ہر مائع چیز کی اتنی مقدار نجاست ملنے سے نجس ہو جاتی ہے۔ (۴)

۲۲۔ حوض سے وضو کرنا برخلاف معتزلہ نہر سے وضو کرنے سے افضل ہے کیونکہ معتزلہ حوض سے وضو کرنے کو جائز نہیں کہتے (کیونکہ ان کے نزدیک حوض کبیر نجاست واقع ہونے سے نجس ہو جاتا ہے اگرچہ نجاست قلیل ہو) (۵) ان کی یہ مخالفت اس وقت ہے جبکہ معتزلہ موجود ہوں اور جہاں وہ لوگ نہیں ہیں وہاں حوض کی بہ نسبت نہر سے وضو کرنا افضل ہے۔ (۶)

کنوئیں کا پانی: کنوئیں سے مراد یہاں وہ کنواں ہے جو درودہ (۱۰x۱۰) سے کم ہو اور جو کنواں وہ درودہ ہو نجاست کے واقع ہونے سے ناپاک نہیں ہوتا جب تک کہ اس کے پانی کی کوئی صفت یعنی رنگ یا بو یا مزہ نہ بدل جائے۔ چھوٹا درودہ سے کم کنواں ہمارے ائمہ کے نزدیک چھوٹے حوض کے حکم میں ہے پس جن چیزوں کے کرنے سے چھوٹے حوض کا پانی ناپاک ہو جاتا ہے انہی چیزوں کے کنوئیں میں گر جانے سے کنوئیں کا پانی بھی ناپاک ہو جاتا ہے۔ (۷) درودہ یا اس سے بڑا کنواں یعنی جس کا محیط اڑتالیس گز شرعی ہو بڑے حوض کے حکم میں ہے مگر ایسے کنوئیں شاذ و نادر ہی ہوتے ہیں عام کنوئیں چھوٹے حوض کے حکم والے ہی ہیں لیکن ان کنوئوں کے حکم میں چھوٹے حوض کے برخلاف یہ خصوصیت ہے کہ ان چھوٹے کنوئوں کا ناپاک پانی بھی شرعی مقدار کے مطابق نکال دینے کے بعد پاک ہو جاتا ہے بخلاف دوسرے قلیل پانی کے کہ وہ جب تک جاری نہ ہو جائے پاک نہیں ہوتا۔ جانا چاہئے کہ کنوئوں کے مسائل قیاس پر مبنی نہیں ہیں بلکہ آثار صحابہؓ پر مبنی ہیں قیاس کا مقتضی تو یہ ہے کہ یا تو کنوئیں کا پاک ہونا کسی طرح بھی ممکن نہ ہو کیونکہ اس کی کچڑ اور دیواروں سے بھی نجاست لگی ہوئی ہوتی ہے اس میں تھوڑا تھوڑا پانی آتا ہی رہتا ہے اور یا کنواں کبھی ناپاک ہی نہ ہو کیونکہ اس میں پانی نیچے سے سوت (چشمہ) کے ذریعہ آتا ہی رہتا ہے اور اوپر سے نکالا جاتا ہے اس لئے وہ حمام کے حوض کی مانند جاری پانی کی مانند ہو گیا (۸) اور ہمارے فقہاء کی کتابوں میں صراحت کے ساتھ مذکور ہے کہ کنوئوں کے مسائل میں رائے کو کوئی دخل نہیں ہے بلکہ کنوئیں کا پانی نکالنے سے کنوئیں کا پاک ہونا اصول ضرورت کے تحت قیاس غلی یعنی استحسان سے ثابت ہے اور آثار صحابہؓ سے ماخوذ ہے (۹) جن چیزوں کے کرنے سے کنوئیں کا پانی نکالا جاتا ہے وہ دو قسم کی ہیں۔ اول وہ کہ جس کے کرنے سے پانی نکالنا واجب ہوتا ہے دوسری وہ جس کے کرنے سے پانی نکالنا واجب نہیں بلکہ مستحب ہے (۱۰) اور وہ ناپاک چیز جس کے کرنے سے کنوئیں کا پانی نکالنا واجب ہوتا ہے اس کی تین قسمیں ہیں ایک وہ چیزیں ہیں جن کے واقع ہونے سے میں ڈول نکالنا واجب ہیں، دوسری وہ ہیں جن کے واقع ہونے سے چالیس ڈول نکالنا واجب ہیں، تیسری وہ ہیں جن کے واقع ہونے سے تمام پانی نکالنا واجب

(۱)۔ ع و مجرد و در۔ (۲)۔ مجرد و در و فح۔ (۳)۔ مجرد و فح۔ (۴)۔ مجرد و فح۔ (۵)۔ غایۃ الاوطار۔ (۶)۔ فح و در و فح۔

(۷)۔ مجرد و غنیۃ و بدائع و ملخصا و ملقطا۔ (۸)۔ مجرد و ملخصا و ملقطا۔ (۹)۔ مجرد و ملخصا و ملقطا۔ (۱۰)۔ ع۔

ہوتا ہے (۱) ان سب قسم کے احکام کی تفصیل مندرجہ ذیل ہے:

جن صورتوں میں تمام پانی نکالنا واجب ہے: ۱۔ اگر کنوئیں میں نجاست گر جائے تو اس کنوئیں کا تمام پانی نکالنا واجب ہے اور باجماع سلف اس پانی کا نکالنا اس کنوئیں کی طہارت ہے۔ (۲) پانی کو ناپاک کر دینے میں نجاست حقیقہ و غلیظہ دونوں کا حکم یکساں ہے۔ (۳)

۲۔ جاندار کے علاوہ کوئی اور نجاست کنوئیں میں گرنے سے اس کا تمام پانی نکالنا واجب ہے اور اگر کوئی جاندار یعنی جس جانور میں بہتا ہوا خون ہوتا ہے اور وہ خشکی کا رہنے والا (غیر دریائی) ہو کنوئیں میں گر کر مر جائے یا مر کر کنوئیں میں گر جائے تو کنوئیں کا پانی نکالنے کے حکم کے تین درجے ہیں (اول) اگر وہ جانور جو ہایا اس کی مثل ہے تو میں ڈول نکالنا (دوم) اگر وہ مرغی یا اس کی مثل ہے تو چالیس ڈول نکالنا (سوم) اگر وہ بکری یا اس کی مثل (یا اس سے بڑا) ہے تو کل پانی نکالنا واجب ہے (۴) ان سب کی تفصیل آگے آتی ہے۔ مؤلف (۳)۔ اگر کنوئیں میں میٹھی اور کوبہ وغیرہ کے علاوہ تھوڑی اسی نجاست بھی گر جائے مثلاً ایک قطرہ پیشاب گر جائے اگر چہ وہ حلال جانور کا پیشاب ہو لیکن جن جانوروں کے پیشاب سے بچنا ممکن نہیں ہے ان کا پیشاب معاف ہے جیسا کہ آگے آتا ہے، یا شراب یا خون کا ایک قطرہ گر جائے تو کنوئیں کا تمام پانی نکالنا واجب ہوتا ہے کیونکہ کنوئیں تھوڑے پانی اور چھوٹے حوض کے حکم میں ہے جیسا کہ بیان ہو چکا ہے اور قلیل پانی میں نجاست گرنے سے وہ پانی ناپاک ہو جاتا ہے خواہ اس سے اس کی کوئی بھی صفت خیر نہ ہوگی ہو۔ (۵) ۳۔ نجاست خواہ بلا واسطہ یعنی براہ راست گرے یا بالواسطہ مثلاً جوتی یا نلکڑی یا کپڑے پر نجاست لگی ہو اور وہ کنوئیں میں گر جائے تو کنوئیں کا تمام پانی ناپاک ہو جائے گا، ۵۔ اگر اونٹ یا بکری کی میٹھیاں کنوئیں میں گریں تو جب تک وہ کثیر یعنی بہت زیادہ مقدار میں نہ ہوں اس وقت تک کنوئیں نجس نہیں ہوتا۔ کثیر کی حد میں فقہاء کا اختلاف ہے اور اس کے بارے میں کئی اقوال ہیں جن میں سے دو اقوال کی صحیح کی گئی ہے ان دو اقوال میں بھی راجح قول یہ ہے کہ کثیر وہ ہے جن کو دیکھنے والا کثیر سمجھے اور قلیل وہ ہے جن کو دیکھنے والا قلیل سمجھے، یہ امام ابو حنیفہ کا قول ہے کیونکہ امام ابو حنیفہ کی عادت ہے کہ ایسی چیزوں میں جن کی کوئی تعداد یا مقدار محض کرنے کی ضرورت ہو اور اس میں کوئی نص وارد نہ ہوئی ہو تو اس میں اپنی رائے سے کچھ مقرر نہیں فرماتے تھے بلکہ مجتہدی بہ کی رائے پر چھوڑ دیتے تھے۔ بدائع و کانی اور بہت سی کتابوں میں اس کو صحیح کہا ہے اور معراج الدراہم میں ہے کہ یہی قول مختار ہے، ہدایہ میں ہے کہ اسی پر اعتماد ہے، فیض میں ہے کہ اسی پر فتویٰ ہے اور دوسرا قول یہ ہے کہ اگر کوئی ڈول میٹھی سے خالی نہ آتا ہو تو کثیر ہیں ورنہ قلیل ہیں اور یہی صحیح ہے، نہایہ میں اسی کو صحیح کہا ہے اور اس کو مبسوط کی طرف منسوب کیا ہے اور صحیح یہ ہے کہ سالم اور ٹوٹی ہوئی اور تر اور خشک میں کچھ فرق نہیں ہے اور حکم لید، گوہر اور میٹھی سب کے لئے یکساں ہے اور اس بارے میں جنگل اور شہر کے کنوئوں میں یعنی چار دیواری اور بغیر چار دیواری والے کنوئیں میں کچھ فرق نہیں ہے اور یہی صحیح ہے کیونکہ شہر میں بھی اس کی ضرورت واقع ہوتی ہے جیسا کہ حماموں اور مسافر خانوں میں ضرورت پڑتی ہے۔ (۶) ۶۔ اگر کنوئیں میں حبشہ میں بکری کے برابر کوئی جانور مر جائے مثلاً بکری یا کتیا آدمی مر جائے تو اس کا تمام پانی نکالنا جائز ہے خواہ گرتے وقت اس کا جسم پاک ہو یا ناپاک ہو اور خواہ وہ جانور پھولا یا پھٹا نہ ہو اور خواہ باہر سے مر کر گرے تب بھی یہی حکم ہے۔ (۷) ۷۔ دو یا زیادہ ہلیاں یا ایک ہلی اور تین چوہے یا چھ یا زیادہ صرف چوہے کنوئیں میں گر کر مر جائیں یا مر کر گر جائیں تو تمام پانی ناپاک ہو جائے گا خواہ ان میں سے کوئی پھولا یا پھٹا نہ ہو۔ (۸) (اس کی تفصیل آگے تھوڑا پانی نکالنے کی صورتوں کے بیان میں

(۱) بحر (۲) ہدایہ و معانیہ و معیہ (۳) بدائع و کانی (۴) بحر (۵) دروش و کیری و طہارۃ

(۶) ہدایہ و بحر و دروش و غیرہ ملقطا (۷) بحر و ہدایہ و معانیہ و معیہ (۸) بحر و دروش و غیرہ

مذکور ہے مؤلف (۸)۔ اگر کوئی جاندار کنوئیں میں گر کر مرنے کے بعد پھول یا پھٹ جائے یا باہر سے پھول یا پھٹ کر کنوئیں میں گرے تو اس کنوئیں کا تمام پانی ناپاک ہو جاتا ہے اس لئے تمام پانی نکالنا واجب ہوتا ہے خواہ وہ جانور جھوٹا یعنی چوہا وغیرہ ہو یا بڑا یعنی آدمی یا ہاتھی وغیرہ ہو کیونکہ اس جانور کی نجس رطوبت پانی میں مل جائے گی۔ اسی طرح اگر اس کے بال یا پاؤں یا دم یا جسم کا کوئی حصہ جدا ہو کر کنوئیں میں گر پڑے یا جانور کے کنوئیں میں گرے وقت کٹ جائے تو اس کے گرے ہی تمام پانی ناپاک ہو جائے گا (۱) پھولنے کا مطلب یہ ہے کہ اس کا جسم متورم ہو جائے اور اصلی حجم سے بڑھ جائے اور پھٹنے کا مطلب یہ ہے کہ اس کا جسم پھٹ گیا اور پارہ پارہ ہو گیا ہو یا اس کے اعضا الگ الگ ہو گئے ہوں۔ (۲) ۹۔ خنزیر (سور) کے کنوئیں میں گرنے سے تمام پانی ناپاک ہو جائے گا خواہ مراد ہو یا نکلے یا زندہ نکل آئے اور اگر چہ اس کا منہ پانی میں داخل نہ ہوا ہو اس لئے کہ خنزیر نجس العین ہے (۳) یعنی اس کا تمام بدن اور بدن کا ہر ایک جزو پیشاب پاخانے کی طرح ناپاک ہے۔ (۴) ۱۰۔ اگر کتا کنوئیں میں گر کر مر جائے (یا باہر سے مر کر گر جائے) تو اس کا تمام پانی نکالا جائے گا اور اگر مرنا نہیں بلکہ کنوئیں سے زندہ نکل آیا اور اس کا منہ پانی میں داخل نہیں ہوا (اور اس کے جسم پر کوئی نجاست بھی معلوم نہیں ہے) تو وہ پانی ناپاک نہیں ہوگا اس لئے کہ صحیح قول کی بنا پر کتا نجس العین نہیں ہے اور یہ امام ابو حنیفہ کا قول ہے اور صاحبین کے نزدیک کتا نجس العین ہے جیسا کہ خنزیر نجس العین ہے فتویٰ اور امام ابو حنیفہ کے قول پر ہے (۵) اور اگر اس کا منہ پانی میں داخل ہو گیا (یا اس کے بدن پر نجاست کا ہونا معلوم ہے) تو کنوئیں کا تمام پانی نکالا جائے گا (۶) اور یہی حکم ان سب جانوروں کا ہے جن کا گوشت نہیں کھایا جاتا جیسے وحشی درندے اور پرندے کہ اگر وہ زندہ نکل آئیں اور ان کا منہ پانی میں داخل نہ ہو تو صحیح یہ ہے کہ پانی نجس نہیں ہوتا (۷) (جب تک ان کے پیشاب یا پاخانہ کر دینے کا یقین نہ ہو جائے لیکن اس کا امکان قوی ہونے کی وجہ سے احتیاطاً سارا پانی نکالنا ہی مناسب ہے مؤلف) اور حاصل کلام یہ ہے کہ اگر کنوئیں سے زندہ نکلے والا جانور نجس العین ہے یا اس کے بدن پر نجاست کا ہونا معلوم ہے تو اس کنوئیں کا تمام پانی نکالا جائے گا (۸) اور خنزیر کے علاوہ جاندار کنوئیں میں گرنے کے بعد زندہ نکال دیا جائے اگر اس کے جسم پر نجاست معلوم نہیں تھی اور نہ ہی اس کا منہ پانی میں داخل ہوا تو وہ پانی ناپاک نہیں ہوگا اور اگر اس کے جسم پر نجاست تو معلوم نہیں تھی لیکن اس کا منہ پانی میں داخل ہو گیا ہو تو اس کے جھوٹے کا اعتبار کیا جائے گا پس اگر اس کا جھوٹا ناپاک ہے تو وہ پانی بھی پاک ہے لیکن اس پانی سے احتیاطاً وضو نہ کیا جائے گا کیونکہ اس جانور پر نجاست ہونے کا احتمال ہے یا یہ احتمال ہے کہ کنوئیں میں گرنے وقت اس کو حدیث ہوا ہو اس کے باوجود اگر اس سے وضو کر لیا تو جائز ہے اور اگر اس جانور کا جھوٹا نجس ہے تو وہ پانی نجس ہو جائے گا اور تمام پانی نکالا جائے گا، اگر اس کا منہ پانی تک نہیں پہنچا تو وہ پانی نجس نہیں ہوگا اور اگر اس جانور کا جھوٹا مکروہ ہے تو وہ پانی مکروہ ہے اور اس میں سے دس ڈول نکالنا مستحب ہے۔ اور بعض نے کہا کہ احتیاطاً میں ڈول نکالنا مستحب ہے اور اگر اس کا جھوٹا مشکوک ہے تو وہ پانی مشکوک ہے اور وہ تمام پانی نکالا جائے گا جیسا کہ جھوٹا نجس پانی تمام نکالا جاتا ہے کیونکہ مشکوک پانی اور نجس دونوں عدم طہوریت میں مشترک ہیں۔ (۹) ۱۱۔ مردہ کا فر غسل سے پہلے بھی اور غسل دینے کے بعد بھی نجس ہے (۱۰) پس کافر کی میت کے کنوئیں میں گرنے سے کنوئیں کا تمام پانی مطلق طور پر ناپاک ہو جائے گا خواہ وہ غسل دینے سے پہلے گرے یا غسل دینے کے بعد گرے کیونکہ مردہ کا فر غسل دینے سے پاک نہیں ہوتا (۱۱) اور مسلمان کی میت اگر غسل دینے سے قبل کنوئیں میں گر پڑے تو کنوئیں کا تمام پانی ناپاک ہو جائے گا اور اگر غسل دینے کے بعد گرے تو کنواں ناپاک نہیں ہوگا یہی مختار ہے (۱۲) یعنی مسلمان کی میت غسل دینے سے پہلے اگر تھوڑے پانی میں گر جائے تو اس کو ناپاک کر دیتی ہے

(۱)۔ بخروش دوع و ہدایہ و طہارۃ (۲)۔ ش و بحر (۳)۔ کبیری و طہارۃ وغیرہ (۴)۔ علم الفقہ تشریفاً (۵)۔ ط

(۶)۔ کبیری (۷)۔ ع (۸)۔ فتح (۹)۔ کبیری و درویش دوع (۱۰)۔ ع (۱۱)۔ درویش (۱۲)۔ ع وغیرہ

اور اس میت کو اٹھا کر نماز پڑھنے والے کی نماز درست نہیں ہوگی اس سے معلوم ہوا کہ میت کی نجاست حقیقی ہے چکی نہیں ہے اس لئے میت کے غسل کا مستعمل پانی نجس ہے۔ یہی صحیح ہے۔ (۱) ۱۲۔ ساقط حمل اور بکری اور بھیڑ کا بچہ اور بڑی بلیغ کنوئیں میں گر کر مر جائے (یا مر کر گرے) تو تمام پانی نکالا جائے گا (۲) بچہ اگر پیدا ہوتے ہی رویا (جس سے اس کے زندہ پیدا ہونے کا ثبوت ملتا ہے) اور پھر مر گیا تو اس کا حکم مسلمان بڑے آدمی کی میت کا ہے (خواہ وہ کافر ہی کا بچہ ہو) اگر وہ غسل دینے کے بعد کنوئیں میں گرے گا تو اس کا پانی ناپاک نہیں ہوگا (اور اگر غسل دینے سے قبل گرے تو تمام پانی ناپاک ہو جائے گا (۳) اور اگر پیدا ہوتے ہی نہ روئے (یعنی مردہ پیدا ہو) تو اگر چکنی بار غسل دینے کے بعد کنوئیں میں گرے تب بھی اس کا تمام پانی ناپاک ہو جائے گا (۴) اگر مرغی کے پیٹ سے تازہ نکلا ہوا اٹا یا بکری کا بچہ اپنی ماں کے پیٹ سے پیدا ہوتے ہی پانی میں گر جائے اگرچہ اس پر رطوبت لگی ہوئی ہو وہ پانی نجس نہیں ہوتا (۵) جب تک ان دونوں پر نجاست کا لگا ہونا معلوم نہ ہو اس لئے کہ مخرج کی رطوبت نجس نہیں ہے اور بعض نے کہا ہے کہ وہ رطوبت نجس مخرج سے نکلتی ہے اس لئے وہ پانی کو نجس کر دے گی، پہلا قول امام صاحب کے قول کا قیاس ہے اور دوسرا قول صاحبین کے قول کا قیاس ہے اور پہلے قول کو قاضی نے اختیار کیا ہے اور دوسرے قول کو صاحب خلاصہ نے اختیار کیا ہے۔ (۶) ۱۳۔ اگر شہید تھوڑے پانی میں گرے تو وہ پانی نجس نہیں ہوگا لیکن اگر اس سے خون ہے گا تو وہ پانی ناپاک ہو جائے گا۔ (۷) (اس کی تفصیل کنواں بالکل ناپاک نہ ہونے کے بیان میں مذکور ہے مؤلف) ۱۴۔ اگر چوہے کی دم کاٹ کر کنوئیں ڈال دی جائے یا کٹ کر خود گر جائے اور کئی ہوئی جگہ پر موم وغیرہ نہ لگایا گیا ہو جس کی وجہ سے اس دم سے رطوبت کا نکلنا بند ہو جائے تو کنوئیں کا تمام پانی نکالا جائے گا (۸) اسی طرح بڑی چھپکلی جس میں بہتا ہوا خوان ہوتا ہو اس کی دم گرنے سے بھی سب پانی نکالا جائے گا (۹) اور اگر کتا و کی جگہ موم وغیرہ لگا دیا گیا ہو جس کی وجہ سے رطوبت نہ نکلے تو اسی قدر پانی نکالنا واجب ہوگا جس قدر چوہے کے مرنے سے نکالنا واجب ہوتا ہے (۱۰) یعنی اگر چوہا پھولا یا پھٹا نہ ہو تو تیس ڈول نکالنا واجب ہے (۱۱) اس سے معلوم ہوا کہ اگر کوئی بچہ والے خون والا جانور یعنی خشکی کا جانور زخمی ہو کر یا اس کا کوئی عضو کٹ کر کنوئیں میں گر جائے تو اس کا تمام پانی ناپاک ہو جائے گا اور اسی لئے خانیہ میں کہا ہے کہ مردہ جانور کے گوشت کا کھڑا کنوئیں میں گرنے سے اس کو ناپاک کر دے گا (۱۲) اگر بلی نے چوہے کو کچڑا اور وہ اس کے دانت نکلنے سے زخمی ہو گیا پھر اس سے جھوٹ کر اسی طرح خون میں بھرا ہو کنوئیں میں گر پڑا تو اس کنوئیں کا سارا پانی نکالا جائے گا (۱۳) اسی طرح چوہا نابدان (گندی سوری یا تالی) سے نکل کر بھاگا اور اس کا جسم نجاست سے ملوث ہو گیا پھر وہ کنوئیں میں گر گیا تو سارا پانی نکل جائے گا خواہ چوہا زندہ نکلا آئے یا مرجائے دونوں صورتوں میں یہی حکم ہے۔ (۱۴) ۱۵۔ اگر چوہا مکے میں پھول یا پھٹ جائے پھر اس مکے کے پانی میں سے ایک قطرہ کنوئیں میں ڈال دیا جائے تو اس کنوئیں کا سارا پانی نکالا جائے گا۔ (۱۵) ۱۶۔ کتا، بلی، گائے بکری پیشاب کر دے تو اس کا سارا پانی نکالا جائے گا چوہے اور بلی کے پیشاب کر دینے کے بارے میں اختلاف ہے بعض کے نزدیک معاف ہے اور اس سے کنواں نجس نہیں ہوگا یہی قول صحیح ہے اور سی پر فتویٰ ہے، اور بعض کے نزدیک اس سے کنواں نجس ہو جائے گا اسی قول کی بنا پر جوہرہ سے منقول ہے کہ اگر چوہا بلی سے بھاگ کر یا بلی کتے سے بھاگ کر یا بکری درندے سے بھاگ کر (یا کوئی اور جانور دوسرے جانور سے بھاگ کر) کنوئیں میں گرے تو مطلق طور پر اس کنوئیں کا سارا پانی نکالا جائے گا خواہ اس کا منہ پانی میں داخل ہوا ہو یا داخل نہ ہوا ہو کیونکہ خوف کی وجہ سے اس کا پیشاب نکل جانے کا ظن غالب ہے،

(۱)۔ ش۔ (۲)۔ در۔ (۳)۔ انواع۔ (۴)۔ ع۔ (۵)۔ ش۔ (۶)۔ م۔

(۷)۔ ع۔ (۸)۔ بخروج دروش مطلقاً دروش۔ (۹)۔ منیہ ذہنی زیور۔ (۱۰)۔ بخروج در۔ (۱۱)۔ ش۔ (۱۲)۔ ش۔

(۱۳)۔ بہشتی زیور و علم الفقہ۔ (۱۴)۔ بہشتی زیور۔ (۱۵)۔ ع۔

لیکن نہر الفائق میں مجتبیٰ سے منقول ہے کہ فتویٰ اس کے برخلاف ہے یعنی اس کا پانی نکالنا واجب نہیں ہے اس لئے کہ ان کے پیشاب کر دینے میں شک ہے اور شک سے کوئی چیز ثابت نہیں ہوتی اور یہ جواب اس قول کی بنا پر ہے کہ مٹی اور چوہے کا پیشاب گرنے سے کنواں ناپاک ہو جاتا ہے اور اس میں کھام ہے جیسا کہ اوپر بیان ہوا اور اس کی مزید تفصیل نجاستوں کے بیان میں مذکور ہے۔ (۱) ۷۱۔ اگر مرے ہوئے جانور کی ہڈی کنوئیں میں گر جائے اگر وہ ہڈی خنزیر (سور) کی ہو تو ہر حال میں اس کا تمام پانی نکالنا واجب ہے اور اگر خنزیر کے علاوہ کسی اور جانور کی ہو اور اس پر گوشت یا چربی (چکنائی) لگی ہو تو اس کی وجہ سے تمام پانی ناپاک ہو جائے گا اور اگر اس پر کچھ لگا ہوا نہیں تو پانی ناپاک نہیں ہوگا اس لئے کہ خنزیر کے علاوہ ہر جانور کی ہڈی فی نفسہ پاک ہے۔ (۲) ۱۸۔ اگر کنوئیں میں ناپاک لکڑی یا ناپاک کپڑے کا ٹکڑا گر گیا اور اس کا نکالنا ممکن نہ ہو یا وہ غائب ہو جائے تو اس کنوئیں کا تمام پانی نکال دینے سے کنوئیں کے پاک ہونے کے ساتھ وہ لکڑی یا کپڑے کا ٹکڑا بھی پاک ہو جائے گا۔ (۳)

جن صورتوں میں تھوڑا پانی نکالا جاتا ہے کنوئیں کا سارا پانی ناپاک نہیں ہوتا: جن صورتوں میں کنوئیں کا تمام پانی ناپاک نہیں ہوتا بلکہ اس کا کچھ حصہ ناپاک ہوتا اور نکالا جاتا ہے ان کی دو قسمیں ہیں اول وہ صورتیں جن میں بیس ڈول نکالنا واجب ہے۔ دوم وہ صورتیں جن میں چالیس ڈول نکالنا واجب ہے، ان دونوں قسموں کے مسائل کی تفصیل مندرجہ ذیل ہے۔ (مؤلف)

۱۔ اگر چوہا یا اس کی مثل کوئی جانور چڑیا وغیرہ کنوئیں میں گر کر مر جائے اور پھولنے یا پھٹنے سے پہلے اس کو کنوئیں سے باہر نکال دیا جائے تو بیس سے تیس تک ڈول نکالے جائیں اور پانی نکالنے کا یہ حکم اس مردہ چوہے یا چڑیا وغیرہ کو کنوئیں سے باہر نکالنے کے بعد ہے کنوئیں میں گرے ہوئے اس مردہ جانور کو نکالنے سے پہلے جس قدر پانی نکالا جائے گا اس کا کوئی اعتبار نہیں ہوگا (۴) اور اس میں کچھ فرق نہیں کہ چوہا کنوئیں کے اندر مرے یا کنوئیں کے باہر مرے پھر اس میں ڈال دیا جائے اور تمام حیوانات کا یہی حکم ہے (۵) سوائے اس میت کے جس کی نماز جنازہ پڑھنا جائز ہے جیسا کہ کسی مسلمان کی غسل دی ہوئی میت یا شہید (۶) اور بیس سے تیس تک ڈول نکالنے کا مطلب یہ ہے کہ بیس ڈول نکالنا واجب ہے اس سے زائد تیس ڈول تک نکالنا مستحب ہے (۷) بعض نے کہا کہ یہ حکم جانور کے چھوٹا بڑا ہونے کے لحاظ سے پس چھوٹے جانور میں کم مقدار اور بڑے جانور میں زیادہ مقدار ڈول نکالنے جائیں۔ (۸)

۲۔ جو جانور جسم کے اعتبار سے چوہے کے برابر ہے وہ چوہے کے حکم میں ہے (۹) پس اگر کنوئیں میں بڑی چھپکلی (جس میں بچہ والا خون ہوتا ہے) گر کر مر جائے تو ظاہر الروایت میں بیس ڈول نکالے جائیں گے اور مولہ چوہے کے حکم میں ہے (۱۰) اگر کنوئیں میں بڑی چھڑی گر کر مر گئی (جس میں بچہ والا خون ہوتا ہے) تو ایک روایت میں بیس یا تیس ڈول نکالے جائیں گے۔ (۱۱)

۳۔ اگر کنوئیں میں مرغی یا بلی یا کبوتر یا بلحاظ جسم ان کی مانند کوئی اور جانور گر کر مر گیا اور وہ پھولا یا پھٹا نہ ہو تو اس کنوئیں سے چالیس یا پچاس ڈول نکالے جائیں، یہ جامع صغیر مذکور ہے اور یہی اظہر ہے اور کتاب الاصل کی روایت یہ ہے کہ ساٹھ تک ڈول نکالے جائیں، شرح الجمع میں ہے کہ یہ احوط ہے (۱۲) یعنی چالیس ڈول نکالنا واجب ہے اور پچاس یا ساٹھ ڈول نکالنا مستحب ہے (۱۳) اور در شان ایک جانور کا نام ہے وہ مٹی کے حکم میں ہے اس کے کنوئیں میں گر کر مر جانے سے چالیس یا پچاس ڈول نکالے جائیں گے۔ (۱۴)

(۱)۔ دروش وغلیہ الاطوار وغیرہ مستقطا (۲)۔ بدائع وفتح (۳)۔ بحر ودر (۴)۔ دم ووط ودر ودر وغیرہ مستقطا (۵)۔ بحر ودر

(۶)۔ بحر (۷)۔ بحر ودر (۸)۔ بدائع ودر (۹)۔ بحر ودر (۱۰)۔ بحر (۱۱)۔ بحر

(۱۲)۔ بحر ودر ودر وغیرہ مستقطا (۱۳)۔ در ودر (۱۴)۔ بحر

۴۔ جو جانور بچنے میں چوہے، مرغی یا بلی کے درمیان کے ہیں وہ چوہے کے حکم میں ہیں اور جو جانور مرغی اور بکری یا بلی اور کتے کے درمیان کے ہیں وہ مرغی اور بلی کے حکم میں ہیں اور یہ ظاہر الروایت ہے اور اسی طرح ہمیشہ چھوٹے اور بڑے کا درمیان جانور چھوٹے جانور کے حکم میں ہوتا ہے (۱) اور امام محمد رحمہ اللہ نے کہا ہے کہ تین چوہے سے پانچ چوہے تک ایک بلی کے حکم میں ہیں اور چوہے ایک بکری اور کتے کے حکم میں ہیں اور یہ ظاہر الروایت ہے جیسا کہ مبسوط کی عبارت سے ظاہر ہے اور اسی قول کو ترجیح ہے اور مواہب میں امام محمد کے قول پر اعتماد کیا گیا ہے اور دو بلیاں یا لا جماع ایک بکری کے حکم میں ہیں پس دو بلیوں کے کنوئیں میں مر جانے سے اس کا سارا پانی نکالنا واجب ہے اور دو چوہے ایک چوہے کے حکم میں ہے اگر چہ وہ دونوں کھم میں مرغی کی مانند ہوں لیکن امام محمد کی ایک روایت میں ہے کہ اگر دو چوہے جسم میں مرغی کی مانند ہوں تو چالیس ڈول نکالے جائیں گے، ایک بلی کے ساتھ ایک چوہا ایک بلی کے حکم میں ہے اور اقل (چھوٹے) کو اکثر (بڑے) میں داخل کیا جائے گا (۲) (پس اگر دو یا زیادہ بلیاں یا ایک بلی اور تین یا چار یا پانچ چوہے یا چھ یا زیادہ صرف چوہے کنوئیں میں گر کر مر جائیں یا مرکز کریں تو اس کنوئیں کا تمام پانی ناپاک ہو جائے گا خواہ ان میں سے کوئی پھولا یا پھنا نہ ہو اور اگر تین یا چار یا پانچ صرف چوہے کنوئیں میں مر جائیں یا مرکز کریں تو اس کنوئیں سے چالیس تا پچاس یا ساتھ ڈول نکالے جائیں اور اگر صرف دو چوہے مر جائیں یا مرکز کریں تو بیس تا تیس ڈول نکالے جائیں۔ (مؤلف)

۵۔ اور کنوئیں کو پاک کرنے کے لئے چالیس یا بیس ڈول نکالنے کا یہ حکم چشمہ دار اور غیر چشمہ دار دونوں قسم کے کنوؤں کے لئے ہے بخلاف حوض اور بڑے منکے (مشور) کے کہ اس کا تمام پانی بہا دیا جائے گا جبکہ اس میں بلی چوہے کی مانند جانور مرکز کر جائے اس لئے کہ کنوؤں کا ناپاک ہونا اور پھر چند ڈول نکالنے سے ان کا پاک ہو جانا صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے آثار یعنی اقوال و افعال سے بالخصوص ثابت ہے (۳) یعنی کنوؤں سے کچھ مقررہ ہے تعدا و ڈول پانی کا نکالنا خلاف قیاس آثار صحابہ سے ثابت ہے پس حوض اور بڑے منکے (مشور) وغیرہ کو کنوئیں کے ساتھ ملحق نہیں کیا جاسکتا۔ (۴)

۶۔ مردہ چوہے وغیرہ کے کنوئیں سے نکالنے کے بعد کنوئیں کے پانی کی نجاست غلیظ ہوتی ہے اس میں سے جس قدر نکال دیا جائے اسی قدر پانی اس نجاست میں تخفیف ہو جاتی ہے پس جس کنوئیں سے بیس ڈول نکالنا واجب تھے اگر اس میں سے پہلا ڈول نکال کر کسی پاک کنوئیں میں ڈال دیا تو اس دوسرے کنوئیں سے بھی بیس ڈول پانی نکالنا واجب ہوگا اور اگر پاک کنوئیں میں دوسرا ڈول ڈالا تو انیس ڈول پانی نکالنا واجب ہوگا اور اگر تیسرا ڈول ڈالا ہے تو اٹھارہ ڈول نکالے جائیں اور اسی طرح اگر آخری یعنی بیسواں ڈول پاک کنوئیں میں ڈالا ہے تو اس دوسرے کنوئیں سے صرف ایک ڈول نکالا جائے گا کیونکہ اس وقت پہلے کنوئیں کا پاک ہونا بھی اس ایک ڈول پر ہی موقوف تھا اور اس مسئلے میں اصل یہ ہے کہ دوسرا کنواں بھی اسی قدر ڈولوں سے پاک ہوتا ہے جس قدر ڈولوں سے پہلا کنواں اس وقت پاک ہوگا جس وقت اس میں سے وہ ڈول نکالا گیا تھا جو دوسرے کنوئیں میں ڈال گیا اور اگر دوسرا ڈول ڈالا گیا ہے تو امام ابو حنیفہ کی روایت کے بموجب گیارہ ڈول نکالے جائیں گے اور یہی اصح ہے، اور اگر ایک کنوئیں سے چوبہا نکال کر دوسرے (پاک) کنوئیں میں ڈال دیا گیا اور پہلے کنوئیں سے بیس ڈول بھی نکال کر دوسرے کنوئیں میں ڈال دیئے گئے تو اب دوسرے کنوئیں میں سے اس چوہے کو نکال کر بیس ڈول نکالنے واجب ہوں گے جیسا کہ پہلے کنوئیں کا حکم تھا (۵) اگر ناپاک کنوئیں کا پانی کسی دوسرے کنوئیں میں ڈالا اور دوسرا کنواں پہلے بھی ناپاک تھا تو یہ دیکھا جائے گا کہ دوسرے کنوئیں سے کس قدر ڈول نکالنے واجب تھے اور پہلے کنوئیں سے جس کا پانی اس میں ڈالا گیا ہے کس قدر ڈول نکالنے

واجب تھے ان دونوں میں سے جو تعداد اکثر ہوگی وہی نکل جائے گی اور اکثر اقل سے مستثنیٰ کر دے گا اور اگر دونوں سے نکالے جانے والے ڈولوں کی تعداد یکساں ہے تو دونوں میں سے کسی ایک کی تعداد کا نکالنا کافی ہے (۱) یعنی برابر تعداد ہونے کی صورت میں ایک کی تعداد دوسرے کی تعداد میں داخل ہو جائے گی اور اگر ان میں سے ایک کی تعداد دوسرے کی تعداد سے زیادہ ہے تو قلیل کثیر میں داخل ہو جائے گی (۲) (یعنی برابر تعداد ہونے کی صورت میں کسی ایک کنوئیں کے ڈولوں کی تعداد نکالنی واجب ہوگی اور کم و بیش ہونے کی صورت میں جو تعداد زیادہ ہے وہ نکالنی واجب ہوگی) (مؤلف) اس کی مثال یہ ہے کہ دو کنوؤں میں سے ہر ایک میں ایک ایک چوہا مر گیا جس کی وجہ سے ہر ایک میں سے بیس ڈول نکالنے واجب ہوئے پھر ان میں سے ایک کنوئیں سے دس ڈول کر دوسرے کنوئیں میں ڈال دیئے گئے تو دوسرے کنوئیں سے بیس ڈول نکالنا واجب ہے اور اگر اس ایک کنوئیں سے ایک ڈول نکال کر دوسرے کنوئیں میں ڈال دیا گیا تب بھی یہی حکم ہے کہ دوسرے کنوئیں سے بیس ڈول نکالنا واجب ہوگا۔ (۳) اگر دو کنوؤں میں سے ہر ایک سے بیس ڈول نکالنا واجب ہو پھر ان میں سے ایک کنوئیں سے بیس ڈول نکال کر دوسرے کنوئیں میں ڈال دیئے گئے تو دوسرے کنوئیں سے بھی بیس ڈول نکالنا واجب ہے اور اگر ایک کنوئیں سے بیس ڈول نکالنا واجب ہو اور دوسرے کنوئیں سے چالیس ڈول نکالنا واجب ہو پھر ان میں سے ایک کنوئیں سے اس قدر ڈول نکال کر دوسرے کنوئیں میں ڈال دیئے گئے جتنے اس سے نکالنے واجب تھے تو اس دوسرے کنوئیں سے چالیس ڈول نکالے جائیں (۴) اور اسی طرح اگر تین کنوؤں میں سے ہر ایک میں مثلاً ایک چوہا مر گیا جس کی وجہ سے ہر ایک کنوئیں سے بیس ڈول نکالنا واجب ہے پس ان میں سے دو کنوؤں سے قدر واجب یعنی بیس بیس ڈول پانی نکال کر تیسرے کنوئیں میں ڈال دیا تو تیسرے کنوئیں سے چالیس ڈول نکالے جائیں۔ (یہ ایسا ہو گیا کہ تیسرے کنوئیں میں تین چوہے مرے ہیں اور تین چوہے ایک مرغی یا بلی کے حکم میں ہیں اس لئے تیسرے کنوئیں سے چالیس نکالنے واجب ہوں گے بخلاف پہلی صورت کے جس میں ہے کہ دو کنوؤں سے بیس ڈول نکالنا واجب ہوا ان میں سے ایک کنوئیں سے بیس ڈول نکال کر دوسرے کنوئیں میں ڈال دیئے تو دوسرے سے بھی بیس ہی ڈول نکالنا واجب ہوگا اس لئے کہ یہ ایسا ہو گیا دوسرے کنوئیں میں دو چوہے مرے ہیں اور دو چوہے ایک چوہے کے حکم میں ہیں، واللہ اعلم بالصواب مؤلف) اور اگر ان دونوں کنوؤں میں سے کسی ایک کنوئیں سے بیس ڈول اور دوسرے کنوئیں سے دس ڈول نکال کر تیسرے میں ڈالے گئے تو تیس ڈول نکالے جائیں، اور امام ابو حفصؒ کی روایت کے مطابق مناسب یہ ہے کہ پہلے اتنے ڈول نکالے جائیں جو پہلے کنوئیں سے اس میں ڈالے گئے ہیں پھر اتنے ڈول نکالے جائیں جو اس میں سے نکالنے واجب تھے اور اگر دو کنوؤں میں سے ایک سے بیس ڈول نکالنا اور دوسرے سے چالیس ڈول نکالنا واجب ہو اور ان دونوں کنوؤں سے قدر واجب پانی نکال کر تیسرے پاک کنوئیں میں ڈال دیا تو اس تیسرے کنوئیں سے مذکورہ بالا اصول کے مطابق چالیس ڈول نکالنا واجب ہوگا اور اگر ایک کنوئیں سے چالیس ڈول نکالنا واجب تھے اس میں سے ایک ڈول نکال کر اس کنوئیں میں ڈال دیا جس میں سے بیس ڈول نکالنا واجب تھے اب اس سے بھی چالیس ڈول نکالے جائیں گے اس لئے کہ اگر وہ ڈول کسی پاک کنوئیں میں ڈال دیا جاتا تو اس سے بھی چالیس ہی ڈول نکالنا واجب ہوتا پس اسی طرح یہاں بھی ہے۔ اور یہ سب امام محمدؒ کے قول کے مطابق ہے، اور امام ابو یوسفؒ سے اس بارے میں دو روایتیں ہیں ایک روایت کے مطابق اس کا تمام پانی نکالا جائے گا اور ایک روایت کے مطابق بقدر واجب، اور جس قدر اس میں دوسرے کنوئیں سے پانی ڈالا گیا ہے دونوں کا مجموعہ نکال جائے گا (۵) اگر چوہا کسی مکے میں گر کر مر گیا تو اس مکے کا تمام پانی گر دیا جائے اور اگر اس مکے کا پانی کسی پاک کنوئیں میں ڈال دیا گیا تو امام ابو یوسفؒ کے نزدیک جس قدر ناپاک پانی اس میں ڈالا گیا ہے وہ اور بیس ڈول

نکال دیئے جائیں اور امام محمدؒ کے نزدیک اگر منکے کا پانی میں ڈول یا اس سے زیادہ ہے تو کنوئیں سے اسی قدر پانی نکالا جائے اور اگر منکے میں میں ڈول سے کم پانی ہے تو اس کنوئیں سے میں ڈول نکالے جائیں کیونکہ کنواں جو ہے کی نجاست سے ناپاک ہوا ہے، (۱) اور بحر الرائق میں ہے کہ محیط میں نو اور کی طرف منسوب کرتے ہوئے مذکور ہے کہ اگر منکے میں چوہا مر گیا اور اس منکے کا پانی کنوئیں میں ڈال دیا گیا تو امام محمدؒ نے کہا کہ جس قدر پانی اس میں ڈالا گیا ہے اس میں اور میں ڈول میں سے جو مقدار زیادہ ہے اسی قدر پانی نکالا جائے اور یہی اصح ہے اس لئے کہ اگر چوہا کنوئیں میں گر کر مر جاتا ہے تو اس سے میں ڈول نکالے جاتے ہیں اسی طرح جب کسی کنوئیں میں وہ پانی ڈالا گیا جس میں چوہا مرا ہے تب بھی میں ڈول نکالے جائیں گے لیکن اگر کنوئیں میں ڈالا ہوا ناپاک پانی میں ڈول سے زائد ہو تو وہ زیادتی مع میں ڈول نکالی جائے گی، اور امام ابو یوسفؒ نے کہا کہ پاک کنوئیں میں ڈالا ہوا ناپاک پانی اور میں ڈول نکالے جائیں اس لئے کہ یہ ایسا ہو گیا ہو گیا کہ اگر کنوئیں میں دو چوہے گر کر مر جاتے تو اس میں سے ان دونوں چوہوں کو نکالنا اور میں ڈول نکالنا واجب ہوتا ہے اسی طرح یہاں ہے۔ (۲)

۷۔ اگر پانی کے کسی پاک کنوئیں کے قریب کوئی نجاست کا کنواں یا گڑھ یا نالا یا کوڑی وغیرہ ہو تو اس بارے میں فقہاء کا اختلاف ہے کہ دونوں میں کس قدر فاصلہ نجاست کے پاک کنوئیں میں سرایت کرنے کا مانع ہے، امام حلوائی نے کہا ہے کہ اتنا دور ہونا معتبر ہے کہ اس نجاست کا اثر یعنی مزہ یا رنگ یا بو ظاہر نہ ہو پس اگر کنوئیں کے پانی کا مزہ یا رنگ یا بو نہ بدلے تو اس کا پانی پاک ہے اور اگر اس کی کوئی صفت بدل جائے تو کنوئیں کا پانی ناپاک ہے خواہ فاصلہ کتنا ہی ہو، خلاصہ اور فتاویٰ قاضی خاں میں کہا ہے کہ اسی پر اعتماد ہے اور محیط میں اسی کو صحیح کہا ہے (۳) پس کنوئیں کا پانی نجاست کے گڑھے کے قریب ہونے کی وجہ سے اس وقت تک ناپاک نہیں ہوتا جب تک کنوئیں کے پانی کا مزہ یا رنگ یا بو نہ بدلے اور اس بارے میں گزروں کے فاصلے اعتبار نہیں ہے حتیٰ کہ اگر نجاست کا گڑھا پانی کنوئیں سے دس گز کے فاصلے پر ہو اور وہاں سے اس گڑھے کی نجاست کا اثر کنوئیں میں آجائے تو کنوئیں کا پانی ناپاک ہو جائے گا اور اگر دونوں میں ایک گز کا فاصلہ ہو اور وہاں سے نجاست کا اثر کنوئیں میں نہ آئے تو کنوئیں کا پانی پاک ہے اور یہی صحیح ہے۔ (۴) (اس لئے کہ زمین کی تختی وزمی کے باعث نجاست کے سرایت کرنے کا فاصلہ مختلف ہوتا ہے جیسا کہ شامی و بدائع وغیرہ میں مذکور ہے مؤلف)

۸۔ اگر کنوئیں میں مرنے والے جانور کے کنوئیں میں گرنے کا وقت معلوم ہو تو اس جانور کے گرنے کے وقت سے اس کنوئیں کے ناپاک ہونے کا حکم کیا جائے گا خواہ وہ علم خود دیکھ کر یا ظن کے ذریعہ سے حاصل ہو یا دو گواہوں نے گواہی دی ہو کہ فلاں وقت یہ جانور گر اٹھا، اور اگر جانور کے گرنے کا وقت معلوم نہ ہو اور نہ ہی اس کا گمان غالب ہو تو اگر وہ جانور پھولا اور پھٹا نہیں ہے تو ایک دن رات سے اس کنوئیں کی ناپاکی کا حکم کیا جائے گا اور اگر وہ جانور پھول یا پھٹ گیا ہو تو استسنا تین دن رات سے اس کنوئیں کی ناپاکی کا حکم کیا جائے گا، یہ حکم وضو، غسل اور اس آٹے کے بارے میں ہے جو اس پانی سے گوندھا گیا ہو کہ اس آٹے کو کتوں کو کھلا دیا جائے۔ یہ امام ابو حنیفہؒ کا قول ہے اور یہ حوط ہے اور یہی معتد ہے، صاحبین کے نزدیک جس وقت لوگوں کو معلوم ہوگا اسی وقت سے پانی کی نجاست کا حکم ہوگا اسے پہلے کوئی چیز لازم نہیں ہوگی بعض نے اسی قول کو مفتیٰ کہا ہے۔ (۵) پس اگر کنوئیں میں چوہا یا کوئی اور جانور مرا ہوا پایا گیا اور یہ معلوم نہ ہوا کہ کب گر اٹھا اور وہ پھولا یا پھٹا بھی نہیں تو ایک دن رات کی نمازیں یا جو نمازیں اس پانی سے وضو کر کے پڑھی ہیں لونائی جائیں اور اس عرصے میں جس چیز کو وہ پانی نکالے ہے اس کو دھویا جائے اور اگر وہ جانور پھول یا پھٹ گیا تھا تو تین دن رات کی نمازیں یا جو نمازیں اس پانی سے وضو کر کے پڑھی ہیں لونائی جائیں اور اس عرصے میں جس چیز کو وہ پانی لگا ہے اس کو دھویا جائے، یہ امام ابو حنیفہؒ کا قول ہے اور یہ استسنا ہے اور امام محمدؒ و امام ابو یوسفؒ کا

قول یہ ہے کہ کسی نماز کو نہیں لوٹائیں گے جب تک یہ معلوم نہ ہو کہ وہ کب گرا تھا (یعنی جس وقت معلوم ہو اس وقت سے ہی اس کی نجاست کا حکم ہوگا) یہ قیاس ہے (۱) اور اگر اس کے کرنے کا وقت معلوم ہو جائے تو اس پر اجماع ہے کہ اس وقت سے وضو اور نمازیں لوٹائیں گے کیونکہ اب معلوم ہو گیا کہ ناپاک پانی سے وضو کیا گیا تھا اور اس پانی سے آنا گوندھا گیا تھا تو استحسان یہ ہے کہ اگر وہ جانور جو کنوئیں سے مرا ہو نکلا پھولا یا پھٹا ہوا تھا تو تین دن سے جو آتا اس کنوئیں کے پانی سے گوندھا گیا ہے وہ نہ کھائیں گے اور اگر وہ پھولا یا پھٹا نہیں تھا تو ایک دن رات سے جو آتا اس کنوئیں کے پانی سے گوندھا گیا ہے وہ نہ کھائیں گے، امام ابو حنیفہؒ نے اسی قول کو اختیار کیا ہے۔ (۲)

کنواں پاک کرنے کا طریقہ

۱۔ جس بخش چیز کے کرنے سے کنواں ناپاک ہوا ہے پہلے اس چیز کو نکالنا چاہئے، بخش چیز کے نکالنے سے پہلے جو پانی نکالا جائے وہ بے فائدہ ہے کیونکہ کنوئیں کی ناپاکی کا سبب وہ بخش چیز ہے کنوئیں میں اس کے موجود ہوتے ہوئے کنوئیں کی پاکی کا حکم لگانا ممکن نہیں، مگر اس صورت میں جبکہ اس بخش چیز کا نکالنا دشوار ہو جائے۔ (۳) (جیسا کہ آگے مذکور ہے مؤلف)

۲۔ اگر کنوئیں میں مری ہوئی بخش چیز کا نکالنا دشوار ہو تو اس کی دو صورتیں ہیں ایک یہ کہ اس چیز کی ناپاکی خارجی نجاست کی وجہ ہو یعنی وہ چیز خود ناپاک نہ ہو بلکہ نجاست لگنے سے ناپاک ہو گئی ہو مثلاً ناپاک لکڑی یا ناپاک کپڑا (اور جوتی وغیرہ) اگر کنوئیں میں گر کر غائب ہو گئی اور اس کا نکالنا دشوار ہو گیا تو اس صورت میں اسی حالت میں بقدر واجب پانی نکال دینے سے کنواں پاک ہو جائے گا کنوئیں کو کچھ عرصے سوئی چھوڑ دینے کی ضرورت نہیں ہے اور کنوئیں کے پاک ہوتے ہی وہ ناپاک چیز لکڑی یا کپڑا (یا جوتی وغیرہ) بھی پاک ہو جائے گی (۴) اور دوسری صورت یہ ہے کہ وہ ناپاک چیز بذات خود ناپاک ہو مثلاً مردہ جانور کا گوشت اور خنزیر (سور) یا وہ جانور جو کنوئیں میں گر کر مر گیا ہو) اور اس کا نکالنا دشوار ہو جائے تو اس کے بارے میں ہستانی میں جو اہر سے منقول ہے کہ اگر کوئی چیز یا کنوئیں میں گر کر مری اور لوگ اس کے نکالنے سے عاجز ہو گئے تو جب تک وہ نجاست کنوئیں میں ہے اس وقت تک کنواں ناپاک ہے اس صورت میں کنوئیں کو اتنی مدت تک سوئی چھوڑ دینا چاہئے جس میں یہ یقین ہو جائے کہ وہ ناپاک چیز گل سر کر مٹی ہو گئی ہے جس کی مقدار بعض فقہانے چھ مہینے لکھی ہے پھر اس مدت کے بعد بقدر واجب پانی نکال دیا جائے تو کنواں پاک ہو جائے گا۔ (۵)

۳۔ جب کنوئیں میں چوبایا اس کی مانند کوئی جانور گر کر مر جانے کی وجہ سے (چوہ وغیرہ کو سے نکالنے کے بعد) جس سے تیس تک ڈول نکال دیئے تو کنواں پاک ہو جائے گا اور اس کے ساتھ ہی ڈول رسی چرخی کنوئیں کے اندر کے کنکر و دیوار وغیرہ پانی کھینچنے والوں کے ہاتھ پیر بھی پاک ہو جائیں گے اور اسی طرح ہر صورت میں مقدار واجب پانی نکال دینے سے کنوئیں کے ساتھ ساتھ مذکورہ تمام چیزیں پاک ہو جائیں گی۔ یہ امام ابو یوسفؒ سے مروی ہے (۶) اور کنوئیں کو پاک کرنے کے لئے چالیس یا بیس ڈول نکالنے کا حکم عام ہے خواہ وہ کنواں چشمہ دار ہو یا غیرہ چشمہ دار ہو۔ (۷)

۴۔ جن صورتوں میں کنوئیں کا تمام پانی ناپاک ہو جاتا ہے ان میں کنوئیں کے پاک کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ اس کا تمام پانی نکال دیا جائے پس اگر وہ کنواں چشمہ دار نہیں ہے یعنی اس کا پانی ٹوٹ سکتا ہے تو اس قدر پانی نکال دیا جائے کہ اس کا پانی ٹوٹ جائے اور اس قدر رہ جائے کہ اب آدھا ڈول بھی نہ بھر سکے تو وہ کنواں پاک ہو جائے گا اور اس کے ساتھ ہی ڈول رسی چرخی، کنوئیں کے اندر کی دیوار اور

(۱)۔ ہادیہ و دیکیری و بدائع ملتقطاً (۲)۔ ع و بدائع (۳)۔ بحر و روش ملتقطاً (۴)۔ بحر و روش و د و طعمرنا

(۵)۔ ش و طعمرنا (۶)۔ کبیری (۷)۔ دروش

کنکریاں وغیرہ اور پانی کھینچنے والوں کے ہاتھ پر بھی پاک ہو جائیں گے (ان کو الگ دھونے کی ضرورت نہیں ہے اس لئے کہ ان اشیاء کی نجاست کنوئیں کی نجاست کے ساتھ ہے جب کنواں پاک ہو گیا تو یہ اشیاء بھی پاک ہو گئیں جیسا کہ شراب کے مشکے میں جب شراب سرکہ بن جائے تو وہ مشکا بھی اس کے تابع ہونے کی وجہ سے پاک ہو جاتا ہے اور پانی سے استنجا کرنے سے استنجا کرنے والے کا ہاتھ بھی اس کے ساتھ ہی پاک ہو جاتا ہے۔ (۱)

۵۔ اگر کنوئیں کا تمام پانی ناپاک ہو جائے اور کنواں چشمہ دار ہو یعنی اس کا پانی ٹوٹ نہ سکتا ہو بلکہ جتنا پانی نکالتے جائیں ساتھ ساتھ اتنا ہی یا اور زیادہ پانی اس میں آتا رہے اگر ممکن ہو تو اس میں پانی آنے کے تمام سو۔ (سوراخ) بند کر دیئے جائیں اس کے بعد اس کا تمام نجس پانی نکال دیا جائے (یہاں تک کہ نصف ڈول نہ بھرا جاسکے) اور اگر پانی کے غلبے کے باعث اس کے سوتوں (پانی آنے کے سوراخوں) کا بند کرنا ممکن نہ ہو تو پانی نکالنا شروع کرتے وقت اس میں جس قدر پانی موجود ہے اس قدر پانی اس کنوئیں سے نکال دیا جائے اس بارے میں فقہاء کا اختلاف ہے کہ اس میں اس وقت موجود پانی کی مقدار کس طرح معلوم کی جائے، بعض نے کہا کہ کنوئیں میں موجود پانی کی گہرائی اور لمبائی چوڑائی (محیط) کے برابر اس کے قریب ایک گڑھا کھودا جائے اور بعض نے کہا کہ اس کو چونا گچ کیا جائے پھر اس کنوئیں سے اس قدر پانی نکالا جائے کہ وہ گڑھا بھر جائے، پس جب وہ گڑھا بھر جائے گا تو کنواں پاک ہو جائے گا، اور بعض نے کہا کہ اس کنوئیں کی یہ تک ایک بانس (یا وزن بندھی ہوئی رسی) ڈال کر تپ لیا جائے اور پانی کی اوپر کی سطح تک اس پر نشان لگایا جائے پھر اس کنوئیں میں ہے کچھ ڈول نکالے جائیں اور دوبارہ اس میں بانس (یا رسی) ڈال کر دیکھا جائے کہ کتنا پانی کم ہوا پس اس سے حساب لگائے کہ کل پانی کے لئے کتنے ڈول نکالے جائیں گے اور اسی حساب سے کنواں کا پانی نکال دیا جائے تو کنواں پاک ہو جائے گا مثلاً بانس (یا رسی) ڈال کر دیکھا تو دس ہاتھ پانی ہے سو ڈول نکالنے کے بعد پھر بانس (یا رسی) ڈال کر دیکھا تو ایک ہاتھ پانی کم ہوا یعنی نو ہاتھ باقی رہ گیا اب اگر اس حساب سے نو سو ڈول اور نکال دیئے جائیں تو کنوئیں کا کل نجس پانی نکل جائے گا اور کنواں پاک ہو جائے گا یہ دونوں قول امام ابو یوسفؒ سے مروی ہیں اور جو امام ابو حنیفہؒ سے روایت ہے کہ پانی اس قدر نکالا جائے کہ نیا پانی اس پر غالب آ جائے اور اس بارے میں فقہ کے زیادہ موافق وہ قول ہے جو امام ابو نصر محمد بن محمد بن سلامؒ سے مروی ہے اور امام ابو حنیفہؒ سے بھی ایک روایت یہی ہے اور وہ یہ ہے کہ دو متقی دیندار مسلمان آدمیوں سے جن کو پانی کی مقدار پچھاننے اور اندازہ کرنے میں مہارت ہو اندازہ کرایا جائے اور جتنے ڈول وہ بتائیں اتنے ڈول نکال دیئے جائیں یہی صحیح اور فقہ کے زیادہ مشابہ ہے اور اسی پر فتویٰ ہے اور یہی صحیح ہے، اور معراج الدار یہ میں ہے کہ یہی مختار ہے اور اس کو ایک جماعت نے صحیح کہا اور اسی کو اختیار کیا ہے، پس اگر ان دو آدمیوں نے مثلاً یہ کہا کہ اس میں ایک ہزار ڈول پانی ہے تو اسی قدر پانی نکال دیا جائے (۲) بعض نے کہا کہ آدمی پانی کھینچنا شروع کر دیں تو جب وہ تھک جائیں تو کل پانی نکل جائے گا اور کنواں پاک ہو جائے گا (۳) بعض علماء نے کہا کہ کنوئیں کے پانی میں کوئی رنگ مثلاً لال دوائی گھول دی جائے اس کے بعد پانی نکالا جائے جب رنگ منقطع ہو کر بے رنگ پانی آنے لگے تو کنواں پاک ہو جائے گا اور اس کو احوط کہا گیا ہے (۴) اور ایک قول جو امام محمدؒ سے مروی ہے یہ ہے کہ چشمہ دار کنوئیں سے دو سو سے تین ڈول تک نکال دیئے جائیں، کنز اور متقی میں اس پر اعتقاد کیا گیا ہے اور اس پر فتویٰ ہے اور یہ قول بھی مختار ہے اور اس میں زیادہ آسانی ہے پس صحیح و فتویٰ میں اختلاف ہے اور حلیہ و بحر الرائق میں اس قول کو ضعیف قرار دیا ہے، فقہاء نے کہا ہے کہ امام محمدؒ نے جب بغداد کے کنوؤں کو دیکھا کہ (چشمہ دار ہونے کے باوجود) ان میں زیادہ سے زیادہ اس قدر پانی ہے اس سے زیادہ نہیں ہے تب یہ فتویٰ دیا، یہ مبسوط میں مذکور ہے اور امام

(۱)۔ فتح و بحر و بدائع تصرفا (۲)۔ کبیری و بحر و بدائع و شریعہ غیر مستطاع و تصرفا (۳)۔ حاشیہ علم الفقہ (۴)۔ انواع

ابو حنیفہ سے بھی روایت اصول کے علاوہ ایک روایت میں ہے کہ چشمہ دار کنوئیں سے سو ڈول نکال دیئے جائیں اور یہ اس بنا پر ہے کہ کوفہ کے کنوئیں میں پانی کی مقدار کم تھی یعنی اس مقدار سے زیادہ نہیں تھی جیسا کہ کفایہ میں مذکور ہے (۱) پس امام ابو حنیفہ اور امام محمد رحمہما اللہ سے منقول یہ دونوں قول بھی اس طرف راجع ہیں کہ ایسے آدمی سے اس کنوئیں کے پانی کا اندازہ کرایا جائے جس کو اس علاقہ کے کنوئیں کے پانی کا تجربہ ہو نہ یہ کہ ہر جگہ کے کنوئیں کے لئے یہ قول لازمی قرار دیئے جائیں (۲) پس اس بنا پر دو سو ڈول نکالنے پر مطلقاً فتویٰ نہیں دینا چاہئے بلکہ اس شہر کے اکثر کنوئیں کے پانی کی مقدار کو مد نظر رکھا جائے اور یہی لوگوں کے لئے زیادہ آسان ہے اور ہر کنوئیں کے لئے پانی کی مقدار کا علیحدہ اعتبار کرنا ہی احوط ہے۔ (۳)

۶۔ اگر کوئی کنواں ایسا ہے کہ اس پانی ٹوٹ تو جائے گا مگر ایسا کرنے سے اس کنوئیں کی دیوار کے پھٹ جانے وغیرہ نقصان کا کمان غالب ہے تو اس صورت میں اس کا پانی توڑنے کی ضرورت نہیں ہے بلکہ جتنا پانی اس وقت اس میں موجود ہے بطریق مذکور اندازہ کر کے اتنا ہی پانی ایک ساتھ یا متفرق طور پر نکال دیا جائے تو وہ کنواں پاک ہو جائے گا۔ (۴)

۷۔ ناپاک کنوئیں سے جتنے ڈول پانی نکالنا واجب ہے اس کے لئے یہ شرط نہیں ہے کہ ان کو متواتر ایک دم نکالا جائے (خواہ ایک دم متواتر نکالیں یا تھوڑا تھوڑا کر کے کئی دفعہ میں نکالیں ہر طرح سے کنواں پاک ہو جائے گا خواہ اس وقت میں اور مزید پانی کنوئیں میں آجائے تو اس کا مضائقہ نہیں ہے) حتیٰ کہ اگر کسی نے ہر روز ایک ڈول نکالنا بھی جائز ہے (اور مقررہ تعداد پانی نکل جانے سے کنواں پاک ہو جائے گا) پس اگر ایک روز میں کنوئیں کا کچھ پانی نکالا گیا اور دوسرے روز اس میں اور پانی آ گیا تو اس میں فقہاء کا اختلاف ہے بعض نے کہا کہ اب اس کا (بقدر واجب) کل پانی نکالا جائے اور بعض نے کہا کہ جو مقدار نکالنی باقی رہ گئی ہے صرف اسی قدر نکالا جائے یہی مختار ہے۔ (۵)

فائدہ: مذکورہ بالا فروعات سے معلوم ہوا کہ جس صورت میں پانی کا توڑنا مقصود ہو اس صورت میں تو کنوئیں کا پانی لگا تار ایک دم سے نکالا جائے اس کے بغیر پانی کا توڑنا متصور نہیں ہوگا اور اس کے علاوہ باقی سب صورتوں میں یعنی صورتوں میں ڈولوں کی تعداد مقرر ہے یا کنواں چشمہ دار ہے تو پانی کا لگا تار ایک دم سے نکالنا ضروری نہیں ہے بلکہ متفرق وقتوں میں وہ تعداد پوری کر سکتے ہیں پس غور کر لیجئے۔ (۶)

۸۔ کنوئیں کا پانی اوسط درجے کے ڈول سے نکالنا چاہئے اور اس سے مراد وہ ڈول ہے جو اس کنوئیں پر عموماً استعمال ہوتا ہے اور یہ ظاہر الروایت ہے اور یہ حکم اس وقت ہے جبکہ وہ ڈول بہت بڑا (یا بہت چھوٹا) نہ ہو، اگر اس کنوئیں پر کوئی خاص ڈول نہ ہو یا کنوئیں کا ڈول بہت بڑا یا بہت چھوٹا ہو تو ان صورتوں میں درمیانی ڈول کا اعتبار ہے یعنی جس میں ایک صاع پانی ساتا ہو اور صاع آٹھ رطل کا ہوتا ہے (اور صاع (انگریزی) اسی روپے بھر کے حساب سے تقریباً ساڑھے تین سیر کا ہوتا ہے) (۷) اگر ڈول متوسط سے بہت بڑا یا بہت چھوٹا ہو تو اوسط ڈول کے ساتھ اس کا حساب کر کے پانی نکالا جائے، اگر بہت بڑا ایک ہی ڈول مقدار واجب کے برابر ہو تو ایک ہی ڈول نکالنا کافی ہے اور رکنواں پاک ہو جائے گا کیونکہ مقصود یعنی قدر واجب پانی کا نکالنا حاصل ہو گیا (۸) یعنی ساڑھے تین سیر کے حساب سے مقدار واجب کے بہت بڑے یا بہت چھوٹے ڈول جس قدر ہیں اتنے نکال دیئے جائیں مثلاً اس ڈول میں متوسط دو ڈول کی برابر پانی ساتا ہے تو اس ایک ڈول کو دو ڈول سمجھیں اور بیس ڈول نکالنے کی صورت میں دس ڈول اور چالیس ڈول نکالنے کی ضرورت میں بیس ڈول نکال دیں اور اگر وہ ڈول متوسط چار ڈول کی برابر ہو تو اس ایک ڈول کو چار ڈول سمجھیں حتیٰ کہ اگر ایک ڈول میں یا چالیس ڈول کے برابر کا ہو تو اتنا ہی سمجھیں اسی طرح

(۱) ش۔ و بحر و کبیری وغیرہ ملقطاً (۲) ش۔ (۳) کبیری (۴) بہار شریعت

(۵) بحر (۶) مستفاد عن علم الفقہ وغیرہ (۷) درویش و بحر و دائع ملقطاً و ملخصاً (۸) ش۔ و بحر ملقطاً

اگر وہ ڈول بہت چھوٹا ہو مثلاً ایک ڈول متوسط نصف ڈول کی برابر ہو تو اس کے دو ڈول ایک شمار کریں (مؤلف علی ہذا۔ مؤلف)

۹۔ ڈول کا بھرا ہوا ٹکٹا ضروری نہیں بلکہ نصف سے زیادہ ہونا کافی ہے جس اگر ڈول پھٹا ہوا تھا) (اور اس سے کچھ پانی ٹپک کر نکل گیا یا چٹک کر گر گیا مگر جتنا بچا وہ آدھے ڈول سے زیادہ ہے تو وہ پورا ڈول ہی شمار کیا جائے گا اور اگر نصف ڈول یا اس سے بھی کم رہ گیا تو وہ ڈول شمار نہیں کیا جائے گا۔ (۱)

۱۰۔ اگر کنوئیں میں قدر واجب سے کم پانی ہے تو جس قدر موجود ہو اسی کا ٹکٹا کافی ہے (مثلاً چالیس ڈول ٹکٹا واجب ہوا اور کنوئیں میں فقط بیس ڈول پانی ہے تو وہی بیس ڈول پانی ٹکٹا لے کر کنوئیں سے نکال دیا جائے گا) اس کے بعد اگر اور پانی آ جائے تو مزید کچھ ٹکٹا واجب نہیں ہے۔ (۲)

۱۱۔ ناپاک کنواں اگر بالکل خشک ہو جائے اور اس کی تہ میں تری نہ رہے تب بھی کنواں خود بخود پاک ہو جائے گا اس کے بعد اگر اس کنوئیں میں دوبارہ پانی نکل آ جائے تو اس کی ناپاکی خود نہیں کرے گی (یعنی اب وہ پہلی ناپاکی کی وجہ سے ناپاک نہیں ہوگا اور اگر کنوئیں کی تہ پوری طرح خشک نہیں ہوئی بلکہ اس میں تری باقی ہے تو واضح یہ ہے کہ دوبارہ پانی آنے سے وہ کنواں ناپاک ہو جائے گا۔ (۳)

۱۲۔ اگر کنواں ناپاک ہو جائے تو اس کنوئیں کو پاک کرنے کے لئے اس کے پانی کا جاری ہو جانا کافی ہے مثلاً اگر اس کنوئیں میں سرنگ کی طرح سوراخ کھودا جائے اور اس سرنگ سے کچھ پانی جاری ہو کر نکل جائے اگرچہ تھوڑا ہی ہو تو وہ کنواں پاک ہو جائے گا اس لئے کہ اس طرح طہارت کا سبب یعنی پانی کا جاری ہونا پایا گیا ہے اور وہ کنواں اس حوض کی مانند ہو گیا جو ناپاک ہو گیا ہو کہ اگر اس کا پانی جاری ہو کر اس حوض میں سے کچھ پانی نکل گیا ہو تو وہ حوض پاک ہو جاتا ہے (۴) کنوئیں کا پانی جاری ہونے کی دوسری صورت یہ ہے کہ اس کنوئیں میں دو چشمے ہوں ایک سے پانی کنوئیں میں آتا ہو اور دوسرے کے ذریعے کنوئیں سے باہر نکلتا ہو تب بھی وہ کنواں پاک ہو جاتا ہے۔ (۵)

۱۳۔ کنواں پاک کرنے کی مذکورہ تمام صورتوں میں سے کسی صورت میں بھی کنوئیں کی مٹی کا ٹکٹا واجب نہیں ہے اس لئے کہ آثار صحابہ شرف پانی کے ٹکانے کے بارے میں وارد ہوئے ہیں۔ (۶)

۱۴۔ جس کنوئیں کا پانی نکال کر اس کو پاک کیا گیا ہے احتیاطاً اس کے گارے سے مسجد کو نہ لپیٹا جائے۔ (۷)

۱۵۔ امام ابو حنیفہ و امام ابو یوسف رحمہما اللہ کے نزدیک اس وقت تک کنوئیں کے پاک ہونے کا حکم نہیں کیا جائے گا جب تک آخری ڈول کنوئیں کے منہ (دہانہ) سے باہر نہ آ جائے کیونکہ ڈول ٹکٹا لے کر کنوئیں کے منہ سے باہر نہ آئے تو اس کے منہ سے پانی نہ نکلے گا اور امام محمدؒ کے نزدیک جب آخری ڈول پانی کی سطح سے جدا ہونے ہو جائے اسی وقت سے کنواں پاک ہو جائے گا اگرچہ اس ڈول سے کنوئیں میں پانی ٹپک جائے اس لئے ضرورت کی وجہ سے اس سے پانی کے ٹپکنے کا کوئی اعتبار نہیں ہے پس اگر آخری ڈول کے کنوئیں کے منہ سے باہر آنے سے پہلے کسی نے اس کنوئیں سے پانی نکال کر کپڑا دھویا تو شیخین کے نزدیک وہ کپڑا پاک ہو جائے گا اور امام محمدؒ کے نزدیک وہ کپڑا ناپاک نہیں ہوگا۔ (۸)

جن صورتوں میں کنواں بالکل ناپاک نہیں ہوتا اور جن میں پانی ٹکٹا مستحب ہے: ۱۔ پاک چیز کے کنوئیں میں گرنے سے کنواں ناپاک نہیں ہوتا (۹) پس مسلمان میت کی لاش اگر غسل دینے کے بعد کنوئیں میں گر جائے تو کنوئیں کا پانی ناپاک نہ ہوگا یہی مختار ہے (۱۰) بشرطیکہ اس کے جسم پر نجاست نہ ہو اور لاش پھولی یا پھٹی نہ ہو (۱۱) اس کی تفصیل تمام ناپاک ہونے کے بیان میں گزر چکی ہے

(۱)۔ دروش (۲)۔ فتح و بحر (۳)۔ بحر ملخص و فتح (۴)۔ فتح و بحر و دروش و غایۃ الاوطار (۵)۔ غایۃ الاوطار

(۶)۔ فتح و بحر (۷)۔ بحر و دروش (۸)۔ فتح و بحر ملخص و غایۃ الاوطار (۹)۔ علم الفقہ (۱۰)۔ غ و غیرہ (۱۱)۔ علم الفقہ

(مؤلف)

۲۔ شہید اگر (مسل دینے سے پہلے، انواع) تھوڑے پانی میں گرے تو وہ پانی نجس نہیں ہوگا جبکہ اس کے جسم پر اور کوئی نجاست نہ ہو اور اس سے خون نہ بہہ رہا ہو لیکن اگر اس سے خون بہے گا (اور پانی میں مل جائے گا) تو وہ پانی ناپاک ہو جائے گا (۱) پس شہید جو بہنے والے خون سے پاک و صاف ہے جو خون اس کے بدن پر شہادت کے وقت کا لگا ہوا ہے وہ معاف ہے (خواہ کتنا ہی ہو) اس سے پانی ناپاک نہیں ہوگا (یعنی اگر شہید کے بدن پر لگا ہوا خون بہنے کے قابل نہیں تھا تو اس کے بدن سے دھل کر پانی میں مل جانے سے پانی ناپاک نہیں ہوگا اور اگر اس کے بدن پر بہنے کے قابل خون لگا ہوا تھا اور خشک ہو گیا تھا اور شہید کے پانی میں گرنے سے اس کے بدن سے جدا ہو کر پانی میں نہیں ملا تب بھی پانی پاک رہے گا کیونکہ شہید کا خون جب تک اس کے بدن پر ہے خواہ کتنا ہی ہو پاک ہے لیکن اگر یہ خون اس کے بدن سے جدا ہو کر پانی میں مل گیا تو اب وہ پانی ناپاک ہو گیا (بہار شریعت) اور اگر (اب) اس سے بہتا ہوا خون نکلا اور پانی میں ملا تو وہ پانی ناپاک ہو جائے گا لیکن اگر اب نکلنے والے خون میں بہنے کی قوت نہیں ہے تب بھی اس کے ملنے سے پانی نجس نہیں ہوگا اور اگر بہنے والا خون شہید سے الگ نہیں ہوا تب بھی پانی نجس نہیں ہوگا غور کر لیجئے (۲) اگر شہید کے جسم پر خون کے علاوہ کوئی اور نجاست ہے تو شہید کی لاش کے گرنے سے ہی کنواں ناپاک ہو جائے گا۔ (۳)

۳۔ زندہ آدمی کنوئیں میں گر جائے اور زندہ نکل آئے یا ڈول وغیرہ نکالنے کے لئے کنوئیں میں غوطہ لگائے تو کنواں ناپاک نہ ہوگا بشرطیکہ اس کے جسم پر نجاست ہونے کا یقین یا گمان غالب نہ ہو اور اس نے پانی سے استنجا کیا ہو یا خواہ وہ کافر ہو یا مسلمان اور مرد ہو یا عورت اور جنبی ہو یا حیض یا نفاس والی عورت ہو، بشرطیکہ گرتے وقت حیض والی عورت کا خون بند ہو، اس حکم میں یہ سب برابر ہیں، البتہ اگر ان کے کپڑے یا جسم پر نجاست چھپے ہوگی یا اس نے پانی سے استنجا نہیں کیا ہوگا تو تمام پانی ناپاک ہو جائے گا اور اس کے کپڑے یا جسم پر نجاست ہونے کا شک ہو تب بھی کنواں پاک سمجھا جائے گا لیکن دل کی تسلی کے لئے بیس یا تیس ڈول نکال دینا مستحب ہے نجاست حکمیہ والے شخص یعنی بے وضو یا جنبی مرد و عورت یا حیض و نفاس والی عورت کے گرنے اور زندہ نکل آنے سے کنوئیں کا ناپاک ہونا ان فقہاء کے قول کی بنا پر ہے جن کے نزدیک وہ پانی مستعمل نہیں ہوتا اور اسی طرح جن کے نزدیک وہ پانی مستعمل تو ہو جاتا ہے لیکن ان کے نزدیک مستعمل پانی پاک ہے پس ان کے نزدیک بھی کنواں ناپاک نہیں ہوتا کیونکہ مستعمل پانی (یعنی جو اس آدمی کے بدن سے ملا ہے) تھوڑا ہے اور غیر مستعمل پانی زیادہ ہے اور جب تک مستعمل پانی غالب نہ ہو وہ پانی پاک ہے لیکن جن فقہاء کے نزدیک وہ پانی مستعمل ہو جاتا ہے اور ان کے نزدیک مستعمل پانی ناپاک ہو جاتا ہے تو ان کے نزدیک اس کنوئیں کا تمام پانی نکالنا واجب ہے جیسا کہ خون یا شراب کا ایک قطرہ کنوئیں میں گر جانے سے اس کا تمام پانی نکالنا واجب ہے اور امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ سے روایت کی گئی ہے کہ کہا کافر اگر کنوئیں کے پانی میں داخل ہو جائے تو اس کنوئیں کا تمام پانی نکالا جائے اس لئے کہ اس کا جسم نجاست حقیقہ یا حکمیہ سے خالی نہیں ہوتا یہاں تک کہ اگر اس (کے بدن اور کپڑے) کے پاک ہونے کا یقین ہو مثلاً اس نے غسل کیا ہو اور اسی وقت وہ کنوئیں میں داخل ہوا ہو تو اس کی وجہ سے کچھ پانی نہیں نکلا جائے گا (بدائع وغیرہ) (کافروں کا جسم اور کپڑا عموماً اور اکثر ناپاک ہی رہتا ہے اس لئے ان کے نہائے اور پاک کپڑا پہنے بغیر اپنے انہی ہی کپڑوں سمیت کنوئیں میں اترنے یا گرنے سے تمام پانی ناپاک ہونے کا حکم کیا جائے اور یہی حکم غیر محتاط بے نمازی شخص کے لئے بھی ہونا چاہئے واللہ اعلم مؤلف)

(اس مسئلے کی مزید تفصیل مستعمل پانی کے بیان میں درج ہے مؤلف)

۴۔ کہتے کے نجس الحین ہونے میں اختلاف ہے سب سے صحیح روایت یہ ہے کہ صاحبین کے نزدیک کتنا نجس الحین ہے اور امام ابو حنیفہ کے نزدیک نجس الحین نہیں ہے پس محیط میں ہے کہ جب کتنا کنوئیں میں گر جائے اور زندہ نکال دیا جائے اگر اس کا منہ پانی تک پہنچ جائے تو کنوئیں کا تمام پانی نکالنا واجب ہے اور اگر اس کا منہ پانی تک نہ پہنچے تو صاحبین کے قول کے مطابق اس کا تمام پانی نکالنا واجب ہے اور امام ابو حنیفہ کے قول کے مطابق اس کا کوئی حصہ لکھ نہیں ہے یعنی اس کا کچھ بھی پانی نکالنا واجب نہیں ہے اور اس میں اس طرف اشارہ ہے کہ کتنا نجس الحین نہیں ہے اور ہدایہ میں کہا ہے کہ کتنا نجس الحین نہیں ہے (۱) پس خنزیر کے سوا کھل جانوروں کا حکم یہ ہے کہ اگر کنوئیں میں گرنے کے بعد وہ جانور زندہ نکل آئے اور اس کا منہ پانی تک نہیں پہنچا اور اس کا جسم پاک ہو تو کنواں پاک ہے اور اگر اس کا منہ پانی تک پہنچ جائے تو اس کے جھوٹے کا اعتبار ہوگا (جیسا کہ پہلی قسم میں بیان ہو چکا ہے اور مزید تفصیل جانوروں کے جھوٹے کے بیان میں مذکور ہے مؤلف) اور اگر اس کے جسم پر نجاست لگی ہوگی تو کنواں ناپاک ہو جائے گا اور اس کا تمام پانی نکالنا واجب ہوگا (۲) پس خنزیر کے سوا تمام جانوروں کا یہ حکم ہے کہ اگر یقین (یا گمان غالب) کے ساتھ یہ معلوم ہو کہ ان کے بدن یا ان کے مخرج پر نجاست لگی ہے تو اس نجاست کے پانی میں مل جانے کی وجہ سے کنوئیں کا تمام پانی ناپاک ہو جائے گا خواہ اس جانور کا منہ پانی تک پہنچے یا نہ پہنچے۔ اگر نجاست کا لگنا (یقین یا گمان غالب کے ساتھ) معلوم نہ ہو تو اس بارے میں مشائخ کا اختلاف ہے بعض نے کہا کہ اس جانور کے حلال یا حرام ہونے کا اعتبار ہے اگر اس جانور کا گوشت کھانا حلال ہے تو پانی ناپاک نہیں ہوگا اور کچھ بھی پانی نہیں نکالا جائے گا خواہ اس کا منہ پانی تک پہنچے یا نہ پہنچے اور اگر اس کا گوشت کھانا حرام ہے تو پانی ناپاک ہو جائے گا خواہ اس کے بدن یا مخرج پر نجاست ہو یا نہ ہو، اور بعض فقہانے کہا کہ اس جانور کے جھوٹے کا اعتبار ہے پس اگر اس کا منہ پانی تک نہیں پہنچا تو اس کنوئیں سے کچھ بھی پانی نہیں نکالا جائے گا اور اگر اس کا منہ پانی تک پہنچ گیا تو اگر اس کا جھوٹا پاک ہے تو پانی پاک ہے اور اس میں سے کچھ بھی نہیں نکالا جائے گا اور اگر اس کا جھوٹا ناپاک ہے تو پانی ناپاک ہے اور کنوئیں کا تمام پانی نکالا جائے گا اور اگر اس کا جھوٹا مکروہ ہے تو اس کا نکالنا مستحب ہے اور اگر اس کا جھوٹا مشکوک ہے تو پانی بھی مشکوک ہے اور اس کنوئیں کا تمام پانی نکالنا واجب ہے فتاویٰ ابو یوسفؒ میں اسی طرح مذکور ہے (۳) اس سے معلوم ہوا کہ حلال و حرام تمام جانوروں اور پرندوں کا یہی حکم ہے کہ ان کے جھوٹے کا اعتبار کیا جائے گا (مؤلف) پس اگر ایسا جانور کنوئیں میں گرے اور زندہ نکال لیا گیا جس کا گوشت کھایا جاتا ہے مثلاً اونٹ یا گائے یا بکری اور اس کے بدن پر نجاست کے ہونے کا یقین یا گمان غالب نہیں ہے تو پانی ناپاک نہیں ہوگا اور بظاہر ان کی رانوں وغیرہ پر پیشاب لگا ہونے کو نہیں دیکھا جائے گا کیونکہ کثیر پانی میں ان کے داخل ہونے کی وجہ سے ان کے پاک ہونے کا احتمال ہے، (۴) اور اگر خچر یا گدھا یا کوئی شکاری پرندہ مثلاً شکرہ یا شاہین یا چیل وغیرہ کنوئیں میں گرے اور زندہ نکل آیا یا صحیح قول کے مطابق کوئی درندہ اور ہندرو وغیرہ جنگلی جانور کنوئیں میں گر کر زندہ نکل آیا تو وہ پانی ناپاک نہیں ہوگا کیونکہ ان جانوروں کے بدن پاک ہیں اور یہ موت سے ناپاک ہوتے ہیں اور یہ حکم اس وقت ہے جبکہ اس جانور کا منہ پانی تک نہ پہنچا ہو اور اگر اس کا منہ پانی تک پہنچ گیا تو اس کے جھوٹے کا اعتبار کیا جائے گا اور اس کے مطابق پانی نکالنے یا نہ نکالنے کا حکم کیا جائے گا۔ (۵) (اس کی تفصیل جانوروں کے جھوٹے کے بیان میں مذکور ہے مؤلف) اور اگر جانور کے بدن پر نجاست کا ہونا معلوم ہو (یا اس بات کا گمان غالب ہو) تو پانی ناپاک ہو جائے گا اگرچہ اس جانور کا منہ پانی تک نہ پہنچے (۶) (لیکن عام طور پر جانوروں کے جسم ناپاک ہی رہتے ہیں اور خوف و درہشت کے باعث ان کا پیشاب یا پاخانہ نکل جانے کا بھی قوی امکان ہے اس لئے

(۱)۔ کبیری ملخصاً (۲)۔ کبیری دم و دغیرہ ملخصاً و مستقلاً (۳)۔ ہدایہ (۴)۔ دم و دغیرہ ملخصاً و مستقلاً

(۵)۔ دم و دغیرہ ملخصاً (۶)۔ بحر

کنوئیں کے پانی کے ناپاک ہونے کا یہ حکم کیا جائے اور تمام پانی ہی نکالا جائے، نیز ان کا منہ پانی تک پہنچنے کا بھی قوی امکان ہے اس لئے ہر حال میں اس کے جھوٹے کا اعتبار کرنا ضروری ہے، مؤلف)

۵۔ خنزیر (سور) کے علاوہ تمام جانوروں کا یہ حکم ہے کہ اگر کسی مردہ جانور کی ہڈی یا ٹانھیں یا بال کنوئیں میں گر جائیں اور ان پر گوشت یا چھتا لگی ہوئی نہ ہو تو کنواں بالکل ناپاک نہیں ہوتا کیونکہ یہ چیزیں پاک ہیں لیکن اگر ان میں گوشت یا چھتا لگی ہوئی ہو تو تمام پانی ناپاک ہو جائے گا۔ (۱) (جیسا کہ پہلی قسم میں بیان ہو چکا ہے اور مزید تفصیل نجاستوں کے بیان میں مذکور ہے مؤلف)

۶۔ مرغی یا کسی اور حلال پرندہ کا تازہ اڈا جس پر ابھی رطوبت لگی ہوئی ہو اگر کنوئیں میں گر جائے تو کنواں پاک ہے اسی طرح اگر بکری کا بچہ پیدا ہوتے ہی کنوئیں میں گرا اور مر جائے تو پانی ناپاک نہیں ہوگا جب تک یہ معلوم نہ ہو کہ اس پر نجاست لگی ہوئی ہے اگرچہ اس کو ابھی رطوبت لگی ہوئی ہے اس لئے کہ اڈے اور بچے کی پیدائش کے ساتھ نکلنے والی رطوبت ناپاک نہیں ہے اور بعض نے کہا کہ ناپاک مخرج سے نکلنے کی وجہ سے وہ رطوبت بھی ناپاک ہے، پہلا قول امام ابو حنیفہ کے قول پر قیاس ہے اور دوسرا قول صاحبین کے قول پر قیاس ہے اور پہلے قول کو قاضی خان نے لیا ہے اور دوسرے قول کو صاحب خلاصہ نے لیا ہے (۲) چنانچہ خانیہ میں ہے کہ اگر مرغی کا تازہ اڈہ یا بکری کا بچہ پیدا ہوتے ہی پانی میں گر جائے تو پانی ناپاک نہیں ہوگا (۳) عورت زندہ بچہ جنے اور وہ بچہ اسی وقت کنوئیں میں گر جائے اور زندہ نکال لیا جائے تو پانی ناپاک نہ ہوگا بشرطیکہ اس کے جسم پر خون یا کسی قسم کی نجاست نہ ہو۔ (۴)

۷۔ جن جانوروں میں بہتا ہوا خون نہیں ہوتا جیسے بھیر، کبھی، بجز، بچھو، جو تک، نڈی پنوئوں اور اس قسم کے دوسرے جانور مثلاً برساتی چنگے اور چھوٹے حشرات الارض، اگر ایسا جانور پانی یا کسی اور مائع میں گر کر مر جائے یا مر کر گر جائے (یا پھول یا پھٹ جائے) تو وہ پانی یا مائع ناپاک نہیں ہوتا (اس سے وضو اور غسل جائز و درست ہے) (۵) لیکن ایسا جانور اگر پانی میں پھٹ کر تیزہ ریزہ ہو گیا ہو تو اس پانی کا چھینا مکروہ تحریمی ہے البتہ غسل اور وضو اس سے بھی جائز ہے کیونکہ اس کے مرنے سے پانی ناپاک نہیں ہوتا (۶) کبھی اگر دال سائن وغیرہ میں گر جائے تو اس کو غوطہ دے کر نکال دیں اور سائن وغیرہ کو استعمال کر لیں (۷) (جیسا کہ بخاری شریف کی حدیث میں آیا ہے مؤلف) خشکی کا کچھوا، سانپ جس میں بہتا ہوا خون نہیں ہوتا اگر وہ تھوڑے پانی میں مر جائے تو پانی ناپاک نہیں ہوگا، اور جس سانپ میں بہتا ہوا خون ہو اس کے تھوڑے پانی میں مرنے سے وہ پانی ناپاک ہو جائے گا۔ (۸)

۸۔ پانی کا جانور (دریائی جانور) مثلاً مچھلی، دریائی مینڈک اور کھوکھڑا، دریائی سانپ، دریائی کتا۔ دریائی خنزیر وغیرہ اگر پانی میں مر جائے یا مرا ہو پانی میں گر جائے تو پانی ناپاک نہیں ہوتا۔ مچھلی کے پانی یا دیگر مائعات اور غذاؤں مثلاً سرکہ، شیرہ، دودھ وغیرہ میں مرنے سے بالا جماع وہ چیز ناپاک نہیں ہوتی مچھلی کے علاوہ کسی اور دریائی جانور کے بارے میں اختلاف ہے اور اصح راویت کے مطابق مچھلی کے علاوہ کسی اور دریائی جانور کے پانی یا دیگر مائعات یا غذاؤں میں مرنے سے وہ چیزیں ناپاک نہیں ہوتیں (۹) مینڈک، کھوکھڑا وغیرہ اگر پانی میں مر کر بالکل گل جائے اور ریزہ ریزہ ہو کر پانی میں مل جائے تب بھی پانی پاک ہے لیکن اس کا چھینا اور اس سے کھانا پکانا درست نہیں البتہ وضو اور غسل اس سے کر سکتے ہیں (۱۰) دریائی اور خشکی کے جانور میں حد فاصل یہ ہے کہ جو جانور پانی کے بغیر زندہ نہیں رہ سکتا وہ پانی کا (دریائی) جانور ہے اور جو جانور خشکی ہے علاوہ زندہ نہیں رہ سکتا وہ خشکی کا جانور ہے اور جو جانور خشکی اور پانی دونوں جگہوں میں رہتا ہے اس

(۱)۔ بدائع وغیرہ تصرفاً (۲)۔ م (۳)۔ ش (۴)۔ علم الفقہ (۵)۔ موطا و کبیری مطلقاً (۶)۔ درو علم الفقہ و ہشتی زیور

(۷)۔ بہار شریعت وغیرہ (۸)۔ کبیری (۹)۔ کبیری تصرفاً (۱۰)۔ درو ہشتی زیور

کے بارے میں فقہاء کا اختلاف ہے، قاضی خان نے جامع صغیر کی شرح میں کہا ہے کہ اس کے مرنے سے پانی ناپاک ہو جاتا ہے اور چنی اوجھ ہے (۱) یعنی پھٹی کے علاوہ ہر وہ جانور جو پانی میں یا خشکی اور پانی دونوں جگہ میں زندگی گزارتا ہے اس کے پانی میں مرنے سے بھی اصح روایت کے مطابق ناپاک نہیں ہوتا اس لئے کہ جانور میں پہنے والا خون نہیں ہوتا کیونکہ بہتے خون والا جانور پانی میں نہیں رہتا اور ان جانوروں میں جو خون کا گمان ہوتا ہے وہ حقیقت میں خون نہیں ہوتا یعنی وہ غیر حقیقی خون ہے (۲) خشکی کے مینڈک میں اگر پہنے والا خون ہو تو اس کے پانی میں مرنے سے پانی ناپاک ہو جاتا ہے اور اگر اس میں پہنے والا خون نہ ہو تو اس کا اور پانی کے مینڈک کا حکم یکساں ہے کہ پانی میں اس کے مرنے سے پانی ناپاک نہیں ہوتا۔ خشکی کے مینڈک کی انگلیوں کے درمیان چمکی نہیں ہوتی اور پانی کے مینڈک کی انگلیوں کے درمیان چمکی ہوتی ہے۔ (۳) جس جانور کی پیدائش خشکی کی ہو مگر پانی میں رہتا ہو جیسے بطخ اور مرغابی اور اس کے قلیل پانی میں مرنے سے اصح روایت کے مطابق پانی ناپاک ہو جائے گا (۴) اسی طرح اگر الگ مر کر پانی میں گرے تب بھی پانی نجس ہو جاتا ہے۔ (۵)

۹۔ مرغی، بطخ اور خانگی مرغابی وغیرہ جو پروالے جانور ہوا میں نہیں اڑتے ان کی بیٹ نجس ہوتی ہے اور ان کی بیٹ سے بچنا ممکن ہے، اگر ان کی بیٹ کنوئیں میں گر جائے تو کنواں ناپاک ہو جاتا ہے ان کے علاوہ کسی پرندے کا پیشاب یا بیٹ کنوئیں میں گرنے سے کنواں ناپاک نہیں ہوتا پس ان کے لادہ کبوتر اور چڑیا وغیرہ جن پر پرندوں کا گوشت کھانا حلال ہے ان کی بیٹ کنوئیں میں گرنے سے کنواں ناپاک نہیں ہوتا اور اس کا کچھ بھی پانی نکالنا واجب نہیں ہوتا اس لئے ہمارے فقہاء کے نزدیک ان کی بیٹ نجس نہیں ہے اور استسنا اس کی طہارت کا حکم ہے۔ (۶) کیونکہ مذکورہ جانوروں کی بیٹ سے بچنا مشکل ہے اور اس تحلیل کا مفاد یہ ہے کہ یہ نجس ہے لیکن ضرورت کی وجہ سے معاف ہے پس اس بارے میں مشائخ کا اختلاف ہے اور ہدایہ اور بہت سی کتب فقہ میں اس کو اختیار کیا ہے کہ ان کی بیٹ ہمارے فقہاء کے نزدیک نجس نہیں ہے کیونکہ علمی طور سے اس پر اجماع ہے کہ مسجد حرام میں کبوتر بیٹ کرتے رہتے ہیں اور اس علم کے باوجود بغیر کسی تکبر کے سب لوگ اس جگہ پر نماز پڑھتے ہیں (۷) اور فکاری پرندے یعنی جن پرندوں کا گوشت کھانا حرام ہے (مثلاً ہار، شکرہ، خیل وغیرہ) ان کی بیٹ کا بھی اصح روایت کے مطابق حکم یہی ہے کہ اگرچہ ان کی بیٹ نجاست خفیفہ کے ساتھ ناپاک ہے لیکن عموم بلوئی کی وجہ سے کنواں ناپاک نہیں ہوتا۔ جنگلی مرغابی جو ہوا میں اڑنے والی ہے اس کی بیٹ سے بھی ضرورت کی وجہ سے پانی ناپاک نہیں ہوتا کیونکہ وہ ہوا میں اڑتی ہوئی بیٹ کر دیتی ہے اسی طرح چکاوڑ کی بیٹ اور اس کے پیشاب سے بھی ضرورت کی وجہ سے کنواں ناپاک نہیں ہوتا اور اسی طرح جس پرندے کا گوشت حلال نہیں ہے اس کی بیٹ بھی پاک ہے (۸)

۱۰۔ اگر بکری یا گائے وغیرہ حلال جانور نے کنوئیں میں پیشاب کر دیا تو کنواں ناپاک ہو جائے گا کیونکہ ان جانوروں کے پیشاب سے کنوئیں کو بچنا ناممکن ہے بخلاف پرندوں کے کہ وہ ہوا میں اڑتے ہوئے پیشاب کرتے ہیں ان سے کنوئیں کو بچنا ممکن نہیں ہے اس لئے ان کے پیشاب سے کنواں ناپاک نہیں ہوگا۔ (۹)

۱۱۔ اصح روایت کے مطابق چوہے کے پیشاب کر دینے سے کنوئیں کا پانی نہ نکالا جائے (۱۰) (یعنی اس سے کنواں ناپاک نہیں ہوتا) اور چوہے کی شیشی سے بھی جب تک اس کا اثر ظاہر نہ ہو کنواں (یا آٹا وغیرہ) ناپاک نہیں ہوتا اور ملی کا پیشاب پانی کے برتنوں میں معاف ہے اور اسی پر لتوی ہے اور قادیانی خانہ میں ہے کہ ملی اور چوہے کا پیشاب اور ان دونوں کا پاخانہ اظہار الروایات میں نجس ہیں ان سے

- | | | | | |
|-------------------------------------|------------------|--------------------------|------------|-----------------|
| (۱)۔ موطا و کبیری تصرفا | (۲)۔ کبیری ملخصا | (۳)۔ موطا و کبیری وغیرہا | (۴)۔ دور | (۵)۔ شیشی و دیر |
| (۶)۔ موطا و بحر و روش و کبیری ملخصا | (۷)۔ بحر و روش | (۸)۔ کبیری | (۹)۔ کبیری | (۱۰)۔ دور |

پانی اور کپڑا ناپاک ہو جاتا ہے شاید فقہانے معاف ہونے کے قول کو ضرورت کی وجہ سے ترجیح دی ہے (۱) (یعنی ضرورت کی وجہ سے بعض چیزوں میں معاف کیا گیا ہے اس کی مزید تفصیل نجاستوں کے بیان میں ملاحظہ فرمائیں، مؤلف)

۱۲۔ اونٹ یا بکری کی بیگنیاں یا گائے وغیرہ کا گوبر یا گھوڑے، گدھے وغیرہ کی لید اگر کنوئیں میں گر جائے تو جب تک وہ کپڑہ ہوں کنواں نجس نہیں ہوتا اور کثیر وہ ہیں جن کو دیکھنے والا کثیر سمجھے اور قلیل وہ ہیں جن کو دیکھنے والا قلیل سمجھے (یہ امام ابو حنیفہ کا قول ہے) اور اسی پر اعتماد ہے (۲) اس مسئلے کی تفصیل کل پانی نکالنے کی صورتوں میں بیان ہو چکی ہے مؤلف

۱۳۔ آدمی کی کھال یا گوشت اگر ناخن کی برابر یا زیادہ پانی میں گر جائے تو کنواں یا حوض وغیرہ ناپاک ہو جائے گا اگر ناخن سے کم گرے تو کنواں وغیرہ ناپاک نہ ہوگا اور اگر ناخن بذات خود پانی میں گر جائے تو کنوئیں وغیرہ کا پانی ناپاک نہیں ہوگا۔ (۳)

۱۴۔ پیشاب کے جو چھینٹے سوئی کی نوک کے برابر چھوٹے ہوں، ان کے کنوئیں وغیرہ میں چھینٹے سے اس کا پانی ناپاک نہیں ہوتا اسی طرح ناپاک غبار پڑنے سے بھی ناپاک نہیں ہوتا کیونکہ یہ دونوں معاف ہیں (۴) اور فیض میں اس قول کے ضعیف ہونے کی طرف اشارہ ہے تہستانی نے نجاستوں کے بیان میں ذکر کیا ہے کہ اگر یہ پانی میں واقع ہو جائے تو اصح قول کے مطابق وہ پانی ہے نجس ہو جائے گا اور اسی طرح حدادی نے کفایہ سے ذکر کیا ہے کہ پانی کی طہارت زیادہ مؤکدہ ہے اور پانی کے معاملے میں یہ حرج میں داخل نہیں بخلاف بدن اور کپڑے کے (۵) (اس مسئلے کی مزید تفصیل نجاستوں کے بیان میں مذکور ہے مؤلف)

۱۵۔ جس چیز کے ناپاک ہونے کا یقین یا ظن غالب نہ ہو اگر وہ کنوئیں میں گر پڑے یا ڈال دی جائے تو کنواں ناپاک نہ ہوگا، مثلاً اگر میز یا دوپر میٹھیٹ آف پوٹاس (لال دوا) کی نسبت خیال کیا جاتا ہے کہ شاید اس میں شراب ہو تو محض اتنے خیال سے کنواں ناپاک نہ ہوگا تا وقتیکہ اس میں شراب ہونے کا یقین یا ظن غالب نہ ہو۔ (۶)

۱۶۔ اگر زندہ چوہا (وغیرہ) کنوئیں میں سے نکلے تو میں ڈول نکالنا مستحب ہے اور اگر ملی یا مرغی جو آزاد پھرتی ہو (وغیرہ) کنوئیں میں سے زندہ نکلے تو چالیس ڈول نکالنا مستحب ہے اس لئے کہ ان جانوروں کا جھوٹا مکروہ ہے اور اکثر ایسا ہوتا ہے کہ پانی گرنے والے جانور کے منہ تک پہنچ جاتا ہے یہاں تک کہ اگر یہ یقین ہو جائے کہ پانی ان کے منہ تک نہیں پہنچا ہے تو کچھ پانی نہیں نکالا جائے گا اور اگر مرغی آزاد نہ پھرتی ہو تب بھی کچھ پانی نہیں نکالا جائے گا، یہ سب کچھ جس کا ذکر ہوا ظاہر الرادیت ہے۔ (۷)

۱۷۔ اور بدائع میں فتاویٰ سے منقول ہے کہ اگر بکری (وغیرہ) کنوئیں میں گر جائے اور زندہ باہر نکل آئے تو میں ڈول نکال دے جائیں، یہ اطمینان قلب کے لئے ہے پاک کرنے (یعنی وجوب) کے لئے نہیں ہے یہاں تک کہ اگر کچھ نہ نکالے اور وضو کر لے تو جائز ہے کذا فی فتاویٰ قاضی خاں (۸) اور اسی طرح گدھا یا بکرا اگر کنوئیں سے زندہ نکل آئے اور اس کا منہ پانی تک نہ پہنچے تب بھی یہی حکم ہے اور اسی طرح جن جانوروں کا گوشت کھانا حلال ہے یعنی اونٹ و گائے و بکری اور پرندے اور بند کی ہوئی مرغی ان سب کا بھی یہی حکم ہے (۹) (ان سب کا بیان پہلے گزر چکا ہے۔ مؤلف)

۱۸۔ جن صورتوں میں پانی نکالنا مستحب ہے ان میں مستحب یہ ہے کہ میں ڈول سے کم نہ نکالے جائیں اور مکروہ پانی میں سے دس ڈول نکالنا مستحب ہے (۱۰) اور بعض نے کہا کہ احتیاطاً میں ڈول نکالنا مستحب ہے۔ (۱۱)

(۱) ش۔ (۲) م وغیرہ (۳) ط و مشکئی البحر (۴) در۔ (۵) ش۔ (۶) علم الفقہ (۷) ع۔ در

(۸) ع۔ د ش (۹) ش۔ (۱۰) ع۔ د ش (۱۱) ش۔ د ش

خلاصہ بیان: جاننا چاہئے کہ کنوئیں میں واقع ہونے والی چیز یا نجاست ہوگی یا کوئی جاندار ہوگا اور نجاست کا حکم پہلے بیان ہو چکا ہے کہ اگر تھوڑے پانی میں گر جائے تو وہ پانی نجس ہو جائے گا اور اس تمام پانی کو گرادیا جائے گا اور اگر نجاست تھوڑی سی بھی کنوئیں میں گر جائے تو کنوئیں کا تمام پانی ناپاک ہو جائے گا اور نجاست سے مراد جاندار کے علاوہ ہے مثلاً خون و پیشاب و شراب وغیرہ اور جاندار یا آدمی ہوگا یا غیر آدمی اور غیر آدمی یا نجس العین ہوگا یعنی خنزیر یا غیر نجس العین ہوگا یعنی خنزیر کے علاوہ دیگر حیوانات اور غیر نجس العین یا ایسا جانور ہوگا جس کا گوشت کھانا حلال ہے یا ایسا جانور ہوگا جس کا گوشت کھانا حرام ہے اور ان میں سے ہر ایک یا کنوئیں سے زائد نکال دیا گیا ہوگا یا کنوئیں میں مر گیا ہوگا اور مر اوجا جانور یا پھول یا پھٹ گیا ہوگا یا پھولا پھٹا نہیں ہوگا اور جو جانور پھولا یا پھٹا نہیں ہوگا ظاہر الروایت میں اس کے تین درجے کئے ہیں اول چوہا اور اس کی مانند، دوم مرغی اور اس کی مانند سوم بکری اور اس کی مانند اور ان سب اقسام کے احکام بیان ہو چکے ہیں۔ (۱)

ظاہر غیر مطہر یعنی مستعمل پانی: ۱۔ جاننا چاہئے کہ مستعمل پانی کے بارے میں چار امور کا بیان ہوتا ہے:

اول استعمال کے سبب کے بارے میں، پس اگر پانی قربت یعنی ثواب حاصل کرنے کی نیت سے یا رفع حدث کے لئے استعمال کیا جائے تو امام ابو حنیفہ و امام ابو یوسف رحمہما اللہ کے نزدیک صرف قربت یعنی ثواب حاصل کرنے کی نیت سے استعمال کیا جائے تو مستعمل ہوتا ہے اور صرف رفع حدث کے لئے استعمال کیا جائے تو وہ پانی مستعمل نہیں ہوتا (۲) پس شیخین کے نزدیک مستعمل پانی وہ ہے جس سے حدث اصغر یا حدث اکبر کو در کیا جائے یا قربت کی نیت سے بدن پر استعمال کیا جائے اور ان دونوں سببوں میں عموم و خصوص کا ایک لحاظ ہے پس یہ دونوں جمع بھی ہو سکتے ہیں اور منفرد بھی، دونوں کے جمع ہونے کی صورت یہ ہے کہ کوئی بے وضو شخص وضو کرے اور وضو کرنے کی نیت بھی کرے تاکہ ثواب حاصل کرے (اس صورت میں ہمارے تینوں اماموں کے نزدیک وہ پانی مستعمل ہو جائے گا۔ مولف) اور دونوں کے منفرد ہونے کی دو صورتیں ہیں ایک فقط ازالہ حدث بلا قربت، اس کی مثال یہ ہے کہ بے وضو شخص نیت کے بغیر وضو کرے اور اس صورت میں ازالہ حدث تو ہوگا مگر قربت یعنی ثواب نہیں ہوگا کیوں کہ نیت کے بغیر ثواب نہیں ہوتا (اس صورت میں شیخین کے نزدیک وہ پانی مستعمل ہوگا امام محمد کے نزدیک مستعمل نہیں ہوگا، مولف) دوسری صورت فقط قربت بلا ازالہ حدث، اس کی مثال یہ ہے کہ با وضو آدمی دوسرا وضو نیت وضو کے ساتھ کرے یا پاک آدمی نیت غسل کے ساتھ غسل کرے، اس صورت میں تو پانی گئی لیکن ازالہ حدث نہیں ہوا (اس صورت میں بھی ہمارے تینوں اماموں کے نزدیک وہ پانی مستعمل ہو جائے گا، مولف) (۳) پانی کے مستعمل ہونے کا تیسرا سبب بھی ہے اور وہ اسقاط فرض ہے اور رفع القدر میں اس کی تصریح کی ہے اور اسقاط فرض پانی کے مستعمل ہونے کا اصل سبب ہے اور اس کا مقتضی یہ ہے کہ قربت بھی اصل سبب ہے بخلاف رفع حدث کے اس لئے کہ رفع حدث قربت یا اسقاط فرض یا ان دونوں کے ضمن میں ثابت ہو جاتا ہے پس یہ ان دونوں کی فرود ہے اور اس سے ظاہر ہوا کہ ان دونوں کے ساتھ رفع حدث سے بے نیاز ہو سکتے ہیں پس پانی کے مستعمل ہونے میں صرف یہ دو اصلیں ہی موثر ہوں گی یعنی پانی کا استعمال قربت کے لئے ہوا خواہ اس کے ساتھ رفع حدث یا اسقاط فرض پایا جائے دونوں میں سے کوئی ایک یا دونوں نہ پائے جائیں یا اسقاط فرض کے لئے پانی استعمال کیا جائے خواہ اس کے ساتھ قربت یا رفع پایا جائے یا کوئی ایک یا دونوں سبب پائے جائیں (۴) بدن پر اس کے استعمال کی قید سے معلوم ہو گیا کہ اگر بدن کے علاوہ کپڑے وغیرہ میں نیت کے ساتھ استعمال کیا جائے تو پانی مستعمل نہیں ہوگا۔ (۵) پس پاک کپڑا یا دیگر جامد چیزوں مثلاً برتن، پیالے اور پھل کے دھونے یا حلال جانوروں یا دیگر جانوروں مثلاً گدھا چوہا

درود دے کے دھونے یا ان کے پانی میں واقع ہونے سے پانی مستعمل نہیں ہوتا جب کہ ان کا منہ پانی تک نہ پہنچا ہو (۱) اور اگر ان کا منہ پانی تک پہنچ جائے گا تب بھی پانی مستعمل نہیں ہوگا بلکہ ان کے دھونے کا اعتبار ہوگا (مولف)

دوم اس کے ثبوت کے بارے میں ہدایہ میں کہا ہے کہ صحیح یہ ہے کہ جب پانی عضو سے جدا ہو جاتا ہے تو مستعمل ہو جاتا ہے اس لئے عضو سے جدا ہونے سے قبل ضرورت کی وجہ سے مستعمل ہونے کا حکم نہیں لگایا جائے گا اور عضو سے جدا ہونے کے بعد ضرورت باقی نہ رہنے کی وجہ سے اس پر مستعمل ہونے کا حکم لگ جائے گا (۲) اور اسی لئے محیط میں ہے کہ مستعمل پانی کے لئے کسی جگہ میں جمع ہونا شرط نہیں ہے اور یہ ہمارے اصحاب کا مذہب ہے (کبیری) پس صحیح مذہب کی بنا پر اگر عضو سے پانی جدا ہو گیا تو مستعمل ہو گیا اگرچہ وہ کسی چیز میں قرار نہ پکڑے (۳) اول قول ضعیف کے مطابق شرط یہ ہے کہ جب پانی عضو سے جدا ہو کر کسی جگہ یا زمین یا اہتیل یا کپڑے میں ٹھہر جائے اور حرکت کرنے سے ٹوک جائے تب مستعمل ہوگا، یہ قول سفیان ثوری و ابی ایوب نعیمی اور بعض مشائخ طبع کا ہے اور طحاوی و ابن عمر الاسلام بزدوی وغیرہ نے اس کو اختیار کیا ہے ظہیر الدین مرفعی اسی پر فتویٰ دیتے تھے اور خلاصہ میں اسی کو مختار کہا ہے (۴) لیکن عام مشائخ پہلے قول پر ہیں اور وہی اصح ہے، اس اختلاف کا نتیجہ اس صورت میں ظاہر ہوتا ہے کہ جبکہ پانی عضو سے جدا ہوا اور ابھی کہیں نہ ٹھہرا ہو بلکہ وہ ہوا میں ہو پھر وہ کسی آدمی کے عضو پر گر جائے اور پھر اس کے کہ اس نے اس کو اپنی اہتیل میں لیا ہو اس عضو پر ہے تو پہلے قول کی بنا پر اس کا وضو صحیح نہیں اور دوسرے قول کی بنا پر صحیح ہے (۵) اور کتاب الاصل میں مذکور ہے کہ اگر کسی شخص نے اپنی ڈالھی سے تری لے کر اپنے سر کا مسح کیا تو جائز نہیں ہے اگرچہ وہ پانی کسی جگہ میں ٹھہرا نہ ہو اور اسی طرح اگر موزوں کا مسح کرنے کے بعد باقی تری سے اپنے سر کا مسح کیا تو جائز نہیں ہے (۶) اور پہلے بیان ہو چکا ہے کہ اعضائے غسل ایک عضو کی مانند ہیں اگر غسل کرتے وقت کسی عضو سے پانی جدا ہو کر دوسرے اعضائے غسل پر گر اور اس شخص نے اس عضو پر اس کو بہایا تو دونوں قول کی بنا پر اس کا غسل درست ہے (۷) پس صحیح یہ ہے کہ جب غسل کرتے ہوئے بدن سے پانی جدا ہوا یا وضو کرتے ہوئے اس عضو وضو سے جس پر وہ پانی استعمال ہوا ہے جدا ہوا تو مستعمل ہو گیا اور جدا ہونے کے بعد اس کا کسی جگہ میں ٹھہرنا شرط نہیں ہے۔ (۸) سوم: مستعمل پانی کی صفت کے بارے میں، اور وہ یہ ہے کہ وہ پانی پاک ہے اور چہارم مستعمل پانی کے بارے میں اور وہ یہ ہے کہ وہ پانی غیر مطہر ہے یعنی پاک کرنے والا نہیں ہے (۹) (مستعمل پانی کے ان مع اور امور کے متعلق احکام آگے آتے ہیں، مولف)

۲۔ ہمارے ائمہ کا اس بات پر اتفاق ہے کہ مستعمل پانی پاک کرنے والا نہیں ہے اور اس سے وضو جائز نہیں ہے اس کے پاک ہونے میں اختلاف ہے، امام محمد رحمہ اللہ کا قول یہ ہے کہ وہ پاک ہے اور امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ سے بھی ایک روایت یہی ہے اور اسی پر فتویٰ ہے (۱۰) مشائخ طبع کی تحقیق یہ ہے کہ امام ابو حنیفہ و امام ابو یوسف کے نزدیک مستعمل پانی نجس ہے اور امام محمد کے نزدیک پاک ہے لیکن پاک کرنے والا نہیں ہے اور مشائخ عراق کی تحقیق یہ ہے کہ ان تینوں اماموں میں کوئی اختلاف نہیں ہے یعنی ان تینوں اماموں کے نزدیک پاک ہے اور پاک کرنے والا نہیں ہے اور ہمارے مشائخ مادر النہر میں سے محققین نے اسی کو اختیار کیا ہے۔ (۱۱)

۳۔ جس پانی سے چھوٹا یا بڑا حدث دور کیا جائے (یعنی اس سے وضو یا غسل کیا جائے) یا وہ قربت یعنی ثواب کی نیت سے استعمال کیا جائے تو صحیح یہ ہے کہ جس وقت وہ پانی عضو سے جدا ہوگا مستعمل ہو جائے گا حتیٰ کہ اگر کسی بے وضو شخص نے اپنے دونوں بازو دھوئے اور کسی دوسرے آدمی نے اس کے بازوؤں کے نیچے اپنا ہاتھ ٹھہرا کر اس کے مستعمل پانی سے ہاتھ دھوئے یا وضو کیا تو یہ جائز نہیں ہے۔ (۱۲)

(۱)۔ درویش و بحر ملقطا (۲)۔ ہدایہ و کبیری (۳)۔ بدیع (۴)۔ ش و بحر و کبیری ملقطا (۵)۔ ش و بحر و ملقطا (۶)۔ بحر (۷)۔ ش (۸)۔ کبیری (۹)۔ بحر و ش (۱۰)۔ ع (۱۱)۔ بدائع و بحر (۱۲)۔ ع

- ۴۔ اگر بے وضو شخص نے ٹھنڈک حاصل کرنے کے لئے یا کسی کو سکھانے کے لئے وضو کیا تو شیخینؒ کے نزدیک وہ پانی مستعمل ہو جائے گا اور امام محمدؒ کے نزدیک مستعمل نہیں ہوگا۔ (۱) کیونکہ پانی کا استعمال قربت (ثواب) کے لئے نہیں کیا گیا۔ (۲)
- ۵۔ اگر بے وضو شخص نے قربت (ثواب) کی نیت سے وضو کیا تو بالا جماع وہ پانی مستعمل ہو جائے گا۔ (۳)
- ۶۔ اگر با وضو آدمی نے ٹھنڈک حاصل کرنے کے لئے وضو کیا تو بالا جماع پانی مستعمل نہیں ہوگا اور اگر با وضو آدمی نے قربت کی نیت سے وضو کیا تو ہمارے تینوں اماموں کے نزدیک وہ پانی مستعمل ہو جائے گا۔ (۴)
- ۷۔ اگر بے وضو یا جنبی یا نفاس والی عورت نے جو کہ حیض یا نفاس سے پاک ہو چکی ہے پانی لینے کے لئے اپنا ہاتھ پانی میں داخل کیا یعنی چلو بھر کر پانی نکالا تو ضرورت کی وجہ سے وہ پانی مستعمل نہیں ہوگا (۵) اور اگر عورت نے حیض یا نفاس سے پاک ہونے سے پہلے چلو بھرنے کے لئے پانی میں ہاتھ داخل کیا اور اس پر کوئی نجاست بھی نہیں ہے تو ایسا ہے جیسا کہ پاک آدمی نے داخل کیا ہو پس وہ پانی مستعمل نہیں ہوگا، (۶) اور سی طرح اگر منگے میں کوزے گر گیا اور اس کوزہ کو نکالنے کے لئے کہنی تک ہاتھ اس منگے میں ڈالا تب بھی پانی مستعمل نہیں ہوگا لیکن اگر ٹھنڈک حاصل کرنے کے لئے ہاتھ یا پاؤں پانی کے برتن میں ڈالا تو ضرورت نہ ہونے کی وجہ سے وہ پانی مستعمل ہو جائے گا (۷) جانا چاہئے کہ ٹھنڈک حاصل کرنے کے لئے پانی میں ہاتھ یا پاؤں داخل کرنے سے پانی اس وقت مستعمل ہوتا ہے جبکہ وہ شخص بے وضو ہو لیکن اگر با وضو ہو تو پانی مستعمل نہیں ہوگا۔ (۸)

- ۸۔ امام ابو یوسفؒ سے مشہور روایت کے مطابق پانی کے مستعمل ہونے کے لئے پورے عضو کا داخل ہونا ضروری ہے اور ہتھیلی کے بغیر ایک یا دو یا زیادہ انگلیاں داخل کرنے سے پانی مستعمل نہیں ہوتا اور ہتھیلی کے داخل کرنے سے پانی مستعمل ہو جاتا ہے۔ (۹)
- ۹۔ اگر بے وضو آدمی اعضائے وضو کے علاوہ کسی اور عضو مثلاً ران یا پہلو (پیٹ یا پنڈلی) کو دھوئے تو اس صبح یہ ہے کہ پانی مستعمل نہ ہوگا اگر اعضائے وضو کو دھوئے گا تو اپنی مستعمل ہو جائے گا (۱۰) اور ظاہر یہ ہے کہ اعضائے وضو سے مراد وہ اعضا بھی ہیں جن کا دھونا سنت ہے جبکہ ان کو سنت ہونے کی نیت سے دھویا جائے (۱۱) پس اگر بے وضو آدمی نے بعض اعضائے وضو کو دھویا یا جنبی شخص نے بعض اعضائے وضو کو دھویا یا اپنا ہاتھ یا پاؤں منگے میں پانی لینے وغیرہ کے لئے داخل کیا تو فرض ساقط ہوئیگی وجہ سے بالاتفاق وہ پانی مستعمل ہو جائے گا اگرچہ معتقد قول کی بنا پر اس کا حدث یا جنابت اس وقت تک دور نہیں ہوگا جب تک کہ باقی اعضا کو دھو کر وضو یا غسل پورا نہ کر لے اور بقیہ اعضا کو دھوئے وقت اس عضو کے دھونے کا اعادہ لازمی نہیں ہے۔ (۱۲)

- ۱۰۔ اگر کسی پاک شخص نے مٹی یا آٹا یا میل چھڑانے کے لئے وضو کیا یا پاک شخص ٹھنڈا ہونے کے لئے نہایا تو پانی مستعمل نہ ہوگا (۱۳)
- اور اگر با وضو شخص نے میل چھڑانے کے لئے اپنا ہاتھ دھویا تو عدم ازالہ حدث و عدم اقامت قربت کی وجہ سے وہ پانی مستعمل نہ ہوگا۔ (۱۴)
- ۱۱۔ اگر ہال منڈانے کے لئے سر کو بھگو یا اور وہ با وضو تھا تو وہ پانی مستعمل نہ ہوگا۔ (۱۵)

- ۱۲۔ اگر کسی لڑکے نے پانی کے طشت میں وضو کیا تو عیار یہ ہے کہ اگر وہ لڑکا سمجھ دار ہے تو پانی مستعمل ہو جاتا ہے ورنہ مستعمل نہیں ہوتا (۱۶) اور مستعمل ہونے کا یہ حکم اس وقت ہے جبکہ اس سمجھ دار لڑکے نے پاک ہونے کی نیت سے وضو کیا ہو جیسا کہ خانپہ میں اور اس سے

(۱)۔ عروج (۲)۔ بحر	(۳)۔ بحر	(۴)۔ بحر	(۵)۔ عروج و بحر زیادہ	(۶)۔ بحر و ش
(۷)۔ عروج و بحر وغیرہ	(۸)۔ بحر	(۹)۔ عروج و ش ملتصقا	(۱۰)۔ عروج	(۱۱)۔ ش
(۱۲)۔ عروج	(۱۳)۔ بحر	(۱۴)۔ عروج	(۱۵)۔ عروج	(۱۶)۔ عروج و ش ملتصقا

ظاہر ہوتا ہے کہ اگر اس نے وضو کے ساتھ پاک ہونے کی نیت نہیں کی تو وہ پانی مستعمل نہیں ہوگا غور کر لیجئے۔ (۱)

۱۳۔ اگر کسی ہادوضو شخص نے کھانا کھانے کے لئے یا کھانا کھانے کے بعد ہاتھ دھوئے تو پانی مستعمل ہو گیا (۲) کیونکہ کھانا کھانے سے پہلے اور بعد میں ہاتھ دھونا سنت ہے اس لئے اس کے ساتھ قربت یعنی ثواب قائم ہوا اور اس سے یہ افادہ ہوتا ہے کہ یہ حکم اس وقت ہے جبکہ اس نے سنت ادا کرنے کی نیت سے دھوئے ہوں اور اگر یہ نیت نہیں کی تو پانی مستعمل نہیں ہوگا (۳) اور اس بنا پر ہر سنت کے ادا کرنے مثلاً منہ اور ناک وغیرہ کے دھونے میں بھی نیت کا پایا جانا شرط ہونا چاہیے حتیٰ کہ اگر کسی غیر جنبی شخص نے قرب حاصل کرنے کی نیت سے نہیں بلکہ صرف صفائی کے قصد سے منہ اور ناک وغیرہ کو دھویا تو وہ پانی مستعمل نہیں ہوگا۔ (۴)

۱۴۔ حیض والی عورت کے وضو کرنے سے پانی مستعمل ہو جائے گا کیونکہ اس کے لئے مستحب ہے کہ نماز کے لئے وضو کرے (۵) اور جائے نماز پر پہنچ کر تسبیح و تہلیل کرے تاکہ نماز کی عادت نہ چھوٹے (۶) اور یہ بات پوشیدہ نہیں ہے کہ وہ پانی اس وقت مستعمل ہوگا جبکہ اس نے مستحب کو ادا کرنے کی نیت سے وضو کیا ہو۔ (۷)

۱۵۔ اگر کسی نے وضو میں اعضائے وضو کو تین تین بار دھویا پھر اس پر زیادہ کیا اگر زیادہ کرنے میں نئے سرے سے وضو کا ارادہ کیا تو پانی مستعمل ہو جائے گا اور اگر پہلے وضو پر زیادہ کرنے کا ارادہ کیا تو اس میں مشائخ کا اختلاف ہے بعض نے کہا کہ مستعمل نہیں ہوگا کیونکہ یہ زیادتی نص سے تجاوز کرتا ہے اور بعض نے کہا کہ مستعمل ہو جائے گا اس لئے کہ زیادہ کرنا ایسا ہے جیسا کہ وضو پر وضو کرنا پس یہ قربت یعنی ثواب ہے (۸) بحر الرائق میں مذکور ہے کہ اس میں کلام سے اور مشیث غسل کی بحث سنن وضو میں گزر چکی ہے جس کا مقتضی یہ ہے کہ وضو پر وضو کرنا اس وقت قربت (ثواب) ہے جبکہ مجلس مختلف ہو اور اس صورت میں پانی مستعمل ہو جائے گا لیکن اگر مجلس متحد ہو تو قربت نہیں بلکہ مکروہ ہے پس پانی مستعمل نہیں ہوگا (۹) اور رد المحتار شامی میں ہے کہ وضو کا کرر ہونا اس وقت مکروہ ہے جبکہ متعدد دفعہ کیا جائے اور نیز اس میں بدائع کے قول لیکن اگر اس زیادتی سے نیا وضو کرنے کا ارادہ کیا تو پانی مستعمل ہو گیا کے تحت کہا ہے یعنی جبکہ پہلے وضو سے فارغ ہونے کے بعد ایسا کیا ہو ورنہ (یعنی درمیان وضو میں تین دفعہ سے زیادہ دھونا) بدعت ہے جیسا کہ اس کے اپنے مقام پر بیان ہو چکا ہے پس وہ پانی مستعمل نہیں ہوگا (۱۰) لیکن اگر کسی دوسری مجلس میں وضو پر وضو کیا اور اس میں قربت کی نیت نہیں کی تو یہ اسراف ہوگا پس وہ پانی مستعمل شمار نہیں ہوگا۔ (۱۱)

۱۶۔ اگر عورت نے کسی اور کے بال اپنے بالوں کے ساتھ ملائے، مثلاً کسی آدمی کے بال اپنی چوٹی کے ساتھ ملائے اور پھر دوسرے کے ملائے ہوئے بالوں کو دھویا تو پانی مستعمل نہیں ہوگا (اور اگر اپنے بال دھوئے تو مستعمل ہو جائے گا (۱۲) اور اگر کسی نے کسی مقتول انسان کا سر دھویا جو اس کے بدن سے جدا ہو گیا تھا تو پانی مستعمل ہو جائے گا (۱۳) اس لئے کہ جب سر اور بدن دونوں پائے جائیں تو اس کو بدن کے ساتھ ملا کر اس پر نماز جنازہ پڑھی جائے گی پس وہ سر بمنزلہ بدن کے ہے اور بالوں کو بدن کے ساتھ نہیں ملایا جائے گا اس لئے بدن سے جدا ہونے کے بعد ان بالوں کے لئے بدن کا حکم نہیں رہا پس ان کا دھوون مستعمل نہیں گا اور یہ فرق اس عقار روایت کی بنا پر ہے کہ آدمی کے بال نجس نہیں ہیں لیکن دوسرا روایت کی بنا پر جس کے آدمی کے بال نجس ہیں یہ حکم نہیں ہوگا بلکہ پانی نجس ہو جائے گا۔ (۱۴)

۱۷۔ اگر جنبی شخص نے غسل کیا اور اس کے غسل کا کچھ پانی (دھوون) اس کے پانی کے برتن میں ٹپک گیا تو وہ پانی خراب نہیں ہوگا

(۱)۔ ش (۲)۔ مجرد و دروش (۳)۔ بحر (۴)۔ ش و وضو (۵)۔ فتح و بحر (۶)۔ غایۃ الاوطار (۷)۔ بحر

(۸)۔ بدائع و بحر و دروش (۹)۔ مجرد و دم (۱۰)۔ ش (۱۱)۔ ط (۱۲)۔ انواع (۱۳)۔ مجرد و ملقطا (۱۴)۔ بحر

لیکن اگر غسل کا مستعمل پانی اس کے برتن پر خوب بہ کر برتن میں پہنچا تو وہ سارا پانی خراب ہو جائے گا (یعنی جب تک مستعمل پانی غالب نہ ہو وہ پانی پاک ہے اسی طرح وضو کرتے وقت مستعمل پانی وضو کے ہاتھ میں پھینکے سے اس کا پانی اس وقت تک پاک ہے جب تک مستعمل پانی اس پر غالب نہ ہو جائے) یعنی اور اسی طرح حمام کا حوض بھی امام محمدؒ کے قول کے بموجب خراب نہیں ہوتا جب تک مستعمل پانی اس پر غالب نہ ہو جائے وہ پاک ہی رہتا ہے (۱) جب (مستعمل پانی غالب آ جائے تو سب پانی خراب اور مستعمل کے حکم میں ہو جائے گا، مولف)

۱۸۔ اگر اپنے اعضائے وضو غسل کو رومال سے پونچھا اور رومال خوب بھیگ گیا یا اس کے اعضائے قطرے ٹپک کر کسی کپڑے پر بہت زیادہ لگ جائیں تو (بالا اتفاق) اس کپڑے کے ساتھ نماز جائز ہے اس لئے کہ مستعمل پانی امام محمدؒ کے نزدیک پاک ہے اور یہی عقار ہے اور اسی پر لتی ہے اور شیخین کے نزدیک اگرچہ وہ پانی مستعمل اور نجس ہے لیکن یہاں ضرورت اور دفع حرج کے لئے معاف ہے اور نجاست کا اعتبار ساقط ہو جائے گا (۲) پس جو مستعمل پانی وضو کرنے والے کے کپڑے پر ٹپک کر لگ جاتا ہے وہ بالا اتفاق معاف ہے۔ (۳)

۱۹۔ میت کے غسل کا مستعمل پانی (دھون) نجس ہے اور امام محمدؒ نے کتاب الاصل میں اس کی نجاست کو مطلق بیان کیا ہے (یعنی خواہ میت پر نجاست ہو یا نہ ہو) اور اصح یہ ہے کہ اگر اس کے بدن پر نجاست نہیں ہے تو پانی مستعمل نہیں ہوگا مگر امام محمدؒ نے اس کے مطلقاً اس واسطے کہا ہے کہ میت اکثر نجاست سے خالی نہیں ہوتی، (۴) لیکن بجز الرائق میں ذکر کیا ہے کہ میت کی نجاست کے حقیقی یا محکی ہونے میں اختلاف ہے صاحب محیط نے اس کے نجاست حقیقی ہونے پر اس بات سے استدلال کیا ہے کہ اگر میت قلیل پانی میں گر جائے تو وہ پانی نجس ہو جائے گا اور اگر کوئی شخص میت کو اٹھائے ہوئے نماز ادا کرے تو نماز جائز نہیں ہوگی اس سے صاحب محیط نے استدلال کیا ہے کہ میت کی نجاست حقیقی ہے محکی نجاست نہیں ہے اس لئے کہ انسان بھی ایک ایسا جاندار ہے جس میں پہنے والا خون ہوتا ہے پس وہ موت سے اسی طرح نجس ہو جاتا ہے جیسا کہ دوسرے حیوانات موت سے نجس ہو جاتے ہیں۔ کافی اس کو صحیح کہا ہے اور بدائع میں اس کو حام مشائخ کی طرف منسوب کیا ہے جیسا کہ یہ تفصیل بجز الرائق کی کتاب الجنائز میں مذکور ہے پس اس سے معلوم ہوا کہ پہلے قول کی صحیح ضعیف ہے اور امام محمدؒ کا کلام یہاں پر کسی تاویل کے بغیر اپنے اطلاق پر ہے۔ (۵)

۲۰۔ اگر کسی نے عقید پانی مثلاً عرق گلاب یا سرکہ وغیرہ سے وضو (یا غسل) کیا تو وہ سب کے نزدیک یعنی بلا جماع مستعمل نہیں ہوگا، (۶) اس لئے کہ اس سے وضو غسل کرنا جائز نہیں ہے پس اس سے ازالہ حدث اور قربت (ثواب) کا قیام نہیں پایا گیا۔ (۷)

۲۱۔ اگر کسی نے منہ میں پانی لیا اور اس سے کلی کرنے کا ارادہ نہیں کیا تو امام محمدؒ کے نزدیک وہ پانی مستعمل نہیں ہوگا اور اسی طرح اگر اپنے منہ میں پانی لے کر اس کے ساتھ اپنے اعضا کو دھو یا جب بھی یہی حکم ہے (کہ امام محمدؒ کے نزدیک منہ میں لیا ہو یا پانی مستعمل نہیں ہوگا اور اس سے اعضا کا دھونا جائز ہے، مولف) اور امام ابو یوسفؒ نے کہا کہ وہ پاک کرنے والا نہیں رہے گا اور یہی صحیح ہے اس لئے کہ یا تو فرض ساقط ہونے کی وجہ سے وہ مستعمل ہو گیا ہے یا اس لئے کہ اس کے ساتھ تھوک مل گیا ہے اس لئے وہ پاک کرنے والا نہیں رہا (۸) بدائع میں کہا ہے کہ کسی جنبی کے ہاتھ پر نجاست لگی ہوئی تھی پس اس نے اپنے منہ میں پانی لیا اور ہاتھ پر ڈالا البعلی نے امام ابو یوسفؒ سے روایت کی ہے کہ وہ ہاتھ پاک نہیں ہوگا اس لئے کہ منہ سے حدث کا ازالہ ہونے کے باعث وہ پانی مستعمل ہو گیا اور مستعمل پانی سے بالا جماع نجاست دور نہیں ہو سکتی اور امام محمدؒ نے کتاب الآثار میں نقل کیا ہے کہ وہ ہاتھ پاک ہو جائے گا اس لئے کہ اس کے منہ میں لینے سے قربت قائم نہیں ہوئی

(۱)۔ ع و کبیری (۲)۔ بدائع و معروض متعظا (۳)۔ بحر (۴)۔ معروض

(۵)۔ معروض من بیان الماء المستعمل ومن اول فصل البر متعظا (۶)۔ بدائع و معروض متعظا (۷)۔ بدائع (۸)۔ کبیری

پس وہ مستعمل نہیں ہوا۔ واللہ اعلم (۱)

۲۲۔ اگر مستعمل پانی پاک قلیل (وہ درودہ سے کم) پانی کے ساتھ مل گیا تو امام محمدؒ کے نزدیک جب تک مستعمل پانی کثیر نہ ہو یعنی قلیل مطلق پانی پر غالب نہ آجائے اس وقت تک اس قلیل پانی کی پاک کرنے کی صفت تبدیل نہیں ہوتی اور وہ بدستور پاک کرنے والا ہے جیسا کہ درودہ کے بارے میں حکم ہے لیکن شیخین کے نزدیک اس کی توجہ یہ ہے کہ تھوڑے مستعمل پانی کے مطلق پانی میں مل جانے سے بچنا مشکل ہے اسلئے محاف ہے اور امام محمدؒ کے نزدیک مستعمل کثیر پانی وہ ہے جو مطلق پانی پر غالب آجائے اور شیخین کے نزدیک وہ ہے کہ برتن میں اس کے چکنے کے مواقع نمایاں ہوں (۲) پس مستعمل پانی اگر کنوئیں میں واقع ہو جائے تو جب تک وہ کنوئیں کے پانی پر غالب نہ آجائے کنوئیں کا پانی خراب نہیں ہوگا اور یہی صحیح ہے (۳) قاضی خاں میں ہے کہ اگر وضو کا مستعمل پانی کنوئیں میں ڈالا تو امام صاحب کے قول پر اس میں سے بیس ڈول نکالے جائیں (۴)

۲۳۔ اس محدث کے حکم میں فقہاء کا اختلاف ہے جس نے ڈول نکالنے یا ٹھنڈک حاصل کرنے لئے کنوئیں میں غوطہ لگایا جبکہ اس نے پانی سے استنجا کیا ہوا ہو اور اس کے بدن یا کپڑوں پر نجاست طہیہ بھی نہ ہو اور نہ اس نے وضو یا غسل کی نیت کی ہو اور نہ بدن کو طہا ہو اور اصح قول یہ ہے کہ وہ شخص پاک ہے اور کنوئیں کا پانی مستعمل ہے اس لئے کہ پانی کے مستعمل ہونے کے لئے پانی کا اعضا سے جدا ہونا شرط ہے اور جب وہ شخص پانی سے باہر نکلا تو پانی کا اعضا سے جدا ہونا پایا گیا ہے (۵) محدث حدیث اصغر و اکبر دونوں کو شامل ہے اور حدیث اکبر خواہ جنابت سے ہو یا حیض یا نفاس سے ہو جبکہ عورت حیض یا نفاس منقطع ہونے کے بعد کنوئیں کے پانی میں داخل ہو لیکن اگر حیض یا نفاس منقطع ہونے سے پہلے داخل ہوگی اور اس کے اعضا (اور کپڑوں) پر نجاست نہیں ہوگی یہ دونوں حیض و نفاس سے نہ نکلنے کے باعث اس پاک آدمی کی مانند ہیں جو کہ کنوئیں میں ٹھنڈک حاصل کرنے کے لئے غوطہ لگائے پس وہ پانی مستعمل نہیں ہوگا (۶) پس اگر کسی جنبی شخص نے ڈول نکالنے یا ٹھنڈک حاصل کرنے کے لئے کنوئیں میں غوطہ لگایا اور اس کے بدن پر کوئی نجاست نہیں ہے تو امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک آدمی اور پانی دونوں ناپاک ہیں اور امام ابو یوسفؒ کے نزدیک آدمی اپنی اسی حالت پر جنبی ہے اور پانی اسی حالت پر پاک ہے اور امام محمدؒ کے نزدیک آدمی پاک ہے اور پانی بھی پاک ہے اور پاک کرنے والا ہے۔ اور امام ابو حنیفہؒ کے قول کی وجہ یہ ہے کہ جب اس نے اپنے بعض اعضا کو پانی میں داخل کیا اور وہ اعضا پانی سے ملے تو اس سے اعضا کے دھونے کا فرض ساقط ہو گیا کیونکہ فرض ساقط ہونے کے لئے نیت شرط نہیں ہے جب فرض ساقط ہو گیا تو وہ پانی امام صاحبؒ کے نزدیک مستعمل ہو کر ناپاک ہو گیا اور چونکہ اس کے باقی اعضا میں حدیث باقی رہا اس لئے وہ شخص اپنی جنابت کی حالت پر باقی رہا اور بعض نے کہا کہ امام صاحبؒ کے نزدیک اس شخص کی نجاست مستعمل پانی کی نجاست کی وجہ سے ہے اور شرح ہدایہ میں اس کو صحیح کہا ہے کہ وہ شخص امام صاحبؒ کے نزدیک جنابت کی وجہ سے نجس ہے اور امام ابو یوسفؒ کے قول کی وجہ یہ ہے کہ ان کے نزدیک فرض کو ساقط کرنے کے لئے غیر جاری پانی کی صورت میں پانی کا اپنے اوپر ڈالنا جو اس کے حکم میں ہے اس کا کرنا شرط ہے اور ظاہر یہ ہے کہ یہ ان کے نزدیک اس وقت شرط ہے جبکہ اس نے غسل کی نیت نہ کی ہو تاکہ پانی کا اپنے اوپر ڈالنا نیت کا قائم مقام ہو جائے اور چونکہ کنوئیں میں غوطہ لگانے کی صورت میں پانی کا اپنے اوپر ڈالنا نہیں پایا گیا اس لئے آدمی اسی طرح جنبی ہے اور جب فرض ساقط نہیں ہوا اور نہ رفع حدیث پایا گیا اور نہ ہی قربت کی نیت پائی گئی تو پانی مستعمل نہیں ہوگا اور اپنی سابق حالت پر یعنی پاک ہوگا اور امام محمدؒ کے قول کی وجہ یہ ہے کہ ان کے نزدیک پانی کا اپنے اوپر ڈالنا شرط نہیں ہے پس ان کے نزدیک آدمی پاک ہو گیا اور پانی مستعمل نہیں ہوا اس لئے کہ قربت کی نیت

نہیں پانی مٹی جو کہ ان کے نزدیک پانی کے مستعمل ہونے کی شرط ہے۔ اور اس مسئلے میں عارضہ مذہب یہ ہے کہ صحیح قول کی بنا پر آدمی پاک ہے اور پانی پاک ہے اور پاک کرنے والا نہیں ہے اور ہم نے اس مسئلہ کو جنہی کے بارے میں بیان کیا ہے اس لئے کہ اگر پاک آدمی نے ڈول نکالنے کے لئے کنوئیں میں غوطہ لگایا اور اس کے اعضا پر نجاست نہیں ہے تو بالاتفاق پانی مستعمل نہیں ہوگا کیونکہ اس صورت میں نہ ازالہ حدث پایا گیا اور نہ ہی اقامت قربت پائی گئی اور اگر کوئی بے وضو یا جنہی شخص غسل کرنے کی نیت سے کنوئیں میں داخل ہوا تو بالاتفاق پانی مستعمل ہو جائے گا کیونکہ اقامت قربت (ثواب کی نیت) پائی گئی اور یہی حکم حیض و نفاس والی عورت کا ہے جبکہ وہ انقطاع حیض و نفاس کے بعد کنوئیں کے پانی میں اتری ہو یعنی اس کا اور محدث و جنہی کا حکم یکساں ہے لیکن اگر حیض و نفاس منقطع ہونے سے پہلے کنوئیں میں داخل ہوئی ہو اور اس کے اعضا پر نجاست نہ ہو تو وہ اس پاک آدمی کی مانند ہے جو خشک حاصل کرنے کے لئے کنوئیں میں غوطہ لگائے اس لئے کہ وہ اس حالت میں کنوئیں میں اترنے سے حیض سے باہر نہیں ہو جاتی پس وہ پانی مستعمل نہیں ہوگا۔ ڈول نکالنے یا خشک حاصل کرنے کی قید اس لئے لگائی گئی ہے کہ اگر نماز کے لئے نہانے کے قصد سے کنوئیں میں غوطہ لگایا تو فقہانے کہا ہے کہ ازالہ حدث و نیت قربت کے پائے جانے کی وجہ سے پانی بالاتفاق مستعمل ہو جائے گا اور یہ جو فقہانے کہا کہ وہ پانی مستعمل ہو جائے گا اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ پانی جو اس کے بدن سے ملے گا وہ مستعمل ہو جائے گا کنوئیں کا تمام پانی مستعمل نہیں ہوگا پس امام محمد کا صحیح مذہب یہ ہے کہ کنوئیں کا تمام پانی مستعمل نہیں ہوگا اس لئے جو پانی اعضا سے جدا ہو کر کنوئیں کے دوسرے پانی میں ملا ہے وہ اس پانی کی بہ نسبت مغلوب ہے جو مستعمل نہیں ہوا ہے پس اس کو یاد رکھئے اور اس کے اعضا پر نجاست حقیقہ نہ ہونے کی قید اس لئے ہے کہ اگر اس کے اعضا پر نجاست حقیقہ لگی ہوگی تو بالاتفاق کنوئیں کا پانی ناپاک ہو جائے گا اور محیط میں اس مسئلے میں یہ قید بیان کی ہے کہ اس نے کنوئیں میں اترنے کے بعد اپنے بدن کو ملانہ ہو اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ اگر وہ شخص کنوئیں میں ڈول نکالنے کے لئے اترے اور اس نے پانی میں اپنے بدن کو ملاتو بالاتفاق وہ پانی مستعمل ہو جائے گا اس لئے کہ بدن کا ملنا اس کا ایک ایسا فعل ہے جو غسل کرنے کی نیت کے قائم مقام ہو جاتا ہے پس وہ ایسا ہو گیا جیسا کہ وہ غسل کرنے کی نیت سے کنوئیں میں اترتا ہے اور یہ حکم اس وقت ہے جبکہ اس نے بدن کو میل اتارنے کی نیت سے نہ ملا ہو جیسا کہ شرح منیۃ المصلیٰ میں مذکور ہے اور بعض فقہانے اس مسئلے میں یہ قید لگائی ہے کہ اس نے صرف پتھروں (ڈھیڈوں) سے استنجا نہ کیا ہو (بلکہ پانی سے بھی استنجا کیا ہو) تو اس کا مفہوم یہ ہے کہ اگر اس نے صرف پتھروں سے استنجا کیا ہوگا (اور پانی سے استنجا نہیں کیا ہوگا) تو بالاتفاق کنوئیں کا پانی نجس ہو جائے گا اور یہ اس قول پر مبنی ہے کہ پتھروں سے استنجا کرنا نجاست کو ہلکا کرنے والا ہے پاک کرنے والا نہیں ہے اور یہی مختار ہے۔ (۱)

خلاصہ یہ ہے کہ کنوئیں میں غوطہ لگانے والا شخص یا پاک ہوگا یا اس کے بدن پر نجاست حقیقہ یا حکمیہ مثلاً جنابت و حدث ہوگی اور ان سب صورتوں میں یا وہ ڈول نکالنے کے لئے کنوئیں میں اترے ہوگا یا خشک حاصل کرنے کے لئے یا غسل کرنے کے لئے اور اس مسئلہ میں دو قسم کے احکام ہیں یعنی اس پانی کا حکم جو کنوئیں میں ہے اور پانی میں داخل ہونے والے کا حکم کہ وہ پاک ہو یا نہیں۔ (۲)

۲۳۔ مستعمل پانی اگر چہ ظاہر مذہب میں پاک ہے لیکن اس کو پینا اور اس سے آٹا گوندھنا طبعی نفرت کی وجہ سے مکروہ تحریمی ہے اور جن فقہانے نزدیک مستعمل پانی نجس ہے ان کے نزدیک مکروہ تحریمی ہے۔ (۳)

۲۵۔ مسجد کے اندر وضو کرنا امام ابو حنیفہؒ و امام ابو یوسفؒ کے نزدیک مکروہ ہے اور امام محمدؒ کے نزدیک کوئی مضائقہ نہیں جبکہ اس شخص

(۱)۔ بحر ملخصاً و زیادۃ عن منہ

(۲)۔ بدائع و مقامہ، ان سب احکام کی تفصیل اوپر بیان ہو چکی ہے اور مزید تفصیل بدائع جلد اول صفحہ ۲۳۵ اور ۲۳۶ سے معلوم کریں (۳)۔ درود وغیرہا

کے اعضا پر نجاست لگی ہوئی نہ ہو اور فتاویٰ قاضی خاں میں ہے کہ اگر مسجد میں کسی برتن (نگن وغیرہ) میں وضو کرے تو ان تینوں اماموں کے نزدیک جائز ہے (۱) اور اگر برتن کے بغیر وضو کرے تو وہی اختلاف ہے جو اوپر مذکور ہوا۔ (۲)

۲۶۔ مستعمل پانی نجاست حکمی کو پاک کرنے والا نہیں ہے لیکن راجح اور معتدل قول کی بنا پر نجاست حقیقی کو پاک کرنے والا ہے۔ (۳)
۲۷۔ اگر یہ چاہیں کہ مستعمل پانی کا استعمال جائز ہو جائے تو اس میں مطلق غیر مستعمل پانی اس سے زیادہ ملا دیں دوسری ترکیب یہ ہے کہ اس کو جاری کر لیں جس طرح ناپاک پانی کو پاک کرنے کے طریقے میں مذکور ہے۔ (۴)

آدمی اور جانوروں کے جھوٹے پانی اور پسینے کے احکام

۱۔ جو پانی برتن یا حوض میں پینے کے بعد باقی رہ جائے اس کو جھوٹا پانی کہتے ہیں اور اسی طرح کھانے والے کے آگے کا بچا ہوا کھانا جھوٹا کھانا کہلاتا ہے۔ (۵)

۲۔ جھوٹے پانی یا کھانے کے پاک و ناپاک و مکروہ و منکوک ہونے میں جھوٹا کرنے والے جانور کا اعتبار کیا جاتا ہے اس لئے کہ جھوٹی چیز میں اس جاندار کا لعاب مل جاتا ہے اور لعاب جاندار کے گوشت سے پیدا ہوتا ہے پس جس جانور کا گوشت پاک ہے اس کا جھوٹا پاک ہے اور جس جانور کا گوشت نجس ہے اس کا جھوٹا نجس ہے اور جس کا گوشت مکروہ ہے اس کا جھوٹا مکروہ ہے اور جس کا گوشت منکوک ہے اس کا جھوٹا منکوک ہے۔ (۶)

پس جانوروں کے جھوٹے کی چار قسمیں ہوں گی:

۱۔ جس کا بلا کراہت پاک ہونا متعلق علیہ ہے جیسا کہ آدمی اور حلال جانوروں کا جھوٹا، ۲۔ جس کی نجاست و طہارت میں اختلاف ہے جیسے خنزیر اور کتا اور چوپایہ درندے، ۳۔ مکروہ جیسے بلی کا جھوٹا، ۴۔ منکوک جیسے گدھے اور خچر کا جھوٹا (۷) بعض مشائخ نے جھوٹے کی پانچ قسمیں بیان کی ہیں چار قسمیں تو یہی ہیں جو بیان ہو چکی ہیں اور پانچویں قسم جھوٹا نجس متعلق علیہ بتائی ہے اور وہ خنزیر کا جھوٹا بتایا ہے حالانکہ ایسا نہیں ہے اس لئے کہ خنزیر کے جھوٹے پانی میں بھی امام مالک کا اختلاف ہے جیسا کہ کتے کے جھوٹے کے بارے میں اختلاف ہے اور ان کے نزدیک ان دونوں کا اور چوپایہ درندوں کا جھوٹا پاک ہے پس صحیح یہ ہے کہ جھوٹے پانی وغیرہ کی قسمیں چار ہی ہیں (۸) (ان سب کے احکام کی تفصیل آگے آتی ہے، مولف)

۳۔ آدمی کا جھوٹا بالاتفاق بلا کراہت پاک ہے اور پاک کرنے والا ہے اس لئے کہ جھوٹے میں لعاب کا اعتبار کیا جاتا ہے جو اس میں مل جاتا ہے اور انسان کا لعاب پاک ہے کیونکہ وہ پاک گوشت سے پیدا ہوتا ہے (۹) اور انسان کا گوشت کھانا اس کے احترام و اکرام کی وجہ سے ممنوع ہے اس کے نجس ہونے کی وجہ سے نہیں اس حکم میں نجس اور پاک اور حیض و نفاس والی عورت، جھوٹا اور بڑا مسلم و کافر، مذکر و مؤنث میں کوئی فرق نہیں ہے جبکہ اس کا منہ پاک ہو لیکن اگر کسی نے آدمی کا منہ ناپاک ہے تو اس کا جھوٹا نجس ہو جائے گا مثلاً اگر شراب پینے والا شخص شراب پی کر اسی وقت پانی پئے تو اس کا جھوٹا ناپاک ہو جائے گا، یہ حکم اس کے گوشت کے نجس ہونے کی وجہ سے نہیں ہے بلکہ اس کے منہ کے نجس ہونے کی وجہ سے ہے جیسا کہ اگر کسی شخص کے منہ سے خون آتا ہو اور تھوک سرخ رنگ کا ہو جاتا ہو یا اس نے کوئی نجس چیز کھائی یا پی ہو یا

(۱)۔ بخروش (۲)۔ منہ (۳)۔ دروش (۴)۔ بہار شریعت ملخصاً (۵)۔ کبیری و بخروش ملخصاً (۶)۔ دروش

(۷)۔ بدائع و محتایہ کبیری تصرفاً (۸)۔ بدائع (۹)۔ کبیری دم وغیرہما

اس کو منہ بھر کرتے ہوئی ہو تو اس کا جھوٹا بھی ناپاک ہو جائے گا لیکن اگر وہ شخص اتنی دیر کے بعد پانی پئے کہ کئی بار تھوک نکلے سے اس کا منہ دھل جائے تو امام ابو حنیفہ و امام ابو یوسف کے مذہب پر صحیح قول کے بموجب وہ پانی ناپاک نہیں ہوگا (۱) پس اگر وہ چند بار اپنا تھوک نکل لے گا تو صحیح قول کی بموجب اس کا منہ پاک ہو جائے گا (۲) لیکن امام محمد کے قول کے بموجب یہ مکروہ تنزیہی ہے کیونکہ ان کے نزدیک تھوک سے نجاست پاک نہیں ہوتی (۳) اگر شراب پینے والی کی مونچھیں لمبی ہوں تو جب تک ان کو پانی سے نہ دھوئے اس کے پانی پینے سے وہ پانی نجس ہو جائے گا اگرچہ اس نے چند ساعت (کچھ دیر) کے بعد پانی پیا ہو (۴) اس لئے کہ جب مونچھوں کے بال لمبے ہوں تو وہ صرف زبان پھیرنے سے پاک نہیں ہوتے (۵) (کیونکہ زبان ان پر سب جگہ نہیں پہنچ سکتی اور منہ کا لعاب سب جگہ سے شراب کی ناپاکی کو نہیں دھو سکتا۔ شرابی کے جھوٹے سے ہر حال میں بچتا ہی چاہئے مولف) میاں بیوی، آقا اور باندی اور محرم مرد و عورت کے علاوہ عورت کا جھوٹا اجنبی مرد کے لئے اور اجنبی مرد کا جھوٹا عورت کے لئے مکروہ ہے لیکن وہ ناپاک ہونے کی وجہ سے نہیں بلکہ لذت پانے کی وجہ سے ہے پس اگر یہ معلوم نہ ہو کہ کس کا جھوٹا ہے یا لذت حاصل کرنے کے لئے نہ ہو تو مکروہ نہیں خصوصاً جبکہ جھوٹے سے نفرت کی جاتی ہو تو بدرجہ اولیٰ مکروہ نہیں ہے۔ (۶)

۳۔ اصح قول کے بموجب زرد مادہ گھوڑے کا جھوٹا بالاً جامع بلا کراہت پاک ہے (۷) پس امام ابو یوسف و امام محمد رحمہما اللہ کے قول کے مطابق گھوڑے کا جھوٹا پاک ہے کیونکہ اس کا گوشت پاک ہے اور امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ سے اس بارے میں دو روایتیں ہیں بلکہ محیط میں ان سے چار روایتیں منقول ہیں اور ظاہر الروایت میں اس کا جھوٹا اس کے گوشت کی طرح پاک ہے اور یہ امام ابو حنیفہ سے امام ابو یوسف کی روایت ہے اور یہی ان کے مذہب کی صحیح روایت ہے اور اسی کو بعض مشائخ بلکہ تمام متاخرین نے اختیار کیا ہے اس لئے کہ گھوڑے کے گوشت کی کراہت ان کے نزدیک اس کے احترام کی وجہ سے ہے اس لئے کہ وہ جہاد کے آلات میں سے ہے یہ کراہت اس کی نجاست کی وجہ سے نہیں ہے اس لئے یہ کراہت اس کے جھوٹے پر اثر انداز نہ ہوگی اور یہی صحیح ہے۔ (۸)

۵۔ حلال چرندوں اور پرندوں کا جھوٹا بالاً اتفاق پاک ہے (خواہ زہوں یا مادہ) اس لئے کہ ان کا لعاب پاک گوشت سے پیدا ہوتا ہے پس اسی کا حکم اختیار کر لیتا ہے (۹) لیکن اس حکم سے وہ اونٹ اور گائے اور بھیڑ بکری جو نجاست کھاتے ہیں اور آزاد پھرنے والی مرغی جو نجاست کھاتی ہے مستثنیٰ ہیں یعنی ان کا جھوٹا مکروہ ہے۔ (ان کے دودھ اور گوشت کا بھی یہی حکم ہے یعنی جو نجاست نہیں کھاتے ان کا دودھ و گوشت پاک ہے اور جو نجاست کھاتے ہیں ان کا دودھ و گوشت مکروہ ہے (۱۰) لیکن جس مرغی کو گھر میں بند رکھا جاتا ہو اور وہیں اس کی خوراک اس کو دی جاتی ہو تو اس کا جھوٹا مکروہ نہیں ہے کیوں کہ اس کو نجاست نہیں ملے گی اس لئے وہ نجاست نہیں کھائے گی اور مرغی اپنی نجاست نہیں کھاتی بلکہ اس میں دانہ تلاش کرتی ہے اور مل جائے تو اس کو نکال کر کھا لیتی ہے جیسا کہ اس کو فتح القدیر میں لکھا ہے اور اس کی تمام بحث بحر الرائق میں مذکور ہے (۱۱) اور جن فقہاء کے نزدیک وہ اپنی نجاست بھی کھاتی ہے ان کے نزدیک اگر مرغی کو گھر میں اس طرح بند رکھا جائے کہ اس کی چونچ اس کے پاؤں سے نیچے نہ پہنچے تو اس کا جھوٹا مکروہ نہیں ہے اور اگر اس کی چونچ اس کے پاؤں تک پہنچتی ہے تو وہ آزاد مرغی کے حکم میں ہے (۱۲) اگر مرغی یا گائے وغیرہ نے نجاست کھائی اور اس کے بعد کوئی ایسی بات نہ پائی گئی جس سے اس کے منہ کی طہارت ہو جاتی ہو تو اس کا جھوٹا نجس ہے (نا پاک) ہے (۱۳) یہ حکم اس گندگی کھانے والے جانور کے متعلق ہے جو صرف یا زیادہ تر گندگی ہی

(۱)۔ مکروہ و کبیری وغیرہ ملقطاً (۲)۔ ع (۳)۔ م و ط (۴)۔ بحر و ع (۵)۔ ع (۶)۔ بحر و در و ط وغیرہ ملقطاً

(۷)۔ ع و م ملقطاً (۸)۔ بدائع و بحر و کبیری و فتح ملقطاً (۹)۔ بدائع و کبیری و بحر و در و ط ملقطاً (۱۰)۔ انواع وغیرہ تصرفاً

(۱۱)۔ بحر و ملخصاً (۱۲)۔ ہدایہ و بدائع و فتح ملقطاً (۱۳)۔ بہار شریعت

کھانا ہو پس اس کا جھوٹا مکروہ ہے لیکن اگر غذا مخلوط کھانا ہو اور اس کی زیادہ تر خوراک پاک گھاس، دانہ وغیرہ ہو تو اس کے جھوٹے میں کوئی کراہت نہیں ہے جیسا کہ جوہرۃ النیرہ میں مذکور ہے۔ (۱)

۶۔ جن جانوروں میں پہنے والا خون نہیں ہوتا خواہ وہ پانی میں رہے ہوں یا خشکی میں ان کا جھوٹا پاک ہے۔ (۲)

۷۔ جن جانوروں کا جھوٹا مکروہ ہے ان کی تفصیل یہ ہے کہ جو جانور گھروں میں رہتے ہیں اور ان میں پہنے والا خون ہوتا ہے خواہ وہ حشرات الارض ہوں مثلاً سانپ، نیوالا چھپکلی یا حشرات الارض کے علاوہ ہوں مثلاً چوہا اور بلی ان کا جھوٹا مکروہ تنزیہی ہے یہی اصح ہے (۳) بخلاف ان جانوروں کے جن میں پہنے والا خون نہیں ہوتا مثلاً گھریلا (گوبر کا سیاہ رنگ کا کتیرا، بھونڈا، جھینگر، بھو، ان کا جھوٹا مکروہ نہیں ہے علانے صراحت کی ہے کہ اس بارے میں اختلاف ہے کہ بلی کے جھوٹے کی کراہت کس قسم کی ہے بعض فقہانے اس کے گوشت کی حرمت پر نظر کرتے ہوئے کہا ہے کہ یہ کراہت تحریمی ہے اور بعض نے اس بات پر نظر کرتے ہوئے کہ وہ نجاست سے پرہیز نہیں کرتی اس کے جھوٹے کو مکروہ تنزیہی کہا ہے اور علانے نے کہا ہے کہ یہی اصح ہے اور کتاب الاصل کی عبارت سے بھی یہی ظاہر ہوتا ہے جیسا کہ اس میں کہا ہے کہ کسی دوسرے پاک پانی سے وضو کرنا میرے نزدیک زیادہ پسندیدہ ہے (۴) اگر بلی کسی شخص کی ہتھیلی یا پاؤں کے تلوے (یا منہ وغیرہ) کو چاٹے اور وہ شخص اس عضو کو دھونے سے پہلے نماز پڑھ لے تو یہ مکروہ (اور خلاف اولیٰ) ہے اور اگر کسی کا ہاتھ بلی نے چاٹا شروع کیا تو چاہئے کہ فوراً ہاتھ کھینچ لے یونہی چھوڑ دینا کہ چاٹتی رہے مکروہ ہے (۵) اور یہ بھی مکروہ ہے کہ بلی کا جھوٹا کھانا کھائے اور یہ بالدار کے حق میں مکروہ ہے کیونکہ وہ اس کی بجائے دوسرا پاک کھانا مہیا کرنے پر قادر ہے لیکن فقیر کے لئے ضرورت کی وجہ سے مکروہ نہیں ہے۔ (۶) اور کھانا وغیرہ جلد چیزوں میں بلی کے جھوٹے سے مراد وہ حصہ ہے جس کو بلی کا منہ لگا ہے یا روئی وغیرہ کا کلڑا جو اس کے منہ سے گر گیا ہے کیونکہ وہ حصہ اس کے لعاب سے بچا ہوا نہیں ہوگا اور جس حصے کو اس کا منہ نہیں لگا اور اس کا لعاب اس کے ساتھ نہیں ملا اس کا کھانا مکروہ نہیں ہے بخلاف مائع (پہنے والی یعنی رقیق چیزوں) کے کہ وہ سب کی سب جھوٹے کے حکم میں ہے۔ (۷)

۸۔ اگر بلی نے چوہا کھایا اور اس نے کچھ دیر ٹھہرے اور اپنا منہ چاٹے بغیر اسی وقت پانی پیا تو وہ پانی نجس ہو جائے گا اور اگر ایک ساعت (کچھ دیر) ٹھہری رہی اور اپنا منہ چاٹ لیا پھر پانی پیا تو اب اس کا جھوٹا پانی ناپاک نہیں ہوگا بلکہ مکروہ ہوگا کیونکہ اس کا منہ اس کے لعاب سے دھل گیا، یہ امام ابو حنیفہ و امام ابو یوسف کے نزدیک ہے اور یہی صحیح ہے اور امام محمدؒ نے کہا کہ اب بھی وہ پانی ناپاک ہو جائے گا اس لئے کہ ان کے نزدیک نجاست پانی کے بغیر دور نہیں ہوتی (۸) اور امام محمدؒ کے قول پر بھی اس صورت میں وہ پانی نجس نہیں ہونا چاہئے جبکہ کچھ دیر وہاں سے غائب رہی ہو کیونکہ ہو سکتا ہے کسی کثیر پانی سے اس نے پانی پیا ہو اس طرح اس کا منہ دھل گیا ہو۔ (۹)

۹۔ شکاری پرندوں مثلاً شکار، باز، شاہین وغیرہ کا جھوٹا مکروہ ہے جبکہ ان کے پالنے والوں کو ان کی چونچ کے پاک ہونے کا علم نہ ہو کیونکہ یہ پرندے چونچ سے پیتے ہیں اور وہ خشک پاک ہڈی ہے لیکن یہ غالب طور پر مردار خور ہیں اس لئے آزاد کو چہرہ گرد و رخی کی مانند ہوئے پس کراہت کا شبہ پیدا ہو گیا بخلاف درندہ چوپایوں کے (۱۰) کیونکہ درندہ چوپائے اپنی زبان سے پانی پیتے ہیں اور ان کی زبان اس لعاب سے تر ہوتی ہے جو ان کے گوشت سے پیدا ہوتا ہے اور وہ نجس ہے پس شکاری پرندوں اور درندہ چوپایوں کے جھوٹے کے حکم میں فرق ہے اور شکاری پرندوں کا جھوٹا نجس نہ ہونے اور صرف مکروہ ہونے کا حکم ضرورت اور عموم بلوئی کی وجہ سے بھی ہے کہ یہ ہوا (فضا) سے نیچے آ کر پانی

(۱) ط۔ (۲) ع و حر و روش۔ (۳) کبیری و ش و ع متقطعا۔ (۴) بحر۔ (۵) بہار شریعت۔ (۶) ع و ش و حر و روش وغیرہ۔

(۷) ش۔ (۸) کبیری و ع و ہدایہ و ش متقطعا۔ (۹) ش۔ (۱۰) بحر و ہدایہ و روش و ع و کبیری متقطعا۔

پیتے ہیں اس لئے ان کے جھوٹے سے برتنوں کو محفوظ رکھنا ممکن نہیں ہے خاص طور پر میدانوں اور جنگلوں میں (۱) اور اگر ان کی چونچ کے پاک ہونے کا علم ہو تو کراہت جاتی رہے گی اس لئے کہ امام حسنؑ نے امام ابو حنیفہؒ سے روایت کی ہے کہ اگر شکاری پرندہ مردار نہ کھاتا ہو جیسا کہ پالتوں باز وغیرہ تو اس کے جھوٹے پانی سے وضو کرنا مکروہ نہیں ہے اور مکروہ اس وقت ہے جبکہ وہ مردار کھاتا ہو اور امام ابو یوسفؒ سے بھی اسی کی مثل مروی ہے (۲) پس امام ابو یوسفؒ سے روایت ہے کہ اگر شکاری پرندے محبوس (پالتو) ہوں اور ان کا مالک جانتا ہو کہ ان کی چونچ پر کوئی نجات نہیں ہے تو اس کے جھوٹے پانی سے وضو کرنا مکروہ نہیں ہے اور متاخرین مشائخ نے اس روایت کو مستحسن کہا ہے اور اس پر فتویٰ دیا ہے (۳) اور اسی طرح جن پرندوں کا گوشت نہیں کھانا جاتا استحساناً ان کا جھوٹا پاک اور مکروہ ہے (۴) کوئے کا جھوٹا بھی مکروہ ہے۔ (۵)

۱۰۔ مطلق غیر مکروہ پانی کے ہوتے ہوئے مکروہ پانی سے وضو کرنا مکروہ ہے اور اگر مطلق غیر مکروہ پانی موجود نہ ہو تو مکروہ نہیں (۶) اس لئے کہ مکروہ پانی بذات خود پاک ہے اور اس کے موجود ہوتے ہوئے صرف تیمم کرنا جائز نہیں ہے فتاویٰ قاضی خاں میں ہے کہا کہ مکروہ پانی کے ہوتے ہوئے وضو اور تیمم دونوں کرے۔

۱۱۔ جن جانوروں کے جھوٹے کی نجاست و طہارت مختلف فیہ ہے وہ یہ ہیں: کتا، خنزیر اور چوپائے درندوں کا جھوٹا نجس ہے (۷) اور چوپائے درندے وہ ہیں جو اپنی کلیوں (نوک دار دانتوں) سے شکار کرتے ہیں مثلاً شیر، بھینر، چیتا، تیندوا، لومڑی، گیدڑ، ہاتھی، بچو، بندر وغیرہ کیونکہ ان کا لعاب ان کے گوشت سے پیدا ہوتا ہے اور ان کا گوشت ان کے دودھ کی طرح نجس ہے (۸) جس برتن میں کتے نے منہ ڈالا ہو (اس میں کھایا پیا یا اس کو چانا ہو) اس برتن کو تین باز دھونا واجب ہے (۹) جیسا کہ یہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مرفوع حدیث میں مروی ہے (۱۰) یعنی تین مرتبہ دھونے سے پاک ہو جائے گا چاہے مٹی کا برتن ہو چاہے تانبے وغیرہ کا۔ دھونے سے سب پاک ہو جاتے ہیں لیکن بہتر یہ ہے کہ سات مرتبہ دھوئے اور ایک مرتبہ مٹی لگا کر مانجھ بھی ڈالے کہ خوب صاف ہو جائے (۱۱) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی ایک حدیث سے سات بار دھونا اور پہلی یا آخری مرتبہ مٹی سے ملنا بھی مروی ہے یہ استحباب کے لئے ہے تاکہ اچھی طرح صاف ہو جائے اگر مٹی کے مٹکے سے پانی رستا ہو اور کتا اس کو چائے تو جو پانی اس مٹکے میں ہے پاک ہے (۱۲) جانا چاہے کہ خنزیر، کتا اور تمام چوپائے، درندوں کا جھوٹا نجس ہونے یا نہ ہونے میں ائمہ فقہاء کا اختلاف ہے عام علماء کے نزدیک ان کا جھوٹا نجس ہے اور امام مالکؒ کے نزدیک پاک ہے پس کتے کے جھوٹے کی طرح خنزیر کے جھوٹے میں بھی امام مالکؒ کا اختلاف ہے یعنی ان کے نزدیک پاک ہے اور امام شافعیؒ نے کہا کہ سوائے کتے اور خنزیر کے تمام درندے چوپایوں کا جھوٹا پاک ہے۔ (۱۳)

۱۲۔ جھوٹا مشکوک پانی وہ ہے جس کے پاک کرنے والا ہونے میں شک یعنی توقف ہے اور وہ پالتوں گدھے اور خچر کا جھوٹا ہے اور صحیح یہ ہے کہ وہ پاک ہے اور یہی جمہور کا مذہب ہے اور شک اس میں ہے کہ وہ پاک کرنے والا ہے یا نہیں، پس اگر مشکوک پانی کے سوا اور پاک یا مکروہ پانی نہ ملے تو اس سے وضو کرے اور تیمم بھی کرے، اور تیمم بھی کرے ان دونوں کو جمع کرنا واجب ہے اس لئے ان میں سے کسی ایک پر اتکا کرنا جائز نہیں اور جائز و درست ہے کہ ان دونوں میں سے جس کو چاہے مقدم کرے لیکن ہمارے فقہاء کے نزدیک افضل یہ ہے کہ وضو اور غسل مقدم کرے پھر تیمم کرے۔ مشکوک یعنی گدھے و خچر کے جھوٹے پانی سے وضو کرے میں نیت کے بارے میں اختلاف ہے بعض

(۱) بحر (۲) ش (۳) بحر و ہدایہ دوع (۴) ع (۵) بہار شریعت (۶) ع دوم (۷) موع و کنز و بدائع

(۸) ش دوم و بحر ملطھا (۹) ہدایہ دوع وغیرہا (۱۰) ہدایہ دوع و بحر وغیرہا (۱۱) بہشتی زیور (۱۲) ع (۱۳) بدائع

کے نزدیک فرض ہے بعض کے نزدیک نیت فرض نہیں ہے اور زیادہ احتیاط اس میں ہے کہ نیت کر لے (۱) اور اس کے بعد جب پاک پانی مل جائے تو مشکوک و مکروہ پانی کا اثر زائل کرنے کے لئے اس سے ان اعضا کو دھو لے جن کو مشکوک و مکروہ پانی لگا ہے (۲) جنگلی گدھے کا گوشت کھانا حلال ہے پس اس کا جھوٹا مشکوک و مکروہ نہیں ہے، اگر ٹھیکر کی ماں گھوڑی یا گائے ہو تو اس کا گوشت مکروہ نہیں ہے اس لئے اس کا جھوٹا بھی مشکوک نہیں بلکہ پاک ہے کیونکہ ایسے مسائل ہیں اولاد ماں کے تابع ہوتی ہے (۳) اور مشکوک پانی کی صورت میں وضو اور تیمم کو جمع کرنے کا مطلب یہ ہے کہ دونوں کو جمع کرنا ایک نماز میں پایا جائے اگرچہ دونوں کو جمع کرنا ایک حالت میں نہ پایا جائے حتیٰ کہ اگر گدھے کے جھوٹے پانی سے وضو کیا اور نماز پڑھی پھر اس کو حدث ہو گیا یعنی اس کا وضو ٹوٹ گیا اور اس نے تیمم کیا اور پھر وہی نماز پڑھی تو جائز ہے کیونکہ وضو اور تیمم کا جمع کرنا ایک ہی نماز کے حق میں پایا گیا اور یہی صحیح ہے (۴) اگرچہ اس نے ادائے واحد میں جمع نہیں کیا (۵) اس لئے کہ ان دونوں میں ایک یعنی وضو یا تیمم اس کو پاک کرنے والا ہے نہ کہ دونوں پس اگر گدھے کا جھوٹا پانی پاک کرنے والا تھا تو اس کی وضو کے ساتھ پڑھی ہوئی نماز صحیح ہوگئی اور تیمم سے پڑھی ہوئی نماز لغو ہوگئی اور اگر پانی پاک کرنے والا نہیں تھا بلکہ تیمم پاک کرنے والا تھا تو اس کے برعکس تیمم والی نماز صحیح ہوگئی اور وضو والی نماز لغو ہوگئی۔ اور یہ جواب پر کیا ہے کہ وضو سے نماز پڑھنے کے بعد اس کو حدث ہو گیا تو یہ قید ضروری نہیں ہے بلکہ اگر اس کو حدث نہیں ہوا اور اس نے تیمم کر کے دوبارہ وہی نماز پڑھی تب بھی بطریق اولیٰ اس کی نماز درست ہے اس لئے کہ اس کی دوسری نماز دونوں طہارتوں کے ساتھ ادا ہوئی ہے اور ظاہر یہ ہے کہ ادائے واحد میں بھی وضو اور تیمم کا جمع ہونا اولیٰ ہے۔ (۶)

۱۳۔ اگر گدھے کا جھوٹا پانی میں اچھے پانی مل جائے تو جب تک یہ مشکوک پانی اچھے پانی پر غالب نہ آ جائے اس سے وضو جائز ہے اس لئے کہ وہ امام محمدؒ کے نزدیک مستعمل پانی کی طرح پاک ہے اور پاک کرنے والا نہیں ہے (۷) اگر دونوں مساوی ہوں تب بھی وہ مشکوک کے حکم میں ہے اور اسے وضو اور تیمم دونوں کو جمع کرنا واجب ہے۔ (۸)

۱۴۔ ہر جاندار کا پسینہ اس کے جھوٹے کے ساتھ معتبر ہے، یعنی جھوٹے کے حکم میں ہے (۹) کیونکہ لعاب اور پسینہ دونوں اس کے گوشت سے پیدا ہوتے ہیں اس لئے ایک نے دوسرے کا حکم لیا ہے (۱۰) پس جس کا جھوٹا پاک ہے اس کا پسینہ پاک ہے اور جس کا جھوٹا نجس ہے اس کا پسینہ نجس ہے اور جس کا جھوٹا مکروہ ہے اور اس کا پسینہ مکروہ ہے یعنی اگر اس کا بدن اور کپڑے مکروہ پانی سے ملوث ہیں تو اس حالت میں اس کا نماز پڑھنا مکروہ ہے سوائے گدھے اور ٹھیکر کے پسینے کے کہ امام ابو حنیفہؒ سے مشہور روایت کے مطابق ان دونوں کا پسینہ پاک ہے اور یہ اس قول کی بنا پر صحیح ہے کہ اس کی طہارت میں شک ہے (۱۱) جانا چاہئے کہ گدھے اور ٹھیکر کے پسینے کے بارے میں امام ابو حنیفہؒ سے تین روایتیں ہیں ایک یہ کہ وہ طاہر ہے، قاضی خاں نے اس کو ظاہر الروایت کہا ہے اور یہ امام صاحبؒ سے مشہور روایت ہے اور ایک روایت میں نجس مغلظ اور ایک روایت میں نجس مخفف ہے اور امام طحاویؒ کے کلام میں آخری دونوں روایتوں کا احتمال ہے مگر انھوں نے بدن اور کپڑے میں نجاست کا حکم ضرورت کی وجہ سے ساقط کر دیا ہے۔ (۱۲)

۱۵۔ گدھے اور ٹھیکر کا پسینہ یا لعاب اگر قلیل (وہ درودہ سے کم) پانی میں گر جائے تو صحیح مذہب کی بنا پر اس کو خراب یعنی مشکوک کر دے گا اگرچہ تھوڑا کرے پس ایسی صورت میں وضو اور تیمم دونوں کو جمع کرے لیکن اگر کپڑے (یا بدن) کو لگ جائے تو وہ کپڑا (اور بدن)

(۱)۔ بخروج دم و در و غیرہ مستقطا (۲)۔ م (۳)۔ دروش تصرفا (۴)۔ بخروش (۵)۔ غایۃ الاوطار من لھاوی

(۶)۔ ش ملخصا و تمامہ فیہ دونی البحر (۷)۔ بخروج و ش (۸)۔ بخروش (۹)۔ ہدایہ و منیہ و ع (۱۰)۔ ہدایہ و بحر

(۱۱)۔ کبیری (۱۲)۔ ش ملخصا

پاک ہے اور اس سے نماز جائز ہے خواہ کتنا ہی زیادہ لگا ہو۔ (۱)

مقید پانی:

۱۔ مطلق پانی (جس پانی سے وضو اور غسل جائز ہے) کے بیان کے بعد مقید پانی (جس سے وضو و غسل جائز نہیں) کی تفصیل بیان کی جاتی ہے (مؤلف) مقید پانی وہ ہے کہ صرف پانی کہنے سے جس کی طرف ذہن جلدی منتقل نہیں ہوتا (جیسا کہ اس کی تعریف پہلے مثلاً بیان ہو چکی ہے مؤلف) اور یہ وہ پانی ہے جو درختوں اور پھلوں اور نباتات (سبزی پتے وغیرہ) سے نچوڑ کر نکالا جائے یا ان سے ٹپک کر نکلے یا گلاب کا پانی وغیرہ اور اسی طرح جب مطلق پانی میں کوئی پاک چیز مل جائے اور اس کے کسی وصف یعنی ذائقہ یا رنگ یا بو کو بدل دے یا اس میں کوئی پاک چیز اس طرح مل جائے کہ وہ پانی اس چیز سے مغلوب ہو جائے اور پانی کا نام اس سے زائل ہو جائے تو یہ مقید پانی کے معنی میں ہو جاتا ہے (۲) مقید پانی کے مسائل مندرجہ ذیل ہیں۔

۲۔ مقید پانی ۱۔ طہارت حکمیہ (وضو و غسل) جائز نہیں ہے اور اس سے اور ہر بہنے والی پاک چیز سے جس سے نجات حقیقیہ کا نچوڑا کر اور خشک کر کے درو کرنا ممکن ہو پکڑے اور بدن سے نجات حقیقیہ کا دور کرنا جائز ہے۔ (۳)

۳۔ جو پانی نباتات یعنی درخت یا پھلوں یا سبزی پتے وغیرہ سے نچوڑ کر نکالا ہو مثلاً انگور کی تیل اور ریاس (ایک بوٹی جو دوائی کے کام آتی ہے) اور کاسنی وغیرہ کے چوں یا (کیلے) سے یا انگور، سیب وغیرہ پھولوں سے نچوڑا گیا ہو اس سے وضو جائز نہیں ہے (۴) تمام پھلوں اور پھولوں سے نچوڑے ہوئے پانی کا یہی حکم ہے (۵) اور انگور کی تیل اور پھلوں اور سبزیوں سے جو پانی بغیر نچوڑے خود بخود نکلتا ہو، اظہر یہ ہے کہ اس سے بھی وضو جائز نہیں ہے (۶) یعنی جو پانی درخت یا پھل سے لوگوں نے نچوڑا اور ٹپکا یا ہو اس سے حدث کا دور کرنا بالاتفاق جائز نہیں ہے اور جو پانی ان سے خود بخود ٹپکا ہو اس میں اختلاف ہے اور ظاہر تر یہ ہے کہ اس سے حدث کا دور کرنا جائز نہیں ہے (۷) اور یہ بہت سی کتابوں میں مصرح ہے اور قاضی خاں و صاحب محیط اور کافی نے اسی قول پر اکتفا کیا ہے اور حلیہ شرح منیہ میں ہے کہ یہی وجہ ہے کہ رٹی نے کہا کہ اسی پر اعتماد ہے (۸) پس جو پانی درختوں اور پھلوں وغیرہ سے خود بخود ٹپکا ہو اس سے بھی وضو جائز نہیں ہے اور یہی وجہ و احوط ہے (۹) اور اسی طرح تربوز، خرہوزہ، گکڑی اور کھیراد وغیرہ کے پانی سے بھی جبکہ نچوڑ کر نکالا گیا ہو بالاتفاق وضو جائز نہیں اور اگر پانی اس سے خود بخود نکلا ہو تو وہی اختلاف ہے جو انگور کی تیل وغیرہ سے خود بخود نکلنے والے پانی کا اور بیان ہوا اور ظاہر تر یہی ہے کہ اس سے بھی حدث کا دور کرنا جائز نہیں ہے۔ (۱۰)

۴۔ مطلق پانی میں جب کوئی پاک چیز مل جائے اور اس کے تینوں اوصاف میں سے کوئی وصف بدل جائے یا وہ اس میں اس طرح سے مل جائے کہ اس پانی کا نام جاتا رہے تو وہ پانی مقید کے معنی میں ہو جاتا ہے (جیسا کہ بدائع سے بیان ہو چکا ہے) پس اس پانی سے حدث کا دور کرنا جائز نہیں ہے جو کسی پاک چیز کے مل جانے سے مغلوب ہو گیا ہو) یعنی اپنی طبیعت و اصل خلقت سے خارج ہو گیا ہو اور اگر پانی غالب ہو حدث کا دور کرنا جائز ہے (۱۱) اور پاک چیز کا غلبہ یا تو کمال احتراز سے ہوتا ہے یا ملنے والی چیز کے غلبے سے ہوتا ہے اور کمال احتراز یا نباتات نے پانی کو اس طرح سے پی لیا ہو کہ وہ پانی نچوڑے بغیر نہ نکل سکے یا کمال یا احتراز ایسی پاک چیز کے پانی میں پکانے سے

(۱)۔ ع و درویش ملتقطاً (۲)۔ بدائع بزایدہ عن بحر (۳)۔ کبیری (۴)۔ درویش و کبیری و طہار ملتقطاً (۵)۔ ط

(۶)۔ م و درویش ملتقطاً (۷)۔ غایۃ الاوطار (۸)۔ ش (۹)۔ ع (۱۰)۔ درویش و ع تصرفات و ملتقطاً (۱۱)۔ غایۃ الاوطار

حاصل ہوتا ہے جس سے میل صاف کرنا مقصود نہ ہو (۱) نباتات کے پانی کو پی لینے سے کمال احتراز حاصل ہونے کی مثال یہ ہے کہ فصل خریف (پت جھڑ کے موسم) میں درختوں کے پتے پانی میں گر جانے سے اگر پانی کے اوصاف یعنی رنگ و بو و مزہ بدل جائیں تو اصح روایت کے مطابق ہمارے اصحاب رحمہ اللہ کے نزدیک اس پانی سے وضو کرنا جائز ہے بشرطیکہ اس پانی کا پتلا پن اور اس کا نام باقی رہا ہو جیسا کہ بیان ہو چکا ہے (۲) اس لئے کہ اساتذہ سے منقول ہے کہ وہ ان حوضوں سے جن میں درختوں کے پتے گر جاتے تھے پانی کے اوصاف بدل جانے کے باوجود وضو کیا کرتے تھے اور کوئی کسی کو منع نہیں کرتا تھا (۳) اور ایسی پاک چیز کو پانی میں پکانے سے بھی کمال احتراز حاصل ہو جاتا ہے جس سے میل صاف کرنا مقصود نہ ہو پس بالآخر، پنے اور مسور کے پانی سے یعنی جس پانی سے ان چیزوں میں سے کسی چیز کو پکایا گیا ہو اور اسی طرح شور بہ سے یعنی جس پانی میں گوشت وغیرہ پکایا گیا ہو اس سے بھی طہارت حکمہ حاصل کرنا جائز نہیں ہے (۴) پس جس پانی میں کوئی چیز پکائی گئی ہو وہ پکانے کے ذریعہ کمال احتراز حاصل ہونے کی وجہ سے حقاً رقل کے مطابق مقید ہو جاتا ہے خواہ اس کے اوصاف بدل جائیں یا نہ بدلیں اور خواہ اس پانی میں پتلا پن باقی رہے یا نہ رہے (۵) پس جب پانی میں کوئی ایسی چیز پکائی گئی جس سے میل صاف کرنا مقصود نہ ہو تو کمال احتراز حاصل ہونے کے باعث اس پانی سے حدث دور کرنا جائز نہیں ہے اگرچہ اس پانی میں پتلا پن اور بہنے کی صفت باقی رہے بخلاف اس پانی کے جس میں ایسی چیز پکائی گئی ہو جس سے اچھی طرح میل صاف کرنا مقصود ہو مثلاً اشقان وغیرہ تو اس سے حدث کو دور کرنا منع نہیں ہے یعنی جائز ہے۔ لیکن اگر اس سے پانی میں پتلا پن اور بہنے کی صفت باقی نہ رہے تو اس سے بھی وضو غسل جائز نہیں ہے (۶) چنانچہ جس پانی میں بیری کے پتے پکائے گئے ہوں اس سے میت کو غسل دینا حدیث شریف میں وارد ہوا ہے، لیکن اگر وہ چیز پانی پر غالب آ جائے تو اس سے وضو اور غسل جائز نہیں ہے کیونکہ وہ پانی ملے ہوئے ستو کی مانند ہو گیا کہ اس سے پانی کا نام جاتا رہا (۷) اور پانی میں پکائے بغیر ملائی جانے والی پاک چیز یا جامہ ہوتی ہے یا مانع (بہنے والی) ہوتی ہے اور وہ مانع اوصاف میں پانی کے موافق ہوتی ہے یا مخالف جیسا کہ آگے تفصیلاً آتا ہے پس پاک جامہ چیز کے پانی میں مل جانے سے اس کا غالب پانی کا مغلوب ہو جانا اس وقت پایا جاتا ہے جبکہ پانی کا پتلا پن جاتا رہے کہ وہ کپڑے سے نچوڑا نہ جاسکے اور اس کے بہنے کی صفت باقی نہ رہے کہ جس سے وہ اعضا پر پانی کی طرح بہہ نہ سکے، لیکن اگر اس کا پتلا پن اور بہنے کی صفت باقی رہے تو وہ وضو کے جائز ہونے کا مانع نہیں ہے خواہ جامہ چیز مثلاً زعفران یا پھل یا درختوں کے پتے مل جانے سے پانی کے تمام اوصاف بدل جائیں جب تک کہ اس پانی سے رنگ نہ جاسکے جیسا کہ زعفران کا پانی یا اس پانی کا دوسرا نام نہ ہو جائے (جیسا کہ شربت وغیرہ) (۸) جیسا کہ اس کی تفصیل آگے آتی ہے، مولف

خلاصہ یہ ہے کہ جامہ پاک چیز کے پانی میں مل جانے سے پانی کے مقید ہونے کے لئے معتبر یہ ہے کہ پانی کا پتلا پن اور اس کا اعضا پر بہنا ختم ہو جائے۔ مانع چیز کے پانی میں مل جانے سے اس کو پانی پر غلبہ اس وقت حاصل ہوتا ہے جبکہ پانی میں اس مانع کا جس کے دو وصف ہوں کوئی ایک وصف مثلاً رنگ یا صرف ذائقہ ظاہر ہو جائے جیسا کہ اگر اس مانع کا ایک ہی وصف ہو تو اس کے پانی میں ظاہر ہو جانے سے اس کو پانی پر غلبہ حاصل ہو جاتا ہے اور جس مانع میں تین وصف ہوں اس کے کوئی سے دو وصف پانی میں ظاہر ہو جانے سے اس چیز کو پانی پر غلبہ حاصل ہو جاتا ہے اور اس پانی سے وضو کرنا صحیح نہیں ہے اور اگر اس کا صرف ایک وصف پانی میں ظاہر ہو تو قلت کے باعث وہ جواز وضو کا مانع نہیں ہے پس اگر پانی میں خوشبو والی پاک مانع چیز پانی سے صرف ایک وصف میں مخالف ہے تو صرف اس وصف کے لحاظ سے غلبے کا اعتبار

(۱) در (۲) ع دور ملتقطاً (۳) ش و کبیری (۴) کبیری دور وغیرہا ملتقطاً (۵) ش و بحر وغیرہا

(۶) ط و کبیری و ہدایہ دور و ش وغیرہا ملتقطاً (۷) ہدایہ و فتح و ش (۸) م و ط

کیا جائے گا جیسا کہ بعض قسم کا تربوز صرف ذائقے میں پانی کے مخالف ہوتا ہے تو اس میں صرف ذائقہ کے لحاظ سے غلبہ کا اعتبار کیا جائے گا اور جیسا کہ گلاب کا پانی کہ یہ مطلق پانی سے صرف خوشبو میں مخالف ہوتا ہے تو اس کے پانی میں مل جانے کی صورت میں خوشبو کے لحاظ سے غلبہ کا اعتبار کیا جائے گا اور اگر وہ مانع دو وصف میں پانی کا مخالف ہے جیسا کہ دودھ رنگ اور ذائقہ میں پانی کا، مخالف ہے تو دونوں وصفوں میں سے کسی ایک وصف کے لحاظ سے غلبہ کا ظہور معتبر ہوگا اگر دودھ کا رنگ یا ذائقہ پانی میں غالب ہے تو اس سے وضو کرنا جائز نہیں ہے اور اگر دونوں نہیں پائے گئے تو وضو جائز ہے اگر وہ مانع تمام اوصاف میں پانی کا مخالف ہے جیسا کہ سرکہ کہ اس میں رنگ، ذائقہ اور بو تینوں وصف ہوتے ہیں تو اس کے اکثر اوصاف کا غلبہ ہونا معتبر ہوگا پس اگر پانی کو تینوں اوصاف کے لحاظ سے یا ان میں سے اکثر یعنی دو وصفوں کے لحاظ سے متغیر کر دیا تو اس سے وضو جائز نہیں ہے ورنہ جائز ہے پس اگر اس نے صرف ایک وصف کے لحاظ سے پانی کو متغیر کر دیا تو اس سے وضو جائز ہے اور اگر وہ مانع تینوں اوصاف میں سے کسی وصف میں بھی پانی کا مخالف نہیں ہے جیسا کہ مستعمل پانی مفتی بہ قول کی بنا پر کہ وہ پاک ہے اور پاک کرنے والا نہیں ہے اور گلاب کا وہ پانی جس کی خوشبو ختم ہو چکی ہو، جب یہ مطلق پانی میں مل جائے تو اس کے اجزاء کا مطلق پانی کے اجزاء سے زیادہ ہونا معتبر ہے۔ پس اگر مطلق پانی زیادہ ہوگا تو اس تمام پانی سے وضو کرنا جائز ہے اور اگر مطلق پانی مغلوب ہوگا تو وضو جائز نہیں ہے یعنی وزن کے لحاظ سے غلبہ ہوگا پس اگر مثلاً دو رطل (پونڈ) مستعمل پانی یا گلاب کا وہ پانی جس کی خوشبو ختم ہو چکی ہو ایک رطل (پونڈ) مطلق پانی میں ملا دیا جائے تو اس سے وضو جائز نہیں ہے کیونکہ متعید پانی کا غلبہ ہے اور اس کے برعکس اگر مطلق پانی زیادہ ہو تو اس تمام پانی سے وضو جائز ہے اور مستعمل پانی کم ہونے کی وجہ سے مستحکم (معدوم) سمجھا جائے گا اور اگر دونوں برابر ہوں تو مشائخ نے کہا ہے کہ وہ احتیاطاً مغلوب کے حکم میں ہے حتیٰ کہ دونوں کے برابر ہونے کی صورت میں اگر اس کے علاوہ اور اچھا پانی نہ ملے تو اس پانی کے ساتھ وضو کر کے اس کے ساتھ تیمم کو بھی ملائے۔ (۱)

اور یہ جو فقہانے کہا ہے کہ مثلاً دودھ رنگ اور ذائقہ دو وصفوں میں پانی کا مخالف ہے علامہ رٹلی نے کہا ہے کہ دودھ کے بارے میں مشاہدہ یہ ہے کہ یہ بومیں بھی پانی کا مخالف ہے اور اسی طرح تربوز کے بارے میں مشاہدہ یہ ہے کہ یہ خوشبو میں بھی پانی کا مخالف ہے پس فقہانے جو دودھ کو صرف دو وصفوں میں اور تربوز کو صرف ایک وصف میں پانی کا مخالف قرار دیا ہے اس میں غور کرنے کی ضرورت ہے اور نیز بعض تربوز رنگ میں بھی پانی کے مخالف ہوتے ہیں کیونکہ بعض سرخ رنگ کے اور بعض زرد رنگ کے ہوتے ہیں پس غور کر لیجیے۔ (منہ) (اوپر پاک چیز کے پانی میں مخلوط ہونے کا ضابطہ بیان ہوا اب اس ضابطہ کے تحت فروعات وضاحت کے لئے درج کی جاتی ہیں مولف)

۵۔ اگر مطلق پانی میں مٹی یا بالوریت یا گچ یا چونا مل جائے تو اس کا رنگ وغیرہ متغیر ہو جائے تو اس سے وضو جائز ہے (۲) یا مطلق پانی میں چنے یا پھل گر جانے سے یا بہت مدت تک پانی ٹھہرا رہنے کی وجہ سے اس سے اوصاف (یعنی رنگ یا مزہ یا بو یا دو یا تین اوصاف) میں تغیر آ جائے اور پانی اپنی طبیعت پر باقی رہے یعنی اس کا پتلا پن اور بہنا باقی رہے تو وہ پاک ہے اور اس میں پانی سے وضو جائز ہے کیونکہ اس سے پانی کا نام زائل نہیں ہوا اور اس کے معنی بھی باقی ہیں کیونکہ وہ اپنی اصلی خلقت پر باقی ہے مع ہذا اس میں ضرورت کا ہونا بھی ظاہر ہے کیونکہ پانی کو ان چیزوں سے بچانا دشوار ہے (۳) اور اگر وہ پانی گاڑھا ہو جائے تو اس سے وضو جائز نہیں ہے (۴) اور سیلاب کے پانی سے جس میں مٹی ملی ہوئی ہوتی ہے اور اس کی وجہ سے اس کا رنگ بدلا ہوا ہوتا ہے وضو کرنا جائز ہے بشرطیکہ پانی غالب ہو (۵) پس اگر سیلاب کے پانی سے وضو کرے تو جائز ہے اگرچہ اس میں مٹی اور بالو (ریت) ملی ہوئی ہو جبکہ پانی غالب ہو اور پتلا ہو خواہ وہ پانی میٹھا ہو یا کھاری ہو

اگر پانی بندہ جائے جیسے گیلی مٹی (گارا کچڑا) ہوتی ہے تو اس سے وضو جائز نہیں ہے۔ (۱)

۶۰۔ زعفران اور زردج اور کسم کے پانی سے جبکہ پتلا ہو اور پانی غالب ہو وضو جائز ہے اور اگر سرخی غالب ہو اور پانی گاڑھا ہو جائے تو اس سے وضو جائز نہیں (۲) اور زعفران اگر اپنی میں مل جائے اور پانی ایسا ہو جائے کہ اس سے کوئی چیز رنگی جاسکے تو وہ مطلق پانی نہیں ہے قطع نظر اس سے کہ اس میں گاڑھا پن ہے یا نہیں (۳) اور اسی طرح پھٹکری یا مازو پانی میں ڈالا جائے تو اس سے وضو جائز ہے بشرطیکہ لکھنے میں اس کے نقش ظاہر نہ ہوں اور اگر اس کے نقش ظاہر ہوں تو اس سے وضو جائز نہیں ہے اور وہ پانی مغلوب ہوگا (۴) کیونکہ اس سے پانی کا نام جاتا رہا (۵) اور ملحقہ میں مذکور ہے کہ جب پھٹکری کو پانی میں ڈال دیا حتیٰ کہ پانی سیاہ ہو گیا لیکن اس کا پتلا پن نہیں گیا تو اس کا رنگ و ذائقہ و بو بدل جانے کے باوجود اس سے وضو جائز ہے اور اسی طرح اگر مازو کو پانی میں ڈال دیا اور پانی کا رنگ سیاہ ہو گیا تو جب تک اس کا پتلا پن باقی ہے اس سے وضو جائز ہے اور اسی طرح جب پتے یا باغلا وغیرہ کو پانی میں بھگو یا اور پانی کا پتلا پن رائل نہیں ہوا تو اس سے وضو جائز ہے اگرچہ اس کا رنگ یا ذائقہ یا بو بدل جائے کیونکہ اس قسم کی صورتوں میں پانی کے پتلے پن کا باقی رہنا معتبر ہے۔ (۶)

۷۔ اور اسی طرح گلاب اور تمام پھولوں کے پانی اور ہر قسم کے شربت (اور سونف کا سنی وغیرہ ہر قسم کی دوائی وغیرہ کے کشید کئے ہوئے عرق) اور سرکہ وغیرہ دیگر مائعات سے وضو کرنا جائز نہیں ہے (۷) کیونکہ ان چیزوں سے پانی کا نام جاتا رہتا ہے یعنی ان کو عرف عام میں پانی نہیں کہا جاتا، مولف)

۸۔ اگر روئی پانی میں بھگوئی جائے اور پانی کا پتلا پن باقی رہے تو اس سے وضو جائز ہے اور اگر پانی گاڑھا (بست) ہو جائے تو اس سے وضو جائز نہیں ہوگا۔ (۸)

۹۔ صابن یا آستان کا پانی (یعنی جس پانی میں صابن یا آستان کو بھگو گیا ہو) جب گاڑھا ہو جائے اور پتلا پن جاتا رہے تو اس سے وضو جائز نہیں ہے اور اگر اس کا پتلا پن اور لطافت باقی ہو تو اس سے وضو جائز ہے (۹) (آستان ایک بوٹی ہے جو ہاتھ وغیرہ اور کپڑے دھونے کے کام آتی ہے اور اس کو جلا کر بجی بناتے ہیں اس کو خرض بھی کہتے ہیں، مولف)

۱۰۔ نبیذ تر بھی مغلوب پانی کی قسم سے ہے کہ اس سے پانی کا نام جاتا رہا ہے اور اظہر یہ نبیذ تر سے وضو کرنے کا حکم ہے کہ نبیذ تر وضو غسل جائز نہیں ہے (۱۰) جاننا چاہئے کہ نبیذ تر کے بارے میں تین امور کا بیان مذکور ہے اول نبیذ تر کی تفسیر و تعریف دوم اس کے استعمال کا وقت، سوم اس کا حکم۔

نبیذ کی تفسیر و تعریف یہ ہے کہ مطلق پانی میں کچھ کھجوریں یا چھوہارے بھگودئے جائیں اور وہ پانی میٹھا ہو جائے۔ اس میں پتلا پن اور اعضا پر بننے کی صفت باقی رہے اس کے پینے سے نشہ پیدا نہ ہو اور اس کو آگ پر پکا یا نہ گیا ہو اور اس کے استعمال کے وقت امام ابوحنیفہ کا قول یہ ہے جن اوقات میں تیمم جائز ہے ان اوقات میں نبیذ تر سے وضو کرنا جائز ہے اور جن میں تیمم جائز نہیں ان میں اس سے وضو کرنا جائز نہیں ہے اور اس حکم کے بارے میں امام ابوحنیفہ سے تین روایتیں ہیں ایک روایت جو امام صاحب کا پہلا قول ہے یہ ہے کہ نبیذ تر سے وجوب کے طور پر وضو کرے اور استحباب کے طور پر اس کے ساتھ تیمم بھی کرے اور دوسری روایت یہ ہے کہ نبیذ تر کے ساتھ وضو اور تیمم دونوں کو احتیاطاً جمع کرنا واجب ہے جیسا کہ گدھے کے جھوٹے پانی کا حکم ہے ان دونوں میں سے کسی ایک کا ترک کرنا جائز نہیں ہے۔ اور جائز ہے کہ ان میں

(۱)۔ ع۔ (۲)۔ ع۔ (۳)۔ ش۔ (۴)۔ ش۔ (۵)۔ ش۔ (۶)۔ کیری و خروج و فتح ملحقاً

(۷)۔ ع۔ کیری وغیرہ ملحقاً (۸)۔ ع۔ کیری (۹)۔ ع۔ دبحر (۱۰)۔ ش۔ نصرنا

سے جس کو چاہے مقدم کرے اور جس کو چاہے مؤخر کرے اور امام محمد کا قول بھی یہی ہے۔ اور غایۃ البیان میں اسی کو اختیار کیا اور ترجیح دی ہے اور تیسری روایت یہ ہے کہ اگر نبیذ تر موجود ہو اور مطلق پانی موجود نہ ہو تو تیمم کرے اور کسی حالت میں نبیذ تر سے وضو نہ کرے اور یہ امام صاحب کا آخری قول ہے اور امام صاحب نے اس قول کی طرف رجوع کر لیا ہے اور یہی صحیح ہے اور امام ابو یوسف اور امام شافعی اور امام مالک و امام محمد اور اکثر علماء کا قول بھی یہی ہے اور اس کو طحاوی نے اختیار کیا ہے اور اسی پر لغوی ہے اور ہمارے فقہاء کے نزدیک یہی صحیح و مختار مذہب ہے۔ اور نبیذ کے بارے میں جو اختلاف مذکور ہوا ہے یہ اس وقت ہے جبکہ کچھ مجھوروں یا چھوہاروں کو پانی ڈال دیا گیا ہو یہاں تک کہ وہ پانی مٹھا یا مائل بہ ترشی ہو گیا ہو اور پتلا اور پانی کی طرح اعضا پر بہنے کے قابل ہو، اس کو آگ پر پکا یا نہ گیا ہو اور نہ ہی اس میں نشہ لانے والی کیفیت پیدا ہوئی ہو۔ پس اگر وہ مجھوریں یا چھوہارے پانی میں حل نہ ہوئے ہوں اور پانی کے مٹھا ہونے سے پہلے اس پانی سے وضو کیا ہو تو بلا خلاف وضو جائز ہے اور اگر وہ پانی نشہ آور ہو گیا ہو یعنی اس میں جوش آجائے یا وہ سخت ہو جائے یا اس پر جھاگ آجائیں تو بلا خلاف اس سے وضو کرنا جائز نہیں ہے اس لئے کہ اس کا استعمال حرام ہے کیونکہ وہ نشہ آور ہے اور یہ حکم اس وقت ہے جبکہ وہ پانی کچا ہو یعنی آگ پر پکا یا نہ گیا ہو اور اس کو آگ پر تھوڑا سا پکا یا گیا ہو تو صحیح ہے کہ ہمارے تینوں اماموں کے نزدیک بلا خلاف اس سے وضو جائز نہیں ہے کیونکہ اس کو آگ نے متغیر کر دیا ہے خواہ وہ مٹھا ہو خواہ تلخ اور خواہ وہ نشہ لانے والا یعنی جوش و جھاگ والا ہو، یا نہ ہو جیسا کہ جس پانی میں باقلا کو پکا یا گیا ہو اس پانی کا حکم ہے (کہ اس سے وضو جائز نہیں ہے اگرچہ پانی کا پتلا پن باقی ہو مطلق) بمسوط اور محیط میں اسی طرح ہے (۱) کتاب المفید والمزید میں ہے کہ جس پانی میں کچھ مجھوریں یا چھوہارے ڈال دیئے گئے اور وہ پانی مٹھا ہو گیا اور اس سے پانی کا نام زائل نہیں ہو اور وہ پتلا ہے تو ہمارے اصحاب کے نزدیک بلا خلاف اس سے وضو جائز ہے (۲) نبیذ تر کے علاوہ اور کسی قسم کی نبیذ (مثلاً کشمش وغیرہ کی نبیذ) سے عام علماء کے نزدیک وضو جائز نہیں ہے اور یہی صحیح ہے کیونکہ نبیذ تر سے وضو کا جائز ہونا خلاف قیاس حدیث شریف سے ثابت ہے اور اسی لئے مطلق پانی پر قدرت ہوتے ہوئے نبیذ تر سے وضو کرنا جائز نہیں ہے پس دوسری قسم کی نبیذوں کو اس پر قیاس نہیں کیا جاسکتا (۳) جب معلوم ہو گیا کہ نبیذ تر سے وضو جائز نہیں ہے تو اس سے یہ بھی معلوم ہو گیا کہ صحیح و مختار مذہب کی بنا پر اس سے غسل بھی جائز نہیں ہے اگرچہ جن مشائخ کے نزدیک نبیذ تر سے وضو جائز ہے اس سے غسل کرنے کے بارے میں ان کا اختلاف ہے بمسوط میں غسل کے جواز کو صحیح کہا ہے کیونکہ دونوں حدیثوں میں سے جنابت کی ناپاکی زیادہ بڑھ کر ہے اور غسل کی ضرورت وضو سے کم ہوتی ہے پس غسل کو وضو پر قیاس نہیں کیا جائے گا ورنہ دونوں تصحیحوں کا کوئی فائدہ بھی نہیں ہے جبکہ صحیح و مختار مذہب کے مطابق دونوں حدیثوں کو دور کرنے کے لئے نبیذ تر کا استعمال جائز نہیں ہے کیونکہ جب مجتہد نے اپنے ایک قول سے رجوع کر لیا ہو تو اب اس قول کو لینا جائز نہیں ہے (۴) جن مشائخ کے نزدیک نبیذ تر سے وضو و غسل جائز ہے ان کے نزدیک اس سے وضو یا غسل کرنے میں اس کی نیت کرنا شرط ہے جیسا کہ تیمم میں نیت شرط ہے کیونکہ یہ مطلق پانی کا بدل ہے (۵) اور مطلق پانی کے موجود ہوتے ہوئے نبیذ تر سے وضو جائز نہیں ہے اور اگر اس سے وضو کیا پھر مطلق پانی مل گیا تو اس کا وضو ٹوٹ گیا (۶) اب وہ مطلق پانی سے وضو کرے (۷) اگر مکروہ پانی اور نبیذ تر پر قادر ہو تو مکروہ پانی سے وضو کرے نبیذ تر سے وضو نہ کرے (۸) اور یہ بات نہیں ہے کہ صحیح مذہب کی بنا پر مکروہ کا جھوٹا نبیذ تر پر مقدم ہے اور پہلے قول کی بنا پر نبیذ کو اس پر مقدم کیا جائے گا اور امام محمد کے نزدیک ان دونوں کو تیمم کے ساتھ جمع کیا جائے گا (۸) پس اگر مشکوک پانی اور نبیذ تر اور مٹی پر قادر ہو تو امام ابو حنیفہ کے نزدیک (اول قول کی بنا پر) نبیذ تر سے وضو کرے اور کچھ نہ

(۱)۔ بخروج دس و فتح و بدائع ملتقطا (۲)۔ ع۔ (۳)۔ بخروج (۴)۔ بخروج و فتح ملتقطا (۵)۔ بخروج و فتح ملتقطا

(۶)۔ ع و فتح ملتقطا (۷)۔ ع۔ (۸)۔ ع۔

کرے یعنی مٹھوک پانی سے وضو نہ کرے اور تیمم بھی نہ کرے اور امام ابو یوسفؒ کے نزدیک مٹھوک پانی سے وضو کرے اور تیمم بھی کرے اور نبیذ تر سے وضو نہ کرے (اور یہی امام صاحبؒ کا بھی آخری قول ہے اور یہی مذہب ہے) اور امام محمدؒ کے نزدیک تینوں کو جمع کرے اگر ایک کو بھی چھوڑے گا تو جائز نہیں ہوگا اور ان تینوں میں سے کسی کا بھی مقدم و مؤخر ہونا یکساں ہے (۱) اور اگر کسی نے تیمم کے ساتھ نماز شروع کی پھر نبیذ ترکو پایا تو وہ صحیح مذہب کی بنا پر نہ ہونے کی برابر ہے اور پہلے قول کی بنا پر اس نماز کو توڑ دے اور امام محمدؒ کے نزدیک اس نماز کو پورا کرے اور پھر نبیذ تر سے وضو کر کے اس نماز کو لوٹائے جیسا کہ اگر وہ (صورت مذکورہ ہے میں نبیذ تر کی بجائے) گدھے کا جھوٹا پانی پائے تو وہ بالاتفاق اس نماز کو پورا کرے اور گدھے کے جھوٹے (مٹھوک) پانی سے وضو کر کے اس نماز کو لوٹائے۔ (۲)

۱۱۔ جس پانی سے نمک جتا ہے (یعنی نمکین پانی جس میں جم کر نمک ہو جانے کی استعداد ہے) اس سے وضو اور غسل کرنا جائز ہے اور نمک پکھل کر جو پانی بنتے اس سے وضو و غسل جائز نہیں ہے (۳) اس لئے کہ نمک پکھل کر حاصل ہونے والا پانی عام پانی کی طبیعت کے برخلاف گرمی میں جتا ہے اور سردی میں پکھلتا ہے اور صاحب بحر و علامہ مقدسی نے اس کا اقرار کیا ہے اور اس کا مقتضایہ یہ ہے کہ نمک پکھل کر حاصل ہونے والے پانی سے مطلقاً وضو جائز نہیں ہے خواہ پہلے نمکین پانی سے نمک بندھا ہوا اس کے بعد وہ نمک پکھل کر پانی بنا ہو یا ایسا نہ ہو۔ (۴)

۱۲۔ پانی کے متعلق تمام احکام میں غسل کا حکم بھی وضو کی مانند ہے اس لئے اکثر وضو کے ساتھ غسل کی صراحت نہیں کی گئی ہے۔ (۵)
متفرقات: ۱۔ جو مکا گھر میں رکھا ہوتا ہے اور مکے سے پانی نکالنے کے لئے اس کے ارد گرد زمین پر کوزے رکھے ہوتے ہیں اس مکے سے وضو کرنا اور پانی پینا جائز ہے جب تک یہ معلوم نہ ہو کہ ان کوزوں پر نجاست لگی ہوئی ہے۔ (۶)

۲۔ ایسے حوض سے وضو (اور غسل) جائز ہے جس کے بارے میں یہ خوف ہو کہ شاید اس میں نجاست پڑی ہو مگر اس بات کا یقین نہ ہو اور اس پر واجب نہیں کہ کسی سے اس کے بارے میں پوچھے اور جب تک اس میں نجاست ہونے کا یقین نہ ہو اس سے وضو کرنا ترک نہ کرے اس لئے کہ اثر سے یہی ثابت ہوا ہے (۷) سراج ہندی نے فقہ ابوللیث سے ذکر کیا کہ پانی میں نجاست کا شک ہونے کی صورت میں کسی سے پوچھنا واجب نہ ہونا بطریق حکم ہے اور اگر وہ پوچھ لے تو اس کے دین کے لئے احوط ہے اور اسی بنا پر جب مہمان کے آگے کھانا پیش کیا جائے تو اس کے بارے میں پوچھنا واجب نہیں ہے (۸) اور اسی طرح جس پانی کا رنگ اور بو متغیر ہو گیا ہو جب تک یہ معلوم نہ ہو کہ یہ تغیر نجاست کی وجہ سے ہے اس پانی سے وضو کرنے میں مضائقہ نہیں ہے کیونکہ کبھی پاک چیز کے پانی میں واقع ہونے سے بھی اس کا رنگ و بو بدل جاتا ہے اور کبھی طویل عرصہ تک ٹھہرا ہونے سے بھی اس کی بو وغیرہ میں تغیر آ جاتا ہے (اور اس کی تفصیل ٹھہرے ہوئے پانی کے بیان میں گذر چکی ہے مولف) اور اسی طرح چھوٹے لڑکے لڑکیاں اور غلام اور لونڈیاں پانی نکالنے کے لئے میلے کپیلے ڈول اور گھڑے کنوئیں میں ڈالتے ہیں اور دیہاتی لوگ (جاہل و کافر) میلے کپیلے ہاتھوں سے ڈول اور رسی کو ہاتھ لگاتے ہیں، جب تک ان کے ہاتھوں اور ڈول و رسی وغیرہ پر نجاست کا ہونا یقین طور پر معلوم نہ ہو وہ ڈول اور رسی وغیرہ پاک ہے اور اس کنوئیں کے پانی سے وضو اور غسل کرنے اور کھانے پینے وغیرہ کے لئے استعمال میں لانے کا مضائقہ نہیں ہے اور چھوٹے بچوں اور دیہاتیوں وغیرہ کو خاص طور پر ذکر کیا ہے اس لئے کہ وہ احکام کو نہیں جانتے ورنہ جو احکام جاننے کے باوجود ایسا کرے تو پانی کے پاک ہونے کا حکم بدرجہ اولیٰ ہے۔ (۹)

۳۔ اگر پانی کو نجس گمان کیا اور اس سے وضو کر لیا پھر معلوم ہوا کہ وہ پاک تھا تو اس کا وضو جائز ہے۔ (۱۰)

(۱) ع۔ (۲) بحر۔ (۳) در۔ (۴) ش۔ (۵) ط۔ (۶) فتح و بحر دم و مطلقا

(۷) ع۔ فتح و بحر دم۔ (۸) بحر۔ (۹) فتح و بحر دم و مطلقا۔ (۱۰) فتح و بحر دم

۴۔ اگر جنگل میں تھوڑا پانی پایا تو اس میں سے پانی لے کر وضو کرنا جائز ہے اور اگر اس کا ہاتھ نجس ہو اور اس کے پاس کوئی ایسی چیز بھی نہیں ہے جس کے ذریعے اس میں سے پانی نکالے تو اپنا پاک رد مال وغیرہ پانی میں ڈال کر تر کرے اور اس رد مال سے پانی ہاتھ پر گرائے تو ہاتھ پاک ہو جائے گا اور اگر اپنی پی کے کنارے پر کتے کے داخل ہونے کی علامت پائی گئی پس اگر وہ پانی سے اس قدر قریب ہو جس سے معلوم ہو کہ کتا یہاں سے پانی سکتا ہے تو اس سے وضو نہ کرے اور اگر ایسا نہ ہو تو اس سے وضو کرنا جائز ہے (۱) اور لہتھی میں ہے کہ قلیل پانی کے نزدیک کسی جنگلی جانوروں کے قدموں کے نشان پائے جانے کی صورت میں اس پانی سے وضو نہ کرے (۲) پس اگر کوئی درندہ جانور قلیل پانی (وہ درندہ) سے کم کے تالاب یا گڑھے وغیرہ پر ہو کر گزرا اور اس کا گمان غالب یہ ہے کہ اس درندہ نے اس سے پانی پیا ہے تو وہ پانی نجس ہو جائے گا ورنہ نجس نہ ہوگا (۳) پس پہلی صورت یعنی جنگلی جانوروں کے قدموں کے نشانات پائے جانے کی صورت میں اس پانی سے وضو نہ کرنے کا حکم اس بات پر محمول ہونا چاہئے کہ اس کو جنگلی جانوروں کے پانی پینے کا گمان غالب ہو محض شک کی بنا پر وضو کرنا منع نہیں ہے اور یہ جو حوض کے مسئلہ میں اوپر کہا گیا ہے کہ جب تک اس پر یقینی طور پر نجاست کا ہونا معلوم نہ ہو اس سے مراد بھی غالب گمان کا ہونا ہے صرف شک اور وہم کی بنا پر اس کے ناپاک ہونے کا حکم نہیں ہوگا (جیسا کہ یہ بات پوشیدہ نہیں ہے)۔ (۴)

۵۔ جب کسی لڑکے نے اپنا ہاتھ یا پاؤں پانی کے کوزے میں ڈال دیا اگر یہ معلوم ہو کہ اس لڑکے کا ہاتھ (یا پاؤں) یقیناً پاک ہے تو اس پانی سے وضو جائز ہے اور اگر اس کا پاک یا ناپاک ہونا معلوم نہیں ہے تو مستحب یہ ہے کہ دوسرے (پاک) پانی سے وضو کرے اور اس کے باوجود اگر اسی سے وضو کر لیا تو جائز ہوگا۔ (۵)

۶۔ اگر کوئی شخص اپنے پاؤں دھو کر اس پانی میں داخل ہوا جو حمام کے صحن میں گرا ہوا ہے اور پھر باہر نکلا پس اگر حمام میں کسی جنبی کا نہانا معلوم نہیں ہوا تو جائز ہے اگرچہ وہ پھر پاؤں نہ دھوئے اور اگر حمام میں کسی جنبی کا نہانا معلوم ہوا تو امام محمد کی روایت کے بموجب پاؤں دھونا لازم نہیں اور یہی ظاہر ہے۔ (۶)

۷۔ اگر قلیل پانی میں نجاست گر جائے اور اس پانی کا کوئی وصف یعنی رنگ یا بو یا مزہ بدل جائے تو اس سے فائدہ اٹھانا کسی حال میں بھی جائز نہیں ہے پس اس کو کسی طرح کام میں نہ لائے اور وہ پیشاب کی مانند ہوگا اور اگر پانی کا کوئی وصف بھی تبدیل نہیں ہوا تو اس سے فائدہ اٹھانا مثلاً مٹی بھگونا (گا رہنا) اور جانوروں کو پلانا جائز ہے (۷) اگر اس مٹی (گارا) کو مسجد میں نہ لگایا جائے۔ (۸)

۸۔ اگر کوئی شخص کسی پانی کی جگہ پر وارد ہوا اور اس کو کسی مسلمان شخص نے خبر دی کہ یہ پانی ناپاک ہے تو اس کو اس پانی سے وضو کرنا جائز نہیں ہے، فقہانے کہا کہ یہ حکم اس وقت ہے جبکہ وہ مسلمان شخص عادل ہو اور مردہ فاسق ہے تو اس کی تصدیق نہیں کی جائے گی اور اگر وہ ایسا ہے جس کا حال پوشیدہ ہے یعنی اس کا عادل یا فاسق ہونا معلوم نہیں ہے تو اس کے بارے میں دو روایتیں ہیں۔ (۹)

۹۔ جاری پانی میں پیشاب کرنا مکروہ ہے بند پانی میں بھی پیشاب کرنا مکروہ ہے اور یہی مختار ہے (۱۰) اور قنادی قاضی خاں میں ہے کہ جاری پانی میں پیشاب کرنا مکروہ ہونے کے بارے میں فقہاء کا اختلاف ہے اور اصح یہ ہے کہ مکروہ ہے اور بند پانی میں پیشاب کرنے کے بارے میں فقہاء ابوللیث سے منقول ہے کہ بالا جماع حرام نہیں ہے بلکہ مکروہ ہے اور یہ کراہت تحریمی پر محمول ہے کیونکہ حدیث شریف سے زیادہ سے زیادہ کراہت تحریمی ہی کا افادہ ہوتا ہے پس اس بنا پر جاری پانی میں پیشاب کرنا مکروہ تنزیہی ہونا چاہئے تاکہ دونوں میں فرق

(۱)۔ ع۔ (۲)۔ بحر۔ (۳)۔ بحر۔ (۴)۔ بحر ملخصاً۔ (۵)۔ ع۔ (۶)۔ ع۔

(۷)۔ بحر و ع۔ (۸)۔ ع۔ (۹)۔ بحر عن القاضی۔ (۱۰)۔ ع۔

(۱)۔ ہو جائے۔

- ۱۰۔ حوض میں کسی قسم کا شیرہ جمع ہے اس میں پیشاب پڑ گیا اگر وہ حوض وہ در درہ ہے تو وہ شیرہ ناپاک نہیں ہوگا اور اگر حوض اس سے کم ہے تو وہ شیرہ ناپاک ہو جائے گا جیسا کہ بند (ظہر اہوا) پانی ناپاک ہو جاتا ہے۔ (۲)
- ۱۱۔ دھوپ سے گرم شدہ پانی سے طہارت یعنی وضو اور غسل کرنا مکروہ ہے اگرچہ پانی خود بخود دھوپ سے گرم ہوا ہو کیونکہ اس سے برص کی بیماری لاحق ہونے کا اندیشہ ہے جیسا کہ حدیث شریف میں وارد ہے اور یہ کراہت تشریکی ہے۔ (۳)
- ۱۲۔ چوبالٹی سے بھاگ کر پانی کے پیالے پر ہو کر گزرا تو شمس الائمہ حلوائی نے ذکر کیا ہے کہ اگر بلی نے اس کو زخمی کر دیا تھا تو پیالہ نجس ہو جائے گا اس لئے کہ وہ بلی کے خوف سے اکثر پیشاب کر دیتا ہے اور یہی مختار ہے (۴) لیکن نہر الفائق میں مجتبیٰ سے منقول ہے کہ فتویٰ اس کے خلاف ہے، یعنی نجس نہیں ہوگا کیونکہ اس کے پیشاب کر دینے میں شک ہے۔ (۵)

تیمم کا بیان

تیمم وضو اور غسل کا قائم مقام ہوتا ہے اور اللہ تعالیٰ کی ان بڑی نعمتوں میں سے ہے جو اسی امت کے ساتھ خاص ہیں اگلی امتوں میں تیمم نہ تھا، خیال کرو کہ جب ان کو پانی نہ ملتا ہوگا تو وہ لوگ کیا کرتے ہوں گے یا اسی طرح نجاست کی حالت میں نماز پڑھتے ہوں گے یا نماز وغیرہ ان کو چھوڑنی پڑتی ہوگی۔

تیمم کی تعریف: پاک مٹی یا کسی ایسی چیز سے جو مٹی کے حکم میں ہو بدن کو نجاست سے پاک کرنے کو تیمم کہتے ہیں۔

جو چیزیں تیمم میں ضروری ہیں

تیمم واجب ہونے کی شرطیں: وجوب تیمم کی شرائط آٹھ ہیں جیسا کہ وضو کے وجوب کی ہیں یعنی ۱۔ عاقل ہونا، ۲۔ بالغ ہونا، ۳۔ اسلام، ۴۔ پاک مٹی وغیرہ پر قادر ہونا، ۵۔ حدث کا پایا جانا، ۶۔ ۷۔ حیض و نفاس کا منقطع ہونا یعنی نہ ہونا، ۸۔ صاحب عذر کے لئے وقت کا ٹک ہونا۔ (فائدہ) مذکور شرائط میں سے بعض ایسی ہیں جو صحت تیمم اور وجوب تیمم دونوں میں مشترک ہیں۔

تیمم صحیح ہونے کی شرطیں

۱۔ نیت: (پس بغیر نیت کے تیمم جائز نہیں اور اس کا وقت مٹی وغیرہ پر ہاتھ مارنے کے وقت ہے) (بعض کے نزدیک چہرے کے مسح کے وقت)۔ نماز جائز ہونے کے لئے حدث اور جنابت کو دور کرنے (پاک ہونے) کی یا نماز جائز ہونے کی یا اس عبادت مقصودہ (عبادت مقصودہ عبادت ہے جس کی مشروعیت صرف ثواب اور اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کے لئے ہو کسی دوسری عبادت کے ادا کرنے کے لئے اس کی مشروعیت نہ ہو جیسے نماز، قرآن مجید کی تلاوت وغیرہ بخلاف وضو اور قرآن مجید کے چھونے اور مسجد میں جانے کے کہ ان سے صرف ثواب مقصود نہیں ہوتا بلکہ دوسری عبادتوں کا ادا کرنا بھی منظور ہوتا ہے۔ خلاصہ یہ کہ وہ عبادت بالذات مقصود ہو دوسری عبادت کا وسیلہ نہ ہو) کی جو طہارت کے بغیر جائز نہ ہو نیت کرے مثلاً نماز جنازہ یا سجدہ تلاوت کی نیت سے تیمم کرے تو اس سے فرض نماز پڑھ لینا جائز ہے حدث اور جنابت کے تیمم میں فرق کرنا یا غسل اور وضو کے لئے دو تیمم کرنا فرض نہیں بلکہ دونوں میں سے محض کسی ایک کی نیت سے تیمم کر لے تو دونوں ہو جائیں گے مثلاً اگر جنبی نے وضو کے ارادہ سے تیمم کیا تو غسل اور وضو دونوں کے لئے جائز ہے اسی پر فتویٰ ہے۔ اگر مسجد میں جانے (اس طرح کہ مسجد میں پانی ہے اور جنبی تیمم کر کے غسل کے لئے مسجد میں داخل ہوا) یا مسجد سے باہر آنے کے لئے (اس طرح کہ مسجد میں با وضو داخل ہوا پھر وضو ٹوٹ گیا اور وہ تیمم کر کے باہر آیا) یا قرآن مجید صرف چھونے یا اس کو لکھنے کے لئے اذان یا اقامت (یہ سب عبادات مقصودہ نہیں ہیں) یا بغیر چھونے تلاوت کرنے یا غسل و دفن میت یا زیارت قبور یا سلام کرنے یا سلام کا جواب دینے یا محض کسی کو سلیمانے یا خود دیکھنے کے لئے جب کہ نماز وغیرہ کی نیت نہ کی ہو (ان سب کے لئے طہارت شرط نہیں) یا کافر نے مسلمان ہونے کی نیت سے تیمم کیا اور مسلمان ہوا

(اس لئے کہ وہ اس وقت نیت کا اہل نہ تھا وغیرہ) (پس جو عمل اپنی صحت میں نیت کا محتاج ہے وہ کافر سے صحیح نہ ہوگا اور جس میں نیت ضروری نہیں جیسے وضو تو وہ صحیح ہوگا پس کافر اسلام لانے کے بعد سابقہ وضو سے نماز پڑھ سکتا ہے اور تیمم سابق سے نہیں پڑھ سکتا) ان سب صورتوں میں اس تیمم سے نماز جائز نہیں بلکہ پانی پر قادر نہ ہونے کی حالت میں نئے سرے سے تیمم کرے کیونکہ یہ سب ایسی عبادات مقصودہ نہیں جن کے لئے طہارت شرط ہو بلکہ یہ بغیر طہارت کے بھی صحیح ہیں یا طہارت شرط ہے مگر وہ عبادت مقصودہ نہیں ہیں۔ اگر سجدہ شکر کے لئے تیمم کیا تو شیخین کے نزدیک اس سے فرض نماز نہیں پڑھ سکتا کیونکہ ان کے نزدیک سجدہ شکر عبادت مقصودہ نہیں اور امام محمد کے نزدیک پڑھ سکتا ہے کیونکہ یہ ان کے نزدیک عبادت مقصودہ ہے۔ جنہی نے قرآن مجید پڑھنے کے لئے تیمم کیا ہو تو اس سے نماز پڑھ سکتا ہے۔ نماز جنازہ یا عیدین یا سنتوں کے لئے اس وجہ سے تیمم کیا ہو کہ وضو میں مشغول ہوگا تو یہ نمازیں فوت ہو جائیں گی تو اس تیمم سے اس خاص نماز کے سوا کوئی دوسری نماز جائز نہیں اور اگر نماز جنازہ کے لئے اس وجہ سے تیمم کیا کہ بیمار تھا یا پانی موجود نہ تھا تو اس سے فرض نماز اور دیگر عبادتیں سب جائز ہیں۔ بیمار یا معذور (یعنی بے دست و پا) کو کوئی دوسرا شخص تیمم کرائے تو جائز ہے اور نیت کرنا مرئض پر فرض ہے تیمم کرانے والے پر فرض نہیں (جن عبادتوں کے لئے دونوں حدیثوں سے طہارت شرط نہیں جیسے سلام کرنا اور سلام جواب دینا وغیرہ ان کے لئے وضو اور غسل کا تیمم بغیر عذر کے ہو سکتا ہے اور جن عبادتوں میں صرف حدیث اصغر سے طہارت شرط نہ ہو جیسے قرآن پاک کی تلاوت اور اذان وغیرہ ان کے لئے صرف حدیث اصغر (وضو) کا تیمم بغیر عذر کے ہو سکتا ہے اور ان جمہوں سے وہی عبادتیں جائز ہیں، دوسری نہیں)۔

۲۔ عذر: جس شخص کے لئے تیمم جائز ہوتا ہے اور وہ پانی پر قادر نہیں ہوتا اس کی چند صورتیں ہیں:

۱۔ پانی کا دور ہونا، پس جو شخص پانی سے ایک میل درود ہو خواہ شہر میں ہو یا باہر مسافر ہو یا مقیم سفر قلیل ہو یا کثیر اس کو تیمم جائز ہے۔ مسافت (فاصلے) کی مقدار میں یہی مختار ہے صحیح قول یہ ہے کہ میل فرخ کی تہائی ہے اور وہ چار ہزار گز ہے ہر گز چوبیس انگشت کا اور ہر انگشت کی چوڑائی چھ جو کے برابر ہوتی ہے اس طرح کہ ہر جو کا پیٹ دوسرے جو کی پیٹھ سے ملا ہو اور جو فخر کے بالوں کے برابر ہے (اور مذکورہ بالا چار ہزار گز کا فاصلہ ہمارے زمانہ کے اعتبار سے دو ہزار گز کے برابر ہے یعنی انگریزی میل کے اعتبار سے ایک میل ایک فرلانگ ہیں گز یا ایک عشائیہ آٹھ کلومیٹر ہوا) اور مسافرت کا اعتبار ہے وقت چلنے جانے کا خوف نہیں، پس اگر آدھے میل پر پانی ہو اور وقت تنگ ہو تو وضو کر کے نماز پڑھے چاہے وقت قضا ہو جائے۔

۲۔ درندے یا دشمن کے خوف سے بھی تیمم جائز ہے خواہ خوف اپنی جان کا ہو یا مال کا خواہ وہ مال اپنا ہو یا امانت کے طور پر ہو، اسی طرح سانپ یا آگ یا چور یا کسی اور بلا اور موزی کا خوف ہو تو تیمم کر لے۔ اگر قرضہ دار کو قرض کے تقاضے کا اور جس کا خوف ہو جس کا قرض نہیں دے سکتا تو تیمم جائز ہے اور اگر مقرض مقدور والا ہو تو عذر نہیں اس لئے کہ وہ قرض ادا کرنے میں دیر لگانے کی وجہ سے ظالم ہے اگر عورت کو اپنا خوف ہو اس سبب سے کہ پانی فاسق کے پاس ہے تو بھی تیمم جائز ہے۔

۳۔ پیاس کا خوف۔ اسی طرح اگر اپنی پیاس کا یا اپنے ساتھی رفیق کی یا اہل قافلہ میں سے کسی اور شخص کی خواہ آشنا ہو یا اجنبی یا اپنے سواری کے جانور کی یا اپنے ایسے کتوں کی جو چوپایوں کی حفاظت کے لئے یا شکار کے لئے ہیں پیاس کا خوف ہو اسی وقت یا آئندہ اور اسی طرح اگر آٹا گوند ہنے کی ضرورت ہو تو جائز ہے اور شور یا پکانے کی ضرورت کے لئے جائز نہیں۔

۴۔ بیمار ہو جانے یا مرض بڑھ جانے کا خوف۔ جنہی کو اگر یہ خوف ہو کہ نہانے میں سردی سے مر جائے گا یا بیمار ہو جائے گا اور جنگل میں پانی گرم کرنے یا آگ تاپنے یا لحاف وغیرہ کا بھی انتظام نہیں ہے تو بالا جماع تیمم جائز ہے اور اگر شہر کے اندر ہو تو امام ابو حنیفہ کے نزدیک

یہی حکم ہے اور صاحبین کا اختلاف ہے، اور یہ اختلاف جب ہے کہ اس کے پاس اتنے دام نہ ہوں کہ حمام میں نہاسکے اور نہ پانی گرم کرنے کا سامان ہے اور نہ محفوظ مکان اور نہ ایسا لباس ہے، اور جو یہ ہو سکے تو تیمم بالا جماع جائز نہیں۔ اگر تندرست بے وضو کو یہ خوف ہو کہ اگر وضو کرے گا تو سردی سے مر جائے گا یا بیماری ہو جائے گا فتویٰ اس پر ہے کہ اس کو تیمم جائز نہیں کیونکہ خوف محض وہم ہے جو عادتاً غالباً تحقق نہیں لیکن اگر خوف محقق ہو تو جائز ہے۔ اور اگر مریض کو پانی کے استعمال سے مرض بڑھ جانے یا صحت دیر میں ہونے کا خوف ہو تو تیمم کر لے اور اس میں فرق نہیں کہ حرکت سے مرض بڑھ جائے۔ جیسے رشتہ (جانوا، ناروا) کی بیماری ہو، یا پھوڑا۔ یا دست آتے ہوں یا پانی کے استعمال سے مرض زیادہ ہو جائے مثلاً چھک نکلے ہو یا اسی طرح کی کوئی اور بیماری ہو، یا کوئی وضو کرانے والا شخص نہ ملے اور بیمار خود وضو نہ کر سکے لیکن اگر کوئی خادم ملے یا دستور کے مطابق اجرت دے کر ملتا ہو اور وہ مزدور مقرر کرنے کی اجازت دے سکتا ہو۔ یا اس کے پاس کوئی ایسا شخص ہو کہ اگر اس سے مدد لے گا تو وہ مدد کرے گا تو ظاہر مذہب کے ہو جب تیمم نہ کرے اس لئے کہ وہ پانی پر قادر ہے اور یہ خوف اس طرح معلوم ہوتا ہے کہ یا تو اس کو علامت سے یا تجربہ سے گمان غالب ہو، یا کوئی طبیب کامل مسلمان جس کا فسق ظاہر نہ ہو خبر دے، طبیب فاسق و کافر یا غیر حاذق یا محض اپنے خیال کا اعتبار نہیں۔ اگر چھک نکلے ہو یا زخم ہوں تو اکثر کا اعتبار کیا جائے گا۔ پس جنابت میں اکثر بدن کا اعتبار کریں گے (یعنی پینش کی راہ سے) اور حدث میں اکثر اعضائے وضو کا اعتبار کریں گے (یعنی شمار کی راہ سے) اگر بدن اکثر صحیح ہو اور تھوڑے میں زخم ہو تو صحیح کو دھو لے اور زخم پر اگر ہونے لگے تو مسح کر لے اور اگر اس پر مسح نہ ہو سکے تو ان ٹکڑیوں پر مسح کرے جو ٹوٹی ہڈی پر باندھتے ہیں یا مٹی کے اوپر مسح کرے اور غسل اور تیمم کو جمع نہ کرے۔ اگر آدھے اعضائے وضو صحیح ہوں اور آدھے زخمی تو اعضائے صحیح کو دھو لے اور زخمی کو مسح کر لے۔ اگر آدھا بدن صحیح ہو اور آدھا زخمی ہو تو مشائخ کا اس میں اختلاف ہے اور اصح یہ ہے کہ تیمم کرے اور پانی کا استعمال نہ کرے اور اگر آدھے صحیح حصے کو دھو لے اور زخمی کو مسح کرے اور پھر تیمم بھی کر لے اور تو احوط ہے تاکہ شک سے نکل جائے، سر پر پانی ضرر کرے تو سر کو چھوڑ کر گردن پر پانی ڈال کر نہائے اور سر کا مسح کرے۔ اگرچہ پٹی پر مسح ہو جبکہ مسح ضرر کرنا ہو، اور اگر مسح ضرر کرنا ہو تو دھونا اور مسح کرنا دونوں ماقط ہیں، مسح عضو کے دھونے سے اگر زخمی عضو کو پانی پہنچتا ہو تو تیمم کرے۔ بیمار کو گرم پانی سے ضرر نہ ہو اور ٹھنڈے سے ہو تو گرم پانی سے وضو کرے اس کو تیمم جائز نہیں اور یہی حکم گرم اور ٹھنڈے وقت کا ہے۔

۵۔ ایسی نماز کے فوت ہونے کا خوف جس کا قائم مقام اور بدل نہ ہو جیسے نماز عیدین خسوف (چاند گرہن) کسوف (سورج گرہن) نماز جنازہ اور سوکدہ سنتیں اگرچہ فجر کی سنتیں ہوں جبکہ فقط ان کے فوت ہونے کا ذکر ہو تو ان سب صورتوں میں تیمم جائز ہے (اور اس کی صورت یہ ہے کہ پانی ایک میل سے کم فاصلے پر ہے، خادم پانی لینے گیا ہے لیکن اس کے آنے تک فقط وضو کرنے اور فرض پڑھنے کا وقت باقی رہے گا تو تیمم کر کے فجر کی سنتیں پڑھے پھر جب پانی آئے تو وضو کر کے فرض ادا کر لے۔ لیکن اگر سنت کا فرض کے ساتھ فوت ہونے کا خوف ہو تو تیمم نہ کرے اس لئے کہ سنت کو فرض کے ساتھ قضا کرے گا) اور جو اس طرح فوت ہو کہ اس کا کوئی قائم مقام اور بدل بھی ہو جیسے جمعہ کی نماز کہ ظہر اس کا قائم مقام ہے اور وقتی نماز کہ قضا اس کا قائم مقام ہے تو وہاں تیمم جائز نہیں۔ عید کی نماز میں اگر نماز شروع کرنے سے پہلے وقت جاتے رہنے کا خوف نہ ہو تو امام کے واسطے تیمم جائز نہیں اور اگر وقت چلے جانے کا خوف ہو تو تیمم جائز ہے۔ مقتدی کو اگر یہ خوف نہ ہو کہ وضو کرنے میں عید کی نماز فوت ہو جائے گی تو تیمم جائز نہیں ورنہ جائز ہے اگر امام یا مقتدی نے تیمم سے عید کی نماز شروع کی پھر حدث ہو اور تیمم کر کے اسی پر باقی نماز کو بنا کیا تو بلا اختلاف جائز ہے اور یہی حکم بالا جماع اس صورت میں ہے کہ وضو سے نماز عید شروع کی تھی اور وقت کے جاتے رہنے کا خوف ہے تو تیمم کر کے بنا کرے اور اگر وقت جاتے رہنے کا خوف نہیں، پس اگر اس کو یہ امید ہے کہ امام کے نماز

پورا کرنے سے پہلے وضو کر کے شامل ہو جائے گا تو بالا جماع تیمم جائز نہیں اور اگر یہ امید نہیں تو امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک تیمم کر کے بنا کر اور امام محمدؒ اور امام ابو یوسفؒ کا اس میں اختلاف ہے۔

۶۔ پانی نکالنے کا سامان نہ ہونے کی وجہ سے عجز۔ مسافر جب کنوئیں پر پہنچے اور اس کے پاس ڈول اور رسی نہ ہو تو تیمم کرے اگر ڈول ہو اور رسی نہ ہو یا رسی ہو اور ڈول نہ ہو، یا ڈول تا پاک ہو تو بھی تیمم کرے کیونکہ اس کا ہونا نہ ہونا برابر ہے۔ یہ حکم جب ہے کہ اس کے پاس کوئی کپڑا کنوئیں میں ڈالنے کے لائق نہ ہو اور اگر تیمم نہ کرے (یعنی اگر کپڑا نکال کر کچھ پانی نکالنا ممکن ہو تو اس کو نچوڑ کر وضو کرنا لازم ہے اگرچہ پورا پورا وضو چند مرتبہ میں ادا ہو ایسی صورت میں تیمم جائز نہیں) اگر کسی کے پاس کپڑا تو موجود ہے مگر قیمتی ہے اس کو کنوئیں میں ڈالنے تو کپڑا خراب ہو جانے کا اندیشہ ہے مثلاً کچا رنگ ہونے کی وجہ سے بدرنگ ہو جائے گا یا نصف نصف باندھنے سے پانی تک پہنچتا ہے تو اگر بقدر ضرورت پانی کی قیمت سے زیادہ نقصان اس کپڑا کے تر ہونے یا پھاڑنے سے لازم آئے تو تیمم کرے ورنہ اس کپڑے کو کنوئیں میں ڈال کر اور نچوڑ کر وضو کرنا ضروری ہے اور تیمم جائز نہ ہوگا۔ اور اگر اس کے ساتھی کے پاس ڈول اس کی ملک ہو اور وہ ساتھی کہے کہ تو ظہر یہاں تک کہ میں پانی بھریں پھر تجھ کو دوں گا تو مستحب یہ ہے کہ اگر وقت فراخ ہو تو انتظار کرے اور اگر تیمم کر لیا اور انتظار نہ کیا تو جائز ہے اور ایک قول یہ ہے کہ اس شخص کا انتظار واجب ہے کہ فارغ ہو کر دوں گا اور اگرچہ وقت نماز کا چلا جائے۔ اگر نہر کے اوپر پانی جم گیا ہے اور اس کے نیچے پانی ہے اور اس کے کانٹے کا آلہ بھی موجود ہے یا فقط برف یا بست پانی ہے اور پگھلانے کا آلہ موجود ہے تو تیمم نہ کرے (بلکہ پانی نکال کر وضو کرے) یہی قول ظاہر ہے، اگرچہ بعض کے نزدیک تیمم کر لے تو جائز ہے، کوئی مسلمان شخص دار الحرب میں قید ہو گیا۔ اگر کفار اس کو وضو اور نماز سے منع کریں، یا کسی بھی قید خانے میں ہو اور قید خانے والے اس کو وضو اور نماز سے منع کریں تو تیمم کر لے اور اشاروں سے نماز پڑھ لے پھر جب وہاں سے آزاد (رہا) ہو جائے تو اس کا اعادہ کرے اور یہی حکم اس شخص کا ہے جس سے کوئی یوں کہہ دے (مثلاً مالک غلام سے کہے) کہ اگر تو وضو کرے گا تو میں تجھ کو قید کر دوں گا یا قتل کر دوں گا تو وہ بھی تیمم کر کے نماز پڑھ لے اور پھر اس کا اعادہ قیدی کی طرح کرے اس لئے کہ ان صورتوں میں عجز بندوں کے فعل سے واقع ہو اور بندوں کے فعل سے اللہ تعالیٰ کا حق ساقط نہیں ہوتا پس عذر دور ہونے پر اعادہ کرے، اسی طرح فاسق مرد اور قرض خواہ وغیرہ کے خوف دلانے سے تیمم کر کے نماز پڑھی تو خوف رفع ہونے پر نماز کا اعادہ کرے اور اگر یہ خوف خود بخود پیدا ہو کر تیمم سے نماز پڑھی تو اعادہ نہ کرے اس لئے کہ اب عجز بندہ کی طرف سے نہیں پایا گیا۔ اور اگر سفر میں قید ہو تو تیمم کر کے نماز پڑھ لے اور پھر اس کا اعادہ نہ کرے اس لئے کہ عجز حقیقی کے ساتھ عذر سفر بھی مل گیا اور اکثر سفر میں پانی کا نہ ملنا ہوتا ہے پس ہر طرح سے عدم تحقق ہوا۔ اگر مریض وضو اور تیمم پر قادر نہ ہو اور اس کے پاس وضو کرانے والا اور تیمم کرانے والا نہ ہو تو امام محمدؒ اور امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک وہ نماز نہ پڑھے اور تندرست ہونے پر قضا پڑھے اور تندرست ہونے پر قضا پڑھے، امام ابو یوسفؒ کے نزدیک نماز والوں سے مشابہت کرے اور ایسا ہی قیدی کا قید خانے میں حکم ہے جبکہ وہ پانی یا پاک مٹی نہ پاتا ہو اور زمیں یا دیوار سے بھی نہ کھود سکتا ہو۔ اگر کسی شخص کے دونوں ہاتھ کہلیوں سے اور دونوں پاؤں ٹخنوں سے اوپر تک کئے ہوئے ہوں اور اس کے منہ پر زخم یا پھوڑے ہوں تو بغیر طہارت کے نماز پڑھ لے اور تیمم نہ کرے اور پھر اس نماز کا اعادہ نہ کرے یہی اصح ہے۔ کسی شخص کا یہ حال ہے کہ اگر وضو کرتا ہے تو پیشاب جاری ہو جاتا ہے (یعنی سلس البول ہے) اور جو وضو نہ کرے تو ایسا نہ ہوگا اس کے لئے تیمم جائز ہے۔

۳۔ مسح مٹی یا مٹی کی جنس پر کرنا: پاک مٹی پر یا جو چیز زمیں کی جنس سے ہے اور اس پر تیمم ہوے، اگرچہ اس پر گرد و غبار نہ ہو، جو چیزیں جل کر راکھ ہو جائیں جیسے لکڑی اور گھاس اور ان کے مثل اور جو چیزیں پگھل کر نرم ہو جائیں جیسے لوہا کانسی، تاجا شیشہ، سونا، چاندی

اور مثل ان کے وہ جنس جو زمین سے نہیں ہیں اور جو ایسی نہ ہوں وہ جنس زمین سے ہیں۔ پس مٹی، ریت، شورہ، جوز میں سے بنا ہو پانی سے نہ بنا ہو (گچ، چونا، سرمہ، ہڑتال، گیر، گندھک، فیروزہ، عقیق، زمرد، زبرجد، یاقوت وغیرہ پتھر کی اقسام پختہ اینٹ اور مٹی کے کپے برتن یعنی مٹی کے گھڑے و بدھنے وغیرہ سے خواہ اس میں پانی بھرا گیا ہو یا نہ بھرا گیا ہو تو تیمم جائز ہے لیکن اگر ان پر ایسی چیز کا رنگ ہو جو زمین کی جنس سے نہیں ہے تو جائز نہیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ چینی کے برتنوں سے تیمم جائز نہیں اس لئے کہ ان پر کالج کاروغن ہوتا ہے۔ ہاں اگر جنس زمین سے روغن ہو جیسے کیر دے تو جائز ہے، پتھر پر تیمم جائز ہے خواہ اس پر غبار ہو یا نہ ہو، مثلاً دھلا ہو یا چمکتا ہو، خواہ پسا ہو یا بغیر پسا ہو ہر قسم اور ہر رنگ کی مٹی پر مثلاً سرخ سیاہ، سفید، زرد اور سبز پر تیمم جائز ہے، نیز تر زمین اور گیلی مٹی پر تیمم جائز ہے جبکہ مٹی غالب ہو، اگر پانی غالب ہو یا برابر ہو تو تیمم جائز نہیں۔ اس سردار سنگ پر جو کان سے لٹکے تیمم جائز ہے اور جو کسی اور چیز سے بنایا جائے اس پر جائز نہیں۔ نمک اگر پانی سے بنا ہو تو بالافاق اس پر تیمم جائز نہیں اور اگر نمک معدنی ہو تو اس میں دو روایتیں ہیں اور فقہانے نے دونوں کی صحیح کی ہے لیکن فتویٰ جواز پر ہے، زمین یا پتھر جل جائے اور اس کی مٹی پر تیمم کرے تو اس میں یہ کہ جائز ہے جبکہ دوسری گھاس وغیرہ کی راکھ اس سے نہ ملے یا غالب نہ ہو ورنہ جائز نہیں، اگر پے ہوئے موتیوں پر یا بغیر پے پر تیمم کرے تو جائز نہیں مگر اس سے بھی تیمم جائز نہیں کہ وہ روئیدگی کے مشابہ ہے جو پانی کی تہ میں جمتی ہے اور جو اس سے جواز کے قائل ہیں وہ اس کو اجزائے زمین سے سمجھتے ہیں۔ صاف کئے ہوئے سونے چاندی پر جائز نہیں اور کان سے لٹکے ہوئے پرجس میں مٹی ملی ہوئی ہو اور غلبہ مٹی کا ہو تو جائز ہے۔ راکھ، (مگر پتھر کی راکھ پر تیمم جائز ہے) حنبر، کافور اور مشک پر تیمم جائز نہیں مگر پتھر کی راکھ پر تیمم جائز ہے، جسے ہوئے پانی سے تیمم جائز نہیں اگر مٹی پر قدرت ہو تب بھی غبار تیمم جائز ہے۔ یہی صحیح ہے اور غبار سے تیمم کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ کپڑے یا عمدہ یا تانبہ وغیرہ کے برتن پر یا مثل ان کے ظاہر (پاک) چیزوں پر جو زمین کی جنس سے نہیں ہیں اور ان پر غبار ہے دونوں ہاتھ مارے پس جب غبار اس کے ہاتھوں پر پڑے تو تیمم کرے یا اپنا کپڑا اٹھا دے اور جب اس سے غبار اٹھے تو اپنے ہاتھ غبار کی طرف ہوا میں اٹھائے اور جب غبار اس کے ہاتھوں پر پڑے تو اس سے تیمم کرے۔ اگر غبار منہ اور ہاتھوں پر پڑ گیا اور اس نے تیمم کی نیت کر کے ان پر مسح کر لیا تو جائز ہے اور اگر مسح نہیں کیا تو جائز نہیں، اگر اپنے دونوں ہاتھ گھسیں یا جو یا کسی اور اناج کے دانوں پر رکھے اور اس کے ہاتھوں کو غبار لگ جائے اور اس کا اثر ظاہر ہو تو اس سے تیمم جائز ہے اگر ظاہر نہیں ہو تو جائز نہیں۔ اگر مٹی میں کوئی ایسی چیز مل جائے جو زمین کی جنس سے نہیں ہے تو غالب چیز کا اعتبار ہوگا۔ اگر مسافر کچھ یا دلہل میں ہو اور وہاں خشک مٹی نہ ملے اور اسے کپڑوں اور زمین پر غبار بھی نہیں تو اپنے کپڑے یا سواری کی کاٹھی پر، یا جسم کے کسی حصے پر کچھ لگائے اور جب وہ خشک ہو جائے تو اس سے تیمم کر لے لیکن جب تک وقت کے جاتے رہنے کا خوف نہ ہو تب تک گیلی مٹی سے تیمم نہ کرے کیونکہ اس میں بلا ضرورت منہ پر مٹی بھرے گی اور یہ سورت مثلاً (تبدیل بھیہ) کی ہے یعنی اس حالت میں گلی مٹی سے تیمم جائز مگر خلاف اولیٰ ہے اور اگر وقت جاتا ہو تو بدرجہ مجبوری اسی کچھڑے سے تیمم کر لے جب کہ مٹی غالب ہو، نماز قضاء نہ کرے اور اگر مٹی پر پانی غالب ہے تو اس سے تیمم جائز نہیں، نجس کپڑے کے غبار سے تیمم جائز نہیں۔ لیکن اگر غبار کپڑے کے خشک ہو جانے کے بعد پڑا ہو تو جائز ہے، زمین پر جب نجاست لگ جائے پھر وہ خشک ہو جائے اور نجاست کا اثر جاتا رہے تو وہ پاک ہوگی اس پر نماز پڑھنا درست ہے لیکن تیمم درست نہیں کیونکہ وہ پاک کرنے والی نہیں ہے۔ یہ اس وقت ہے جبکہ معلوم ہو کہ یہ زمین ایسی ہے اور اگر معلوم نہ ہو تو وہم نہ کرے جس زمین پر تیمم جائز نہیں مگر اس کا غبار کپڑے پر پڑے تو اس کی گرد سے تیمم جائز نہیں البتہ کپڑا پاک ہے، جس جگہ سے ایک شخص نے تیمم کیا دوسرا بھی کر سکتا ہے بلکہ خواہ کتنے ہی آدمی کر لیں یا ایک ہی آدمی کئی بار ایک ہی جگہ سے تیمم کرے تو بھی جائز ہے اور اس سے وہ جگہ مستعمل نہیں ہو جاتی یہاں تک کہ اگر تیمم کرنے والوں کے ہاتھ کی مٹی ایک جگہ جمع ہو تو اس مٹی پر بھی تیمم جائز ہے اور یہ جو مشہور ہے کہ

مسجد کی دیوار یا زمین سے تیمم ناجائز یا مکروہ ہے وہ غلط ہے، مگر بغیرہ کے خاک آلودہ ذروں کی گرد سے بھی تیمم جائز نہیں۔

۴۔ استیعاب: (یعنی پورا پورا کرنا) اس طرح مسح کرنا کہ کوئی حصہ باقی نہ رہے اگر بال برابر بھی کوئی جگہ رہ گئی تو تیمم نہ ہوا پس اگر کوئی شخص بھوکوں کے نیچے اور آنکھوں کے اوپر جو جگہ ہے اس کا مسح نہ کرے تو تیمم صحیح نہیں ہوا اس کی احتیاط کرنی چاہئے تیمم میں روغن، چربی، موم، ہنگ انگوٹھی، کنکسن، چوڑیاں وغیرہ نکال دینا ضروری ہے تاکہ مسح پوری طرح ہو جائے، انگوٹھی، کنکسن، چوڑی وغیرہ کو حرکت دے دینا کافی نہیں ہے بلکہ اپنی جگہ سے ہٹا کر اس کے نیچے بھی مسح کرے، دونوں ہاتھوں کے بیچ میں جو پردہ ہے اس پر بھی مسح کرے ورنہ نماز نہیں ہوگی، ہاتھوں کے اندر مسح کرنا درکار نہیں اگر انگلیوں کے بیچ میں غبار داخل نہ ہو تو ان کا خلال کرنا واجب ہے لیکن اتنی بڑھی ہوئی ہوں کہ ہونٹ چھپ جائیں تو انھیں اٹھا کر ہونٹوں کے ظاہر حصہ کا مسح کرے ورنہ تیمم جائز نہ ہوگا۔ آنکھوں اور منہ کو عادت کے خلاف تکلف سے بند نہ کریں اگر ایسا کیا اور ظاہری حصہ (جو عادت کے مطابق منہ بند ہونے پر کھلا رہے) مسح سے رہ گیا تو تیمم نہ ہوا۔

۵۔ پورے ہاتھ یا اکثر ہاتھ سے مسح کرے اور اکثر کا مطلب یہ ہے کہ تین انگلیوں یا زیادہ سے مسح کرے، ایک یا دو انگلیوں سے مسح جائز نہیں۔

۶۔ جو چیز تیمم کے منافی ہو اس کا منقطع ہونا جیسے حیض و نفاس وغیرہ۔

۷۔ اعضائے مسح پر جو چیز مسح کی مانع ہے اس کو دور کرنا جیسے موم چربی یا انگوٹھی وغیرہ کو حرکت دے کر یا اتار کر اس کے نیچے مسح کرنا۔

۸۔ پانی کا طلب کرنا جبکہ گمان ہو کہ پانی قریب ہے۔ جس مسافر کو کسی علامت سے یہ گمان ہو کہ پانی قریب ملے گا مثلاً سبزہ نضر آئے یا پرندے گھومتے ہوں یا کسی متقی آدمی نے خبر دی کہ پانی قریب ہے تو اس کو ایک تیر کے جانے کی مقدار چاروں طرف سے طلب کرنا واجب ہے اور یہ مقدار تخمیناً چار سو گز شرعی ہے بعض نے کہا تین سو گز ہے صبح یہ ہے کہ اتنی دور طلب کرنے کے اس کو خود جان و مال کا ضرر نہ ہو اور ساتھیوں کو انتظار کی مشقت نہ ہو، اگر ایسا ہو تو طلب نہ کرنا مباح ہے اور پھر طلب کا کام خود کرنا لازم نہیں بلکہ اگر دوسرے سے تلاش کرالیا تب بھی کافی ہے۔ ٹھٹھاوی میں ہے کہ طلب کے لئے ادھر ادھر چلنا واجب نہیں بلکہ اسی جگہ سے ہر طرف نظر دوڑانی واجب ہے جبکہ درخت وغیرہ نظر سے مانع نہ ہوں ورنہ اونچی جگہ چڑھ کر دیکھے (لیکن اگر صرف وہاں سے دیکھنا کافی نہ ہو اور بوجہ موانعات حال واضح نہ ہو تو چلنا لازمی ہے پس اگر ایک ہی جانب میں گمان غالب ہو تو اسی طرف تلاش کرنا واجب ہے ورنہ چاروں طرف تلاش کر لے لیکن اگر پیچھے دوران سفر میں معلوم کر چکا ہے تو پیچھے جانا ضروری نہیں پھر اس میں بھی اختلاف ہے کہ چاروں طرف چار سو گز چلے یا ہر طرف سو سو گز اور یہی دوسرا قول ظاہر تر ہے۔ واللہ اعلم) اگر وہاں قریب میں پانی ہونے کا گمان غالب نہ ہو اور نہ کوئی خبر دے تو طلب کرنا واجب نہیں پس اگر پانی ملنے کا شک ہو تو طلب کرنا مستحب ہے واجب نہیں اور شک بھی نہ ہو تو بغیر تلاش کے تیمم کرنے میں فضیلت و مستحب کا تارک نہ ہوگا۔ جس کو تلاش کرنا واجب ہے اگر اس نے تلاش کئے بغیر تیمم کر کے نماز پڑھ لی، پھر بعد میں تلاش کیا اور پانی نہ ملا تو امام ابو حنیفہؒ اور امام محمدؒ کے نزدیک مطلقاً اعادہ واجب ہے خواہ اس کے بعد کوئی پانی کی خبر دے یا نہ دے۔ امام ابو یوسفؒ کا اس میں اختلاف ہے اگر پانی قریب ہو اور اسے خبر نہ ہو اور اس کے قریب کوئی ایسا شخص بھی نہ ہو جس سے پوچھ سکے تو اس کے لئے تیمم جائز ہے۔ اگر ایسا شخص وہاں تھا جس سے پوچھ سکتا تھا اور نہ پوچھا اور تیمم کر کے نماز پڑھ لی پھر اس سے پوچھا تو اس نے قریب پانی بتایا تو وہ نماز جائز نہ ہوگی۔ اعادہ کرنے (جیسے کوئی شخص آیدی میں اترے اور پانی طلب نہ کرے اور تیمم کر کے نماز پڑھ لے تو جائز نہیں) اور اگر قریب پانی کی خبر نہ دی تو اعادہ نہ کرے۔ اور اگر اول اس نے پوچھا اور اس نے بتایا پھر اس نے تیمم کر کے نماز پڑھ لی پھر اس کے بعد اس نے قریب پانی بتایا تو نماز جائز ہوگی کیونکہ جو کچھ اس پر واجب ہے وہ اس نے

کر لیا۔ اگر اس کے ساتھی کے پاس پانی ہے اور اس کو یہ گمان ہے کہ مانگوں گا تو وہ دیدے گا تو مانگنا واجب ہے اور تیمم جائز نہ ہوگا اور اگر وہ یہ سمجھتا ہو کہ وہ نہ دے گا تو مانگنا واجب نہیں اور تیمم جائز ہے اگر اس کے دینے میں شک ہو اور تیمم کر کے نماز پڑھ لے پھر مانگے اور وہ دیدے تو نماز لوٹا دے اور اگر نماز شروع کرنے سے پہلے مانگے اور وہ انکار کر دے اور نماز سے فارغ ہونے کے بعد دیدے تو نماز کا اعادہ نہ کرے اگرچہ وقت باقی ہو اور اب اس کا تیمم ٹوٹ جائے گا۔ اور اگر یہ کہے کہ بغیر معمولی قیمت کے نہ دوں گا اور اس کے پاس اس کی قیمت (کرایہ وغیرہ راستہ کے خرچ سے فالتو) نہ ہو تو تیمم کرے اور اگر فالتو ہو تو تیمم نہ کرے اور اگر اس کے لینے میں بہت نقصان ہو اور وہ یہ کہ معمول سے دو چند قیمت مانگتا ہو اور اس سے کم میں نہ بیچتا ہو تو تیمم کر لے۔ اور جس جگہ پانی کم یا ب ہو گیا ہے وہاں سے جو موضع قریب تر ہو وہاں کی قیمت سے حساب کیا جائے گا۔ اگر قرض مل سکتا ہو خواہ اس کی ادائیگی پر قادر ہو یا نہ ہو تب بھی وہ معذور ہے۔ جو شخص تیمم کر کے نماز پڑھتا ہے اس نے نماز کے درمیان ایک شخص کے پاس پانی دیکھا اب اگر اس کا غالب گمان یہ ہو کہ وہ اس کو پانی دیدے گا تو اپنی نماز قطع کر دے اور پانی طلب کرے اگر وہ دیدے تو وضو کرے اور اگر نہ دے تو اس کا وہی تیمم باقی ہے اور اگر نہیں مانگا اور نماز پوری کر لی اب اس نے خود یا اس کے مانگنے پر پانی دیدیا تو اعادہ لازم ہے اور اگر نہ دے تو نماز ہو گئی اعادہ لازمی نہیں اور اگر اس میں شک ہو اور گمان غالب نہ ہو تو اسی طرح نماز پڑھتا رہے اور جب نماز پوری کر چکے تب اس سے مانگے اگر وہ دیدے یا بغیر مانگے دیدے تو وضو کر کے نماز لوٹا دے اور اگر انکار کر دے تو وہی نماز ہو گئی اور اگر انکار کرنے کے بعد پھر دیدے تو جو نماز پڑھ چکا ہے وہ نہ لوٹائے البتہ اب تیمم ٹوٹ جائے گا اور اگر نہ اس نے خود یا نہ اس نے مانگا تا کہ حقیقت معلوم ہوتی تو نماز ہو گئی۔ اور اگر نماز پڑھتے میں خود اس نے کہا کہ پانی لو وضو کر لو، اور وہ کہنے والا مسلمان ہے تو نماز جاری رہی اس لئے توڑ دینا فرض ہے اور اگر کہنے والا کافر یا نصرانی ہے تو نہ توڑے اسی طرح نماز پڑھتا رہے اس لئے کہ کافر و نصرانی کا کلام کبھی بطور تمسخر کے بھی ہوتا ہے بس شک کی وجہ سے نماز قطع نہ کرنی چاہئے البتہ جب نماز سے فارغ ہو تو اس سے مانگے اگر وہ پانی دیدے تو نماز کا اعادہ کرے اور اگر نہ دے تو نماز کا اعادہ نہ کرے۔

۹۔ اسلام

تیمم کے ارکان

تیمم کے دو رکن ہیں: ۱۔ دوسریں یا جوان کے قائم مقام ہو، ۲۔ مسح۔ یعنی دو دفعہ خشک و پاک مٹی یا مٹی کی جنس چیز پر دونوں ہاتھ مارنا، ایک ضرب سے منہ (چہرے) کا مسح کرے اور دوسری سے دونوں ہاتھوں کا کہنیوں تک مسح کرے، کہنیوں کا بھی مسح کرے، اپنے منہ کی کھلی ہوئی کھال پر اور بالوں کے اوپر اوپر مسح کرے، منہ کی حد وضو کے باب میں بیان کر دی گئی ہے، جو جگہ کانوں اور ڈاڑھی کے بیچ میں ہے اس کا مسح بھی شرط ہے اور لوگ اس سے غافل ہیں، صحیح یہ ہے کہ ہتھیلیوں کا مسح کرنا فرض نہیں بلکہ مٹی پر ہاتھ مارنا (ضرب) ہی کافی ہے، اگر ایک ہی ضرب سے منہ اور ہاتھوں پر مسح کرے تو جائز نہیں، اگر ایک ہاتھ سے منہ کا مسح کیا اور دوسرے ہاتھ سے ایک ہاتھ کا مسح کیا تو منہ اور ہاتھ کا مسح جائز ہوگا اور دوسرے ہاتھ کے لئے دوسری ضرب لگائے مگر یہ خلاف سنت ہے۔ اگر تیمم کا ارادہ کرے اور زمین میں لوٹے اور تمام بدن کو ملے اگر مٹی اس کے منہ اور ہاتھوں اور ہتھیلیوں پر (یعنی اعضائے تیمم پر) پہنچ گئی تو جائز ہے اور اگر نہیں پہنچی تو جائز نہیں، جس کے دونوں ہاتھ ہتھپوں سے کٹ گئے ہوں وہ اپنی ہاتھوں پر مسح کرے اور جس کی ہاتھیں بھی کٹ گئی ہوں وہ کئی ہوئی جگہ پر مسح کرے اور کہنیوں سے اوپر کٹا ہو تو مسح واجب نہیں صرف منہ کا مسح دیوار وغیرہ سے کر لے، اگر دونوں ہاتھ شل (خشک) ہو جائیں تو اپنے ہاتھ زمین پر پھیرے

اور اپنا منہ دیوار پر لگالے یہی کافی ہے اور نماز نہ چھوڑے مگر وہ ایسی حالت میں امامت نہیں کر سکتا ہاں اگر اس جیسا ہی کوئی اور بھی ہو تو اس کی امامت کر سکتا ہے۔ اگر کسی نے تیمم کے لئے مٹی پر ہاتھ مارے اور مسح کرنے سے پہلے حدث ہو گیا تو فتویٰ اس پر ہے کہ اس سے مسح جائز نہیں بلکہ پھر سے ضرب مارے۔ تیمم میں سر اور پاؤں کا مسح نہیں ہے۔

صفت تیمم

جس موقع پر وضو فرض ہے عذر کی حالت میں اس موقع پر تیمم بھی فرض ہے، جیسے نماز کے لئے اور جہاں وضو واجب ہے وہاں تیمم بھی واجب ہے اور جہاں وضو مستحب ہے وہاں تیمم بھی مستحب ہے جیسے پاک آدمی کو دخول مسجد کے لئے۔

تیمم کو تورنے والی چیزوں کا بیان

۱۔ جو چیز وضو کو توڑتی ہے وہ وضو کے تیمم کو بھی توڑتی ہے اور چیز غسل کو واجب کرتی ہے وہ غسل کے تیمم کو توڑتی ہے لیکن وضو کے توڑنے والی چیز سے غسل کا تیمم نہیں ٹوٹتا۔ پس اس مسئلہ کی تین صورتیں ہوں گی: اول وضو کے تیمم کا توڑنے والا وہ ہے جو وضو کا توڑنے والا ہے، دوم غسل کے تیمم کا توڑنے والا وہ ہے جس سے غسل ٹوٹ جاتا ہے یعنی غسل کرنا واجب ہو جاتا ہے۔ سوم جس نے وضو اور غسل دونوں کا اکٹھا تیمم کیا پھر اگر حدث اصغر یعنی وضو کا توڑنے والا امر واقع ہوا تو اس صورت میں وضو کا تیمم ٹوٹ جائے گا اور غسل کا تیمم بدستور باقی رہے گا پس وہ اب جنبی نہیں ہوا بلکہ محدث یعنی بے وضو ہو گیا اب اگر بقدر وضو پانی پائے خواہ ایک ایک ہی دفعہ کے لئے ہو تو وضو کرے ورنہ نہ رف وضو کا تیمم کرے اور جب تک اتنا پانی نہ ملے جو غسل کے لئے کفایت کرے اس وقت تک ایسا ہی کرے اور جب غسل کے لئے پانی مل جائے تو اب غسل کا تیمم ٹوٹ جائے گا۔ اگر اب بھی غسل نہ کیا اور پانی کی جگہ سے گزر گیا تو اب پھر سے غسل کے لئے تیمم کرے کیونکہ پہلا تیمم پانی پر قادر ہونے سے ٹوٹ گیا، جنابت کے تیمم کے ساتھ وضو کرنے کی ضرورت نہیں کیونکہ غسل کا تیمم دونوں کے لئے کافی ہے پس اگر جنبی کے پاس اتنا پانی ہو کہ وضو کے لئے تو کفایت کرتا ہے لیکن غسل کے لئے کفایت نہیں کرتا تو اس پر تیمم کرنا واجب ہے اور وضو واجب نہیں، اب اگر غسل کے تیمم کے بعد حدث اصغر واقع ہو جائے تو اب اس پر وضو کرنا واجب ہے کیونکہ وہ بقدر کفایت وضو پانی پر قادر ہو گیا اور اس کے غسل کا تیمم باقی ہے جب تک بقدر کفایت غسل پانی پر قادر نہ ہو، اسی طرح اگر غسل کے تیمم سے پہلے کوئی بات وضو توڑنے والی بھی پانی گئی اور پھر غسل کا تیمم کیا تو یہی تیمم وضو و غسل دونوں کے لئے کافی ہے۔

۲۔ اگر کسی جنبی نے غسل کیا اور اس کا کچھ حصہ بدن خشک رہ گیا اور پانی ختم ہو چکا تو جنابت اس کی باقی رہ گئی ہے اس کے واسطے تیمم کرے پھر اگر حدیث ہو جائے تو وضو کے واسطے تیمم کرے پھر اگر پانی ملے تو خشک رہے ہوئے حصہ کو دھو لے اس کو پورا غسل کرنا ضروری نہیں اور وضو کر کے نماز پڑھے۔ پانی ملنے پر اس مسئلہ کی پانچ صورتیں بنتی ہیں: اول اگر وہ پانی اس قدر ہے کہ خشک حصہ اور وضو دونوں ہی کے لئے کافی ہے تو غسل و وضو دونوں کا تیمم باطل ہو جائے گا پس خشک حصہ کو دھو لے اور وضو کرے۔ دوم یہ کہ دونوں میں سے کسی کے لئے بھی کافی نہیں ہوتا تو غسل و وضو دونوں کا تیمم باقی رہے گا لیکن اس پانی سے خشک حصے میں سے جس قدر دھل سکے اس کو دھو لے تاکہ جنابت کم ہو جائے۔ سوم یہ کہ پانی صرف خشک حصے کے لئے کافی ہوتا ہے اور صرف وضو کے لئے کافی نہیں ہوتا تو اس سے خشک حصے کو دھو لے اور حدث (وضو) کا تیمم اس سے باطل نہیں ہوگا۔ چہارم یہ سوم کے برعکس ہے یعنی صرف وضو کے لئے کافی ہے اور صرف خشک حصے کے لئے کافی نہیں

ہے تو اس پانی سے وضو کرے اور غسل کا تیمم بدستور باقی رہے گا۔ پنجم یہ کہ بظاہر دونوں میں سے ایک جس کو چاہے وہ کر سکتا ہے یعنی پانی صرف خشک حصے کو دھونے کے لئے کافی ہے یا صرف وضو کر سکتا ہے دونوں نہیں ہو سکتے تو جو حصے خشک رہ گیا تھا اس کو دھو لے اور امام ابو یوسفؒ کے نزدیک وضو کا تیمم بدستور باقی رہے گا اس کا اعادہ نہ کرے یہی وجہ ہے اور امام محمدؒ کے نزدیک وضو کا تیمم ٹوٹ جائے گا اس لئے دوبارہ کرے اور اگر اس پانی سے وضو کر لیا تو جائز ہے اور اس صورت میں بالاتفاق یہ حکم ہے کہ جنابت کے لئے دوبارہ تیمم کرے اور یہ حکم جو پانچوں صورتوں میں بیان ہوا اس وقت ہے جب کہ وضو کا تیمم کرنے کے بعد پانی پایا اور اگر وضو کے لئے تیمم کرنے سے پہلے پانی پایا یعنی پانی ملنے سے پہلے اس نے وضو کے لئے تیمم نہیں کیا تو اس کی بھی پانچ صورتیں ہیں: اول یعنی جبکہ پانی خشک حصہ اور وضو دونوں کے لئے کافی ہوتا ہے تو خشک حصہ کو دھو لے اور وضو کر لے۔ دوم جبکہ پانی دونوں میں سے کسی کے لئے کافی نہیں ہوتا تو وضو کے لئے تیمم کرے اور جس قدر خشک حصہ دھل سکتا ہے تو اس کو دھو تا ضروری نہیں اختیاری ہے کہ اگر چاہے تو اس کو دھو لے تاکہ جنابت کم ہو جائے۔ سوم یہ کہ پانی صرف خشک حصے کے لئے کافی ہے اور وضو کے لئے کافی نہیں ہے تو خشک حصہ کو دھو لے اور وضو کے لئے پھر تیمم کرے۔ چہارم جب کہ پانی صرف وضو کے لئے کافی ہے اور صرف خشک حصے کے لئے کافی نہیں تو وضو کرے اور غسل کا تیمم بدستور باقی ہے مزید کرنے کی ضرورت نہیں۔ پنجم جب کہ دونوں میں سے جس ایک کو چاہے کر سکتا ہے تو اس کا حکم سوم کی مانند ہے یعنی خشک حصہ کو دھو لے کیونکہ جنابت اغلظ ہے لیکن ایک روایت میں یہ ہے کہ اس کو وضو کے تیمم سے پہلے خشک حصہ کا دھونا لازمی ہے تاکہ وہ پانی کا نہ پانے والا ہو جائے (اور یہ روایت امام محمدؒ سے ہے اور یہی اصح ہے) اور ایک روایت کے مطابق اس کو اختیار ہے (پس اگر پہلے وضو کا تیمم کر لے پھر دھوئے تو جائز ہے اور یہ امام ابو یوسفؒ کی روایت ہے) اگر غسل میں اس کی پیٹھ کا کوئی حصہ خشک رہ گیا اور وضو کرنے میں بعض اعضا کا دھونا بھول گیا اور پانی ان دونوں میں سے ایک کے لائق ہے تو ان دونوں میں سے جس میں چاہے اس پانی کو صرف کرے لیکن اعضائے وضو میں صرف کرنا بہتر ہے۔ مسافر بے وضو ہے اور کپڑے بھی اس کے درم سے زیادہ نجس ہیں اور اس کے پاس پانی اس قدر ہے کہ ان دونوں میں سے ایک کے لئے کافی ہے تو پہلے اس سے نجاست دھوئے اور پھر حدث کے لئے تیمم کرے اور اگر پہلے تیمم کرے پھر نجاست دھوئے تو تیمم دوبارہ کرے اس لئے کہ اس نے جب تیمم کیا تھا تب وہ ایسے پانی پر قادر تھا جس سے وضو کر سکتا تھا اور اگر اس پانی سے وضو کیا اور نجس کپڑوں سے نماز پڑھی تو نماز ہو جائے گی مگر وہ اس میں گنہگار ہوگا۔

۳۔ جس عذر کی وجہ سے تیمم جائز ہوا تھا جب وہ عذر دور ہو جاتا ہے تو تیمم ٹوٹ جاتا ہے، تیمم جائز ہونے کے اسباب (پانی سے دور ہونا، خوف مرض، خوف دشمن، خوف پیاس، اور پانی نکالنے کے لئے اسباب کا نہ ہونا) علیحدہ علیحدہ ہونے کی وجہ سے ایک عذر دوسرے عذر میں شامل نہیں ہو سکتا اس لئے پہلی اجازت بالکل ختم ہو جائے گی اور دوسری اجازت کا تیمم دوبارہ کرے۔ مثلاً مسافر نے پانی نہ ملنے کی وجہ سے تیمم کیا اسی حالت میں اس کو ایسا مرض ہو گیا جس سے تیمم مباح ہوتا ہے پس اگر مقيم ہو گیا تو پہلا سبب یعنی سفر ختم ہو جانے سے اسی تیمم سے نماز جائز نہ ہوگی بلکہ (اب مرض کی وجہ سے) تیمم کا اعادہ کرے، یا مسافر کو تیمم کے بعد پانی مل گیا لیکن مرض ہو گیا جس سے تیمم مباح ہوتا ہے تو بھی تیمم دوبارہ کرے۔ اگر پانی پر سوتا یا اوگھتا ہوا گزرا تو اصح یہ ہے کہ سب کے نزدیک تیمم نہیں ٹوٹے گا۔ (یعنی پانی پر سے سوتے ہوئے گزرتا ناقض تیمم نہیں ہوگا۔ البتہ وہ نیند جو وضو توڑنے والی ہوگی اس کی وجہ سے وضو کا تیمم ٹوٹ جائے گا) اوگھتے ہوئے پانی پر سے گزرنے والے کا تیمم نہیں ٹوٹا خواہ وہ تیمم وضو کا ہو یا غسل کا اور اوگھنے والا وہ ہوتا ہے جو ان باتوں کو جو اس کے قریب ہوتی ہیں اکثر کو یاد رکھتا ہو اور اس کی قوت ماسکہ زائل نہیں ہوتی، اور سوتے ہوئے گزرنے والے کا بھی جنابت کا تیمم مطلقاً اور وضو کا تیمم اس حالت میں جبکہ وہ متمکن (یعنی سرین جاکر بیٹھا ہو) نہیں ٹوٹے گا اگر غیر متمکن ہوگا تو ٹوٹ جائے گا کیونکہ ایسا سونا ناقض وضو ہے جیسا کہ ناقض وضو میں بیان ہوا (مؤلف

از شامی) اگر پانی پر گزرا مگر وہاں کسی درندے یا دشمن کے خوف سے یا ریل میں سفر کرنے کی وجہ سے اتر نہیں سکتا، یا کسی اور عذر کی وجہ سے جس کی موجودگی میں تیمم کر سکتا ہے، نہیں اتر سکتا تو تیمم نہیں ٹوٹے گا، اسی طرح اگر کنوئیں پر پہنچا اور اس کے ساتھ ڈول رسی نہیں، یا پانی ملا مگر اس کو پیاس کا خوف ہے تو تمیم نہ ٹوٹے گا، (زمزم شریف کا پانی ہے جو لوگوں کے لئے تبرکاً لے جا رہا ہے جب تک اپنی یا اہل قافلہ میں سے کسی کی پیاس وغیرہ سے خوف نہ ہو اس کو تیمم جائز نہیں اگرچہ قلعہ میں بند ہو اور ٹانگا لگا ہوا ہو، اس کا حیلہ یہ ہے کہ کسی کو بہہ کر دے) (بہہ کا حیلہ اچھا نہیں ہے) یا گلاب وغیرہ اس قدر ملا دے جو پانی پر غالب ہو جائے) اور اصل اس میں یہ ہے کہ جس چیز کی موجودگی سے تیمم منع ہو جاتا ہے اسی چیز کے موجود ہو جانے سے تیمم ٹوٹ جاتا ہے اور جو چیز ایسی نہیں اس سے تیمم نہیں ٹوٹتا، اگر پانی پر سے گزرا اور وہ تیمم کئے ہوئے تھا لیکن وہ اپنے تیمم کو بھول گیا تو اس کا تیمم ٹوٹ جائے گا اگرچہ دور جا کر یاد آئے۔ بہت سے آدمی تیمم والے تھے کسی شخص نے یہ کہا کہ اس پانی سے تم میں جو چاہے وہ وضو کر لے اور وہ صرف ایک آدمی کے لئے کافی ہے تو ان سب کا تیمم باطل ہو جائے گا اور اگر وہ نماز میں تھے تو نماز بھی سب کی گئی اور اگر یہ کہا کہ یہ پانی تم سب کے لئے ہے اور اس پر انھوں نے قبضہ کر لیا تو تیمم نہیں ٹوٹے گا کیونکہ سب کے حصے میں تھوڑا تھوڑا آئے گا جو وضو کے لئے کافی نہیں اور اگر وہ سب ایک کو اس پانی کی اجازت دے دیں تو صحیح یہ ہے کہ بالا جماع اس شخص کا تیمم ٹوٹ جائے گا، اگر مسافر کو جنگل میں ملے وغیرہ میں پانی رکھا ملے تو اس کا تیمم نہیں ٹوٹے گا اور اس کو اس پانی سے وضو کرنا بھی جائز نہیں لیکن اگر پانی بہت ہو جس سے یہ معلوم ہوتا ہو کہ یہ پانی پینے کے لئے بھی ہے اور وضو کے لئے بھی تو اس سے وضو جائز ہوگا وہاں کوئی آدمی ہو تو اس سے پوچھے اگر وہ پینے کا بتائے تو اس سے وضو جائز نہیں تیمم کرے (خواہ کتنا ہی ہو)۔ کس شخص نے سفر میں تیمم کیا اور پانی اس قدر ملا کہ اگر ایک بار ان اعضا کو دھو لے جن کا دھونا فرض ہے تو کافی ہوتا ہے لیکن اگر بطور سنت کے دھوئے گا تو کافی نہیں ہوگا لہذا اس کا تیمم ٹوٹ جائے گا یہی عقار ہے۔ اگر کسی مسافر کے پاس پانی ہے مگر اس گمان سے کہ یہ پانی کافی نہیں ہے نماز تیمم کر کے پڑھ لی اور نماز کے بعد معلوم ہوا کہ پانی کافی ہے تو اب وضو کر کے دوبارہ نماز پڑھے، اگر کوئی شخص تیمم کے بعد مرتد ہو گیا تو تیمم نہیں ٹوٹتا حتیٰ کہ اگر پھر مسلمان ہو گیا اور اسی تیمم سے نماز پڑھی تو جائز ہے، اگر ایک میل پانی کے دور ہونے سے تیمم کیا پھر چل کر کسی جگہ پہنچا کہ اب ایک میل سے کم فاصلے پر پانی ہے تیمم ٹوٹ جائے گا پانی پر پہنچنا ضروری نہیں۔ تیمم کر کے نماز پڑھتا تھا دور سے ریت چمکتی ہوئی نظر آئی اور اسے پانی سمجھ کر ایک قدم بھی چلا پھر معلوم ہوا کہ ریت ہے تو نماز فاسد ہو گئی مگر تیمم نہ گیا۔

تیمم کی سنتیں

تیمم کی سنتیں سات ہیں: ۱۔ ہاتھوں کو مٹی پر رکھ کر آگے کو لانا، ۲۔ پھر پیچھے کو لے جانا، ۳۔ پھر ان کو جھاننا، ۴۔ انگلیوں کو کھلا رکھنا تاکہ ان کے درمیان میں غبار آجائے، ۵۔ شروع میں بسم اللہ پڑھنا، ۶۔ ترتیب کا لحاظ رکھنا، ۷۔ پے در پے تیمم کرنا اور درمیان میں توقف نہ کرنا، اور سنت سے مراد یہاں مستحب ہے اور بعض کتب میں اور بھی مستحب درج ہیں مثلاً ہتھیلیوں کی اندرونی سطح سے تیمم کرنا نہ ان کی پشت سے۔ پہلے دائیں عضو کا مسح کرنا پھر بائیں کا، مٹی سے تیمم کرنا نہ اس کے ہم جنس سے، منہ کے مسح کے بعد ڈاڑھی کا خلال کرنا، مسنون طریقے سے مسح کرنا، دونوں ہاتھوں کا مٹی پر مارنا تاکہ مٹی انگلیوں کے اندر پہنچ جائے، اب یہ کل تیرہ سنتیں ہو گئیں۔

تیمم کا طریقہ

تیمم کا مسنون طریقہ یہ ہے کہ بسم اللہ پڑھ کر نیت کرے کہ میں ناپاکی دور کرنے اور نماز پڑھنے کے لئے تیمم کرتا ہوں پھر دونوں

ہاتھوں کو پاک مٹی پر اپنے دونوں ہاتھوں کی ہتھیلیوں کے اندرونی جانب سے کشادہ کر کے مار کر مٹا ہوا آگے کو لائے اور پھر پیچھے لے جائے پھر ان کو اٹھا کر اس طرح جھاڑے کہ دونوں ہتھیلیوں کو نیچے کی طرف مائل کر کے دونوں انگوٹھوں کو آپس میں ٹکڑوے کہ زائد مٹی گر جائے اور اس طرح نہ جھاڑے کہ دونوں ہتھیلیوں کو آپس میں ملے کہ اس طرح ضرب باطل ہو جائے گی، اور اگر زیادہ مٹی لگ جائے تو پھونک مار کر آزادے پھر پورے دونوں ہاتھوں کو اپنے پورے منہ پر اوپر سے نیچے کو اس طرح مسح کرے کہ کوئی جگہ ایسی باقی نہ رہے جہاں ہاتھ نہ پہنچے، ایک بال برابر بھی اگر جگہ چھوٹ گئی تو تیمم جائز نہ ہوگا، ڈاڑھی کا خلال بھی کرے، پھر پہلے کی طرح دونوں ہاتھ مٹی پر مارے اور جھاڑے اور بائیں ہاتھ کی تین انگلیاں سوائے کلمہ کی انگلی اور انگوٹھے کے، دائیں ہاتھ کے انگوٹھے کے سوا چاروں انگلیوں کے سرے پر پشت کی جانب رکھ کر کہنوں تک کھینچ لائے اور اس طرح کہ بائیں ہاتھ کی ہتھیلی بھی کچھ لگ جائے اور کہنوں کا مسح بھی ہو جائے پھر باقی دونوں انگلیوں (یعنی انگشت شہادت اور انگوٹھا) اور ہاتھ کی باقی ہتھیلی کو دوسری جانب رکھ کر کہنی کی طرف سے پہنچے (کلائی) تک کھینچا جائے اور انگوٹھے کے اوپر کی جانب بھی اس کے ساتھ ہی مسح کرے، مسح عضو تمام ہونے سے پہلے اگر ہاتھ اٹھالیا تو ضرب باطل ہو جائے گی اسی طرح دائیں ہاتھ کے ساتھ بائیں ہاتھ کا مسح کرے، پھر انگلیوں کا خلال کرے، ہاتھوں کے مسح کا دوسرا طریقہ اس طرح ہے کہ بائیں ہاتھ کی چاروں انگلیوں کے اوپر یعنی پشت کی جانب انگلیوں کے سروں سے کہنوں تک مسح کرے پھر صرف ہتھیلی سے یعنی بغیر انگلیوں کے کہنی سے کلائی تک دوسری یعنی اندر کی جانب مسح کرے پھر بائیں انگوٹھے کے اندرونی حصے سے دائیں انگوٹھے کے اندرونی حصے سے دائیں انگوٹھے کے خارجی (پشت) کے حصے کا مسح کرے پھر اسی طرح دائیں ہاتھ سے بائیں ہاتھ کا مسح کرے، دونوں طریقے صحیح اور احوط ہیں۔ وضو اور غسل دونوں کے تیمم کا یہی طریقہ ہے اگر انگوٹھی وغیرہ ہو تو اس کو اتار دے یا ہلا کر اس کی جگہ بھی مسح کرے۔

متفرقات تیمم

اگر وقت کے داخل ہونے سے پہلے تیمم کر لے تو جائز ہے، ایک تیمم سے جب تک وہ ٹوٹے نہیں جس قدر چاہے فرص و نفل نماز پڑھے جائز ہے، اسی طرح فرض نماز کے لئے جو تیمم کیا ہے اس سے فرض نماز اور نفل نماز اور قرآن مجید کی تلاوت اور جنازے کی نماز اور سجدہ تلاوت اور تمام عبادتیں جائز ہیں اور جب تک پانی نہ ملے یا عذر باقی رہے تیمم کرنا جائز ہے، اگر اسی حال میں کئی سال گزر جائیں تو آخر وقت تک تاخیر کرنا مستحب ہے۔ رسی و ڈول کے آخر وقت تک ملنے کا اور جو شخص ریل وغیرہ پر سوار ہو اور گمان غالب ہو کہ آخر وقت تک ریل ایسے اسٹیشن پر پہنچ جائے گی جہاں پانی مل سکتا ہے اس کا بھی یہی حکم ہے، آخر وقت سے بعض کے نزدیک جواز کا آخر وقت مراد ہے اور بعض کے نزدیک مستحب وقت کا اخیر، اور یہی صحیح ہے، اگر پانی ملنے کی امید نہ ہو تو تاخیر نہ کرے اور وقت مستحب میں تیمم کر کے نماز پڑھ لے، اگر پانی نہ ملنے کی وجہ سے تیمم کر لیا اور نماز پڑھ لی پھر پانی مل گیا تو اس کی نماز ہو گئی اب لوٹنے کی ضرورت نہیں خواہ وہ پانی وقت کے اندر ملا ہو یا وقت گزرنے کے بعد۔ سفر میں ایک جنبی ہے اور ایک حیض والی عورت ہے جو حیض سے پاک ہو چکی ہو اور وہاں ایک میت بھی ہے اور پانی صرف اتنا ہے کہ ایک کے لئے کافی ہو، پس اگر وہ پانی ان میں سے کسی کی ملک ہو تو اسی پر اس پانی کا صرف ادنیٰ ہے اور اگر وہ پانی ان سب کی ملک ہے تو کسی پر صرف نہ کیا جائے اور سب کے لئے تیمم مباح ہے اور اگر وہ سب میت کو بخش دیں تو اس سے میت کو غسل دینا جائز ہے، اب وہ اور کسی کو جائز نہیں میت کے حصے میں آگیا، اور اگر وہ پانی مباح ہے، یعنی کسی کی ملک نہیں تو جنبی اس کے صرف میں ادنیٰ ہے اور یہی اصح ہے اور اسی طرح اگر مسئلہ ہذا میں حیض والی عورت کی بجائے کوئی بے وضو ہو تو بھی اس مباح پانی کے صرف میں جنبی

اولیٰ ہے لیکن بے وضو کے حصہ کا پانی وضو کے لئے کافی ہو تو بے وضو کرنا فرض ہے اور تیمم جائز نہیں، اور اگر وہ پانی باپ اور بیٹے کا مشترک ہو تو باپ اس کے صرف کے واسطے اولیٰ ہے، اگر جنبی کے پاس اتنا پانی ہو کہ اس کے کچھ اعضائے غسل یا پورے وضو کو کفایت کرتا ہو، یا پانی تو کافی ہے مگر غسل کرنا نقصان کرتا ہو اور وضو نقصان نہ کرے تو غسل کی جگہ تیمم کرے اور اس کو وضو یا بعض اعضائے غسل کے دھونے کی ضرورت نہیں پھر اگر تیمم غسل کے بعد وضو ٹوٹ جائے تو وضو کے لئے تیمم نہ کرے بلکہ وضو کی جگہ وضو کرنا چاہئے کیوں کہ اب وہ بقدر کفایت پانی پر قادر ہے اور اگر تیمم غسل سے پہلے کوئی بات وضو توڑنے والی بھی پانی مٹی اور پھر غسل کا تیمم کیا ہو تو یہی تیمم غسل وضو دونوں کے لئے کافی ہے، اگر محدث کے پاس وضو کے فرض اعضا کو ایک ایک بار دھونے کے لئے بھی پانی کافی نہیں تو تیمم کرے اور بعض اعضا کو نہ دھوئے، کسی نے تیمم کر لیا اور اس کے سامان میں پانی تھا جو اس کو معلوم نہ تھا یا اس کو بھول گیا تھا اور نماز پڑھ لی تو امام ابو حنیفہؒ اور امام محمدؒ کے نزدیک جائز ہے اور امام ابو یوسفؒ کا اس میں خلاف ہے اور وہ اس صورت میں ہے کہ وہ پانی اس نے خود رکھا ہو یا کسی دوسرے نے اس کے حکم سے رکھا ہو یا بغیر حکم کے رکھا ہو مگر اس کو معلوم ہو اور اگر اس کو معلوم نہیں تو بالاتفاق نماز کا اعادہ نہ کرے خواہ وقت کے اندر یاد آئے یا وقت کے بعد یاد آئے برابر ہے۔ اگر اپنا خیمہ ایسے کنوئیں پر قائم کیا کہ جس کا منہ ڈھکا ہوا ہے حالانکہ اس میں پانی ہے مگر اس کو معلوم نہیں ہوا یا نہر کے کنارے پر تھا اور وہ واقف نہ تھا اور تیمم کر کے نماز پڑھ لی تو امام ابو حنیفہؒ اور امام محمدؒ کے نزدیک جائز ہے، امام ابو یوسفؒ کا اس میں خلاف ہے، جب شک ہو یا گمان غالب ہو کہ پانی ختم ہو چکا اور نماز پڑھ لی اور پھر پانی پایا تو بالاتفاق اس نماز کو لوٹائے گا، اگر اس کی پیٹھ پر پانی ہے یا اس کی گردن میں لٹک رہا ہے یا اس کے سامنے ہے اور اس پانی کو بھول کر تیمم کر لیا تو بالاتفاق جائز نہیں کیونکہ اس بھول کا اعتبار نہیں۔ پالان میں پانی لٹک رہا تھا اگر اس پر سوار تھا اور پانی پالان کے پیچھے تھا اور اس کو بھول کر تیمم کر لیا تو جائز ہوگا اور اگر پانی پالان کی اگلی طرف تھا تو جائز نہیں، اگر سوار نہیں تھا بلکہ پیچھے سے ہانک رہا تھا اور پانی سامان کے پیچھے تھا تو جائز نہیں اور اگر آگے تھا تو جائز ہے اور اگر آگے سے سمجھ کر رہا تھا تو اگلی اور پچھلی دونوں صورتوں میں جائز ہے، اگر جنازہ حاضر ہو اور ولی اس کے سوا کوئی دوسرا ہو اور خوف ہے کہ اگر وضو کرے گا تو نماز فوت ہو جائے گی تو تیمم جائز ہے اگر اگر وضو کر کے ایک تکبیر بھی مل جائے تو تیمم جائز نہیں، اور ولی کے واسطے تیمم جائز نہیں یہی صحیح ہے اور ولی جس کو وضو کی اجازت دے اس کو بھی تیمم جائز نہیں، ایک ولی جو دوسرے پر مقدم ہے اگر وہ حاضر ہو تو دوسرے ولی کو بالاتفاق تیمم جائز ہے اس لئے کہ اس کو بھی نماز کے فوت ہو جانے کا خوف ہے اور اسی طرح ولی کو اس وقت بھی تیمم جائز ہے جب وہ کسی اور کو نماز کی اجازت دے دے اور اب اس مجاز کو تیمم جائز نہیں، ایک جنازے کی نماز تیمم سے پڑھ چکا پھر دوسرا جنازہ آیا اگر پہلے اور دوسرے کے درمیان میں اتنی مہلت ہے کہ جائے اور وضو کرے پھر آئے اور نماز پڑھے لیکن اس نے اس وقت میں وضو نہیں کیا تو تیمم کا اعادہ کرے گا، اور اگر اتنا وقفہ نہیں ملا کہ جتنی دیر میں یہ سب کام کر سکے تو اسی تیمم سے نماز پڑھ لے، اسی پر فتویٰ ہے، جنبی کو جنازے اور عیدین کی نماز کے لئے تیمم جائز ہے، جس شخص کو تیمم کا یقین ہو وہ اپنے تیمم کی حالت پر ہے جب تک اس کو حدیث کا یقین نہ ہو اور جس شخص کو حدیث کا یقین ہے اس کا حدیث باقی ہے، جب تک تیمم کا یقین نہ ہو تیمم پر تیمم کرنا عبادت نہیں اس لئے کرنا نہیں چاہئے اور وضو پر وضو کرنا عبادت اور مستحب ہے، اور مسافر کو جائز ہے کہ اپنی زوجہ یا باندی کے ساتھ وطنی کرے اگر چہ جانتا ہو کہ پانی نہ ملے گا جو حکم وضو یا غسل کا ہے وہی اس کے تیمم کا ہے پس فرض کا تیمم فرض، واجب کا واجب، سنت کا سنت اور مستحب کا مستحب ہے وغیرہ۔ جہاں جہاں تیمم جائز ہے کچھ خیال اور دوسرے نہ لائے اور نہ یہ سمجھے کہ تیمم سے اچھی طرح پاکی نہیں ہوتی بلکہ وضو اور غسل کی طرح پاک ہو جاتا ہے، عورت کو پانی کے ہوتے ہوئے، سفر میں پانی لینے نہ جانا اور تیمم کر لینا درست نہیں، ایسا پردہ جس میں شریعت کا کوئی حکم چھوٹ جائے ناجائز اور حرام ہے، برقعہ اوڑھ کر یا

سارے بدن سے چادر لپیٹ کر پانی کے لئے جانا واجب ہے۔ (بشرطیکہ اس جگہ جانے میں اپنی جان و مال یا عزت و آبرو و عصمت کا خوف نہ ہو، اور اگر خوف ہو تو تیمم کرنا جائز ہے) البتہ لوگوں کے سامنے بیٹھ کر وضو نہ کرے اور ہاتھ منہ نہ کھولے، جس پر نہانا فرض ہے اسے بغیر ضرورت مسجد میں جانے کے لئے تیمم جائز نہیں، ہاں اگر مجبوری اور سخت ضرورت ہو مثلاً ڈول، رسی یا کنوئیں کا منہ اندر ہو اور کوئی آدمی نہ ہو جو لادے تو تیمم کر کے جائے اور جلدی لے کر نکل آئے، مسجد میں سویا تھا اور نہانے کی ضرورت ہوگئی تو آنکھ کھلتے ہی جہاں سویا تھا وہاں فوراً تیمم کر کے نکل آئے تاخیر کرنا حرام ہے، اگر دو برتنوں میں پانی بھرا ہے اور ان میں ایک کا پانی پاک ہے اور دوسرے کا ناپاک اور نمازی نہیں جانتا کہ نجس کونسا ہے اور پاک کونسا، تو اس صورت میں تیمم کرے، ریل میں سیٹوں اور گدوں پر جو گرد و غبار جم جاتا ہے اس پر تیمم جائز ہے، یہ وہم نہیں کرنا چاہئے کہ شاید یہ غبار پاک ہے یا ناپاک۔ ریل میں جہاں مسافر جوتے پہن کر چلتے ہیں وہ مٹی ناپاک ہے اس سے تیمم درست نہیں۔

موزوں پر مسح کرنے کا بیان

موزوں پر مسح کرنا رخصت ہے اور پاؤں کا دھونا عزیمت ہے اگر اس کو جائزہ جان کر عزیمت اختیار کرے تو اولیٰ ہے البتہ اگر مسح نہ کرنے میں اس کی طرف رافضی یا خارجی ہونے کا شک کیا جائے تو مسح کرنا افضل ہے، جو مسح موزہ کو جائز نہیں رکھتا وہ امام صاحب کے نزدیک بدعتی ہے، نیز جس کے پاس صرف اسی قدر پانی ہو کہ موزوں پر مسح کے ساتھ وضو کر سکتا ہے، یا وقت جاتے رہنے کا خوف ہو یا حج میں وقف عرفات جاتے رہنے کا خوف ہو تو مسح واجب ہونا چاہئے۔

جو چیزیں موزوں پر مسح جائز ہونے میں ضروری ہیں

۱۔ موزہ ایسا ہو کہ اس کو پہن کر سفر کر سکے اور مسلسل تین میل (یعنی بارہ ہزار قدم) چل سکے اور ٹخنے ڈھک جائیں، ٹخنوں سے اوپر ڈھکنا شرط نہیں یہاں تک کہ اگر ایسا موزہ پہنا کہ جس میں ساق نہیں تو اگر ٹخنے چھپ جاتے ہیں تو اس پر مسح جائز ہے، (موزے میں چار وصف ہوں: ۱۔ ایسے دبیز ہوں کہ بغیر کسی چیز سے باندھے پیروں پر ٹھہرے رہیں، ۲۔ ان کو پہن کر تین میل یا اس سے زیادہ چل سکیں، ان کے نیچے کی جلد نظر نہ آئے، یعنی آنکھ لگا کر اس میں سے دیکھے تو کچھ دکھائی نہ دے، ۳۔ پانی کو جذب نہ کرتے ہوں یعنی اگر ان پر پانی ڈالا جائے تو ان کے نیچے کی سطح تک نہ پہنچے۔) اور جلد اور متصل جراب پر مسح بالافتاق جائز ہے اور جلد جراب وہ ہے کہ جس کے اوپر اور نیچے چڑا لگا ہو اور متصل وہ ہے کہ جس کے فقط تلے میں مردانہ جوتے کی شکل پر چڑا ہو، جیسے پاؤں کے لئے اہل غرب کی جوتی، اور جراب ٹخنیں (یعنی گاڑھی) پر مسح جائز ہے اور یہ وہ ہے کہ جلد اور متصل نہ ہو صرف سوت یا بالوں وغیرہ کی بنی ہوئی ہو لیکن پنڈلی پر بغیر باندھے تھمی رہے اور مسلسل تین میل چل سکے اور جو اس کے نیچے ہو وہ نظر نہ آتا ہو اور پانی اس میں سے نہ چھنے اسی پر فتویٰ ہے، اگر ٹخنوں تک کی ٹخنیں جراب پہنی اور اس میں سے اس کے ٹخنے یا قدم فقط ایک یا دو انگشت کی مقدار نظر آتے ہیں تو اس پر مسح جائز ہے اور وہ بمنزلہ اس موزہ کے ہے جس پر ساق نہ ہو، اگر جرموق پہنے پس اگر تہا پہنے اور ٹاٹ کے یا مثل اس کے اور کسی چیز کے بٹے ہوئے ہوں تو ان پر مسح جائز نہیں اور اگر احوڑی وغیرہ چڑے یا مثل اس کے ہوں تو جائز ہے، اگر ان کو موزوں کے اوپر پہنے تو اگر وہ ٹاٹ کے یا مثل اس کے اور کسی چیز کے ہوں تو ان پر مسح جائز نہیں لیکن اگر ایسے پتلے ہوں کہ ان کے نیچے تری پہنچتی ہو تو جائز ہے اگر وہ احوڑی وغیرہ چڑے یا مثل اس

کے ہوں تو اس بات پر اجماع ہے کہ اگر ان کو حدث کے بعد موزوں پر مسح کرنے سے پہلے یا موزوں پر مسح کرنے کے بعد پہنا ہے تو ان پر مسح جائز نہیں کیونکہ جرموق کو اس نے طہارت کی حالت پر نہیں پہنا بلکہ موزوں پر مسح کرنا لازمی ہوگا کیوں کہ ان کو طہارت پر پہنا ہے اور اگر حدث سے پہلے پہنا تو ان پر مسح جائز ہے اور جرموق بضم میم ہے جو موزوں کے اور پر کچھ وغیرہ کی حفاظت کے واسطے پہنتے ہیں اگر جرموق چوڑا ہے اور اس کے اندر ہاتھ ڈال کر موزہ پر مسح کر لیا تو جائز نہیں جبکہ اوپر والے میں مسح کے شرائط پائے جاتے ہوں اس لئے کہ حدث کا نکل جرموق خارج ہے نہ کہ خف (موزہ) داخل، اور اگر دونوں پاؤں میں موزے پہنے اور ایک موزے پر جرموق بھی پہنا تو جائز ہے کہ اس موزے پر مسح کرے جس پر جرموق نہیں ہے اور دوسرے کے جرموق پر مسح کرے، اور موزے پر موزہ پہنے تو مثل جرموق کے ہے اور اگر دو جہے موزے پہنے تو بھی ان پر مسح جائز ہے اور صحیح مذہب یہ ہے کہ ان موزوں پر جو ترکی مندوں سے بنتے ہیں مسح جائز ہے کیونکہ ان کو پہن کر سفر طے ہو سکتا ہے۔ جاروق (ترکی جوتا) میں اگر پاؤں چھپ جائیں اور ٹخنہ یا پاؤں کی پیٹھ صرف ایک یا دو انگشت نظر آتی ہو تو مسح جائز ہے، جو جاروق قدم کی پشت سے کھلا ہوا ہو اور اسے تسمہ سے اس طرح باندھ دیا جائے کہ وہ قدم ڈھک لے تو اس پر مسح جائز ہے۔ (یعنی تین انگشت یا اس سے زیادہ کھلا ہوا ہو لیکن اس کو تسمہ یا ٹخنہ یا ٹھنڈی سے بند کر لیا ہو تو اس پر مسح جائز ہے جیسا کہ ہمارے ملک میں موزے پشت قدم سے کھلے ہوتے ہیں اور ان کو تسمے یا ٹخنہ سے بند کر لیتے ہیں اور اگر اس کو چمڑے یا بانات وغیرہ اور سخت کپڑے میں پانی سرایت نہ کرے جاروق یا موزے کے ساتھ کسی چیز سے بند کر لے تب بھی اس پر مسح جائز ہے اور اگر اس چیز سے وغیرہ کو جاروق کے ساتھ لئے بغیر ویسے ہی کسی چیز سے باندھ کر اس کھلے حصہ کو بند کر لے تو اس پر مسح جائز ہے) اگر لوہے یا لکڑی یا شیشے یا ہاتھی دانت کے موزے بنائے تو ان پر مسح جائز نہیں۔ اس لئے کہ اس کو پہن کر آدمی بے تکلف عادت کے موافق چل پھر نہیں سکتا۔ مروجہ سوتی یا اونٹنی یا ریشمی موزوں پر مسح جائز نہیں کیونکہ ان میں وہ چاروں صفات نہیں پائی جاتیں جو موزے کے لئے ضروری ہیں جن کا بیان ہو چکا ہے۔ انگریزی فل بوٹ جوتے پر مسح جائز ہے جبکہ ٹخنے اس سے چھپے ہوں اور اس کا چاک تسموں سے اس طرح باندھا ہو کہ پاؤں کی اس قدر کھال نظر نہ آئے جو مسح کو مانع ہو، البتہ چونکہ یہ جوتے کے طور پر استعمال ہوتا ہے اس میں نماز پڑھنا بے ادبی ہے اور نجس ہونے کا بھی احتمال رہتا ہے اس لئے بلا ضرورت اس سے نماز نہیں پڑھنی چاہئے، موزوں کے نیچے کپڑے وغیرہ کی جراب پہن لینا موزوں پر مسح کے جواز کو مانع نہیں وہی صحیح ہے۔

۲۔ تینیں داخل ہیں: ۱۔ موزوں کے اوپر کی جانب سے مسح کرے، ۲۔ موزوں پاؤں پر ہاتھ کی تین انگلیوں کی برابر کرے یہی صحیح ہے۔ ہاتھ کی تین چھوٹی انگلیوں کے برابر مسح فرض ہے اور یہ دونوں فرض عملی ہیں۔ موزے کے نیچے کی جانب یا ایڑی پر یا ساق پر یا اس کے اطراف میں یا ٹخنے پر مسح جائز نہیں۔ اگر ایک پاؤں پر بقدر دو انگشت مسح کرے اور دوسرے پر بقدر چار یا پانچ انگشت کے تو جائز نہیں، اگر موزہ پاؤں سے بڑا ہو تو موزہ پر ایسی جگہ مسح کرنے کا اعتبار نہیں جو پاؤں سے خالی ہے یعنی فرض ادا نہیں ہوگا اور اگر اس جگہ میں پاؤں لے جا کر مسح کر لے تو جائز ہے اور اس کے بعد اس کا پاؤں اس جگہ سے جدا ہو جائے تو دوبارہ مسح کرے۔ اگر کسی شخص کے ایک پاؤں پر زخم ہو اور وہ نہ اس کے دھونے پر قادر ہو نہ اس کے مسح پر تو اس کو مسح معاف ہے اور صرف دوسرے پاؤں کے موزہ پر مسح کر کے نماز پڑھنا جائز ہے اسی طرح اگر پاؤں ٹخنے کے اوپر سے کٹ گیا تو بھی یہی حکم ہے اور اگر ٹخنے کے نیچے سے کٹا اور مسح کرنے کی جگہ بقدر تین انگشت کے باقی ہے تو دونوں پاؤں کے موزوں پر مسح کرے گا اور اگر بقدر فرض باقی نہیں تو دونوں پاؤں کو دھوئے کیوں کہ مسح کا عمل باقی نہیں مگر غسل کا عمل باقی ہے، اگر کسی شخص کا ایک ہی پاؤں پیدا نہیں ہے تو اسی ایک کے موزے کو مسح کرے۔

۳۔ مسح تین انگشت سے کرے یہی صحیح ہے، اگر ایک ہی انگلی سے تین دفعہ تین انگلی جگہ مسح کرے اور ہر دفعہ نیا پانی لے لے تو جائز ہے اور نیا پانی نہ لے لے تو جائز نہیں۔ اسی طرح اگر ایک انگلی کو ایک ہاتھ کے بقدر تین انگلی کے مسح کیا تو جائز نہیں، اگر انگوٹھے اور اس کے پاس کی انگلی سے مسح کرے اور دونوں کھلی ہوئی ہوں تو جائز ہے اس لئے کہ ان کے درمیان میں ایک انگلی کی جگہ ہے۔ اگر مسح اس طرح پر کرے کہ تین انگلیاں رکھ دے کھینچے نہیں تو جائز ہے مگر سنت کے خلاف ہے، اگر انگلیوں کے سرے سے موزوں پر مسح کرے اور انگلیوں کی جڑوں کو موزے سے جدا رکھے یعنی انگلیوں کو کھڑا رکھے تو اگر پانی ٹپکتا ہوا ہو اور اس سے موزہ تین انگلیوں کی مقدار تر ہو جائے تو جائز ہے ورنہ جائز نہیں۔ اگر مسح کرنا بھول گیا اور مسح کرنے کی جگہ پر پانی یا مینہ بقدر تین انگشت کے پڑا یا ایسی گھاس پر چلا جو مینہ (بارش) کے پانی میں بھیگی ہوئی ہو تو کافی ہے اور اس (شبنم) بھی بارش کے حکم میں ہے۔ یہی اصح ہے۔ دھونے کی جوتری باقی ہو اس سے مسح جائز ہے پانی ٹپکتا ہو یا نہ ٹپکتا ہو برابر ہے۔ مسح کے بعد جوتری ہاتھ پر باقی ہو اس سے مسح جائز نہیں۔

مسح کا مسنون طریقہ

مسح کا مسنون طریقہ یہ ہے کہ دونوں ہاتھوں کو پانی سے بھگو کر اپنے دائیں ہاتھ کی انگلیاں داہنے موزے کے اگلے حصے پر رکھے اور بائیں ہاتھ کی انگلیاں بائیں موزے کے اگلے حصے پر رکھے انگلیاں پوری پوری رکھے صرف سرے نہ رکھے اور انگلیوں کو کھولے ہوئے پنڈلی کی طرف ٹخنوں سے اوپر تک کھینچے اگر پنڈلیوں کی طرف سے انگلیوں کی طرف کو کھینچے یا دونوں موزوں پر عرض میں مسح کرے تو مسح ہو جاتا ہے مگر خلاف مسنون (مکروہ و بدعت) ہے اور اگر تھیلی کو رکھ کر یا صرف انگلیوں کو رکھ کر کھینچے تو یہ دونوں صورتیں حسن ہیں اور احسن یہ ہے کہ سارے ہاتھ سے مسح کرے۔ اگر تھیلی یا انگلیوں کی پٹھ کی جانب سے مسح کرے تو جائز مگر مکروہ ہے اور مستحب یہ ہے کہ ہاتھ کے اندر کی جانب سے مسح کرے مسح میں خلط کا ظاہر ہونا شرط نہیں البتہ سنت ہے، اسی پر فتویٰ ہے، مسح کئی بار کرنا سنت نہیں، موزوں پر مسح کرنے کے واسطے نیت شرط نہیں ہے، یہی صحیح ہے، اگر کسی نے وضو کیا اور موزوں پر مسح کیا اور سیکھانے کی نیت کی طہارت کی نہ کی تو صحیح ہے، غسل کرنے والے کو مسح جائز نہیں خواہ غسل فرض ہو یا سنت، مثلاً بیروں کو کسی اونچے مقام پر رکھ کر خود بیٹھ جائے اور بیروں کے علاوہ باقی جسم کو دھو لے اس کے بعد بیروں پر مسح کرے تو یہ درست نہیں۔

۴۔ جواز مسح کے لئے ضروری ہے کہ موزہ پہننے کے بعد جو حدث کا اثر ہو وہ پوری طہارت پر ہو جو موزہ پہننے سے پہلے یا اس کے بعد کامل ہو چکی ہو (یعنی جواز مسح کے لئے موزہ پہننے کے وقت طہارت کامل ہونا ضروری نہیں بلکہ حدث کے وقت طہارت کا کامل ہونا ضروری ہے) پس اگر پہلے دونوں پاؤں دھوئے پھر دونوں موزے پہنے یا ایک پاؤں دھو کر اس پر موزہ پہن لیا پھر دوسرا پاؤں دھو کر اس پر موزہ پہنا پھر حدث سے پہلے وضو پورا ہو گیا تو بعد حدث اس پر مسح جائز ہے اور اگر دونوں پاؤں دھو کر دونوں موزے پہن لئے پھر وضو پورا ہونے سے پہلے حدث ہوا تو مسح جائز نہیں اگر حالت حدث میں موزے پہنے اور پانی میں گھس گیا اور موزوں کے اندر پانی داخل ہو گیا اور دونوں پاؤں دھل گئے پھر اور اعضا کا بھی وضو کر لیا پھر حدث ہوا تو اس پر مسح جائز ہے، گدھے کے جھوٹے پانی سے وضو کیا اور تیمم کیا اور اس پر موزے پہنے پھر حدث ہوا اور پھر گدھے کے جھوٹے پانی سے وضو کیا اور تیمم کیا تو موزوں پر مسح کر لے اور گدھے کے جھوٹے پانی کی بجائے نیبہ تیر ہو اور باقی مسئلہ اسی حالت پر ہو تو موزہ پر مسح نہ کرے، اگر گدھے کے جھوٹے پانی سے وضو کیا اور موزے پہنے اور تیمم نہ کیا یہاں تک کہ حدث ہو گیا تو وہ گدھے کے جھوٹے پانی سے وضو کرے اور موزوں پر مسح کرے پھر تیمم کرے اور نماز پڑھ لے اور جب مطلق پانی میسر آ جائے تو وہ وضو اور مسح

دونوں قاسد ہو جائیں گے۔ جس شخص نے حدث کا تیمم کیا ہو اس کو موزے پر مسح جائز نہیں خواہ وہ تیمم غسل کا ہو یا وضو کا یا دونوں کا۔ جس کو موزے پہننے کے بعد یا قبل جنابت ہو گئی اس کو موزوں پر مسح جائز نہیں مگر اس صورت میں کہ جنابت کے واسطے مثلاً پانی نہ ملنے کی وجہ سے تیمم کرے اور حدث کے واسطے وضو کرے اور دونوں پاؤں دھوئے پھر موزے پہنے پھر دست مسح تک جب وہ وضو کرے اس کو مسح جائز ہوگا پھر اگر پانی کے ملنے سے اس کی جنابت لوٹ آئے تو یہ حکم ہوگا کہ گویا اب جنبی ہوا ہے۔ جنبی نے غسل کیا اور اس کے جسم پر کچھ حصہ خشک رہ گیا پھر اس نے موزے پہنے پھر اس حصے کو دھویا پھر حدث ہوا تو مسح کرنا جائز ہے اور اگر اس کے دھونے سے قبل حدث ہوا تو مسح جائز نہیں۔ اسی طرح اگر اعضاء وضو میں سے کوئی مقام خشک رہ گیا پھر اس کے دھونے سے قبل حدث ہوا تو مسح جائز نہیں اور بعد دھونے کے حدث ہوا تو مسح جائز ہے اس لئے کہ حدث کا اثر طہارت کامل پر ہوا ہے۔

۵۔ مدت مسح میں مسح ہو، مقیم کے لئے مدت ایک دن رات ہے اور مسافر کے لئے تین دن اور ان کی راتیں ہیں خواہ وہ سفر طاعت ہو (یعنی نیک مقصد کے لئے ہو) یا سفر معصیت (یعنی گناہ کے لئے) اس حکم میں برابر ہے، موزہ پہننے کے بعد جب حدث ہوا اس وقت سے مدت کی ابتدا ہوگی، موزہ پہننے یا وضو کرنے کے وقت سے نہیں، حتیٰ کہ کسی نے فجر کے وقت وضو کر کے موزے پہنے پھر عصر کے وقت اس کو حدث ہوا پھر اس نے وضو کیا اور موزہ پر مسح کیا تو مقیم کے لئے دوسرے دن کی عصر کے وقت کی اسی ساعت تک اس کے لئے مسح کی مدت باقی رہے گی جس ساعت میں اول روز حدث ہوا تھا اور اگر مسافر ہے تو چوتھے روز کی اسی ساعت تک مسح کی مدت باقی رہے گی، پس مقیم کبھی چھ نماز میں مسح کرتا ہے مثلاً ظہر کی تاخیر یا وضو موزہ پہنے ہوئے آخر وقت تک کی پھر وضو ٹوٹا اور مسح کر کے آخر وقت میں ظہر کی نماز پڑھی پھر ظہر کی نماز دوسرے دن اول وقت میں پڑھی اور کبھی مسح کے ساتھ صرف چار نماز پر قادر ہوتا ہے مثلاً ایک شخص نے وضو کیا اور صبح صادق ہونے سے پہلے موزہ پہنا پھر طلوع فجر کے بعد نماز پڑھی اور جب التحیات پڑھ چکا تو وضو ٹوٹ گیا اس شخص کو اگلی فجر کی نماز مسح کے ساتھ پڑھنا ممکن نہیں اس لئے کہ حدث اس کے آخر نماز میں واقع ہوا پس یہ شخص ظہر، عصر، مغرب اور عشا چار نمازوں کے لئے مسح کرے گا۔ مقیم نے مدت مسح میں (یعنی آٹھ پہر کے اندر) سفر کیا تو سفر کی مدت پوری کرے یعنی تین دن رات تک مسح کرتا رہے اور اگر اقامت کا مسح پورا ہو چکا یعنی مسح کو آٹھ پہر گزر چکے پھر سفر کیا تو موزہ نکال کر دونوں پیر دھو لے، مدت مسح اقامت (یعنی آٹھ پہر) پوری ہونے کے بعد مسافر نے اقامت کی یا گھر واپس آ گیا تو وہ اپنے موزے نکالے اور پاؤں دھوئے اب نئے سرے سے مسح کی مدت شروع ہوگی اور اگر مدت مسح اقامت کے پورا ہونے سے پہلے نیت اقامت کرے یا گھر واپس آ جائے تو مدت اقامت (یعنی آٹھ پہر) مسح کے ساتھ پورا کرے۔ معذور نے اگر وضو کیا اور موزے پہنے اس حالت میں کہ اس کا عذر اس وقت موجود نہ تھا تو اس کو تندرستوں کی مانند مدت معلومہ تک مسح جائز ہے اور اگر وضو کرتے وقت یا ایک موزہ پہننے وقت عذر موجود تھا یا پیدا ہوا تو مسح وقت میں جائز ہے خارج وقت میں جائز نہیں (کیوں کہ جس طرح معذور کو ہر نماز کے لئے نیا وضو کرنا ضروری ہے اسی طرح اس کا وقت جاتے رہنے سے اس کا مسح بھی باطل ہو جاتا ہے) مثلاً کسی نے عذر کے موجود ہونے سے قبل ظہر کا وضو کیا اور موزہ پہنا پھر وضو کسی سبب سے ٹوٹا جب تک ظہر کا وقت موجود ہے مسح جائز ہے ظہر کے وقت کے بعد عصر کے وقت مسح جائز نہیں مگر دوبارہ کامل وضو کرنے کے بعد۔

۶۔ موزہ بہت پٹھا ہوا نہ ہو، بہت پٹھا ہونے کی مقدار پاؤں کی تین چھوٹی انگلیاں ہیں یہی صحیح ہے اور شرط یہ ہے کہ بقدر پوری تین انگلیوں کے ظاہر ہو جائے برابر ہے کہ سوارخ موزے کے نیچے ہو یا اوپر یا ایڑی کی طرف اور اگر سوارخ موزے کی پٹائی میں (خفے سے اوپر) ہے تو مسح کا مانع نہیں کیوں کہ یہ مسح کی حد سے باہر ہے، اور چھوٹی انگلیوں کا وہاں اعتبار ہے جبکہ انگلیوں کے سوا کوئی جگہ کھل

جائے اور اگر انگلیاں ہی کھل جائیں تو معتبر یہ ہے کہ وہی تین انگلیاں کھلیں خواہ کوئی سی ہوں حتیٰ کہ اگر انگوٹھا اور اس کے برابر کی انگلی کھل گئی حالانکہ کہ یہ دونوں مل کر تین چھوٹی انگلیوں کے برابر ہیں تو بھی مسح جائز ہے اور اگر انگوٹھا اور اس کے برابر کی دونوں انگلیاں کھل گئیں تو مسح جائز نہیں اور جس شخص کی انگلیاں کٹ گئی ہوں اس کے موزے کے سوراخ کا اعتبار دوسرے شخص کی انگلیوں سے کیا جائے گا۔ ایک موزے کے سوراخ جمع کئے جائیں گے دونوں کے جمع نہ کئے جائیں گے حتیٰ کہ اگر ایک موزے میں بقدر ایک انگشت کے شکاف ہو اور دوسرے میں بقدر دو انگشت کے تو مسح ان دونوں پر جائز ہوگا اس شرط سے کہ فرض مسح کا نفس موزے پر واقع ہو نہ کہ اس مقام پر جو تھوڑا پٹھا ہوا ہو اور اگر ایک ہی موزے میں سوراخ آگے کی جانب ایک انگشت ہو اور ایریڑی پر ایک انگشت ہو اور کسی اور طرف اسی قدر ہو تو مسح جائز نہ ہوگا پھر وہ سوراخ جو جمع کئے جاتے ہیں کم سے کم اس قدر بڑے ہوں کہ جس میں ایک بڑی سوئی (ٹاٹ وغیرہ سینے کا سوا) جاسکے اور جو اس سے بھی چھوٹا ہو وہ معتبر نہ ہوگا اور سیون کے سوراخوں میں شامل ہوگا۔ مانع مسح وہ چوڑا سوراخ ہے جس کی وجہ سے اس کے نیچے کا بدن کھل جائے یا ملا ہوا ہو لیکن چلتے وقت کھل جائے اور پاؤں ظاہر ہو جائے لیکن جب اندر کا بدن نہ کھلے تو مانع مسح نہیں اگرچہ بڑا سوراخ ہو۔ اگر موزہ اوپر سے کھل جائے اور اس کے اندر چڑے کا ستر ہے یا کپڑے کا ستر موزے میں ملا ہوا ہے تو مانع مسح نہیں، اور موزہ اور جراب اور چاروق جو پاؤں کے اوپر کی طرف سے جڑے ہوئے ہوں اور اس میں گھنڈیاں اور سوراخ ہوں جن کے لگانے سے موزہ پاؤں کو ڈھک لے وہ بے چرے موزوں کے حکم میں ہے، اور اگر پشت قدم ان سے کچھ ظاہر ہوتی ہو تو وہ موزے کے سوراخوں کے حکم میں ہے، اگر پیٹھے ہوئے موزے پر دوسرا درست موزہ یا جرموق ہو تو اس پر مسح کرے اس لئے کہ اوپر والے کا اعتبار ہے نیچے والے کا نہیں۔ موزے پر مسح کے حکم میں مرد و عورت برابر ہیں۔ دستانے جو ہاتھوں میں پہنے جاتے ہیں ان پر مسح جائز نہیں، عمامہ اور ٹوپی اور برقعے اور نقاب (گھونگھٹ) پر بھی مسح جائز نہیں۔

مسح توڑنے والی چیزوں کا بیان

۱۔ جو چیزیں وضو کو توڑتی ہیں وہ مسح موزہ کو بھی توڑتی ہیں۔

۲۔ دونوں موزوں یا ایک موزے کا پاؤں سے نکالنا یا لکنا۔

۳۔ مدت مسح کا گزرنا، اگرچہ اس نے اس مدت میں مسح نہ کیا ہو اور یہ حکم اس وقت ہے جب پانی ملتا ہو لیکن اگر پانی نہ ملے تو مدت کے گزرنے سے مسح نہیں ٹوٹے گا بلکہ اسی مسح سے نماز جائز ہوگی یہاں تک کہ اگر مدت گزر گئی اور وہ نماز کے اندر ہے اور پانی نہیں ملتا تو نماز اسی طرح پڑھتا رہے، یہی اصح ہے (اس کی صورت یہ ہے کہ اول وقت وضو کر کے موزے پہنے اور ظہر کے وقت حدیث ہوا اس نے وضو کر کے مسح کیا اور دوسرے روز اسی وقت جب پہلے روز اس کو حدیث ہوا تھا نماز میں داخل ہوا اور اس کو یاد آیا کہ یہ وقت مسح کے ختم ہو جانے کا ہے لیکن جانتا ہے کہ اس جگہ میں پانی نہیں ہے تو اس اصح قول کی بنا پر نماز پوری کر لے۔ اس قول کی بنا پر صحیح یہ ہے کہ نئے سرے سے جبیرہ کی طرح کل یا اکثر پاؤں کا مسح کرے۔ (مولف) اور بعض مشائخ سے یہ منقول ہے کہ نماز قاسد ہو جائے گی اور یہی اشد ہے (یعنی روایت و فہم کے مناسب ہے کیوں کہ مدت گزر جانے سے حدیث نے پاؤں میں سرایت کی اور پانی کا نہ ہونا مانع سرایت کا نہیں، اس لئے ان کے نزدیک تیمم کرے اور نماز پڑھے جس طرح ہر وہ شخص کہ اس کے اعضائے وضو میں کچھ شک باقی رہا اور پانی نہیں ہے جو اس کو دھوئے تو اس کو تیمم کرنا چاہئے، کذا فی الطحاوی وغیرہ) اگر دونوں موزے نکالے یا ایک موزہ نکالا اور وہ پاؤں وضو ہے تو صرف دونوں پاؤں دھونا اس پر واجب ہے

نفع سرے سے سارا وضو کرنے کی ضرورت نہیں اور یہی حکم ہے اس صورت میں جب مسح کی مدت گزر جائے۔ (اور پورا وضو کر لینا مستحب ہے) جس شخص کو اپنے موزے نکالنے میں یہ خوف ہو کہ اس کے پاؤں سردی کی وجہ سے رہ جائیں گے تو موزہ پٹی کے حکم میں ہو جائے گا پس اس کو مسح جائز ہے اگرچہ مدت دراز ہو جائے لیکن اوپر نیچے اغل بغل اور ایڑیوں پر یعنی پورے یا اکثر موزے کا مسح کرے جیسے ان ٹکڑیوں پر مسح جائز ہو جاتا ہے جو ٹوٹی ہڈی پر باندھی جاتی ہیں۔ (اس میں بھی اختلاف ہے جیسا کہ پانی نہ ملنے کی صورت میں ہے اور قہم کرنے کو ترجیح معلوم ہوتی ہے) اکثر پاؤں (یعنی آدھے سے زیادہ) نکل آئے تو پورے پاؤں کے نکل آنے کے حکم میں ہے یہی صحیح ہے۔ اگر موزہ چوڑا ہے جب پاؤں اٹھاتا ہے تو ایڑی موزہ سے نکل جاتی ہے اور جب پاؤں رکھتا ہے تو پھر اپنی جگہ پر آ جاتی ہے تو اس پر مسح جائز ہے، جس کے پاؤں ٹیڑھے ہو جائیں اور وہ پنجوں کے بل چلتا ہو اور ایڑی اپنی جگہ سے اٹھ گئی ہو تو اس کو بھی موزوں پر مسح جائز ہے جب تک اس کا پاؤں پنڈلی کی طرف کو نکل نہ جائے۔ اگر دو تہ کے موزے پہنے اور اوپر مسح کیا پھر ایک تہ اتار لی تو دوسری تہ پر مسح کا اعادہ نہ کرے اور یہی حکم ہے اس صورت میں جب موزوں پر بال ہوں ان پر مسح کرے پھر بال اتار ڈالے اور یہی حکم ہے اس صورت میں جب کہ موزے پر مسح کیا پھر اس کے اوپر کا پوست چھیل ڈالا۔ اگر جرموق کے اوپر مسح کیا پھر جرموق اتار ڈالے تو موزوں پر مسح کا اعادہ کرے اگر صرف ایک جرموق نکالا تو اسی موزہ پر مسح کرے جو ظاہر ہو گیا اور دوسری جرموق پر مسح کا اعادہ نہ کرے۔

۴۔ موزے میں پاؤں کا پانی سے بھیگ جانا۔ اگر پوری طہارت کے بعد موزے پہنے اور ان پر مسح کیا پھر اس کے ایک موزہ میں پانی داخل ہوا، اگر نٹنے تک پانی پہنچا اور سارا پاؤں یا اکثر پاؤں (آدھے سے زیادہ) دھل گیا تو اس پر دوسرے پاؤں کا دھونا بھی واجب ہے۔ اگر وضو کیا اور کسی عضو وضو کو ہڈی ٹوٹنے کی وجہ سے پھٹیاں (پچھیاں) باندھیں یا زخم پر پٹی باندھی اور ان پر مسح کیا اور دونوں پاؤں دھونے اور موزے پہنے پھر حدث ہوا تو وضو کرے اور ان ٹکڑیوں (پچھیاں) پر اور موزوں پر مسح کرے، اور اگر وہ زخم اس طہارت کے ٹوٹنے سے پہلے اچھا ہو جائے جس پر موزے پہنے ہیں تو وہ اس زخم کی جگہ کو دھو لے اور موزوں پر مسح کرے اور اگر اس طہارت کے ٹوٹنے کے بعد اچھا ہو تو موزوں کو نکالنا چاہئے، اپنے موزے پر اگر کسی دوسرے شخص سے مسح کرائے تب بھی جائز ہے، موزے کا تین انگلی یا اس سے زیادہ پھٹنا اور معذور کے حق میں وقت کا نکل جانا بھی موزے کے مسح کو باطل کر دیتا ہے۔

جبیرہ و عصابہ پر مسح کرنے کا بیان

جبیرہ ان پچھیاں کو کہتے ہیں جو کلزی یا زسل (بانس) وغیرہ سے چیر کر ٹوٹی ہوئی ہڈی پر باندھتے ہیں، اور عصابہ کپڑے کی پٹی کو کہتے ہیں جو پھوڑے پھنسی، دہل اور زخم وغیرہ پر باندھتے ہیں، امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک جبیرہ اور عصابہ پر مسح فرض نہیں بلکہ واجب ہے، صاحبین کے نزدیک ان پر مسح فرض ہے اور اسی پر فتویٰ ہے۔ امام صاحبؒ نے بھی انہی کے قول کی طرف رجوع کر لیا ہے (اور یہ فرض علی ہے) اور یہ مسح اس وقت کرے جب ان کے نیچے دھونے یا مسح کرنے پر قادر نہ ہو، اس طرح پر کہ پانی پہنچنے سے یا ان کے کھولنے سے ضرر ہوتا ہو، اور مسح ایک ہی دفعہ کافی ہے مگر ضروری نہیں اسی پر فتویٰ ہے۔ اور وہ شخص بھی مسح کرے جس کو کھولنے میں اس وجہ سے ضرر ہو کہ وہ ایسی جگہ ہے کہ پھر ان کو خود نہیں باندھ سکتا اور نہ اس کے پاس کوئی اور باندھنے والا ہے۔ اگر ٹھنڈے پانی سے دھونا نقصان کرتا ہو اور گرم پانی سے دھونا نقصان نہ کرتا ہو تو گرم پانی سے دھونا لازم ہے اور اس کو مسح جائز نہیں۔ اگر جبیرہ اور عصابہ پر مسح کرنے سے ضرر ہو تو بالا جماع ترک جائز ہے۔ اگر ضرر نہ ہو تو امام صاحب کے نزدیک تب بھی ترک جائز ہے یعنی فرض ادا ہو جائے گا مگر اس کا لوٹانا واجب ہوگا، اور صاحبین کے

نزدیک ترک جائز نہیں اسی پر فتویٰ ہے اور امام صاحبؒ نے بھی اسی کی طرف رجوع کر لیا ہے۔ اگر جبیرہ و عصابہ زخم سے زیادہ جگہ پر ہو تو اگر اس کو کھولنا اور زخم پر مسح کرنا دونوں نقصان کریں تو جس قدر زخم کے مقابل اور جس قدر صحیح بدن کے مقابل ہے سب پر مسح کرے اور اگر مسح نقصان کرے اور کھولنا نقصان نہ کرے تو کھولنا واجب ہے، پس کھول کر اس قدر پٹی پر مسح کرے جو زخم کے اوپر ہے اور اس کے آس پاس دھو لے اور اگر کھولنا اور مسح دونوں نقصان نہ کریں تو زخم پر مسح کرے اور اس کے آس پاس دھو لے۔ زخم ہو یا داغ ہو یا ہڈی ٹوٹ گئی ہو سب کا حکم ایک ہے، اگر اکثر جبیرہ پر (آدھے سے زیادہ) مسح کر لیا تو کافی ہے اسی پر فتویٰ ہے۔ آدھے جبیرہ یا اس سے کم پر بالا جماع مسح جائز نہیں۔ اگر قصد کھلوانے والے نے پٹی پر مسح کیا پھر مسح نہ کیا تو کافی ہے اسی پر فتویٰ ہے۔ پٹی کی دونوں گریہوں کے درمیان میں جو ہاتھ یا کہنی یا بدن کی کوئی اور جگہ کھلی رہ جاتی ہے اس پر بھی مسح کرنا کافی ہے، یہی اصح ہے کیونکہ اس کے دھونے میں پٹی تر ہو کر زخم کو نقصان پہنچنے کا خوف ہے اور اس پر فتویٰ ہے، اگر زخم اچھا نہیں ہوا اور بغیر اس کے جبیرہ گر پڑے تو دھونا لازم نہیں اور مسح بھی باطل نہیں ہوگا، اور اگر اچھا ہونے کے بعد گرے یا زخم اچھا ہو جائے اور ابھی پٹی نہ گرے تو مسح باطل ہوگا اور خاص اس جگہ کا دھونا واجب ہوگا (اور یہ جب ہے کہ پٹی کا کھولنا ضرر نہ کرے پس اگر ضرر کرے مثلاً زخم اچھا ہو گیا اور پانی اس کو ضرر نہیں کرے گا لیکن پٹی اس طرح چپکی ہے کہ گوشت سے جدا کرنے میں تازگی زخم کا احتمال ہے تو اس صورت میں مسح باطل نہ ہوگا) اور اگر نماز میں گرا، یا مقام اچھا ہو گیا تو اسی جگہ کو دھو کر نماز کو نئے سرے سے پڑھے، وضو کیا اور دوا لگی ہوئی تھی اس کے اوپر پانی بہا لیا پھر اس جگہ کے اچھا ہو جانے کے بعد دوا گر گئی تو دھونا لازم ہوگا اور اگر بغیر اچھا ہوئے گر گئی تو دھونا لازم نہ ہوگا، اگر تاخن ٹوٹ جائے اور اس پر دوا لگا کر جائے اور اس کا چھڑانا نقصان کرتا ہو، اگر ہو سکے تو اس کے اوپر پانی بہائے اگر اس پر قادر نہ ہو تو اس کے اوپر مسح کرے اور اگر مسح بھی نقصان کرتا ہو تو اس کو چھوڑ دے یعنی عذر کی وجہ سے دونوں ساقط ہو گئے۔ اعضا پھٹنے ہوئے ہوں (یعنی بوئیاں پھٹی ہوں) اگر ہو سکے تو ان کے شکافوں پر پانی بہا دے اور اگر یہ نہ ہو سکے تو ان پر مسح کرے اور اگر یہ بھی نہیں ہو سکتا تو ان کو چھوڑ دے اور ان کے آس پاس دھو لے یہی حکم اس وقت ہے جبکہ پانی لگنے سے خون جاری ہو جائے۔ زخم کی پٹی پر مسح کیا پھر وہ گر گئی اور دوسری تبدیل کی تو بہتر یہ ہے کہ وہ بارہ مسح کرے اور اگر دوبارہ مسح نہ کرے تب بھی جائز ہے، اسی طرح اگر اوپر کی پٹی دور ہو جائے تو نیچے کی پٹی پر مسح کا اعادہ واجب نہیں مستحب ہے۔ کسی شخص کی انگلی میں زخم ہے اور اس پر مرہم لگائے یا بکری کا پتہ لگائے اور زخم سے زیادہ جگہ پر لگ جائے پھر وضو کرنے میں اس پر مسح کرے تو ساری جگہ پر مسح کرے تو جائز ہے اور قصد کھلوانے والے کے حق میں بھی یہی حکم ہے اسی پر فتویٰ ہے۔ کسی شخص کی ہاتھوں پر زخم ہے اور پٹی بندھی ہوئی ہے اور اس کو مسح کی نیت سے پانی کے برتن میں ڈبو یا تو مسح جائز نہیں اور پانی فاسد ہو جائے گا لیکن اگر ہاتھ کی انگلیوں یا پتھیلیوں پر پٹی بندھی ہو تو وہ دھل جائے گا اور پانی مستعمل نہ ہوگا جبکہ اوپر نجاست نہ ہو اگرچہ اس نے مسح کا ارادہ کیا تھا، جبیرہ اور عصابہ پر مسح کرنا اس کے نیچے کے بدن کے دھونے کے حکم میں ہے، مسح موزہ کی طرح خلیفہ اور بدلہ نہیں ہے اور جبیرہ اور عصابہ کا مسح موزے کے مسح سے اکیس احکام میں مخالف ہے:

- ۱۔ بدل و خلیفہ نہیں، مسح موزہ بدل اور خلیفہ دھونے کا ہے، ۲۔ جبیرہ اور عصابہ کے لئے مدت مقرر نہیں، ۳۔ اگر پہلے جبیرہ و عصابہ کو بدل ڈالے تو دوسرے پر مسح کا لوٹنا واجب نہیں بلکہ مستحب ہے، ۴۔ اگر اوپر نیچے دو جبیرہ باندھے ہوئے ہو اور ایک کو کھول ڈالے تو دوسرے پر مسح لوٹنا مستحب ہے واجب نہیں، ۵۔ اگر ایک پاؤں میں جبیرہ باندھا ہو تو دوسرے پاؤں کو دھو لے بخلاف موزہ کے کہ ایک پاؤں میں موزہ پہنے اور مسح کرے اور دوسرے کو دھوئے تو جائز نہیں، ایک پاؤں کے جبیرہ کا مسح دوسرے پاؤں کے جبیرہ کے موزہ کے مسح کے ساتھ یا دوسرے تندرست پاؤں کے موزہ کے مسح کے ساتھ جمع نہیں کیا جاتا، مثلاً ایک شخص کے ایک پاؤں میں زخم ہے اور اس پر جبیرہ یا پٹی بندھی ہے

پھر اس نے وضو کیا اور جبیرہ پر مسح کیا اور دوسرے پاؤں کو دھویا اور اس میں موزہ پہنا پھر وضو ٹوٹا تو صحیح یہ ہے کہ موزہ پر مسح جائز نہیں اور اگر جبیرہ پر مسح کر کے دونوں پاؤں میں موزے پہنے پھر اس کا وضو ٹوٹ گیا تو دونوں موزوں پر مسح جائز ہے، ۶۔ کسی شخص کے ایک پاؤں میں پھوڑا ہو اور اس نے دونوں پاؤں دھو کر دونوں میں موزے پہنے پھر اس کو حدث ہوا اور دونوں موزوں پر مسح کیا اور اسی طرح بہت سی نمازیں پڑھیں پھر موزوں کو نکالا تو یہ معلوم ہوا کہ پھوڑا پھوٹ گیا اور اس سے خون بہا مگر یہ نہیں معلوم کہ کب پھوٹا تو اگر زخم کا سراغ شک ہو گیا ہو اور اس شخص نے موزہ مثلاً طلوع فجر کے وقت پہنا تھا اور عشا کے بعد نکالا تو فجر کا اعادہ نہ کرے باقی نمازوں کا اعادہ کرے، اور اگر زخم کا سراغ خون میں تر ہو تو کسی نماز کا اعادہ نہ کرے اور اگر کسی نے زخم کو باندھ اور وہ بندھن تر ہو گیا اور وہ تری یا ہرنگ آگئی تو وضو ٹوٹ گیا ورنہ نہیں ٹوٹا اور اگر وہ بندھن دوہرا تھا ایک تہ میں سے تری یا ہر آگئی اور دوسری میں سے نہ آئی تو بھی وضو ٹوٹ جائے گا کیوں کہ وہ خون جاری ہو گیا ہے اس لئے مفسد وضو ہے، ۷۔ جبیرہ کا طہارت کی حالت پر باندھنا شرط نہیں، پس اگر جبیرہ بغیر وضو اور بغیر اس جگہ کے دھونے کے باندھی گئی ہو تو بھی اس پر مسح جائز ہے، ۸۔ اگر جبیرہ پر مسح ضرر کرے تو ترک کرنا جائز ہے (اور ضرر نہ کرے تو ترک جائز نہیں) ضرر سے مراد اعتبار کے لائق ہے مطلق ضرر نہیں، ۹۔ جبیرہ کا مسح عضو کے نہ دھو سکنے کے عذر پر جائز ہے بلا عذر جائز نہیں، ۱۰۔ مسح جبیرہ و عصابہ و پچا ہوا داغ و نصد کی پٹی وغیرہ میں حدث اور جنابت برابر ہے یعنی غسل میں بھی جبیرہ پر مسح جائز ہے، ۱۱۔ اگر جبیرہ زخم اچھا ہو جانے پر گر جائے تو مسح باطل ہو جائے گا ورنہ نہیں، موزے میں تین انگلیوں کی مقدار لکھنا مسح کو باطل کرنے کے لئے کافی ہے، ۱۲۔ جبیرہ کے مسح میں نیت بالاتفاق شرط نہیں، موزہ کی نیت کے بارے میں اختلاف ہے، ۱۳۔ زخم اچھا ہونے پر جبیرہ گر پڑے تو فقط اسی جگہ دھونا لازم آتا ہے اور ایک موزہ کے تین انگلی تہ اند لکھنے پر دونوں پاؤں کا دھونا ضروری ہوتا ہے، ۱۴۔ اگر جبیرہ میں مسح کرنے کے بعد کسی طرح پانی داخل ہو جائے تو مسح باطل نہ ہوگا موزہ کا باطل ہو جائے گا، ۱۵۔ ٹوٹے ہوئے عضو پر جبیرہ باندھ کر مسح جائز ہے اگرچہ عضو تین انگلی سے کم باقی رہا ہو مسح موزہ میں تین انگلی کی مقدار کا باقی رہنا شرط ہے، ۱۶۔ بعض روایات میں جبیرہ و عصابہ کے مسح کا ترک کرنا جائز ہے، ۱۷۔ جبیرہ و عصابہ کے لئے پاؤں میں ہونا شرط نہیں، ۱۸۔ اکثر حصہ جبیرہ کا مسح شرط ہے موزہ میں تین انگلی کی مقدار شرط ہے، ۱۹۔ جب عضو ماؤف کو مسح نہ کر سکے جب جبیرہ کا مسح صحیح ہے مثلاً پانی ضرر کرتا ہو، یا بندھی ہوئی پتی کا کھولنا ضرر کرتا ہو پس اگر عضو کے مسح پر قادر ہو تو جبیرہ پر مسح صحیح نہیں، ۲۰۔ مسح جبیرہ و عصابہ فرض عملی ہے اور مسح موزہ رخصت و جائز ہے، ۲۱۔ مسح جبیرہ کی مدت متعین نہیں کیوں کہ وہ دھونے کی مثل ہے اور جب تک وہ زخم وغیرہ اچھا نہ ہو مسح کرے گا اور تندرستوں کو امامت کرے گا بخلاف صاحب عذر کے اور مسح موزہ کے لئے مدت متعین ہے۔

حیض و نفاس اور استحاضہ کا بیان

عورت کی فرج سے جو خون نکلتا ہے وہ تین قسم کا ہوتا ہے: ۱۔ حیض، ۲۔ نفاس، ۳۔ استحاضہ

حیض کا بیان

حیض وہ خون ہے جو رحم سے بغیر ولادت یا بیماری کے ہر مہینے فرج کے راستے سے نکلتا ہے، اگر پاخانے کے مقام سے نکلے تو حیض نہیں اور جب وہ یعنی پاخانے کے مقام سے نکلنے والا خون بند ہو جائے تو غسل مستحب ہوگا، زمانہ حیض کے علاوہ دونوں میں کوئی ایسی دوا استعمال کی جس سے خون آجائے تو وہ حیض نہیں، مثلاً کسی عورت کو مہینے میں ایک دفعہ پانچ دن حیض آتا ہو اس کو حیض کے پندرہ دن بعد دوا کے استعمال سے خون آجائے تو وہ حیض نہیں ہے، پندرہ دن کے بعد کی قید اس لئے ہے کہ پندرہ دن کے اندر تو بغیر دوا کے بھی آجائے تو حیض نہیں بلکہ استحاضہ ہے۔

شرائط حیض

حیض کا خون چند باتوں پر قوف ہے:

۱۔ وقت، اور وہ نو سال کی عمر سے ایسا (نامیدی) کی عمر تک ہے نو برس سے پہلے جو خون نکلے وہ حیض نہیں ہے، ایسا کا وقت بچپن برس کی عمر کے بعد ہوتا ہے یہی صبح ہے اور اسی پر فتویٰ ہے، اور بعض کے نزدیک پچاس برس کی عمر معتد و مختار ہے اور اس پر فتویٰ ہے، پھر اس کے بعد جو خون آئے گا وہ ظاہر نہ ہوگا حیض نہیں ہوگا اور مختار یہ ہے کہ اگر خون قوی ہوگا یعنی زیادہ سرخ و سیاہ ہوگا تو حیض ہوگا اور اگر زرد یا سبز یا خاکی رنگ ہو تو حیض نہیں بلکہ استحاضہ ہے، البتہ اگر اس عورت کو اس عمر سے پہلے بھی زرد یا سبز یا خاکی رنگ کا خون آتا ہو تو بچپن برس کے بعد بھی یہ رنگ حیض کے سمجھے جائیں گے اگر عادت کے خلاف ایسا ہو تو استحاضہ ہے۔

۲۔ خون کا فرج خارج تک نکلتا اگرچہ گدی کے گر جانے سے ہو پس جب تک کچھ گدی یا روئی خون اور فرج خارج کے درمیان میں حائل ہے تو حیض نہ ہوگا، ایک عورت حیض سے پاک تھی اور اس نے گدی پر خون کا اثر دیکھا تو جس وقت سے گدی اٹھائی اور خون کا اثر نہ پایا تو اسی وقت سے خون بند ہونے کا حکم ہوگا جس وقت سے گدی رکھی تھی، پس اگر کوئی عورت سوکراٹھنے کے بعد حیض دیکھے تو اس کا حیض اسی وقت سے ہوگا جب سے بیدار ہوئی ہے اس سے پہلے نہیں اور اگر حائضہ عورت سوکراٹھنے کے بعد اپنے کو ظاہر پائے تو جب سے سوئی ہے اسی وقت سے ظاہر سمجھی جائے گی، اور جبکہ عشا پڑھے بغیر سو گئی وہ عشا کی نماز ان دونوں صورتوں میں غسل کر کے پڑھے۔ حیض کے خون میں سیلان (بہنا) شرط نہیں۔

۳۔ حیض کا خون ان چھ رنگوں میں سے کسی ایک رنگ کا ہو، سیاہ، سرخ، زرد، تیرہ (سرخ) مائل سیاہ یعنی گدلا، سبز، خاکستری

(مثلاً) پس جبکہ تک بالکل سفید نہ ہو جائے وہ حیض ہے اور گدی کے اوپر کے رنگ کا اعتبار اسی وقت ہے جب اس کو اٹھائیں اور وہ تر ہو، اس وقت کا اعتبار نہیں جب وہ خشک ہو، اگر ایسا ہو کہ جب تک کپڑا تر ہے تب تک خالص سفیدی ہو اور جب وہ خشک ہو جائے تو زرد ہو جائے تو وہ سپیدی کے حکم میں ہے (جو انقطاع حیض کی علامت ہے) اور اگر سرخی یا زردی دیکھی اور خشک ہونے کے بعد وہ سفید ہو گئی تو جس حالت میں دیکھا تھا اس حالت کا اعتبار کیا جائے گا اور تغیر کے بعد جو حالت ہوئی اس کا اعتبار نہیں۔

۴۔ مدت حیض، حیض کی کم سے کم مدت ظاہر روایت میں تین دن اور تین راتیں ہیں خواہ انہی دنوں کی راتیں ہوں یا نہ ہوں اور تین دن رات سے ذرا بھی کم ہو تو حیض نہیں بلکہ استحاضہ ہے پس اگر کسی عورت نے دن کے اول حصے میں خون دیکھا تو ہر دن اور اس کے بعد والی رات کو ملا کر تین دن پورے کرے اس ساعت تک جس سے شروع ہوا تھا یعنی شروع ہونے کے وقت سے بہتر گھنٹے پورے ہو جائیں، اور اکثر مدت دس دن اور دس راتیں ہیں خواہ انہیں دنوں کی ہوں یا نہ ہوں۔

۵۔ رحم حمل سے خالی ہو

۶۔ طہر کی کامل مدت اس سے پہلے ہو چکی ہو، اگر دو خونوں کے درمیان طہر آ جائے اور سب خون حیض کی مدت کے اندر ہوں تو حیض ہوگا اس لئے کہ اس کے اول و آخر کا اعتبار ہے اور درمیان کی خشکی کا اعتبار نہیں، اور اگر ایک خون حیض کی مدت سے باہر ہو جائے مثلاً ایک روز خون آیا اور نو دن تک طہر رہا اور پھر ایک روز خون آیا تو حیض نہ ہوگا اس لئے کہ آخر کا خون مدت حیض کے اندر نہیں اور اس روایت کے بموجب حیض کی ابتدا اور انتہا طہر سے نہیں ہوئی اور یہ روایت امام محمدؒ کی ہے امام ابو حنیفہؒ سے، اور امام ابو یوسفؒ نے امام ابو حنیفہؒ سے روایت کی ہے کہ اگر دو خونوں کے درمیان میں طہر آ جائے تو اگر وہ پندرہ روز سے کم ہے تو ان کو جدا نہیں کرے گا اور اکثر متاخرین نے اسی پر فتویٰ دیا ہے اس لئے کہ اس میں فتویٰ پوچھنے اور فتویٰ دینے والے دونوں پر آسانی ہے اور اسی پر فتویٰ دیا جاتا ہے پس اگر دس دن سے زیادہ نہ ہو تو وہ طہر اور خون سب حیض ہوں گے برابر ہے کہ اس عورت کو پہلی بار ہی حیض آیا ہو یا عادت مقرر ہو اور اگر دس دن سے زیادہ ہو تو اگر عورت کو اول بار ہی حیض آیا ہے تو دس دن حیض کے سمجھے جائیں گے اور اگر اس کی عادت مقرر ہو تو حیض کی جو مدت معلوم ہے وہ حیض سمجھی جائے گی اور طہر کی جو مدت معلوم ہے وہ طہر سمجھی جائے گی اور ابتدا حیض کی طہر سے جائز ہے اگر اس سے پہلے خون ہو اور اس کا ختم ہونا بھی طہر پر جائز ہے اگر اس کے بعد خون بند ہو، اگر پندرہ روز یا اس سے زیادہ کا طہر ہو تو ان دونوں خونوں کو جدا کرنے والا سمجھا جائے گا، پس ان دونوں میں سے ہر ایک کو یا صرف ایک کو حیض سمجھیں گے جس طرح ممکن ہوگا طہر (دو حیض کے درمیان پاک رہنے) کی کم سے کم مدت پندرہ روز اور ان کی راتیں ہیں اور اکثر کی کچھ انتہا نہیں جتنے مہینے تک خون نہ آئے پاک ہے اگرچہ تمام عمر نہ آئے (تمام عمر خون نہ آنے کی تین صورتیں ہیں: ۱۔ عورت عمر کے لحاظ سے بالغ ہو جائے اور تمام عمر اس کو خون نہ آئے تو وہ روزہ رکھے اور نماز پڑھتی رہے اس کو ہمیشہ شوہر سے قربت کی اجازت ہے اور اس کی عدت مہینوں سے پوری ہوگی، ۲۔ بلوغ کے نزدیک یا اس کے بعد تین دن سے کم خون دیکھے پھر ہمیشہ کو منقطع ہو جائے، اس کا حکم بھی پہلی صورت کا سا ہے، ۳۔ ایسا خون دیکھے جو حیض ہو سکتا ہے یعنی تین دن سے زیادہ، پھر دائمی بند ہو جائے، اس کا حکم بھی پہلی صورت کی مانند ہے، مگر یہ کہ اس کی عدت حیض سے پوری ہوگی جبکہ سن ایسا ہے پہلے حیض جاری ہو اور اگر جاری نہ ہو تو اس کی عدت ابتدائے سن ایسا والے مہینوں سے پوری ہوگی، از شامی۔ مؤلف) لیکن اگر عادت مقرر کرنے کی ضرورت ہو، مثلاً کوئی عورت ایسی حالت میں بالغ ہوئی کہ اس کو ہمیشہ خون آتا ہے تو ہر مہینے کے دس دن حیض سمجھے جائیں گے اور باقی تین دن استحاضہ ہے، اسی طرح برابر دس دن حیض اور تین دن استحاضہ سمجھا جائے گا، کسی عورت کو دس دن سے زیادہ خون آیا اور اس کو اپنی پہلی عادت بالکل یاد نہیں کہ پہلے مہینے میں کتنے دن

خون آیا تھا تو اس قسم کے مسئلے بہت دقیق ہیں جن کو سمجھنا مشکل ہے اور ایسا اتفاق بھی بہت کم پڑتا ہے اس لئے اس کے مسئلے یہاں درج نہیں کئے گئے جب کبھی ضرورت پڑے تو کسی جید عالم سے پوچھ لینا چاہئے۔ غیر مستند مولوی سے ہرگز نہ پوچھیں۔

نفاس کا بیان

نفاس وہ خون ہے جو بچہ پیدا ہونے کے بعد رحم سے نکلے، اگر بچہ پیدا ہوا اور خون ظاہر نہ ہوا تو امام ابو یوسفؒ کے نزدیک غسل واجب نہ ہوگا اور امام محمدؒ سے بھی یہی روایت ہے، یہی صحیح ہے لیکن بچے کے ساتھ نجاست نکلنے کی وجہ سے اس پر (احتیاطاً) وضو واجب ہوگا اور امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک احتیاطاً غسل واجب ہوگا اس لئے کہ ولادت تھوڑے خون سے خالی نہیں ہوتی، اکثر مشائخ کا یہی مذہب ہے اور یہی معتد بہ ہے، اگر اکثر (نصف سے زیادہ) بچہ باہر نکل آیا تو نفاس ہوگا ورنہ نہیں اور یہی حکم اس وقت بھی ہے جبکہ بچہ رحم کے اندر ٹکڑے ٹکڑے ہو جائے اور اکثر باہر نکل آئے، اگر بچہ کی تھوڑی خلقت ظاہر ہوگئی جیسے ہاتھ یا پاؤں یا انگلی یا ناخن یا بال (اگر چہ ابھی پورا نہیں بنا کہ اسقاط ہو گیا) (گر گیا) خواہ دو اُنْغِثَ وغیرہ سے گرا دے یا خود ہی گر جائے) تو وہ بچہ ہے اس سے نکلنے کے عورت کو نفاس ہوگا اور اگر اس کی خلقت میں سے کچھ ظاہر نہیں ہوا (بلکہ صرف خون کا تو تھرا نکلا) تو نفاس نہ ہوگا اور جو کچھ خون وغیرہ اس کے ساتھ نکلا ہے اگر ہو سکے گا (یعنی مدت وغیرہ کے اعتبار سے جبکہ تین دن سے کم نہ ہو اور اس کے پہلے پورا طہر یعنی پندرہ دن گزر جائیں) تو حیض ہوگا ورنہ استحاضہ ہوگا (عضو بننے کے لئے مدت کے لحاظ سے ایک سو بیس دن (چار ماہ) کا گزرنا ہے یعنی مدت کے لحاظ سے اس سے پہلے ظہور اعضا نہیں ہوتا) اگر بچہ نکلنے سے پہلے بھی خون آیا اور بعد میں بھی آیا اور بچہ کی خلقت ظاہر ہوگئی تھی تو جو خون اس بچہ کے نکلنے سے قبل آیا وہ حیض نہ ہوگا (بلکہ استحاضہ ہوگا) اور جو بعد میں آیا وہ نفاس ہوگا اور اگر اس کی خلقت ظاہر نہ ہوئی تھی تو جو خون قبل اسقاط کے آیا اگر وہ حیض ہو سکے گا (یعنی مدت حیض کو پہنچے جائے گا) تو حیض ہوگا، اگر بچہ ناف کی طرف سے پیدا ہوا اس طرح کہ اس (حاملہ) کے پیٹ میں زخم تھا وہ پھٹ گیا اور اس طرف سے بچہ نکل آیا تو اگر وہ خون رحم سے آیا ہے تو نفاس ہے اور رحم سے نہیں آیا تو اس کا وہ حکم ہوگا جو زخم سے خون جاری ہونے کی صورت میں ہوتا ہے اور نفاس نہ سمجھا جائے گا (مگر بچے کے حق میں بچہ ہونے کے احکام ثابت ہوں گے حتیٰ کہ طلاق جو بچہ پیدا ہونے پر معلق ہوگی واقع ہو جائے گی اور طلاق حمل میں اس کی ماں کی عدت پوری ہو جائے گی اور وہ ام ولد وغیرہ سے کی وغیرہ) لیکن اگر ناف سے بچہ نکلنے کے بعد فرج کی طرف سے بھی خون آجائے تو نفاس ہوگا۔ اگر تو ام (جوڑا) بچے پیدا ہوں تو نفاس اول بچے کے پیدا ہونے کے وقت سے ہوگا اور دو تو ام بچوں کی شرط یہ ہے کہ ان دونوں کی ولادت میں چھ مہینے سے کم فاصلہ ہو مثلاً کسی عورت کے دو بچے پیدا ہوئے اور دونوں کے درمیان چھ مہینے سے کم زمانہ ہے تو پہلا ہی بچہ پیدا ہونے کے بعد سے نفاس سمجھا جائے گا، پس اگر دوسرا بچہ پہلے بچے کی پیدائش کے بعد سے چالیس دن کے اندر پیدا ہوا اور خون آیا تو پہلے بچہ کی پیدائش سے چالیس دن تک نفاس ہے پھر استحاضہ ہے اور اگر چالیس دن کے بعد دوسرا بچہ پیدا ہوا تو اس کو پچھلے کے بعد جو خون آیا وہ استحاضہ ہے نفاس نہیں مگر دوسرے بچے کے پیدا ہونے کے بعد بھی نہانے کا حکم دیا جائے گا، یعنی دوسرا بچہ پیدا ہونے کے بعد غسل کرے اور نماز پڑھے، اور اگر دونوں کے درمیان چھ مہینے یا اس سے زیادہ وقفہ ہو تو دو حمل اور دو نفاس ہوں گے۔ اور اگر تین بچے پیدا ہوں اور پہلے اور دوسرے کی ولادت میں اور اسی طرح دوسرے اور تیسرے کی ولادت میں چھ مہینے سے کم وقفہ ہو لیکن پہلے اور تیسرے کی ولادت میں چھ مہینے سے زیادہ کا وقفہ ہو تو صحیح یہ ہے کہ ایک حمل سمجھا جائے گا اور پہلے کی پیدائش کے بعد سے زیادہ سے زیادہ چالیس دن تک نفاس ہے اور باقی استحاضہ ہے۔ نفاس کی کم سے کم مدت کچھ مقرر نہیں نصف سے زیادہ بچہ نکلنے کے بعد بس خون آجائے اگر چہ ایک ہی ساعت ہو، اور اسی پر

فتویٰ ہے اور نفاس کی اکثر مدت چالیس دن ہیں اگر خون چالیس دن سے زیادہ رہا تو اس عورت کے لئے جس کو پہلی مرتبہ نفاس آیا چالیس دن نفاس ہوگا اور باقی استحاضہ ہے (یہی حکم اس کا ہے جس کو یا نہیں کہ اس سے پہلے بچہ ہونے میں کتنے دن خون آیا تھا) اور جس عورت کو نفاس کی عادت مقرر ہے اس کے لئے عادت معمولہ کے دنوں تک نفاس ہے اور باقی استحاضہ، مثلاً کسی کی عادت تیس دن کے نفاس کی ہے اور خون پچاس دن جاری رہا تو تیس دن نفاس کے ہیں اور باقی میں دن استحاضہ ہے (اور اگر چالیس دن سے کم رہا تو عادت بدل جانے کا حکم ہوگا اور وہ سب نفاس کہلائے گا) چالیس دن کے درمیان میں جو دو خونوں کے درمیان میں طہر (پاکی) آجائے وہ بھی امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک نفاس سمجھا جائے گا، اگرچہ پندرہ دن یا اس سے بھی زیادہ ہو اسی پر فتویٰ ہے صاحبین کے نزدیک پندرہ دن یا اس سے زیادہ پاک رہے تو وہ طہر ہے اور اس کے بعد جو خون آئے وہ حیض ہے، اور اگر پندرہ دن سے کم وقفہ ہو تو وہ بالاتفاق نفاس ہے، نفاس کی عادت اس کے ایک بار خلاف ہونے سے امام ابو یوسفؒ کے نزدیک بدل جاتی ہے، امام ابو حنیفہؒ اور امام محمدؒ کے نزدیک ایک دفعہ کے خلاف ہونے سے وہی پہلی عادت باقی رہے گی اور دو دفعہ خلاف ہونے میں عادت بدل جائے گی، اس کا فائدہ جب ہوگا جب خون آئے اور وہ چالیس دن سے زیادہ ہو جائے تو وہ عادت پر قیاس کرے مثلاً جس عورت کو بچہ پیدا ہونے کے بعد تیس روز خون آنے کی عادت تھی ایک دفعہ خلاف عادت پانچ روز خون آیا اور پھر پاک رہ کر دوبارہ خون آنا شروع ہوا یہاں تک کہ چالیس دن سے زیادہ ہو گیا تو امام ابو یوسفؒ کے نزدیک اس صورت میں عادت بدل جائے گی اور پانچ روز نفاس کے ہوں گے اور طرفین کے نزدیک وہی قدیم عادت یعنی تیس دن نفاس ہوگا اور باقی استحاضہ ہوگا، فتویٰ امام ابو یوسفؒ کے قول پر ہے۔

استحاضہ کا بیان

اکثر مدت حیض (دس دن) اور اکثر مدت نفاس (چالیس دن) کے بعد کم سے کم مدت طہر (پاکی) کے درمیان جو خون ظاہر ہوا اگر اس کو پہلی مرتبہ خون آیا ہو تو جس قدر خون اکثر مدت حیض یا نفاس کے بعد ظاہر ہوا وہ استحاضہ ہے اور اگر اس کی عادت مقرر ہے تو عادت معمولہ کے بعد جس قدر ظاہر ہوا وہ استحاضہ ہے، اور اسی طرح وہ خون جو کم سے کم مدت حیض سے کم ہو، اور جو خون بہت بڑھی عورت سے ظاہر ہو، یا بہت چھوٹی لڑکی سے (نوسال سے قبل) ظاہر ہو، اور وہ خون جس کو حاملہ عورت دوران حمل میں دیکھے چاہے جتنے دن آئے یا ولادت کی حالت میں بچہ نکلنے سے قبل دیکھے وہ استحاضہ ہے، مختصر یہ ہے کہ جو خون حیض اور نفاس کی صفت سے باہر ہو وہ استحاضہ ہے اور اس کی علامت یہ ہے کہ واس میں بد بو نہیں ہوتی اور حیض کے خون میں بد بو ہوتی ہے اور اس کی مندرجہ ذیل بارہ صورتیں ہیں:

- ۱۔ جو اقل مدت حیض (تین دن) سے کم ہو، ۲۔ جو اکثر مدت حیض (دس دن) سے زیادہ ہو، ۳۔ اکثر مدت نفاس (یعنی چالیس روز) سے زیادہ ہو، ۴۔ حیض ونفاس کی عادت سے زیادہ ہو اور دونوں کی اکثر مدت سے تجاوز کر جائے، ۵۔ حاملہ کا خون دوران حمل میں چاہے جتنے دن آئے، ۶۔ صغیرہ یعنی نو برس سے کم عمر کی لڑکی کو جو خون آئے، ۷۔ آنرہ یعنی جو عورت بچپن برس سے زیادہ عمر کی ہو جائے اور اس کو جو خون آئے (بشرطیکہ وہ قوی نہ ہو یعنی زیادہ سرخ و سیاہ نہ ہو جیسا کہ بیان ہو چکا ہے، ۸۔ مدت طہر (یعنی پندرہ روز) سے کم وقفہ ہونا (اگر کسی عورت کو چالیس دن نفاس ہو کر بند ہو جائے اور پندرہ دن سے کم بند رہے اور پھر خون آئے تو یہ دوسرا خون استحاضہ ہے حیض نہیں ہے اس لئے نفاس بند ہونے کے بعد پندرہ دن سے کم تک حیض نہیں ہوتا بلکہ پورے پندرہ دن کا وقفہ ہے)، ۹۔ بچھلے راستہ (ذہر) سے جو خون آئے، ۱۰۔ جو خون ولادت کے وقت بچہ ظاہر ہونے سے پہلے آئے اگر آدھا بچہ باہر آ گیا ہو تب بھی استحاضہ ہے، آدھے سے زیادہ باہر آنے

پر نفاس ہو جائے گا ۱۲۔ بالغ ہونے پر پہلی دفعہ حیض آیا اور وہ بند نہیں ہوا تو ہر مہینے میں پہلے دس روز حیض کے شمار ہوں گے اور بیس روز استحاضہ کے شمار ہوں گے اسی طرح جس کو پہلی دفعہ نفاس آیا اور خون بند نہیں ہوا تو پہلے چالیس روز نفاس کے شمار ہوں گے اور باقی استحاضہ۔

حیض، نفاس اور استحاضہ کے احکام

حیض نفاس اور استحاضہ کا حکم جب ہی ثابت ہوتا ہے کہ خون نکلے اور ظاہر ہو جائے، ظاہر مذہب یہی ہے اور اسی پر فتویٰ ہے، اور جو احکام حیض و نفاس میں مشترک ہیں وہ آٹھ ہیں:

۱۔ حیض و نفاس والی عورت سے نماز ساقط ہو جاتی ہے خواہ رکوع و سجود والی نماز ہو یا نماز جنازہ، اور پھر اس کی قضا بھی نہیں، اول مرتبہ جو خون نظر آئے اسی وقت عورت نماز چھوڑ دے یہی صحیح ہے، پس اگر وہ حیض کی حد کو نہ پہنچے تو ان نمازوں کی قضا کرے، اسی طرح عادت والی عورت کو عادت کے بعد خون آئے تو نماز نہ پڑھے اور غسل بھی نہ کرے بلکہ دس دن تک انتظار کرے، اگر اس مدت کے اندر بند ہو گیا تو اب نہاد ہو کر نماز پڑھے اور جو اس مدت کے بعد بھی جاری رہا تو نہائے اور عادت کے بعد باقی دنوں کی قضا کرے، جس نماز کے وقت میں حیض یا نفاس آئے اس وقت کا فرض اس کے ذمے سے ساقط ہو جائے گا خواہ نماز پڑھنے کے لئے وقت رہا ہو یا نہ رہا ہو، پس اگر نماز کا وقت آخر ہو گیا اور نماز ابھی تک نہیں پڑھی کہ حیض آگیا یا بچہ پیدا ہوا یا فرض نماز پڑھتے میں حیض آگیا یا بچہ پیدا ہوا تو وہ نماز معاف ہے اور اس پر اس نماز کی قضا لازم نہیں لیکن اگر وہ شروع کی ہوئی نماز نفل و سنت ہے تو قضا لازم ہوگی، حیض والی عورت کے لئے یہ مستحب ہے کہ جب نماز کا وقت ہو تو وضو کرے اور اپنے گھر میں نماز پڑھنے کی جگہ میں آ بیٹھے اور چٹنی دیر میں نماز ادا کرتی اتنی دیر تک سُبْحَانَ اللّٰہ اور لَا إِلَهَ إِلَّا اللّٰہ اور درود شریف اور استغفار وغیرہ پڑھتی رہے تاکہ عادت قائم رہے۔ حیض و نفاس والی عورت جب سجدہ کی آیت سے تو اس پر سجدے واجب نہیں اور اس حالت میں سجدہ و شکر و سجدہ تلاوت حرام ہے۔

۲۔ حیض و نفاس والی عورت پر اس حالت میں روزہ رکھنا حرام ہے مگر اس کی قضا ہوگی فرص کی قضا فرض اور واجب کی قضا واجب ہے اگر روزہ کی حالت میں حیض یا نفاس شروع ہو گیا تو وہ روزہ جاتا رہا اس کی قضا رکھے، نفلی روزہ شروع کیا اور حیض آگیا تو وہ روزہ قضا کرے۔

۳۔ حیض و نفاس والی عورت پر جنبی کی طرح مسجد میں داخل ہونا حرام ہے خواہ وہ اس میں بیٹھنے کے لئے ہو یا اس میں سے گزر جانے کے لئے ہو اور حیض یا نفاس والی عورت کو اس وقت مسجد میں داخل ہونا جائز ہے جب مسجد میں پانی رکھا ہو، یا کنواں ہو اور کہیں اور پانی نہ ملے، اسی طرح جب درندے یا چور یا سردی کا خوف ہو تو مسجد میں داخل ہونے میں مضائقہ نہیں اور ایسے وقت اولیٰ یہ ہے کہ مسجد کی تعظیم کے لئے تیمم کر لے۔ مسجد کی چھت بھی مسجد کے حکم میں ہے جس کے پیٹ میں رت کا زور ہو تو وہ اس کو خارج کرنے کے لئے مسجد سے باہر چلا جائے یہی قول اصح ہے، اور اگر کسی کو مسجد میں احتلام ہو جائے تو وہ تیمم کر کے جلد باہر نکلے، یہ تیمم جائز ہے واجب نہیں، اور اگر دشمن یا جانور کے خوف کی وجہ سے جلد نہ نکلے اور وہیں ٹھہرا رہے تو تیمم کر کے ٹھہرے یہ تیمم واجب ہے، ہاتھ بڑھا کر کوئی چیز مسجد سے لینا جائز ہے، عید گاہ اور جنازہ گاہ (یعنی وہ مکان جو جنازہ کی نماز کے لئے بنایا جائے) اور جو جگہ گھر میں نماز پڑھنے کے لئے خاص کر لی جائے اور خانقاہ و مدرسہ ان احکام میں مسجد کے حکم میں نہیں یعنی ان کے اندر جانے میں مضائقہ نہیں۔

۴۔ حیض و نفاس والی عورت کو خانہ کعبہ و مسجد الحرام کے اندر جانا اور خانہ کعبہ کا طواف حرام ہے (یعنی مکہ و تحریم ہے کیونکہ طواف کے لئے طہارت واجب ہے از شامی۔ مؤلف) اگرچہ مسجد کے باہر سے کریں جنبی کا بھی یہی حکم ہے، اگرچہ مسجد الحرام میں داخل ہونے اور

طواف شروع کرنے کے بعد حیض یا نفاس عارضی ہو۔

۵۔ قرآن مجید پڑھنا بھی ان تینوں (جنبی اور حیض ونفاس والی) کو حرام ہے، تلاوت کے مقصد سے ذرا بھی نہ پڑھیں۔ پوری آیت ہو یا کچھ حصہ، صبح قول کے موافق دونوں حرام ہونے میں برابر ہیں لیکن اگر قرأت کا قصد نہ کریں مثلاً یا کام شروع کرنے یا دعا کے ارادے سے چاہیں مثلاً شکر کے ارادے سے الحمد للہ کہیں یا کھانا کھاتے وقت یا اور وقت بسم اللہ پڑھیں تو مضائقہ نہیں اور ایسی چھوٹی آیتیں پڑھنا جو باتیں کرنے میں زبان پر آجایا کرتی ہیں حرام نہیں جیسے نَعْمَ نَطْوُو اور لَعْنُ یُؤَلِّدُ اور جنبی یا حیض ونفاس والی عورت قرآن پڑھنے کے واسطے کلی کرے تو قرآن پڑھنا حلال نہ ہوگا، یہی صحیح ہے۔ نیز ان تینوں کو توریت اور انجیل اور زبور کا پڑھنا جن میں رد و بدل واقع نہیں ہوا مکروہ ہے، اگر معلوم یعنی پڑھانے والی عورت کو حیض یا نفاس آجائے تو اس کو چاہئے کہ بچوں کو رواں پڑھاتے وقت پوری آیت نہ پڑھے بلکہ ایک ایک کلمہ سکھائے اور دھکوں کے درمیان میں توقف کرے اور سانس توڑ دے اور قرآن کے سچے کرانا اس کو مکروہ نہیں، ظاہر روایت کے بموجب قنوت کی قرأت بھی مکروہ نہیں، اسی پر فتویٰ ہے، نیز ان تینوں کو وہ دعائیں جو قرآن شریف میں آئی ہیں دعا کی نیت سے پڑھنا جبکہ تلاوت کی نیت نہ ہو، مثلاً الحمد شریف کی پوری سورت بہ نیت دعا اور بَرِّئْنَا اِیْمَانًا فِی الدُّنْیَا یَا رَبَّنَا لَا تُؤَاخِذْنَا اِنْ نَبِئْنَا اَوْ اَخْطَاْنَا اَوْ اَخْرَجْنَا مِنْ دَارِنَا اَوْ اَنْزَلْنَا مِنْ رَحْمَتِکَ غَیْرَہ پڑھنا، اذان کا جواب دینا اور مثل اس کے اور چیزیں مثلاً کلمہ شریف، درود شریف، اللہ تعالیٰ کا نام، استغفار لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ یا کوئی اور وظیفہ پڑھنا منع نہیں ہے۔ یہ سب بلا کراہت جائز و درست ہے اور ان چیزوں کو وضو یا کلی کر کے پڑھنا بہتر ہے اور اگر ویسے ہی پڑھ لیا جب بھی حرج نہیں اور ان کا چھونا اور ساتھ رکھنا بھی منع نہیں ہے۔

۶۔ حیض ونفاس والی عورت اور جنبی اور بے وضو کو قرآن مجید کا چھونا جائز نہیں لیکن اگر قرآن شریف ایسے غلاف میں ہو جو اس سے جدا ہو جیسے تحفلی یا رومال یا ایسی جلد جو اس میں کلی ہوئی نہ ہو تو چھونا جائز ہے اور جو اس سے متصل ہو چولی ہو یا جلد تو جائز نہیں، یہی صحیح ہے اور اسی پر فتویٰ ہے اور صحیح یہ ہے کہ قرآن شریف کے حاشیوں اور اس سفیدی کا جہاں قرآن لکھا ہوا نہیں ہے چھونا بھی جائز نہیں ہے، اور وضو نہ ہونے کی صورت میں اعضائے وضو کے علاوہ دیگر اعضا سے چھونے میں، نیز وضو پورا نہ ہونے کی صورت میں جو اعضائے وضو دھولے ہیں ان سے وضو کے پورا ہونے سے قبل چھونے میں اختلاف ہے اور صبح یہ ہے کہ منع ہے جو کپڑے پہنے ہوئے ہیں جیسے کرتے کا دامن، آستین اور دوپٹہ کا آٹھل وغیرہ ان سے بھی قرآن شریف کا چھونا جائز نہیں البتہ بدن سے الگ کوئی کپڑا ہو جیسے رومال وغیرہ اس سے پکڑ کر اٹھانا جائز ہے اور ان کو تفسیر، فقہ اور حدیث کی کتابوں کا چھونا مکروہ تحریمی ہے اور ان کو توریت و انجیل اور زبور (جن میں رد و بدل نہیں ہوا) اور قرآن کا چھونا بھی مکروہ ہے مگر آستین سے چھونے میں مضائقہ نہیں، اور ہر اس کتاب کا جس میں آیات قرآنی لکھی ہوئی ہوں یہی حکم ہونا چاہئے جیسے شروع نجد وغیرہ اور ان سب کا آستین سے چھونا بھی صحیح ہے کہ بدن کے دوسرے کپڑوں سے چھونے کی طرح مکروہ تحریمی ہے اور یہی احوط ہے، درہم یا روپیہ پیسہ یا طشتری یا حنّتی یا کسی اور کاغذ کے پرچے (تھوید وغیرہ) پر یاد یوار وغیرہ کسی اور چیز پر قرآن شریف کی کوئی پوری آیت لکھی ہوئی ہو تو اس خاص لکھی ہوئی جگہ کا چھونا بھی ان لوگوں کے لئے درست نہیں، البتہ اگر کسی تحفلی میں یا کسی برتن میں یا کاغذ وغیرہ میں رکھے ہوئے ہوں تو اس تحفلی یا برتن وغیرہ کا چھونا اور اٹھانا درست ہے۔ آیت سے کم ہو تو اس کا چھونا مکروہ نہیں۔ اگر قرآن محض اردو یا فارسی میں (یعنی صرف ترجمہ) لکھا ہوا ہو تو ان سب کو اس کا چھونا امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک مکروہ ہے اور امام محمدؒ و امام ابو یوسفؒ کا بھی صحیح قول یہی ہے نیز اس کا چھونا جس میں قرآن شریف کے سوا اللہ کا ذکر لکھا ہوا ہے ان سب پر علامہ مشائخ نے ایک ہی حکم کیا ہے لیکن صحیح یہ ہے کہ یہ کراہت حنزیبی ہے تحریمی نہیں ہے۔ جنبی اور حیض ونفاس والی عورت کو قرآن شریف کا دیکھنا مکروہ نہیں اور ایسی عبارت لکھنا جس کی بعض سطروں میں

قرآن شریف کی آیت ہو مکروہ ہے اگرچہ وہ اس کو پڑھے نہیں، قرآن شریف کا لکھنا اگرچہ کتاب پر رکھی ہو اور وہ اس پر ہاتھ بھی نہ رکھے ان تینوں کے لئے فتویٰ کی رو سے جائز نہیں اگرچہ آیت سے کم ہو، بچوں کو قرآن شریف دے دینے میں مضائقہ نہیں اگرچہ وہ بے وضو رہتے ہوں یہی صحیح ہے۔ حیض ونفاس والی عورت اور جنبی کو دعاؤں کے پڑھنے، چھونے اور اٹھانے میں اور اللہ تعالیٰ کے ذکر اور سبحان اللہ کہنے میں مضائقہ نہیں، ان چیزوں کے لئے وضو کر لینا مستحب ہے اور ترک وضو خلافِ دلی ہے۔

۷۔ حیض ونفاس والی عورت سے جماع حرام ہے اور اس کو جائز و حلال جاننا کفر ہے، البتہ امام ابوحنیفہؒ اور ابو یوسفؒ کے نزدیک مرد کو جائز ہے کہ ایسی بیویوں سے بوس و کنار کرے اور ان کو پاس لٹائے اور سوائے اتنے بدن کے جو گھٹنے اور ناف کے درمیان میں ہے اور تمام بدن سے لذت حاصل کرے اور ساتھ کھائے پئے، اس حالت میں ناف سے گھٹنے تک عورت کے بدن سے مرد کا اپنے کسی عضو سے چھونا جائز نہیں جبکہ کپڑا وغیرہ حائل نہ ہو خواہ شہوت سے ہو یا بے شہوت، اور اگر ایسا حائل ہو کہ بدن کی گرمی محسوس نہ ہوگی تو مساس میں کچھ حرج نہیں، اگر ہمراہ سونے میں غلبہ شہوت اور اپنے آپ کو قابو میں نہ رکھنے کا احتمال ہو تو ساتھ نہ سوائے اور اگر غلبہ شہوت کا گمان غالب ہو تو ساتھ سونا منع اور گناہ ہے، اور عدم غلبہ شہوت میں حلال نہ جان کر ساتھ نہ سونا یا اس کے اختلاط سے بچنا مکروہ ہے، حائضہ عورت سے کھانا پکوانا اور اس کی مستعملہ چیزوں کا استعمال جائز ہے، اسی طرح نفاس کی حالت میں عورت کو زچہ خانے سے نکلنا جائز ہے۔ اس کو ساتھ کھلانے یا اس کا چھونا کھانے میں حرج نہیں، ایسی بیہودہ رسموں سے جو کہ ہنود اور یہود سے مشابہ ہیں بھلا لازم ہے۔ اگر کسی نے ایسی عورت سے اپنے اختیار سے جماعت کی اور جانتا ہے کہ حرام ہے تو گناہ کبیرہ کے ساتھ سخت گنہگار ہوا اور اس پر توبہ اور استغفار کے سوا اور کچھ نہیں، اور مستحب یہ ہے کہ ایک دینار یا نصف دینار صدقہ دے، یعنی اگر جماع شروع حیض میں ایسی حالت میں کیا ہے جبکہ خون سرخ آ رہا ہے تب تو ایک دینار (ساڑھے چار ماشہ) سونا صدقہ دے اور اگر اخیر حیض یعنی خون کی زردی کی حالت میں جمع کیا ہے تو نصف دینار (سوا دو ماشہ) سونا دے، ظاہر عورت کے لئے یہ حکم نہیں ہے، اور اگر اس کی حرمت نہ جانتا ہو یا کسی کے جبر کرنے سے بے اختیار ہو یا حیض کو بھول کر جماع کیا تو گناہ کبیرہ نہیں یعنی اس کے لئے معافی ہے۔ حیض ونفاس والی عورت اور جنبی کو کھانے پینے کے لئے ہاتھ دھو لینا اور کلی کرنا مستحب و ادلی ہے اور ترک مکروہ تنزیہی ہے اور پورا وضو کر لینا زیادہ بہتر ہے۔

۸۔ خون بند ہونے کے وقت غسل واجب ہوتا ہے اگر اکثر مدت حیض جو دس دن ہیں گزر چکی تو غسل سے پہلے بھی وطی حلال ہے یعنی اس کو وطی کے لئے غسل واجب نہیں خواہ پہلی ہی بار حیض آیا ہو یا عادت والی عورت ہو اور مستحب یہ ہے کہ جب تک وہ غسل نہ کرے وطی نہ کرے اور اس کو قبل غسل وطی کرنا مکروہ تنزیہی ہے، اور اگر حیض کا خون دس دن سے کم میں بند ہو جائے تو جب تک وہ نہانہ لے یا تیمم جائز کرنے والے عذر کی حالت میں تیمم نہ کرے یا اس کے ذمے ایک وقت کی نماز قضا نہ ہو جائے یعنی اس پر نماز کا آخری وقت اس قدر نہ گزرے کہ جو تحریمہ (یعنی ایک مرتبہ اللہ اکبر کہنا) اور غسل و کپڑے پہننے کو کافی ہو تب تک اس سے وطی جائز نہیں اس لئے کہ اس پر نماز اسی وقت واجب ہوتی ہے کہ جب نماز کا آخری وقت اس قدر موجود ہو کہ نہا کر اور کپڑے پہن کر ایک دفعہ اللہ اکبر کہہ کر نیت باندھ سکے پس اس نماز کی قضا پڑھے گی اور اس سے وطی بھی جائز ہو جائے گی، اگر حیض چاشت کے وقت منقطع ہوا اور اس نے نہ غسل کیا اور نہ تیمم، تو تا وقتیکہ ظہر کا وقت نہ گزر جائے اس سے وطی حلال نہیں، اس لئے کہ زوال سے پہلے کا وقت مہل وقت ہے، اسی طرح اگر طلوع آفتاب سے اتنے قبل حیض منقطع ہوا کہ وہ غسل اور تحریمہ پر قادر نہیں تو تا وقتیکہ ظہر کا وقت نہ نکل جائے اس سے وطی حلال نہیں۔ اور اگر اس سے بھی کم وقت ہو تو نماز معاف ہے اور اگر پورے دس دن رات حیض آیا اور ایسے وقت خون بند ہوا کہ صرف ایک دفعہ اللہ اکبر کہہ سکتی ہے اور نہانے کی گنجائش نہیں تو

بھی نماز واجب ہو جاتی ہے اس کی قضا پڑھنی چاہئے۔ پورے وقت کا گزرنا یعنی خون نماز کے اول وقت میں بند ہونا اور اسی بند ہونے کی حالت میں تمام وقت گزر جانا شرط نہیں۔ اگر خون عادت کے دنوں سے کم میں بند ہو تو اس سے وطی کرنا بھی حلال نہیں اگرچہ وہ نہالے جب تک اس کی عادت کے دن پورے نہ ہو جائیں لیکن اس پر بطور احتیاط کے غسل اور نماز دروزہ لازم ہے اور اس کو نماز کے آخری وقت مستحب تک تاخیر کرنا واجب ہے مثلاً اگر عادت پانچ دن کی تھی اور خون چار ہی دن میں آکر بند ہو گیا تو نہا کر نماز پڑھنا اور روزہ رکھنا واجب ہے لیکن جب تک پانچ دن پورے نہ ہو جائیں تب تک جماعت کرنا درست نہیں، شاید کہ پھر خون آجائے۔ اقل مدت کے بعد اگر دس دن سے کم میں (عورت کی عادت پر) خون بند ہوا تو اگر وہ عورت اہل کتاب سے ہے تو اس سے جماع کرنا فی الحال حلال ہو گیا اس لئے کہ وہ احکام شرع کے مخاطب نہیں اور غسل اس پر واجب نہیں اور اگر عورت مکہ و مسلمان ہے تو جماع حلال نہیں جب تک وہ غسل نہ کرے، اور اس کو نماز کے آخری مستحب وقت تک تاخیر کرنا مستحب ہے، مثلاً اگر عشا کے وقت میں منقطع ہوا تو اس وقت تک تاخیر کرے کہ جس کے بعد غسل کر کے آدمی رات سے پہلے نماز پڑھ لے اس کے بعد مکروہ ہے اور اگر اس نے پانی نہ ملنے کی وجہ سے حتم کیا تو امام ابو حنیفہ اور امام ابو یوسف کے نزدیک اس سے وطی حلال نہ ہوگی جب تک کہ وہ نماز نہ پڑھ لے یہی صحیح ہے، صبح یہ ہے کہ بالا جماع یہی حکم ہے، پھر اگر پانی ملا تو (غسل سے پہلے) قرآن پڑھنا حرام ہو جائے گا اور وطی حرام نہ ہوگی یہی صبح ہے۔ جس عورت کو پہلی ہی دفعہ حیض آیا ہو اور دس دن سے کم میں وہ پاک ہو جائے یا عادت والی عورت اپنی عادت سے کم دنوں میں پاک ہو جائے تو وضو اور غسل میں اس قدر تاخیر کرے گی کہ نماز کے لئے وقت مکروہ نہ آجائے۔ کسی عورت کو تین دن حیض آنے کی عادت ہے لیکن کسی مہینے میں ایسا ہوا کہ تین دن پورے ہو چکے اور ابھی خون بند نہیں ہوا تو بھی غسل نہ کرے اور نہ نماز پڑھے، اگر دس دن رات پورے ہونے پر یا اس سے کم میں خون بند ہو جائے تو ان سب دنوں کی نمازیں معاف ہیں کچھ بھی قضا نہیں پڑھنی پڑے گی، اور یوں کہیں گے کہ عادت بدل گئی اس لئے یہ سب دن حیض کے ہوں گے، اور اگر گیارہ دن (یعنی دس دن رات سے ذرا بھی اوپر) خون آیا تو اب معلوم ہوا کہ حیض کے فقط تین ہی دن تھے اور باقی سب استحاضہ ہے پس گیارہویں دن نہائے اور (عادت کے دن چھوڑ کر باقی) سات دن کی نمازیں قضا پڑھے اور اب نمازیں نہ چھوڑے۔ اگر رمضان شریف میں دن کو پاک ہوئی تو اب پاک ہونے کے بعد کچھ کھانا درست نہیں، شام تک روزہ داروں کی طرح رہنا واجب ہے لیکن یہ دن روزے میں شمار نہ ہوگا بلکہ اس کی بھی قضا رکھنی پڑے گی اور اگر رات کو پاک ہوئی اور پورے دس دن رات حیض آیا تو اگر اتنی ذرا اتنی رات باقی ہے جس میں ایک دفعہ اللہ اکبر بھی نہ کہہ سکے تب بھی صبح کا روزہ واجب ہے اور اگر دس دن سے کم حیض آیا اور اتنی رات باقی ہے کہ پھرتی سے غسل تو کر لے گی لیکن غسل کے بعد ایک مرتبہ بھی اللہ اکبر نہ کہہ سکے گی تو بھی صبح کا روزہ واجب ہے یہاں نماز اور روزے کے حکم میں سوائے تحریر کے اور کچھ فرق نہیں ہے کہ نماز میں تحریر کی گنجائش معتبر ہے اور روزہ میں نہیں، پس اگر اتنی رات تو تھی لیکن غسل نہیں کیا تو روزہ کی نیت کرے اور صبح کو غسل کر لے اور جو اس سے بھی کم رات ہو یعنی غسل بھی نہ کر سکے تو صبح کا روزہ جائز نہیں ہے لیکن دن کو کچھ کھانا پینا بھی درست نہیں بلکہ سارے دن روزہ داروں کی طرح رہے پھر اس کی قضا بھی کرے، نفاس کے لئے بھی یہی احکام ہیں پس اگر چالیس دن آکر بند ہوا ہو تو خون بند ہوتے ہی بغیر غسل کے، اور اگر چالیس دن سے کم آکر بند ہوا ہو اور عادت سے بھی کم ہو تو عادت گزر جانے کے بعد، اور اگر عادت کے موافق بند ہو تو غسل کے بعد یا نماز کا وقت گزر جانے کے بعد جماع وغیرہ جائز ہے، پھر بھی ان سب صورتوں میں مستحب یہ ہے کہ بغیر غسل کے جماع نہ کیا جائے۔ اگر کسی کو اقل مدت حیض سے کم یعنی ایک یا دو دن خون آکر بند ہو گیا تو غسل واجب نہیں ہے، وضو کر کے آخری وقت میں نماز پڑھے لیکن ابھی صحبت کرنا درست نہیں۔ پس اگر پندرہ دن گزرنے سے پہلے خون آجائے تو اب معلوم ہوگا کہ وہ حیض کا زمانہ تھا حساب سے جتنے دن حیض کے ہوں ان کو

حیض سمجھے اور اب غسل کر کے باقی ایام کی نمازیں پڑھے اور اگر پورے چند روز دن بیچ میں گزر گئے اور خون نہیں آیا تو معلوم ہوا کہ وہ استحاضہ تھا سو ایک دن یا دو دن خون آنے کی وجہ سے جو نمازیں نہیں پڑھیں اب ان کی قضا پڑھنی چاہئے۔

ایک مرتبہ عادت کے بدلنے سے امام ابو یوسفؒ کے نزدیک عادت بدل جاتی ہے اسی پر فتویٰ ہے اگر دو پورے طہر کے درمیان میں خون آئے اور زیادہ دن آنے میں یا کم دن آنے میں یا عادت سے پہلے آ جانے میں یا بعد کو آ جانے میں یا دونوں باتوں میں عادت کے خلاف ہو تو عادت وہی مقرر ہو جائے گی، حقیقی خون ہو یا حکمی یہ جب ہے کہ وہ دس دن سے زیادہ نہ ہو جائے اور اگر زیادہ ہو تو جو اس کی معمولی عادت ہے وہ حیض ہوگا اور اس کے سوا استحاضہ ہوگا اور عادت نہ بدلے گی اور یہی حکم نفاس کا ہے پس نفاس عادت کے خلاف دنوں تک اور چالیس دن سے زیادہ نہ ہو تو عادت بدل جائے گی، اگر نفاس کی کچھ عادت مقرر ہے اور کبھی چالیس دن سے زیادہ ہو گیا تو جس قدر عادت کے دن ہیں وہی نفاس سمجھے جائیں گے برابر ہے کہ معمولی عادت خون پر ختم ہو یا طہر پر، یہ امام ابو یوسفؒ کے نزدیک ہے۔ جس عورت کی عادت مقرر ہے اب اس کا خون بند نہیں ہوتا اور حیض کی عادت کے دنوں میں اور مکان میں یعنی یہ کہ حیض مہینے کے کون سے عشرہ میں ہوتا تھا اور دورہ میں شبہ پڑ گیا تو گمان غالب پر عمل کرے اور اگر کوئی گمان غالب بھی نہ ہو تو نہ اس کو حیض ٹھہرائے نہ طہر، بلکہ احتیاط پر عمل کرے اور ہر نماز کے واسطے غسل کرے اور جن چیزوں سے حیض والی عورتیں بچتی ہیں مثلاً وحی، طواف، مسجد میں جانا، قرآن پڑھنا وغیرہ ان سے بچتی رہے پس فرض اور واجب اور سنت مؤکدہ پڑھے، اور صحیح قول کے موافق نفل نہ پڑھے اور قرآن صرف بقدر فرض اور واجب کے پڑھے، اور صحیح یہ ہے کہ فرض کی دونوں رکعتوں میں چھوٹی سورنیں یا تین آیتیں پڑھے اور فرض کی پچھلی دونوں رکعتوں میں سورۃ فاتحہ بھی پوری پڑھے، اور اگر صرف بعض میں شبہ ہو مثلاً طہر میں اور حیض کے داخل ہونے میں شبہ ہو تو ہر نماز کے لئے وضو کرے اور اگر طہر میں اور حیض سے فارغ ہونے میں شک ہو تب استحسان یہ ہے کہ ہر نماز کے واسطے غسل کرے اور یہی اصح ہے اور رمضان شریف میں کسی روز روزہ کا افطار نہ کرے (۱) لیکن اس مہینے کے گزرنے کے بعد حیض کے دنوں کی قضا اس پر واجب ہوگی پس اگر یہ بات معلوم ہو کہ حیض اس کا رات کو شروع ہوتا تھا تو اس پر بیس روزے کی قضا آئے گی (۲) اور اگر یہ معلوم ہو کہ دن میں حیض شروع ہوتا تھا تو احتیاطاً بائیس دن کی قضا آئے گی (۳) اور اگر دن رات کے شروع ہونے میں بھی شبہ ہو تو اکثر مشائخ کا یہ قول ہے کہ بیس دن کی قضا آئے گی اور بعض کے نزدیک بائیس دن کے روزے احتیاطاً قضا کرے خواہ روزے ملا کر رکھے (۴) یا جدا جدا رکھے (۵) یہ اس وقت ہے جب اس کا دورہ معلوم ہو مثلاً یہ بات کہ ہر مہینے میں آتا ہے اور اگر دورہ بھی معلوم نہیں تو اگر یہ بات معلوم ہو کہ حیض اس کا رات سے شروع ہوتا تھا تو قضا روزوں کی جو تعداد متعین کی گئی ہے وہ بظاہر زیادہ معلوم ہوتی ہے اس لئے اس کی وضاحت کے لئے حضرت مولانا عبدالرشید صاحب نعمانی مدظلہ العالی نے ازادہ حنائت اس پر حواشی کا اضافہ فرمادیا ہے جو تا ظہرین کرام کی سہولت کے لئے درج کئے جاتے ہیں:

(۱)۔ کیوں کہ ہر روز احتمال ہے کہ وہ اس دن پا کر ہو جائے، معلوم ہونا چاہئے کہ قضاے صوم کی تمام صورتیں احتیاط اور یقین کو مد نظر رکھتے ہوئے بنائی گئی ہیں ان کے مطابق عمل کر لینے کے بعد یقین کے ساتھ کہا جاسکتا ہے کہ متحیرہ (یعنی جس عورت کو معلوم نہ ہو کہ اس کا حیض دن کو شروع ہوتا ہے یا رات میں اور مہینہ میں ایک دفعہ عارضہ پیش آتا ہے یا زیادہ) کے پورے مہینے کے روزے ایام طہارت میں ادا ہو گئے ہیں حیض کی حالت میں نہیں خواہ اس کی عادت کچھ ہی ہو۔

(۲)۔ دس دن رمضان کے جو حیض کی وجہ سے تھا، نہ ہوں گے اور دس دن قضا کے۔ (۳)۔ کیوں کہ جس دن میں حیض شروع ہوا تو اس دن کا بھی شمار نہ کیا جائے گا تو کل گیارہ دن ہوئے جو رمضان میں تھا ہوا تو گیارہ روزے رمضان کے اور گیارہ ہی قضا کے ہوئے تو مجموعہ بائیس ہوا۔

(۴)۔ یعنی شوال کی تاریخ سے قضا شروع کر دے۔ (۵)۔ یعنی ۲ شوال کو شروع نہ کرے بلکہ تین، چار یا زیادہ ایام گزرنے کے بعد قضا کرے۔

احتیاطاً پچیس دن کی قضا کرے (۱) خواہ ملا کر رکھے یا جدا جدا، اور اگر یہ بات معلوم ہو کہ حیض دن میں شروع ہوتا تھا تو اگر ملا کر روزہ رکھے اور احتیاطاً بیس دن کی قضا کرے (۲) اور اگر جدا جدا رکھے تو اڑتیس دن کی (۳) اور جو یہ بھی نہیں معلوم تو اگر ملا کر روزہ رکھے تو بھی بیس دن کی قضا کرے اور اگر جدا جدا رکھے تو اڑتیس دن کی قضا کرے، یہ اس صورت میں ہے جب کہ رمضان میں دن کا ہو، اور جو کم کا ہو تو سترتیس دن کی قضا کرے (۴) عادت والی عورت جب ولادت کے بعد خون دیکھے اور اپنی عادت بھول جائے تو اگر خون اس کا چالیس دن سے زیادہ نہ ہو اور چالیس دن کے بعد پورا طرہ ہوا تو جس قدر نمازیں چھوٹی ہیں ان کا اعادہ نہ کرے گی اور اگر خون چالیس دن سے زیادہ ہو گیا یا زیادہ نہ ہوا لیکن چالیس دن کے بعد طہر پندرہ دن سے کم ہوا تو اس پر یہ لازم ہے کہ اپنے دل میں سوچے اگر گمان غالب عادت کے دنوں کا ہو تو اسی کو عادت سمجھے اور اسی پر عمل کرے اور اگر کچھ گمان غالب نہ ہو تو احتیاطاً چالیس روز کی سب نمازیں قضا کرے۔ کسی عورت کو اسقاط ہوا اور اس میں شک ہے کہ اس کے بعد اعضا کی خلقت ظاہر ہوئی تھی یا نہیں اور خون بند نہیں ہوتا تو اگر اس کے حیض کی عادت کے جو دن ہیں ان کے اول میں اسقاط ہوا ہے تو بقدر عادت کے دنوں کے بالیقین نماز کو چھوڑ دے اس لئے کہ اس کو حیض یا نفاس ہے، پھر غسل کرے اور جس قدر طہر کی عادت ہے اتنے دنوں تک بطور شک کے نماز پڑھے اس لئے کہ یا اس کو طہر ہے یا نفاس پھر جب تک حیض کی عادت کے دن ہیں تب تک بالیقین نماز چھوڑ دے اس لئے کہ اس کو نفاس ہے یا حیض ہے پھر اگر وقت اسقاط سے چالیس دن پورے ہو چکے تو غسل کرے اور جب تک طہر کی عادت کے دن ہیں بالیقین نماز پڑھے اور اگر پورے نہیں تو جس قدر چالیس دن کے اندر ہیں تب تک بطور شک کے نماز پڑھے اور اس کے بعد بطور یقین کے نماز پڑھے پھر ہمیشہ یہی کرتی رہے اور اگر بعد ایام حیض کے اسقاط ہوا تو وہ اسی وقت سے جب تک اس کے حیض کی عادت کے دن ہیں بطور شک کے نماز پڑھے پھر حیض کی عادت کے دنوں میں بالیقین نماز چھوڑ دے اور حاصل اس کا یہ ہے کہ شک کے لئے کوئی حکم نہیں ہوتا اور احتیاط واجب ہے۔

جس عورت کی ایک عادت مقرر نہ ہو بلکہ کبھی مثلاً چھ دن حیض کے ہوں اور کبھی سات دن، اب جو خون آیا تو کبھی بند ہوتا ہی نہیں تو اس کے لئے نماز روزے کے حق میں کم مدت یعنی چھ دن حیض کے قرار دیئے جائیں گے اور ساتویں دن نہ کر نماز پڑھے اور روزہ رکھے مگر سات دن پورے کرنے کے بعد پھر نہانے کا حکم ہے اور ساتویں دن جو فرض روزہ رکھا ہے اس کی قضا کرے اور عدت گزارنے اور جماع کے بارے میں سات دن حیض کے مانے جائیں گے یعنی پورے سات دن کے بعد جماع کر سکتا ہے پہلے نہیں۔ اگر کسی بالغ لڑکی کو پہلی بار حیض آیا

(۱)۔ اس کی صورت یہ ہے کہ مثلاً رمضان کی پہلی پانچ تاریخوں میں حیض تھا اس کے بعد پھر پندرہ دن طہر ہوگا جس کے روزے صحیح ہوں گے پھر اس کے بعد دس دن حیض ہوگا تو اگر ملا کر روزہ رکھے گی تو پندرہ دن کے روزے فاسد ہوں گے، دس دن رمضان کے اور پانچ دن شوال کے تو قضا کے پہلے پانچ دن حیض ہونے کی وجہ سے شمار نہیں کئے جائیں گے پھر اس کے بعد چودہ دن طہر کے شمار ہوں گے پھر دس دن حیض کے نہیں شمار کئے جائیں گے پھر ایک دن شمار کیا جائے گا۔

(۲)۔ اس کی صورت یہ ہے کہ مثلاً رمضان کی پہلی تاریخ میں اس کا حیض شروع ہوا تو یکم شوال دوسرے حیض کا پانچواں دن ہوگا اور یوم الفطر روزہ نہ رکھے اس کے بعد پانچ دن حیض ہونے کی وجہ سے قضا میں شمار نہ ہوں گے پھر اس کے بعد چودہ دن طہر کے معتبر ہوں گے پھر اس کے بعد گیارہ دن قضا صحیح نہ ہوگی اس لئے کہ یہ ایام تیسرے حیض کے ہوں گے پھر اس کے بعد دو یوم اور قضا میں شمار ہوں گے جن کا مجموعہ بیس دن ہے۔

(۳)۔ اور اگر جدا جدا کر کے رکھے تو اڑتیس دن کی قضا کرے کیونکہ ممکن ہے جب سے قضا شروع کر دی ہے تو وہ دن حیض کا اول دن ہو تو ابتدا سے دس دن کے روزے شمار نہیں ہوں گے جبکہ پہلی صورت میں حیض کے ابتدا قضا کے پانچ دن تھے۔

(۴)۔ کیوں کہ ایک دن کم ہو گیا باقی مسئلہ اپنے حال پر ہے۔

اور اس طرح جاری ہو گیا کہ پہلے دن خون دوسرے دن پاکی اور اسی طرح ایک دن چھوڑ کر ہمیشہ خون آتا رہا تو اس کا حکم اسی لڑکی جیسا ہے جو شروع سے متواتر خون دیکھے اور پاکی اسے نہ ہو یعنی ہر مہینے میں اول دس دن حیض کے شمار ہوں گے باقی تیس دن استحاضہ اور اسی طرح جس عورت کو جلدی جلدی خون آئے اور کامل طہر کا وقفہ نہ ملے یعنی چند روز دن گزرنے نہ پائیں کہ پھر خون جاری ہو جائے تو امام ابو یوسفؒ کے نزدیک اس کو بھی خون جاری کا حکم دیں گے اور ہر مہینے اول کے دس دن حیض اور باقی تیس دن استحاضہ شمار ہوں گے اسی پر فتویٰ ہے۔

وہ احکام جو حیض سے مختص ہیں یعنی نفاس کے لئے ثابت نہیں پانچ ہیں:

۱۔ عدت کا تمام ہونا (اس کی صورت یہ ہے کہ اپنی زوجہ سے کہا کہ اگر تو بچہ جنے تو طالق ہے پھر اس نے بچہ جنا تو نفاس کے بعد تین حیض گزار کر اس کی عدت پوری ہو گئی لیکن اگر حیض پر طلاق مطلق ہوتی تو وہ داخل عدت ہوتا، مزید تشریح طلاق کے بیان میں آئے گی۔

۲۔ استبراء کا تمام ہونا (استبراء کی صورت یہ ہے کہ حاملہ کو ٹنڈی خریدے اور اس کے بچہ پیدا ہوا اور ایک بچہ اس کے پیٹ میں ہے تو دونوں بچوں کے درمیان کا خون نفاس ہے مگر اس سے استبراء نہ ہوگا بلکہ دوسرا بچہ پیدا ہونے کے بعد ہوگا بخلاف حیض کے)۔

۳۔ بلوغ کا حکم، یعنی حیض سے بلوغ ثابت ہوتا ہے نفاس سے ثابت نہیں ہوتا۔

۴۔ طلاق سنت و بدعت میں فرق کرنا، نفاس سے طلاق سنت و طلاق بدعت میں فرق واقع نہیں ہوتا۔

۵۔ عہم روزوں کے اتصال کا قطع نہ ہونا۔ نفاس کفارہ کے روزوں کے اتصال یعنی پے در پے ہونے کو توڑ دیتا ہے۔

استحاضہ کا خون مثل نکیر کے ہے جو ہمیشہ جاری ہے اور روزہ نماز اور جماع کا مانع نہیں ہے اور وہ معذور کے حکم میں ہے کہ یہ نماز کے پانچوں وقت کے لئے تازہ وضو کیا کرے اور اس کے لئے غسل لازمی نہیں ہے۔ اس کے مفصل مسائل معذور کے احکام میں ملیں گے۔

معذور کے احکام

تعریف: معذور وہ شخص ہے جس کو ایسا عذر لاحق ہو جس کا روکنا اس کے قابو سے باہر ہو اور اس کا وہ عذر ایک نماز کے پورے وقت تک برابر قائم رہے اتنا وقت نہ ملے کہ اس وقت کی نماز فرض و واجب طہارت کے ساتھ پڑھ سکے مثلاً نکسیر یا استخاضہ کا خون جاری ہو، یا رتخ یا پیشاب یا دست یا پپ خارج ہوتی رہے، یا بدن کے کسی مقام مثلاً آنکھ، کان، ناف، پستان وغیرہ سے درد کے ساتھ پانی نکلتا رہے، اور اگر اتنا وقت مل جائے جس میں طہارت سے نماز پڑھ سکے تو اس کو معذور نہ کہیں گے۔

شرائط: اول مرتب ثبوت عذر کے لئے یہ شرط ہے کہ ایک نماز کے پورے وقت تک عذر قائم رہے یعنی اس کو اتنا وقت نہیں ملتا جس میں ایسے وضو سے جس میں فقط فرض اعضا دھوئے جائیں فرض و واجب نماز جو بہت لمبی نہ ہو ادا کر سکتا ہو یہی اظہر ہے اور اسی طرح عذر کا منقطع ہونا بھی اس وقت ثابت ہوتا ہے جب ایک نماز کے پورے وقت تک عذر منقطع رہے، اگر نماز کے بعض وقت میں خون آیا پورے وقت میں نہ آیا پھر اس نے بطور معذوروں کے وضو کر کے نماز پڑھی پھر وہ وقت خارج ہو کر دوسری نماز کا وقت داخل ہوا اور عذر جاتا رہا یا اسی طرح بعض وقت میں خون منقطع ہو گیا تو اس نماز کا اعادہ کرے اس لئے کہ تمام وقت میں عذر موجود نہ ہوا مثلاً ظہر کا وقت کچھ ہوا تھا تب زخم وغیرہ کا خون بہنا شروع ہوا تو آخر وقت تک انتظار کرے اگر بند ہو جائے تو خیر ورنہ اسی حالت میں وضو کر کے نماز پڑھ لے، پھر اگر عصر کے پورے وقت میں اسی طرح بہتا رہا کہ نماز پڑھنے کی مہلت نہ ملی تو اب عصر کا وقت گزرنے پر معذور ہونے کا حکم لگائیں گے اور اگر عصر کے وقت کے اندر ہی اندر بند ہو گیا تو وہ معذور نہیں ہے اور جو نمازیں اتنے وقت میں پڑھی ہیں (یعنی ظہر و عصر دونوں) وہ درست نہیں ہوں گے پھر سے پڑھے مگر اس کو نفل و سنت کی قضا واجب نہیں، عصر کے وقت بھی غیر مکروہ وقت تک انتظار کرے پھر اگر مکروہ وقت میں بند ہو جائے تو وہ معذور نہ ہوگا اور نماز لوٹائے گا، اور اگر دوسری نماز کے وقت میں عذر منقطع نہ ہوا یہاں تک کہ وہ وقت نکل گیا تو نماز کا اعادہ نہ کرے اس لئے کہ پورے وقت میں عذر موجود ہوا، عذر کے باقی رہنے کی شرط یہ ہے کہ کوئی وقت نماز کا اس پر ایسا نہ گزرے کہ اس میں عذر موجود نہ ہو، پس جب ایک دفعہ معذور ہو گیا تو جب دوسرا وقت آئے تو اس میں ہر وقت خون کا بہنا شرط نہیں ہے بلکہ پورے وقت میں اگر ایک دفعہ بھی خون آجایا کرے اور سارے وقت میں بند رہے تو بھی معذور رہے گا ہاں اگر اس کے بعد ایک پورا وقت ایسا گزر جائے جس میں خون بالکل نہ آئے تو اب معذور نہیں رہا۔

معذور کا حکم: مستحاضہ عورت اور وہ شخص جس کو سلس البول (ہر وقت پیشاب کا قطرہ آتے رہنے) کی بیماری ہو یا دست جاری ہوں یا بار بار رتخ نکلتی ہے یا نکسیر جاری ہے یا کوئی زخم ہے جو بند نہیں ہوتا، یہ سب لوگ معذور ہیں، ان کے لئے یہ حکم ہے کہ وہ ہر نماز کے واسطے وضو کریں اور اس سے جو واجب و سنت اور قضا نمازیں چاہیں پڑھیں، اگر وضو کرتے وقت خون جاری تھا اور نماز پڑھتے وقت بند تھا اور پھر دوسری نماز کے تمام وقت میں بند رہا تو اس نماز کا اعادہ کرے اور یہی حکم ہے اس صورت میں جب نماز کے اندر خون بند ہوا اور دوسری نماز کے سارے وقت میں بھی بند رہا، معذور کے وضو کو وقت کا جانا یا دوسرے حدث کا لاحق ہونا تو زدنیتا ہے پس اگر فجر کے وقت وضو کیا تو آفتاب

نکلتے کے بعد اس وضو سے کوئی نماز نہیں پڑھ سکتا دوسرا وضو کرنا چاہئے اور جب آفتاب نکلنے کے بعد وضو کیا اگرچہ اشراق و چاشت کے لئے ہو تو اس وضو سے ظہر کی نماز پڑھنا درست ہے ظہر کے وقت نیا وضو کرنا ضروری نہیں ہے، اسی طرح اگر معذور عید الفطر یا عید الاضحیٰ کی نماز کے لئے وضو کرے تو امام ابو حنیفہؒ اور امام محمدؒ کے نزدیک اس سے ظہر بھی پڑھ سکتا ہے اس لئے کہ فرض نہ ہونے میں عید و چاشت بمنزلہ واحد ہیں اگرچہ نماز عید واجب ہے اور وقت سے مراد پہنچنا نہ نماز کا وقت ہے اور طلوع آفتاب کے بعد نصف النہار تک کوئی فرض نماز کا وقت نہیں اس لئے وہ وضو ظہر کا وقت خارج ہونے سے باطل ہوگا اور اسی وقت کے اندر جب تک کوئی دوسرا حدث نہ پایا جائے (۱) وہی وضو قائم رہے گا اور اگر وقت کے اندر کوئی دوسرا حدث مثلاً استحاضہ والی عورت کو تکبیر جاری ہونا یا پیشاب پاخانہ کرنا یا ریح خارج کرنا وغیرہ لاحق ہوا تو اب اس دوسرے حدث کی وجہ سے وضو ٹوٹ جائے گا نہ کہ پہلے کی وجہ سے، اگر ایک بار ظہر کی نماز پڑھنے کے لئے ظہر کے وقت میں وضو کیا اور دوسری بار اسی ظہر کے وقت میں عصر کے واسطے وضو کیا تو طریقین کے نزدیک اس سے عصر پڑھنا جائز نہیں یہی اصح ہے، اور طہارت اس وضو کی اس وقت ٹوٹتی ہے جب وہ وضو کرے اور خون جاری ہو، یا وضو کے بعد نماز کے وقت میں خون جاری ہو اور اگر وضو کے بعد خون بند رہا یہاں تک کہ وہ وقت نکل گیا تو وہ وضو باقی ہے اور اس کو اختیار ہے کہ اس وضو سے نماز پڑھے جب تک خون جاری نہیں ہو یا کوئی دوسرا حدث نہیں ہو، اگر وقت نماز میں بلا ضرورت وضو کیا تھا پھر خون جاری ہوا تو اسی وقت کی نماز پڑھنے کے لئے دوبارہ وضو کرے، اور یہی حکم اس صورت میں ہے جب اس نے سیلان خون (خون بہنے) کے سوا کسی دوسرے حدث کے لئے وضو کیا پھر خون بہنے لگا۔ کسی شخص کے چپک نکل رہی تھی اور اس کے کسی زخم میں سے رطوبت جاری تھی پھر اس نے وضو کیا پھر ایک دوسری جگہ سے رطوبت جاری ہوگئی جو پہلی جاری نہ تھی تو اس کا وضو ٹوٹ جائے گا کیوں یہ بمنزلہ دوزخوں کے ہے جو بدن کی دو مختلف جگہوں میں ہیں، اسی طرح اگر ناک کے ایک نتھنے سے خون جاری تھا اور اس نے وضو کیا پھر دوسرے نتھنے سے بھی خون جاری ہو گیا تو اس پر دوسرا وضو لازم ہوگا لیکن اگر دونوں نتھنوں سے خون جاری تھا پھر ایک نتھنے کا بند ہو گیا تو باقی وقت تک اس کا وہی وضو باقی ہے، جس عورت کو استحاضہ تھا اس نے وضو کیا اور نفل نماز شروع کی ابھی ایک رکعت پڑھی تھی کہ نماز کا وقت نکل گیا تو نماز ٹوٹ جائے گی اور احتیاطاً اس پر قضا لازم ہوگی، اگر معذور اس بات پر قادر ہے کہ باندھنے سے یا روئی وغیرہ رکھنے سے یا بھرنے سے خون وغیرہ مذکور روک سکتا ہے یا کم کر سکتا ہے یا بیٹھنے میں خون جاری نہیں ہوتا اور کھڑے ہونے میں جاری ہوتا ہے تو اس کا بند کرنا واجب ہے اور اس کے بند کر سکنے کے سبب سے اب صاحب عذر نہیں رہتا، اگر جھکنے سے یا سجدے کے وقت جاری ہوتا ہے ورنہ جاری نہیں ہوتا تو کھڑا ہو کر یا بیٹھ کر اشارے سے نماز پڑھے لیکن اگر لیٹنے سے جاری نہیں ہوتا ورنہ جاری ہوتا ہے تو لیٹ کر پڑھے اب وہ معذور ہے، لیکن حیض یا نفاس والی عورت اگر گدی یا روئی رکھ کر خون بند کرے تو اس کو حیض یا نفاس ہی رہتا ہے، استحاضہ والی عورت اگر روئی وغیرہ رکھ کر روک دے تو اس میں اختلاف ہے بعضوں نے کہا ہے کہ معذور کی مانند ہے بشرطیکہ استحاضہ کا خون فرج خارج میں نہ آجائے، یہی صحیح ہے بعض نے کہا کہ حیض والی کی مانند ہے، یہ قول ضعیف ہے، اگر آنکھ میں درد کی وجہ سے یا آنکھ کی کسی رگ میں سے ہر وقت پانی جاری ہو تو وہ نماز کے ہر وقت کے لئے وضو کرے اس لئے کہ اس کے پیپ ہونے کا احتمال ہے، یہ امام محمدؒ کا قول ہے اور یہ حکم استحباباً ہونا چاہئے، البتہ اگر پیپ کے ہونے کا گمان غالب ہو یا طیب خبر دیں یا علامات سے گمان غالب ہو جائے تو وہ معذور ہے اور ہر وقت کے لئے اعادہ وضو واجب ہونا چاہئے۔ (صحیح یہ ہے کہ جب درد یا مرض کی وجہ سے خون جاری ہو تو ہر حال میں وضو توڑ دے گا اور عذر ہوگا۔ مؤلف) اگر کسی کا زخم بہتا تھا اور

(۱)۔ معذور کی طہارت دوسرے وقت کے اندر باقی رہتی ہے اول یہ کہ اس نے اپنے عذر کی وجہ سے وضو کیا ہو، دوسرے یہ کہ اس پر کوئی اور حدث یا عذر طاری نہ ہو۔

اس پر کپڑا باندھ لیا تھا پھر اس پر قدر درہم سے زیادہ (جو روپے سے زیادہ جگہ گھیرے) خون لگ گیا یا اس کے پہننے کے کپڑے پر لگ گیا، اگر ایسی حالت ہے کہ دھوئے تو نماز سے فارغ ہونے سے پہلے ہی دوبارہ نجس ہو جائے گا تو اس کے بغیر دھوئے نماز پڑھنا جائز ہے اور جو ایسا نہیں تو جائز نہیں کیوں کہ اب اس کا دھونا فرض ہے یہی مختار ہے، اگر درہم یا روپے کی برابر ہے تو دوبارہ نجس نہ ہونے کی صورت میں دھونا واجب ہے اور اس سے کم ہو تو سنت ہے، اسی طرح اگر مریض نماز کے لئے زمین پر پاک جگہ نہیں پاتا اور اپنا کپڑا بچھاتا ہے تو اس کے (خون) سے خون ٹپک کر نماز پوری ہونے سے قبل ناپاک ہو جاتا ہے تو اب اس کو فرش (مصلیٰ) بچھانے کا ترک جائز ہے، جس کی تکمیل جاری ہو یا زخم سے خون بہے تو آخر وقت تک انتظار کرے، پس اگر خون بند نہ ہو تو وقت نکلنے سے پہلے وضو کر کے نماز پڑھ لے، استحاضہ والی عورت اگر غسل کر کے ظہر کی نماز آخر وقت میں اور عصر کی وضو کر کے اول وقت میں اور اسی طرح مغرب کی غسل کر کے آخر وقت میں اور عشا کی وضو کر کے اول وقت میں پڑھے اور فجر کی بھی غسل کر کے پڑھے تو بہتر ہے اور عجب نہیں کہ یہ ادب جو حدیث میں ارشاد ہوا ہے اس کی رعایت کی برکت سے اس کے مرض کو فائدہ پہنچے، جس شخص کو رت جاری ہے وہ اس شخص کے پیچھے نماز نہ پڑھے جس کو سلس البول (پیشاب جاری رہتا) ہو اس لئے کہ امام میں دو عذر ہیں ایک حدیث (بے وضو ہونا) اور دوسرا نجاست (پیشاب لگنا) اور مقتدی میں ایک عذر ہے یعنی صرف حدیث کا، بلکہ اس لئے بھی کہ دونوں کے عذر مختلف ہیں اور معذور کی افتد معذور کے لئے جائز ہونے میں دونوں کا اتحاد عذر شرط ہے پس اس مسئلے کا عکس ہو تب بھی مقتدی کی نماز نہ ہوگی۔ مزید تفصیل امامت کے بیان میں ملاحظہ کریں۔

نجاستوں اور ان کے احکام کا بیان

نجاستوں کے پاک کرنے کا طریقہ

جو چیزیں بذاتہ نجس نہیں لیکن کسی نجاست کے لگنے کی وجہ سے ناپاک ہو گئیں ان کے پاک کرنے کے دس طریقے ہیں:

۱۔ دھونا

پانی اور ہر پتلی اور بے والی پاک چیز سے جس سے نجاست دور ہو سکے اس سے نجاست کا پاک کرنا جائز ہے جیسے سرکہ، گلاب اور زعفران کا پانی و عرق، باقلا کا پانی اور درختوں، پھلوں اور تربوز کا پانی وغیرہ جن سے کپڑا بھگو کر نچوڑیں تو نچڑ جائے، جس میں چکنائی ہو اور جو نہ نچڑ سکے تو اس سے نجاست دور کرنا جائز نہیں جیسے تیل، گھی، شوربا، چھاجھ (لسی) دودھ، شہد، اور شیرہ وغیرہ۔ مستقل پانی سے بھی نجاست حقیقی دور کرنا جائز ہے، یہ امام محمد کا قول ہے، اور ایک روایت امام ابو حنیفہ سے بھی یہی ہے اور اسی پر فتویٰ ہے۔ (نجاست حکمی یعنی وضو غسل اس سے جائز نہیں)۔ اگر نجاست نظر آنے والی ہو (یعنی خشک ہو جانے پر نظر آئے جیسے خون، پاخانہ وغیرہ) تو نجاست کا وجود دور کیا جائے اور جبکہ وہ چیز ایسی ہو کہ اس کا اثر دور ہو جایا کرتا ہے تو اس کا اثر بھی دور کیا جائے اس میں عدد کا اعتبار نہیں۔ پس اگر ایک ہی مرتبہ کے دھونے میں نجاست اور اس کا اثر (رنگ و بو) چھوٹ جائے تو وہی کافی ہے لیکن تین بار دھونا مستحب ہے اور اگر تین مرتبہ میں بھی نہ چھوٹے تو اس وقت تک دھوئے جب تک وہ بالکل نہ چھوٹ جائے اور اگر وہ نجاست اس قسم کی ہے کہ اس کا اثر بغیر مشقت کے دور نہیں ہوتا جیسے گیلا گوبر یا خون یا پاخانہ وغیرہ اس طرح کہ اس کے دور کرنے میں پانی کے سوا اور کسی چیز کی بھی ضرورت پڑتی ہے جیسے صابون، گھی وغیرہ تو اس کے دور کرنے میں تکلف نہ کرے اور اسی طرح گرم پانی سے دھونے کا تکلف نہ کرے، اسی بنا پر فقہانے کہا ہے کہ اگر کسی کے ہاتھ یا کپڑا وغیرہ مہندی یا خضاب یا کسی اور ایسے رنگ نیل وغیرہ میں رنگ جائیں جو نجس ہو گیا تھا تو جب دھوتے دھوتے اس کا پانی صاف ہو جائے تو پاک ہو گیا اگرچہ ہاتھ یا کپڑے پر رنگ باقی ہو اور جب تک رنگ دار پانی آتا رہے پاک نہ ہوگا، اور اس مسئلے کی تفصیل یہ ہے کہ اگر وہ نجاست بذاتہ خود نجس ہے جیسے خون وغیرہ تو جب تک اس کا رنگ دار پانی آتا رہے پاک نہ ہوگی اور جب صاف پانی آنے لگے تو وہ چیز پاک ہو جائے گی خواہ رنگ کا نشان باقی رہ جائے اور وہ دور نہ ہوتا ہو، اور جو چیز خود تو پاک ہے مگر خارجی نجاست لگنے سے نجس ہو گئی تو تین بار دھونے سے پاک ہو جائے گی خواہ رنگ دار پانی لگتا رہے جیسے کسی نے ناپاک مٹکے میں پاک نیل ڈال کر کپڑا رنگ لیا یا زعفران یا رنگ کپڑا رنگنے کے لئے گھولا اس میں کسی بچے نے پیشاب کر دیا اور کوئی نجاست پڑ گئی اس سے اگر کپڑا رنگ لیا تو تین بار دھو ڈالیں پاک ہو جائے گا اگرچہ پھر بھی رنگ لگتا رہے، اگر کوئی شخص نجس تیل یا گھی وغیرہ چکنی چیز میں ہاتھ ڈال دے یا اس کے کپڑے کو لگ جائے پھر اس ہاتھ یا کپڑے کو پانی سے بغیر صابن وغیرہ کے تین بار دھوئے اور تیل یا گھی کا اثر (چکنائی) اس کے ہاتھ یا کپڑے پر باقی رہے تو وہ پاک ہو جائے گا۔ یہی اصح ہے، اور اگر مردار کی چربی لگی تھی تو جب تک چکنائی نہ جائے پاک نہ ہوگا کیوں کہ وہ بذاتہ نجس ہے یہاں تک کہ اس سے چمڑے کو دباغت بھی نہ کیا جائے اور مسجد کے

علاوہ اور جگہ اس کا چراغ جلا سکتے ہیں۔

اور اگر نجاست نظر آنے والی نہ ہو (یعنی خشک ہونے پر نظر آئے) تو اس کو تین بار دھوئے اور جو چیز نجس ہو اس کو ہر مرتبہ نچوڑنا شرط ہے، اور تیسری مرتبہ خوب اچھی طرح پوری طاقت سے نچوڑے یہاں تک کہ اگر پھر اس کو نچوڑیں تو اس میں سے پانی نہ گرے اور ہر شخص کے لئے اس کی اپنی طاقت کا اعتبار ہے (پس اگر دوسرے آدمی کے نچوڑنے سے دو ایک بوند ٹپک سکتی ہے تو اس کے حق میں ناپاک ہے اور پہلے کے حق میں پاک ہے) ایک روایت یہ بھی ہے کہ اخیر میں صرف ایک مرتبہ نچوڑنا کافی ہے اس میں آسانی ہے اور اسی پر فتویٰ ہے اور پہلے قول میں زیادہ احتیاط ہے، اگر ہر بار نچوڑا اور طاقت اس میں زیادہ ہے لیکن کپڑے کے بچانے کے لئے اچھی طرح نہ نچوڑا تو جائز نہیں لیکن ظاہر تر روایت یہ ہے کہ ضرورت کے سبب (مثلاً باریک ملل وغیرہ یا پرانا کپڑا ہونے کی وجہ سے) معمولی نچوڑنے سے بھی پاک ہو جائے گا (نیز منقول ہے کہ ایسے مال کو ضائع ہونے سے بچانے کے لئے چاہئے کہ تین بار دھوئے اور ہر بار خشک کرے جس طرح فرش و چٹائی وغیرہ جو نچوڑی نہیں جاتیں ایسی چیزوں کو ہر بار خشک کیا جاتا ہے) اگر تین مرتبہ دھو یا اور ہر مرتبہ نچوڑا پھر لٹکانے وغیرہ سے اس میں سے ایک قطرہ ٹپک کر کسی چیز پر لگ گیا تھا تو اگر اس کو تیسری مرتبہ خوب نچوڑ لیا گیا تھا ایسا کہ اگر اس کو پھر نچوڑتے تو اس میں سے پانی نہ گرتا تو کپڑا اور ہاتھ اور جو قطرہ اب لٹکانے وغیرہ سے ٹپکا ہے سب پاک ہیں اور اگر ایسا نہیں نچوڑا تھا تو سب نجس ہیں، اور جو چیز نجس ہو سکتی جیسے چٹائی یا بھاری کپڑا یعنی دری کھل وغیرہ تو وہ تین مرتبہ دھونے اور ہر مرتبہ خشک کرنے سے پاک ہوتا ہے اس لئے کہ خشک کرنے میں بھی نجاست نکالنے کا اثر ہوتا ہے اور خشک کرنے کی حد یہ ہے کہ اس قدر اس کو چھوڑ دے کہ پانی کا ٹپکنا اس سے موقوف ہو جائے سوکھ جانا شرط نہیں ہے، یہ اس وقت ہے جب کہ اس چیز نے نجاست کو خوب پی لیا ہو جیسے دری وغیرہ اور اگر نجاست کو نہ پیا ہو جیسے بور یا چٹائی وغیرہ تو تین بار کے دھو لینے سے پاک ہو جائے گا ہر بار اتنی دیر چھوڑنے کی ضرورت نہیں ہے کہ پانی ٹپکنا بند ہو جائے (اصول یہ ہے کہ جن چیزوں کو نجاست پہنچتی ہے وہ تین قسم کی ہیں:

- ۱۔ جو ناپاکی کو بالکل جذب نہ کریں بلکہ نجاست اوپر لگی رہے جیسے لوہے، تانبے، پتیل وغیرہ کی چیزیں یہ چیزیں نجاست کے دھو لینے سے (یا پونچھ ڈالنے سے جب کہ اثر جاتا رہے اور وہ کھردری نہ ہوں) پاک ہو جاتی ہیں۔
- ۲۔ جو نجاست کو بہت تو جذب نہ کرے لیکن کچھ نہ کچھ جذب کرے جیسے چٹائی بور یا وغیرہ تو اس سے بھی نجاست زائل ہو جانے پر وہ چیز پاک ہو جاتی ہے۔

- ۳۔ جو بالکل جذب کر لیتی ہیں جیسے کپڑا تو ایسی چیزوں سے ناپاکی دھو کر تین بار نچوڑنے سے یا جو نچوڑ نہ سکے اس کو تین بار خشک کرنے سے دور ہوگی، اگر کپڑا ایسا ہو کہ جذب نہ کرے تو اس کا بھی چٹائی وغیرہ کے مانند حکم ہے۔

اگر کسی نے گیسوں یا گوشت، شراب یا پیشاب میں پکایا تو فتویٰ اس پر ہے کہ وہ کبھی پاک نہ ہوں گے ان پھینک دیا جائے، اگر ایسی چیز نجس ہو جائے جو نچوڑی نہیں جاسکتی اور وہ نجاست کو پی جائے مثلاً چھری کو نجس پانی سے طبع کیا یا مٹی کا برتن یا اینٹ تازہ بنی ہوئی ہو اور اس پر شراب یا پیشاب پڑ جائے یا گیسوں پر شراب پڑ جائے اور وہ اس کو جذب کر کے پھول جائیں تو امام ابو یوسفؒ کے نزدیک پاک (۱) پانی

۱۔ امام محمدؒ کے نزدیک پاک نہیں ہو سکتی اور یہ حکم اس بارے میں ہے کہ نماز کی حالت میں اس کو ساتھ نہ رکھے کیوں کہ ان کے نزدیک اندرونی ناپاک طبع کی پاکی نہیں ہو سکتی اور خمین کے نزدیک وہ اندر سے بھی پاک ہو جاتی ہے اور ظاہری طور پر وہ اجماعاً پاک ہوگی اور اس سے خربوزہ وغیرہ کاٹنے یا اس کے پانی وغیرہ میں گرنے سے وہ خربوزہ پانی وغیرہ ناپاک نہیں ہوتے۔ (مولف)

سے تین بار چھری کو طمع کیا جائے اور اینٹ اور برتن کو تین بار دھوئیں اور ہر بار خشک کریں تو پاک ہو جائیں گے اور گیہوں کو پانی میں بھگو دیں یہاں تک کہ وہ پانی کو اسی طرح پی لیں جیسے شراب کو انھوں نے پیا تھا پھر خشک کئے جائیں اور تین مرتبہ اسی طرح کیا جائے تو طہارت کا حکم کیا جائے گا (۱) اور اگر نہ پھولے ہوں تو تین مرتبہ دھوئیں اور ہر مرتبہ خشک کریں لیکن یہ شرط ہے کہ اس میں شراب کا مزہ یا بو باقی نہ ہو، اور اگر اینٹ پتھر یا برتن پرانا ہو تو اس کو بیک وقت تین بار دھولینا کافی ہے ہر بار خشک کرنے کی ضرورت نہیں۔ اگر شہد یا شیرہ یا تیل یا گھی نجس ہو جائے تو ایک کڑھائی میں ڈالا جائے اور اس میں اسی قدر یا اس سے زیادہ پانی ملائیں اور اس قدر جوش دیں کہ پانی جل کر جس قدر شہد یا تیل وغیرہ تھا وہ باقی رہ جائے تین دفعہ اس طرح کیا جائے تو وہ پاک ہو جائے گا، فقہانے کہا کہ اسی طرح دودھ اور چھانچہ بھی پاک ہو سکتے ہیں، نیز نجس تیل یا گھی کو پاک کرنے کا ایک طریقہ یہ بھی ہے کہ تین مرتبہ اس طرح دھوئیں کہ اس کو ایک برتن میں ڈالیں پھر اسی کے برابر اس میں پانی ڈالیں پھر اس کو ہلائیں اور چھوڑ دیں یہاں تک کہ وہ تیل یا گھی اوپر آ جائے وہ اوپر سے اتار لیا جائے اور ہر دفعہ نیا پانی لیا جائے (یا برتن میں سواخ کر دیا جائے تاکہ پانی بالکل نکل جائے اسی طرح تین بار کیا جائے تو وہ پاک ہو جائے گا، اور باقی پانی کو آگ پر جلایا جائے) اور بھی طریقے ہیں مگر یہی آسان ہیں، اگر گھی جم گیا ہو تو پانی ڈال کر آگ پر رکھ دو جب پکھل جائے تو اس کو اوپر سے اتار لو، تین دفعہ اسی طرح کرو، نجس کپڑا تین برتنوں میں دھویا جائے یا ایک ہی برتن میں تین بار دھویا جائے اور ہر بار نچوڑا جائے تو وہ پاک ہو جائے گا اس لئے کہ دھونے کی عادت اسی طرح جاری ہے مگر پاک نہ ہو تو لوگوں پر دقت پڑے اور نجس عضو کا کسی برتن میں دھونے کا اور ایسے جنبی کا کہ جس نے استنجانہ کیا ہو کسی پانی میں نہانے کا حکم مثل کپڑے کے ہے اور وہ پانی اور برتن ناپاک ہو جائے گا اور اگر چوتھے برتن میں بھی دھوئیں تو اس کا پانی کپڑا دھونے کی صورت میں پاک کرنے والا رہے گا اور عضو دھونے کی صورت میں پاک کرنے والا باقی نہ رہے گا اس لئے کہ عبادت میں صرف ہوا تو مستعمل ہو جائے گا اور ان تینوں برتنوں کے تینوں پانی نجس ہوں گے (کیوں کہ جس پانی میں کوئی نجس چیز دھوئی جائے وہ نجس ہے خواہ وہ پہلی دفعہ کا پانی ہے یا دوسری دفعہ کا یا تیسری دفعہ کا) لیکن ان کی نجاست میں فرق ہوگا یعنی پہلا پانی جب کپڑے کو لگے گا تو وہ تین بار دھونے سے پاک ہو جائے گا اور دوسری دفعہ کا پانی لگنے میں دو بار دھونے سے اور تیسری دفعہ کا پانی لگ جائے تو ایک ہی بار دھونے سے پاک ہو جائے گا اور یہی اصح ہے اور جب وہ پانی دوسرے کپڑے کو لگے گا تو اس کا بھی وہی حکم ہوگا جو پہلے کپڑے میں تھا اور تیسری بار کے دھونے میں تیسرا برتن بھی پاک ہو جائے گا جیسے کا سہ کی دسی اور وہ مشکا جس میں شراب سرکہ بنتی ہے پاک ہو جاتا ہے (اسی طرح ناپاک کپڑے کے پہلی دفعہ کے نچوڑے ہوئے پانی کے دوسرے کپڑے پر لگ جانے سے تین دفعہ دھوئیں تو پاک ہوگا اور دوسری دفعہ کے نچوڑے ہوئے پانی سے دو دفعہ میں اور تیسری دفعہ کے نچوڑے ہوئے سے ایک دفعہ میں پاک ہو جائے گا)۔ اگر کسی موزے کا استرٹاٹ کا ہوا اور وہ موزہ پھٹ کر اس کے سوراخوں میں نجس پانی داخل ہو گیا پھر اسی موزے کو دھویا اور ہاتھ سے ملا اور پھر اس کے اندر تین بار پانی بھرا اور پھینکا لیکن اس ٹاٹ کو نہ نچوڑ سکا تو وہ موزہ پاک ہو جائے گا بعض نے کہا کہ اس کو ہر بار اتنی دیر تک چھوڑ دیا جائے کہ اس سے پانی ٹپکنا بند ہو جائے۔ خراسانی موزہ جس کے چمڑے سوت سے اس طرح کڑھے ہوئے ہوتے ہیں کہ تمام موزہ کے چمڑے پر سوت چڑھا ہوتا ہے تو اگر اس کے نیچے نجاست لگ جائے (۱)۔ لیکن اگر گیہوں یا گوشت شراب میں پکائے جائیں تو امام صاحبؒ کے نزدیک پاک نہیں ہو سکتے، اسی پر فتویٰ ہے۔ لیکن اگر اس پر سرکہ ڈال کر رکھا جائے یہاں تک کہ سب سرکہ ہو جائے تو اب پاک ہے لیکن اگر شراب کی بجائے پیشاب میں پکے تو اب سرکہ بننے سے بھی پاک نہیں ہوگا کیوں کہ برخلاف شراب کے پیشاب میں قلب مابیت نہیں ہوتا، امام ابو یوسفؒ کے نزدیک تین دفعہ پانی میں پکائیں اور ہر دفعہ خشک کریں تو پاک ہو جائے گا اور اس کا ششدا کرنا بھی خشک کرنا ہے لیکن اس قول پر فتویٰ نہیں ہے۔

تو وہ تین بار دھویا جائے اور ہر بار خشک کیا جائے اور بعض کا قول ہے کہ ہر بار اس قدر توقف کیا جائے کہ پانی کا ٹپکنا بند ہو جائے پھر دوسری اور تیسری بار اسی طرح دھوئے۔ یہ اصح ہے اور اول میں احتیاط زیادہ ہے، زمین پر اور درخت میں اگر نجاست لگ جائے پھر اس پر مینہ برے اور نجاست کا اثر باقی نہ رہے تو وہ پاک ہو جائے گا اور اسی طرح لکڑی میں جب نجاست لگ جائے اور اس پر مینہ برے تو وہ دھلنے کے حکم میں ہے، زمین اگر پیشاب سے نجس ہو جائے اور اس کے دھونے کی حاجت ہو پس اگر زمین نرم ہے تو تین بار پانی بہانے سے پاک ہو جائے گی اور اگر سخت ہے تو فقہانے کہا ہے کہ اس پر پانی ڈالیں پھر ہاتھ سے رگڑیں پھر اون یا پاک کپڑے سے پونچھیں اور اسی طرح تین بار عمل کریں تو پاک ہو جائے گی اور اگر اس پر اتنا زیادہ پانی ڈالا جائے کہ اس کی نجاست متفرق ہو جائے اور اس کی بو اور رنگ باقی نہ رہے اور چھوڑ دی جائے تاکہ خشک ہو جائے تو وہ پاک ہو جائے گی۔ بوریا (چٹائی) کو اگر نجاست لگ جائے اور وہ نجاست خشک ہو تو ضروری ہے کہ اس کو مل کر نرم کر لیں (یعنی تین دفعہ مل کر دھوئیں) اور اگر تر ہو اور بوریا نکل کا یا اسی کے مثل کسی اور چیز کا ہو تو وہ دھونے سے پاک ہو جائے گا اور کسی چیز کی (یعنی ملنے وغیرہ) کی حاجت نہ رہے گی اور بلا خلاف پاک ہو جائے گی اس لئے کہ وہ نجاست کو جذب نہیں کرتا اور اگر خرماد وغیرہ کی مچال (یادوب) کا ہو تو دھوئیں اور ہر بار خشک کریں تب امام ابو یوسفؒ کے نزدیک پاک ہو جائے گا اور اسی پر فتویٰ ہے اور بوریا اگر نجس پانی میں گر جائے تو امام ابو یوسفؒ کے قول کے مطابق جس کو مشائخ نے اختیار کیا ہے اس کو تین بار دھوئیں اور ہر بار نچوڑیں یا خشک کریں تو پاک ہو جائے گا۔ نجس برتن یا کوئی بھاری فرش دری ٹاٹ وغیرہ یا کسی ناپاک کپڑے یا چیز کو نہریا دریا وغیرہ کسی بہتے پانی میں ڈال دیا جائے اور رات بھر پڑا رہنے دیا جائے تاکہ اس پر پانی جاری رہے تو پاک ہو جائے گا، یہی اصح ہے (اصل اس میں یہ ہے کہ جتنی دیر میں یہ ظن غالب ہو جائے کہ پانی نجاست کو بہالے گیا تو پاک ہو جائے گا کیوں کہ بہتے پانی سے پاک کرنے میں نچوڑنا شرط نہیں) کوڑہ میں اگر شراب ڈالی گئی ہو تو تین بار اس کے اندر پانی ڈالنے سے پاک ہو جائے گا، اگر کوڑہ کورا ہے تو ہر بار ایک ساعت تک توقف کرے یہ امام ابو یوسفؒ کا قول ہے۔ شراب کا مٹکا اگر پراتا اور مستعمل ہو تو تین بار کے دھونے سے پاک ہو جاتا ہے جبکہ شراب کی بو اس میں نہ رہے، دباغت کیا ہوا چیز جب اس کو نجاست لگے تو اگر ایسا سخت ہے کہ اس کی سختی کی وجہ سے اس میں نجاست جذب نہیں ہوتی تو ائمہ کے قول کے بموجب دھونے سے پاک ہو جائے گا اور اگر اس میں نجاست جذب ہو سکتی ہے اور اس کو نچوڑ سکتے ہیں تو تین بار دھوئیں اور ہر بار نچوڑ دیں تو پاک ہو جائے گا اور اگر نہیں نچوڑ سکتے تو امام ابو یوسفؒ کے قول کے بموجب تین بار دھوئیں اور ہر بار خشک کریں، اگر کپڑے کا کنارہ نجس ہو گیا اور اس کو بھول گیا اور بغیر اس کے کہ سوچ کر گمان غالب پر عمل کرے اس کپڑے کے کسی کنارہ کو دھولیا تو اس کپڑے کے پاک ہونے کا حکم کیا جائے گا۔ یہی عقار ہے اگر اس کپڑے سے بہت سی نمازیں پڑھیں پھر ظاہر ہو گیا کہ دھویا اور طرف تھا اور نجاست اور طرف تھی تو جس قدر نمازیں اس کپڑے سے پڑیں ان کا اعادہ واجب ہے اور اگر سوچ کر دھولیا تھا اور بعد میں غلطی معلوم ہوئی تو اب اس نجس جگہ کو دھولے اور نمازوں کا اعادہ نہ کرے، اور احتیاط یہ ہے کہ سارا کپڑا دھولے، اور اسی طرح اگر نجاست آستین میں لگی تھی اور یہ یاد نہ رہا کہ کوئی آستین تھی تو دونوں کو دھولے یا صرف آستین یا کلی نجس ہو گئی مگر یہ معلوم نہیں کہ کونسا حصہ ہے پوری آستین یا کلی دھولے، اگر کپڑا نجس ہو جائے اور تین بار اس کا دھونا واجب ہو اور اس نے ایک دن ایک بار دھویا اور ایک دن دوبارہ دھویا، یا ایک ایک دفعہ کر کے تین مختلف وقتوں میں دھویا تو جائز ہے اس لئے کہ مقصود حاصل ہو گیا یہ ضروری نہیں کہ تینوں بار ایک ہی وقت میں دھوئیں۔

۲۔ پونچھنا

تکوار، چھری، چاقو، آئینہ اور تمام وہ چیزیں جو لوہے سے بنتی ہیں جن پر صیقل (جلا) ہو یعنی رنگ نہ ہو اور جو کمر دی نہ ہوں یعنی جن

میں نقش دنگار وغیرہ کھدے ہوئے یا ابھرے ہوئے نہ ہوں، اگر ان پر نجاست پڑ جائے اور اس کے اندر جذب نہ ہو تو جس طرح دھونے سے پاک ہو جاتی ہیں اسی طرح پاک کپڑے یا پتے یا صوف یا مٹی وغیرہ سے اس قدر پونچھ لی جائیں کہ اثر بالکل جاتا رہے تو پاک ہو جاتی ہیں خواہ نجاست تر ہو یا خشک، جسم دار ہو یا بے جسم، اس میں کوئی فرق نہیں اور اسی پر فتویٰ ہے صرف رنگ کے نقش ہوں تب بھی یہی حکم ہے اگر وہ چیز کھردری ہو یا ابھرے ہوئے نقش والی ہو یا رنگ آلود ہو تو پونچھنے سے پاک نہ ہوگی بلکہ دھونا ضروری ہے۔ چاندی، سونا، تانبا، پتیل، گلت اور ہر قسم کی دھات کی چیزوں شیشے اور چینی کے برتن یا مٹی کے روٹنی یا لک کے ہوئے برتن یا پالیش کی ہوئی لکڑی یا چکنا پتھر غرض وہ تمام چیزیں جن میں مسام نہیں ہوتے اور پانی جذب نہیں ہوتا سب کا یہی حکم ہے کہ پونچھنے سے جب کہ نجاست کا اثر بالکل جاتا رہے پاک ہو جاتی ہیں۔ اگر پچھنے لگائے اور اس جگہ کو بھیکے ہوئے کپڑوں سے پونچھ لیا تو کافی ہے اس لئے کہ وہ دھونے کا کام دیتا ہے۔

۳۔ ملنا

منی اگر کپڑے پر لگ جائے تو اگر تر ہے تو دھونا واجب ہے اور اگر کپڑے کو لگ کر خشک ہو گئی ہے تو استحساناً مل کر جھاڑ دینا کافی ہے مادہ یہی صحیح ہے کہ مرد اور عورت سب کی منی کا ایک ہی حکم ہے اگرچہ مرد کی منی بیماری کی وجہ سے پتلی ہو گئی ہو، صحیح یہ ہے کہ غیر آدمی یعنی دیگر جانوروں کی منی کا یہ حکم نہیں اور وہ دھونے سے ہی پاک ہوگی، اور مل کر جھاڑ دینے کے بعد اگر منی کا اثر باقی رہے تو کچھ نقصان نہیں جیسے دھونے کے بعد رہتا ہے، یہ حکم اس وقت ہے کہ مرد ذکر پاک ہو اس طرح کہ پیشاب کیا اور مخرج سے نہیں بڑھایا یا بڑھا تو پانی سے استنجا کر لیا، یا استنجا تو نہیں کیا مگر منی کو ذکر اس طرح نکلی کہ اس نجاست کی جگہ پر نہ گزری پس وہ مل کر جھاڑنے سے پاک ہو جائے گا اور اگر ذکر کا سرا پیشاب سے بھی نجس ہوا ہے مثلاً پہلے پیشاب کیا اور وہ مخرج سے بڑھ گیا اور پانی سے استنجا نہ کیا ہو پھر اس سے مس ہو کر منی نکلی ہو تو یہ کپڑا منی کو مل کر جھاڑنے سے پاک نہ ہوگا اور اگر منی بدن کو لگ جائے تو بغیر دھوئے بدن پاک نہ ہوگا خواہ منی تر ہو یا خشک، امام ابو حنیفہؒ سے یہی مروی ہے اور اسی پر عمل کرنا چاہئے۔ بعض کے نزدیک بوجہ عموم بلوئی مل کر جھاڑنے سے بدن بھی پاک ہو جائے گا لیکن اس پر فتویٰ نہیں ہے۔ اگر دو ہرے کپڑے کے استر تک منی پھوٹ گئی تو بھی مل کر جھاڑ دینا کافی ہے اور یہی صحیح ہے، موزہ پر لگ کر منی خشک ہو گئی تو مل ڈالنا کافی ہے منی کو جب کپڑے کے اوپر سے مل ڈالا اور اس کا جسم جاتا رہا اور اسی طرح ہر وہ چیز جس کے دھونے کے سوا مل دینے یا کھرچ دینے سے پاک ہو جانے کا حکم کیا گیا ہے اگر وہ پانی سے بھیک جائے تو اس میں دو روایتیں ہیں مختار اور معتبر یہ ہے کہ پھر نجاست نہیں لوٹے گی، تا پاک برتن کو دھونے سے پہلے مٹی سے مل لینا (مانجھنا) بہتر ہے۔

۴۔ چھیلنا اور رگڑنا

موزہ پر اگر نجاست لگ جائے اور وہ نجاست جسم دار ہے جیسے پاخانہ، لید، گوبر اور منی، اگر وہ خشک ہو جائے تو چھیلنے یا رگڑنے سے پاک ہو جائے گا (رگڑنا خواہ زمین پر ہو یا ناخن یا لکڑی اور پتھر وغیرہ سے) اور اگر تر ہے تو ظاہر روایت میں بغیر دھوئے پاک نہ ہوگا، اور امام ابو یوسفؒ کے نزدیک جب اس کو اچھی طرح پونچھے اس طرح سے کہ اس کا کچھ اثر (رنگ و بو) باقی نہ رہے تو پاک ہو جائے گا اور بوجہ عموم بلوئی اسی پر فتویٰ ہے، اور اگر نجاست جسم دار نہیں، جیسے شراب اور پیشاب وغیرہ تو جب اس میں منی مل جائے یا راکھ یا ریت وغیرہ ڈال کر رگڑ ڈالیں اور اچھی طرح سے پونچھ دیں تو پاک ہو جائے گا یہی صحیح ہے اور ضرورت کی وجہ سے اسی پر فتویٰ ہے، لیکن اگر ایسا نہ کیا یہاں تک کہ وہ پتلی نجاست سوکھ گئی تو اب بغیر دھوئے پاک نہ ہوگی، پوتین پر اگر جسم دار نجاست لگ جائے اور خشک ہو جائے تو رگڑنے سے پاک ہو جاتا ہے جیسا کہ موزہ پاک ہو جاتا ہے، کپڑا اور بدن چھیلنے اور رگڑنے سے پاک نہیں ہوتے البتہ منی کو رگڑنے سے کپڑا پاک ہو جاتا ہے لیکن بدن کو

دھونا ہی ضروری ہے۔

۵۔ خشک ہو جانا اور اس کا اثر دور ہو جانا

زمین خشک ہو جانے سے اور نجاست کا اثر (رنگ و بو) دور ہونے سے نماز کے واسطے پاک ہو جاتی ہے، تیمم کے واسطے پاک نہیں ہوتی۔ دھوپ سے یا آگ یا ہوا سے یا سایہ میں خشک ہونے میں کچھ فرق نہیں۔ زمین کے اس حکم میں وہ سب چیزیں شامل ہیں جو زمین میں قائم ہیں جیسے دیواریں، درخت، گھاس اور نرکل وغیرہ جب تک وہ زمین میں کھڑے ہوں پس اگر گھاس اور لکڑی اور بانس کٹ جائیں اور پھر ان پر نجاست لگے تو بے دھوئے پاک نہ ہوں گے۔ اینٹیں اگر زمین میں بطور فرش نجوی ہوں تو ان کو زمین کا حکم ہے کہ خشک ہونے سے پاک ہو جاتی ہیں اور اگر زمین پر رکھی ہوئی ہوں (اور نجوی ہوئی نہ ہوں) جو ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل ہوتی ہوں تو دھونا ضروری ہے اور پھر اور کچی اینٹ کا بھی یہی حکم ہے اگر اس کے بعد (خشک ہو کر پاک ہونے کے بعد) اینٹیں اکھاڑ دی جائیں تو پھر نجاست لوٹ آنے میں دو روایتیں ہیں مختار یہی ہے کہ نہیں لوٹتی، اسی طرح ہر وہ چیز جس کی طہارت کا حکم بغیر بننے والی چیز سے دھونے کے ہوگا مثلاً پونچھنے، خشک ہونے، جلنے وغیرہ سے وہ تر ہونے سے پھر ناپاک نہیں ہوگی۔ صحیح یہ ہے مگر بڑے اگر زمین میں گڑے ہوں تو ان کا حکم وہی ہے جو زمین کا ہے لیکن اگر زمین کے اوپر پڑے ہوں تو خشک ہونے سے پاک نہ ہوں گے، اگر زمین خشک ہو کر پاک ہو جائے اور پھر اس پر پانی پڑے تو واضح یہ ہے کہ وہ نجاست نہ لوٹے گی پس اگر اس پر پانی چھڑک لیں اور پھر اس پر بیٹھیں تو کچھ مضائقہ نہیں۔ جس کنوئیں میں ناپاک پانی ہو پھر وہ کنواں بالکل خشک ہو جائے تو پاک ہو گیا۔

۶۔ جلانا

گو بر و پاخانہ وغیرہ کوئی نجاست اگر جل کر راکھ ہو جائے تو امام محمدؒ کے نزدیک اس کی طہارت کا حکم ہوگا اور اسی پر فتویٰ ہے۔ اگر بکری کا سر جو خون میں بھرا ہوا ہے جلایا جائے اور خون اس سے زائل ہو جائے تو اس کی طہارت کا حکم کیا جائے گا۔ نجس مٹی سے اگر کوڑہ یا ہانڈی یا کوئی اور برتن یا اینٹیں وغیرہ بنائیں پھر وہ پک جائیں تو وہ چیزیں پاک ہوں گی۔ اگر کسی عورت نے تنور گرم کیا پھر اس کو ایسے کپڑے سے پوچھا جو نجاست میں بھیگا ہوا تھا پھر اس میں روٹی پکائی اگر روٹی لگنے سے پہلے اس کی تری آگ کی گرمی سے جل چکی تھی تو روٹی نجس نہ ہوگی ورنہ نجس ہوگی، اگر تنور گوبر یا لید سے گرم کیا جائے تو اس میں روٹی پکانا مکروہ ہوگا اور اگر اس پر پانی چھڑک لیا جائے تو کراہت باطل ہو جائے گی۔ (باظاہر یہ کراہت تنزیہی ہے اس دلیل سے کہ نجاست کا دھواں کپڑے یا بدن پر لگا تو صحیح یہ ہے کہ اس کو نجس نہیں کرے گا) نجس چاقو، چھری یا مٹی یا تانبے وغیرہ کے برتن اگر دکتی آگ میں ڈال دیئے جائیں تو بھی پاک ہو جاتے ہیں، گو بر کے اگلے اور لید وغیرہ نجس چیزوں کی راکھ پاک ہے اور ان کا دھواں بھی پاک ہے، روٹی میں لگ جائے تو کچھ حرج نہیں۔

۷۔ حالت بدل جانا

شراب جب سرکہ بن جائے تو پاک ہے پس اگر شراب ایک نئے یا پرانے مٹکے میں ہو اور اس کا سرکہ بن جائے تو وہ مکالماتفاق پاک ہو جائے گا (یعنی باتفاق صاحبین)۔ خیال رہے کہ جہاں تک اب سرکہ ہے وہاں تک پاک ہو جاتا ہے اگر شراب کی چھینٹیں اس سے اوپر تک پڑی تھیں یا پہلے شراب اوپر تک بھری جا چکی ہے اور سرکہ بنتے وقت گر کر یا استعمال ہو کر اس سے کم ہو گئی ہے تو وہ اوپر کا حصہ پاک نہ ہوگا اور سرکہ انڈیل کر نکالتے وقت جب اس ناپاک حصہ سے لگے گا تو سرکہ بھی ناپاک ہو جائے گا ہاں اگر پانی وغیرہ سے نکال لیا جائے تو پاک ہے۔ شراب میں جو آٹا گوندھا جائے وہ دھونے سے پاک نہیں ہوتا اور اگر اس میں سرکہ ڈال دیں اور شراب کا اثر جاتا رہے تو پاک ہو جائے

گا۔ کچلے (پکی ہوئی روٹی) اگر شراب میں ڈال دیا جائے پھر وہ شراب سرکہ بن جائے (یا اس شراب سے گوندھے ہوئے آنے کی روٹی پکائی پھر اس کو سرکہ میں ڈال دیا) اگر اس میں شراب کی بو (اثر) باقی نہ رہے تو وہ کچلے پاک ہو جائے گا اور یہی حکم پیاز و لہسن کا ہے جب وہ شراب میں ڈال دیا جائے اور شراب سرکہ بن جائے اس لئے کہ شراب کے جو اجزاء اس میں ملے ہوئے تھے وہ سرکہ ہو گئے۔ شراب اگر پانی میں پڑے یا پانی شراب میں پڑے پھر وہ سرکہ ہو جائے تو پاک ہوگا۔ اگر شور بہ میں شراب پڑ جائے پھر سرکہ پڑے اگر وہ شور بہ ترشی میں سرکہ کی مانند ہو جائے تو پاک ہے۔ چوہا شراب میں گر جائے اور پھٹ جانے سے قبل اس کو نکال لیں پھر وہ شراب سرکہ ہو جائے تو اس کو کھالینے میں کچھ مضائقہ نہیں اور وہ سرکہ پاک ہے اور اگر سرکہ ہونے کے بعد نکالا خواہ وہ پھولا یا پھٹا نہ ہو تب وہ سرکہ ناپاک ہے اور اگر وہ شراب کے اندر پھٹ جائے پھر نکالا جائے پھر وہ شراب سرکہ بنے تو اس کا کھانا حلال نہیں، اس لئے کہ مردہ چوہے کہ اجزاء اس میں موجود ہیں اور وہ شراب نہیں ہو جاتے۔ کتا اگر شیرے کو چاٹے پھر اس کی شراب بنے پھر سرکہ بنے تو اس کا کھانا حلال نہیں اس لئے کہ کتے کا لعاب اس میں موجود ہے اور وہ سرکہ نہیں ہو جاتا اور یہی حکم ہے اس صورت میں جب پیشاب شراب میں گر جائے پھر وہ سرکہ بن جائے اور اگر نجس سرکہ شراب میں ڈالا جائے پھر وہ شراب سرکہ ہو جائے تو نجس ہوگی اس لئے کہ وہ نجس سرکہ جو اس میں ملا تھا وہ متغیر نہیں ہوا، سور اور گدھا (یا کوئی اور جانور) اگر نمک کی کان میں گر جائے اور نمک ہو جائے یا کسی کا بچہ (حوض) میں گر کر مٹی ہو جائے تو طرفین کے نزدیک پاک ہوگا اسی پر فتویٰ ہے اور امام ابو یوسفؒ کے نزدیک نجس ہے۔ (اس طرح جو نجاست مغلظہ کونیں میں گر کر اس کی تہ کی مٹی میں سیاہ مٹی ہوگئی تو نجس نہ رہی کیوں کہ ذات تبدیل ہوگئی اسی پر فتویٰ دیا جائے) مٹکے میں شیرہ ہو اور اس کو جوش آجائے اور سخت ہو جائے اور اس میں جھاگ آجائیں اور اس کا جوش موقوف ہو جائے اور کم ہو جائے پھر وہ سرکہ ہو جائے اگر وہ سرکہ بہت دنوں تک اس میں چھوڑ دیا جائے اور سرکہ کے بخارات مٹکے کے منہ تک پہنچیں تو وہ مٹکا پاک ہوگا، اور اسی طرح وہ کپڑا جس میں شراب لگی ہے اور سرکہ سے دھویا جائے تو پاک ہو جائے گا، اگر نجس تیل صابون میں ڈالا جائے تو اس کے پاک ہونے کا فتویٰ دیا جائے گا اس لئے کہ اس میں تغیر ہو گیا۔ ناپاک زمین کی مٹی اوپر کی نیچے اور نیچے کی اوپر کر دینے سے پاک ہو جاتی ہے۔ پاخانہ مٹی میں جائے تو پاک ہے۔

۸۔ چمڑے کا دباغت سے پاک کرنا

آدمی اور خنزیر کے سوا ہر جاندار کی کھال دباغت سے پاک ہو جاتی ہے۔ صحیح یہ ہے کہ ہاتھی اور کتے کی کھال بھی دباغت سے پاک ہو جاتی ہے، آدمی کی کھال بوجہ تکریم اور احترام کے دباغت نہیں کی جاتی لیکن اگر دباغت کی گئی تو پاک ہوگئی مگر اس سے نفع لینا بوجہ احترام کے جائز نہیں اور حرام ہے جیسا کہ آدمی کے اجزاء سے نفع لینا جائز نہیں ہے، اور خنزیر کی کھال دباغت سے پاک نہیں ہوتی، بعض کے نزدیک خنزیر اور آدمی کی کھال اس لئے پاک نہیں ہوتی کیوں کہ وہ پرت پرت ہونے کی وجہ سے دباغت کو قبول نہیں کرتی۔ دباغت کی دو قسمیں ہیں: ۱۔ ایک حقیقی جو دوائی اور چوڑے، پھٹکری، ببول کے پتوں سے کی جاتی ہے، دوسری حکمی جو مٹی لگا کر یا دھوپ یا ہوا میں سکھا کر کی جائے۔ دونوں قسم کی دباغت سے وہ چمڑا پاک ہو جائے گا، (۱) اس پر یا اس کی پوشتین وغیرہ جہن کر نماز پڑھنا اور اس کے ڈول سے وضو غسل جائز ہے۔ حقیقی دباغت کے بعد اگر چمڑے کو پانی لگے تو پھر نجس نہیں ہوتا اور حکمی دباغت کے بعد پانی لگے تو اس میں اختلاف ہے اظہر یہی ہے کہ پھر نجس نہیں ہوتا۔ ۱۔ جو چمڑا کہ کفار کے ملک سے لکھا ہے اور دارالاسلام میں آتا ہے جیسا کہ خباب وغیرہ اگر اس کی دباغت پاک چیز سے معلوم ہو جائے تو وہ چمڑا پاک ہے یعنی اس کو جہن کر نماز درست ہے اور اگر اس کی دباغت ناپاک چیز سے ہوئی مثلاً نردار کی چربی وغیرہ سے معلوم ہو تو وہ ناپاک ہے اور اگر شک واقع ہو یعنی معلوم نہ ہو کہ پاک چیز سے دباغت ہوئی یا ناپاک سے تو اس کا دھونا بہتر ہے یعنی واجب نہیں۔

۹۔ جانور کے گوشت پوست کو ذبح سے پاک کرنا

جس جانور کا چمڑا دباغت سے پاک ہو جاتا ہے ذبح سے بھی پاک ہو جاتا ہے اور اسی طرح خون کے سوا اس کے تمام اجزاء ذبح سے پاک ہو جاتے ہیں یہی صحیح ہے بشرطیکہ ذبح کرنے والا شخص شرعاً اس کا اہل ہو، پس مجوسی کا ذبح کرنا اس کو پاک نہ کرے گا اور ذبح کرنا اپنے محل میں ہو یعنی جہاں سے ذبح کرنا چاہئے اسی جگہ سے ذبح کیا ہو، حرام جانوروں کے گوشت کے پاک ہونے میں اختلاف ہے لیکن زیادہ صحیح یہ ہے کہ حرام جانوروں کا گوشت ذبح سے پاک نہیں ہوتا۔

۱۰۔ کنوئیں کا پانی نکالنے سے پاک کرنا

اس کی تفصیل پہلے بیان ہو چکی ہے۔

اسی سے ملتے ہوئے یہ مسائل ہیں

۱۔ آدی کا تھوک پاک ہے اور پاک کرنے والا ہے، اگر کسی عضو پر نجاست لگ جائے اور اس کو تھوک کے ذریعے دور کر دیا جائے یہاں تک کہ اس نجاست کا اثر جاتا رہا تو پاک ہو جائے گا، اور اسی طرح اگر چھری نجس ہو جائے اور اپنا تھوک اس کو لگا کر اس طرح پونچھ لے کہ اثر جاتا رہے تو پاک ہو جائے گی، منہ بھر کے قے کی پھر وضو کیا اور کلی نہ کی یہاں تک نماز پڑھی تو وہ نماز جائز ہوگی۔ اس لئے کہ منہ تھوک سے پاک ہو جاتا ہے۔ بچے نے ماں کی پستان پرستے کی پھر اس پستان کو بہت دفعہ چوسا تو وہ پاک ہو جائے گا۔ ۲۔ نجس روئی دھنی جائے اگر وہ کل یا نصف نجس تھی تو پاک نہ ہوگی اگر تھوڑی سی نجس تھی جس میں یہ احتمال ہو کہ اس قدر دھنسنے میں نکل گئی ہوگی تو اس کی طہارت کا حکم کیا جائے گا، جیسے خرمن (اناج کا ڈھیر) جو نجس ہو جائے جب کہ کل یا اکثر نجس نہ ہوا ہو پھر کستان اور عامل کے درمیان تقسیم کیا جائے تو اس کی طہارت کا حکم ہو جاتا ہے، گھبوں (یاد مگر غلہ) کو بیلوں سے گاہتے وقت بیل پیشاب کر دیں تو وہ معاف ہے اور غلبہ بالا جماع پاک ہے اور اگر گدھوں سے گاہویں اور اس کا پیشاب اور لید بعض گھبوں پر پڑے اور وہ گھبوں جس پر نجاست پڑی دوسری پاک گھبوں کے ساتھ ملی ہوئی ہو تو فقہائے کہا ہے کہ ان میں سے تھوڑے نکال کر دھو لئے جائیں پھر سب ملا لئے جائیں یا ان میں سے تھوڑے سے گھبوں خیرات کر دے یا بہہ کر دے یا اس گھبوں کو آپس میں تقسیم کر لیں تو ان سب صورتوں میں ان سب دانوں کی پاکی کا حکم کیا جائے گا اور ان کا کھانا حلال ہوگا اور اگر گاہنے کے وقت کے سوا دوسرے وقت پیشاب کریں تو ناپاک ہو جائے گا اس لئے کہ یہاں ضرورت نہیں، ۳۔ نجس قلعی اور رانگ پتھلانے سے پاک ہو جاتا ہے، نجس موم پتھلانے سے پاک نہیں ہوتا، ۴۔ چوہا اگر گھی میں مر جائے تو اگر گھی جما ہوا ہو تو اس کے آس پاس کا گھی نکال کر پھینک دیا جائے اور باقی پاک ہے وہ کھایا جائے، اور اگر پتلا ہو تو اس کو کھانا جائز نہیں لیکن کھانے کے سوا اور طرح فائدہ لینا جیسے روشنی کرنا اور چمڑے کی دباغت کرنا جائز ہے اگر اس سے چمڑے کی دباغت کی جائے تو اس کے دھونے کا حکم کیا جائے پھر اگر وہ نخڑ سکے تو تین بار اس کو دھوئیں اور اگر نہ نخڑ سکے تو امام ابو یوسفؒ کے نزدیک تین بار دھوئیں اور ہر بار خشک کریں، جیسے ہوئے گھی کی حد یہ ہے کہ اگر کسی طرف سے نکالا جائے تو اسی وقت سب مل کر برابر نہ ہو جائے اور اگر اسی وقت برابر ہو جائے تو وہ پتلا ہے (خیل و گھی وغیرہ پاک کرنے کے جو طریقے پہلے بیان ہو چکے ہیں ان کے مطابق پاک کر کے اس ناپاک گھی کو کھانے کے استعمال میں لائے جاسکتے ہیں)۔

فائدہ

بعض کتابوں میں ناپاک چیزوں کے پاک کرنے کے ان طریقوں کو اس طرح تقسیم کیا ہے کہ وہ انہیں ہو جاتے ہیں اور وہ مختصراً

یہاں ایک جگہ درج کئے جاتے ہیں:

۱۔ دھونا، ۲۔ پونچھنا، ۳۔ خشک کرنا، ۴۔ چھیلنا، ۵۔ ذات کا بدل جانا، ۶۔ کھودنا (یعنی ناپاک زمین کی مٹی کھود کر اوپر نیچے کر دینا)، ۷۔ چڑے کا دباغت کرنا، ۸۔ شراب کو نمک وغیرہ ڈال کر سرکہ بنانا، ۹۔ شراب کا خود بخود سرکہ بن جانا، ۱۰۔ جانور کا ذبح کرنا، ۱۱۔ خشک مٹی کا لڈالنا، ۱۲۔ سوزے کا رگڑنا، ۱۳۔ نجس حوض میں پاک پانی کا استقدر داخل ہونا کہ وہ کچھ جاری ہو جائے، ۱۴۔ کنوئیں کے ناپاک پانی کا زمین کے اندر گھسنا (خشک ہو جانا)، ۱۵۔ بعض میں تعریف کرنا (یعنی بیلوں نے اناج بھوسے سے الگ کرتے ہوئے روندنے میں پیشاب و گوبر کر دیا اور اس اناج کو آپس میں تقسیم کیا گیا یا خیرات کیا وغیرہ)، ۱۶۔ روٹی کا دھنا، ۱۷۔ کنوئیں کے پانی کا نکال ڈالنا، ۱۸۔ ناپاک چیز کا آگ میں جل جانا، ۱۹۔ ابالنا (نجس تھی تیل وغیرہ پاک پانی کے ساتھ تین دفعہ ابالنا)، ۲۰۔ بعض کا دھونا (جب کہ کپڑے میں ناپاکی کی جگہ بھول گیا، ۲۱۔ بستہ چیز (جیسے جما ہوا تھی) میں نجاست نکال کر گڑھا کر دینا یعنی نجاست کے گرد و پیش سے بھی کچھ تھی نکال دینا، (ہر وہ ناپاک چیز جو بننے والی چیز کے بغیر دوسرے طریقوں سے پاک ہو جاتی ہے مثلاً پونچھنے، خشک ہونے، جلنے، چھیلنے وغیرہ سے صحیح یہ ہے کہ وہ تر ہونے سے پھر ناپاک نہیں ہوتی)۔

نجس چیزوں کا بیان

نجاستِ حقیقہ کی دو قسمیں ہیں: ۱۔ مغلظہ (غلظہ) یعنی جس کی نجاست زیادہ سخت ہے کہ تھوڑی سی کپڑے یا بدن کو لگ جائے تب بھی دھونا ضروری ہے، ۲۔ مخففہ (خفیفہ) جو حکم میں ذرا کم اور ہلکی ہو۔

۱۔ مغلظہ

(جس کا حکم سخت ہے) وہ بقدر درہم کے معاف ہے اور نماز کو نہیں توڑتی، اگر درہم سے زیادہ ہو تو نماز جائز نہ ہوگی، درہم کے اعتبار میں مختلف روایتیں ہیں، صحیح یہ ہے کہ اگر جسم دار (گاڑھی) نجاست کو جیسے پاخانہ، لید، ویر وغیرہ تو وزن کا اعتبار ہے اور وہ یہ ہے کہ اس کا وزم درہم کبیر کے برابر ہو جو ایک مثقال ہوتا ہے، مثقال کا وزن بیس قیراط ہے یعنی یہاں ساڑھے چار ماشہ ہے یہی صحیح ہے (اور قیراط پانچ جو کے برابر ہوتا ہے) اور جو نجاست بے جسم کی (یعنی پتلی) ہو اس میں ناپ پھیلاؤ کا اعتبار ہے اور وہ بقدر پتلی کی چوڑائی کے ہیں اور وہ اٹھویں کے جوڑوں کے اندر کا گہراؤ ہے اور اس کی صورت یہ ہے کہ پتلی خوب پھیلا کر ہموار رکھیں اور اس پر آہستہ سے پانی ڈالیں جتنا رک سکے اس کا پھیلاؤ درہم کی برابر ہے یعنی ہندوستان و پاکستان کے روپے کی برابر جو چیزیں آدمی کے بدن سے ایسی نکلتی ہے جن کے نکلنے سے وضو یا غسل واجب ہو جاتا ہے جیسے پاخانہ، پیشاب، مٹی، مٹی، وادی، کچلو، پیپ اور تھے جو منہ بھر کے آئے اگرچہ بچہ کی ہو، حیض و نفاس و استحاضہ کا خون، بچہ کا پیشاب خواہ وہ لڑکا ہو یا لڑکی، اناج کھاتے ہوں یا نہ کھاتے ہوں لیکن ریح اس کلیہ سے خارج ہے (۱) شراب، خشکی کے ہر جانور کا خون، مردار، جو جانور نہیں کھائے جاتے ان کا پیشاب و گوبر، لید، اور جو جانور کھائے جاتے ہیں ان کا گوبر، مثلاً گائے، بیل، بھینس وغیرہ کا گوبر اور بھیڑ، بکری، اونٹ کی مینگی (صحیح یہ ہے کہ گھوڑے کی لید غلیظہ ہے) کتے کا گوہ، مرغابی، بلی، مرغی اور کونج کی پیٹ، درندے جانوروں اور بلی چوہے کا گوہ، یہ سب نجاست غلیظہ ہیں۔ بلی یا چوہے کا پیشاب اگر کپڑے کو لگ جائے تو بعضوں نے کہا ہے کہ اگر قدر درہم سے زیادہ ہے تو کپڑا نجس ہو جاتا ہے اور یہی ظاہر ہے۔ حرام جانوروں کا دودھ خواہ زندہ ہو یا مردہ اور مردہ جانوروں کا دودھ خواہ

(۱)۔ یعنی صحیح قول کی بنا پر ریح پاک ہے اگرچہ اس سے وضو واجب ہو جاتا ہے۔

حرام ہو یا حلال نجس ہے حرام جانوروں کا اثر انجس ہے۔ سانپ کا گوہ اور پیشاب اور جو تک کا گوہ، بڑی چھکی اور گرگٹ جس میں بہتا ہو خون ہوتا ہے ان کا خون نجس ہے اور یہ سب نجاست غلیظہ ہیں پس اگر نجاست غلیظہ قدر درہم سے زیادہ کپڑے یا بدن کو لگ جائے تو نماز جائز نہ ہوگی اور اس کا دھونا فرض ہے اگر اس سے قصد نماز پڑھی تو گناہ بھی ہوا اور اگر بہ نیت استخفاف (ہلکا جان کر) ایسا کیا تو کفر ہے، اگر درہم کے برابر ہے تو دھونا واجب ہے اور اگر بے دھوئے نماز پڑھی تو اس کا لوٹنا واجب ہے، اور قصد پڑھی تو گناہ بھی ہوا اور اگر درہم سے کم ہے تو پاک کرنا سنت ہے بغیر پاک کئے پڑھی تو نماز ہوگی مگر خلاف سنت ہوگی اور اس کا لوٹنا بہتر ہے، سور کا گوشت اور اس کے بال و ہڈی وغیرہ اس کی ساری چیزیں نجاست غلیظہ ہیں۔ اکبرے کپڑے میں ایک طرف مقدار معانی سے کم نجاست لگے اور اس کی دوسری طرف سرایت کر جائے اور ہر طرف مقدار سے کم ہو لیکن دونوں کا مجموعہ اس سے بڑھ جائے تو بھی وہ کم سمجھی جائے گی اور معاف ہوگی، ہاں اگر کپڑا دو کپڑوں کو ملا کر اس مقدار سے بڑھ جائے تو وہ زیادہ سمجھی جائے گی اور معاف نہ ہوگی۔

نجاست خفیفہ

ہلکی نجاست اور وہ چوتھائی کپڑے سے کم معاف ہے چوتھائی کپڑے کے حساب میں اختلاف ہے بعضوں نے کہا ہے کہ کپڑے کے اس طرف کی چوتھائی کا اعتبار ہے جہاں نجاست لگی ہو جیسے دامن اور آستین اور اگلی اور اگر بدن پر ہو تو اس عضو کی چوتھائی کا اعتبار ہے جس پر نجاست ہے جیسے ہاتھ اور پاؤں، یہی صحیح ہے اور اسی پر فتویٰ ہے اور بعضوں نے کہا ہے کہ کل بدن اور کپڑے کا چوتھا حصہ شمار کیا جاتا ہے اگرچہ بڑا ہی کیوں نہ ہو، اسی کو بعضوں نے ترجیح دی ہے اور فتویٰ کا لفظ مختار اور راجح پر مقدم ہے اس لئے صحیح یہ ہے کہ کپڑے یا بدن کے اس عضو یا حصے کی چوتھائی کا اعتبار ہے جس پر نجاست لگی ہے۔ نجاست کے خفیفہ یا غلیظہ ہونے کا حکم کپڑے اور بدن میں جاری ہوتا ہے پانی یا دیگر تلی چیزوں میں جاری نہیں ہوتا یعنی اگر ان میں گرے تو کل ناپاک ہوں گی اگرچہ نجاست کا ایک ہی قطرہ گرے جب تک وہ پانی وغیرہ جاری نہ ہو یا کثیر نہ ہو جیسا کہ پہلے بیان ہوا۔ گھوڑے (۱) اور حلال جانوروں کا پیشاب اور حرام پرندوں کی بیٹ نجاست خفیفہ ہیں، یہی معتقد واجب ہے پس جو پرندہ ہوا میں اچھی طرح نہیں اڑ سکتا مثلاً مرغی بطخ وغیرہ تو ان کی پینچال نجاست غلیظہ ہے اور جواڑتے ہیں اگر وہ حلال ہیں جیسے کبوتر و چڑیا وغیرہ تو ان کی پینچال پاک ہے اور اگر حرام ہوں تو یہ نجاست خفیفہ ہے جیسے باز اور شکر اور چیل وغیرہ لیکن ان کی بیٹ سے کنواں ناپاک نہیں ہوتا اس لئے کہ اس سے بچنا مشکل ہے، شہید فقہی (یعنی جسے فقہ کے حکم کے مطابق غسل نہیں دیا جاتا) کا خون جب تک اس کے بدن پر ہے پاک ہے اور جب اس سے جدا ہو گیا تو نجس ہے، ہر جانور کا پتہ اس کے پیشاب کی مثل ہے، سوئی کے سر کے برابر جو پیشاب کی چھینٹیں اڑتی ہیں اور وہ بغیر عور کے نظر نہ آئیں وہ بسبب دفع حرج کے معاف ہیں اگرچہ تمام کپڑے پر پڑ جائیں، سوئی کی دوسری طرف کے برابر جو پیشاب کی چھینٹیں ہوں ان کا بھی یہی حکم ہے (لیکن طبیعت کی صفائی کا تقاضا ہے کہ دھو لے) یہ حکم جب ہے کہ وہ چھینٹیں اڑ کر کپڑے یا بدن پر گریں لیکن اگر پانی میں گریں تو وہ نجس ہو جائے گا اور کچھ معاف نہ ہوگا پس اگر وہ کنوئیں میں گریں یا کوئی اور نجاست خفیفہ کنوئیں میں گرے تو سارا پانی نکالنا پڑے گا اس لئے کہ بدن اور کپڑے اور مکان کی نسبت پانی کی طہارت کی زیادہ تاکید ہے، اور اگر پیشاب کی چھینٹیں بڑے سونے کے سرے کی برابر اڑیں تو نماز جائز نہ ہوگی، مطلب یہ ہے کہ جب ان چھینٹوں کا اثر دیکھا جاتا ہو تو دھونا ضروری ہے حتیٰ کہ اگر نہ دھوئیں اور نماز پڑھی پس اگر اتنی ہوں کہ جمع کی جائیں تو درہم سے زائد ہوں تو نماز کا اعادہ کرے، نجاست غلیظہ جس پانی میں پڑ جائے تو وہ بھی نجس غلیظہ ہو جاتا ہے اور خفیفہ کے پڑنے سے نجس خفیفہ ہو جاتا ہے خواہ کم پڑے یا زیادہ (نجاستوں سے جو عرق کھینچا جائے یا ان کا جو ہر

(۱)۔ گھوڑا حلال ہے لیکن جہاد کا جانور ہونے کی وجہ سے امام صاحب نے اس کے گوشت کو مکروہ کہا ہے۔

نکالا جائے تو وہ بھی نجس ہے۔

دیگر متفرق مسائل نجاست

سانپ کی کھال نجس ہے اگرچہ اس کو ذبح کیا ہو اس لئے کہ وہ دباغت کو قبول نہیں کرتی سانپ کی کینٹلی صحیح یہ ہے کہ پاک ہے۔ سوتے ہوئے آدمی کی رال پاک ہے برابر ہے کہ منہ سے نکلی ہو یا معدے سے آئی ہو، یہ طرفین کے نزدیک ہے اور اسی پر فتویٰ ہے، مردے کے لعاب کو بعضوں نے نجس کہا ہے، ریشم کے کپڑوں کا پانی اور اس کی آنکھ (کویا) اور بیٹ پاک ہے، چمکا دڑ کا پیشاب اور بیٹ بھی پاک ہے، جو پرندے حلال ہیں جیسے کیوتر، چڑیا، جینا وغیرہ ان کی بیٹ بشرطیکہ بودار نہ ہو پاک ہے سوائے مرغی، بٹخ اور مرغابی کے، گھوڑی اور گدھی کا دودھ پاک ہے۔ یہی اصح ہے البتہ بے ضرورت اس کو نہ استعمال کیا جائے۔ جانور کے ذبح کے بعد جو خون اس کی رگوں میں باقی رہتا ہے اگرچہ بہت سا کپڑے کو لگ جائے تب بھی اس سے ناپاک نہیں ہوتا اور اس کا کھانا حلال ہے۔ اور یہی حکم اس خون کا ہے جو ذبح کے بعد گوشت میں باقی رہ جاتا ہے اس لئے کہ وہ خون جاری نہیں اور جو جاری خون گوشت میں لگ جاتا ہے وہ نجس ہے۔ جگر، تلی اور دل میں جو خون باقی رہا وہ نجس نہیں کیوں کہ وہ دم مسلوح کی قید سے نکل گیا۔ مچھر، پھوس، چوں، کھسی، چھوٹی چھڑی، کھٹل کا خون پاک ہے اگرچہ بہت ہو اور جو خون بدن سے جاری نہ ہو پاک ہے۔ مچھلی اور پانی میں جینے والے جانوروں کا خون امام ابوحنیفہؒ اور امام محمدؒ کے نزدیک کپڑے کو پلید نہیں کرتا، شہید کا خون جب تک اس کے جسم پر ہے پاک ہے (یہ چودہ خون حیوانات میں مستثنیٰ ہیں کہ ناپاک نہیں) چوہے کی میٹھی گیہوں (غلہ) میں گر جائے اور گیہوں کے ساتھ پس جائے یا تیل میں گر جائے تو وہ آٹا اور تیل جب تک اس کا مزہ نہ بدلے پلید نہ ہوگا یہی حکم سرکہ اور رب (انگور یا سیب وغیرہ) کا نچوڑ جو گاڑھا کر دیا جائے) کا ہے، اسی پر فتویٰ ہے، اگر کپڑے پر نجس تیل قدرے درہم سے کم لگے پھر وہ پھیل کر قدرے درہم سے زیادہ ہو جائے تو فتویٰ اس پر ہے کہ اس سے نماز جائز نہیں، حل شدہ نجاست (نجس پانی وغیرہ) میں بھیگا ہوا نجس کپڑا جو پاک کپڑے میں لپٹا جائے اور اس کی تری پاک کپڑے میں ظاہر ہو لیکن پاک کپڑا اس سے اتنا تر نہ ہو جائے کہ نچوڑنے میں رطوبت گرے یا قطرے نکلیں (یعنی ایک آدھ قطرہ ٹپکے یا ہاتھ بھیگ جائے) تو اصح یہ ہے کہ وہ نجس نہ ہوگا، اسی طرح اگر پاک کپڑا ایک نجس کپڑے پر یا نجس زمین پر جوتر ہو بچھا دیا جائے اور نجاست کپڑے میں اثر کرے لیکن وہ اتنا تر نہ ہو جائے کہ نچوڑنے میں اس سے رطوبت گرے مگر نجاست کی تری کی جگہ معلوم ہوتی ہو تو اصح یہ ہے کہ وہ نجس نہ ہوگا اور اگر عین نجاست یعنی خالص پیشاب وغیرہ سے گیلیا ہے اور پاک کپڑے میں ذرا سی نمی یا دھبہ آ گیا تو نجس ہو جائے گا، اگر تر پاؤں نجس زمین یا نجس پھونے پر رکھا تو وہ نجس نہ ہوگا اور اگر خشک پاؤں نجس پھونے پر رکھا جوتر ہو تو پاؤں اگر بھیگ گیا تو نجس ہو گیا اور نمی کا اعتبار نہیں ہے یہی صحیح ہے۔ مٹی میں لے ہوئے گوبر سے چھت لپی جائے تو اس پر بھیگا ہوا کپڑا رکھ دینے سے نجس نہیں ہوتا، سوکھا ہوا گوبر یا نجس مٹی جب ہوا سے اڑ کر کیلے کپڑے پر پڑے تو جب تک اس میں نجاست کا اثر (نورنگ) نظر نہ آئے نجس نہ ہوگا، ہوا جو گندگیوں پر گزر کر تر کپڑے کو لگ جائے تو اگر اس میں نجاست کی بو آنے لگے تو نجس ہو جائے گا بعض کے نزدیک صحیح یہ ہے کہ نجس نہیں ہوگا اور نجاستوں کے بخارات نکلنے سے نجس نہیں ہوتا یہی صحیح ہے۔ نجاست کا دھواں اگر کپڑے یا بدن کو لگے تو صحیح یہ ہے کہ نجس نہیں ہوتا، اگر چہ کین (پاخانہ) کسی گھر میں جلا یا جائے اور اس کا دھواں اور بخارات چھت کی طرف کو چڑھے اور اس کے روشندان میں تو لگا ہوا ہے وہاں جم جائے پھر وہ پچھلے یا پسینہ بن کر (پسج کر) نکلے اور وہ کپڑے کو لگے تو استحساناً یہ حکم ہے کہ جب تک نجاست کا اثر ظاہر نہ ہوگا وہ کپڑا پلید نہ ہوگا اسی پر فتویٰ ہے اور یہی حکم اصطبل کا ہے جب وہ گرم ہو اور اس کے دھواں نکلنے کے سوراخ پر تو اہو جہاں نجاست کا دھواں جمع ہوتا ہے اور پھر

اس توے میں پسینہ آیا اور نچکنے لگا یا حمام میں جب نجاست جلائی جائے اور دیواروں اور روشندانوں سے پسینہ چپکنے لگے۔ اگر پانی سے استنجا کیا اور کپڑے سے نہ پونچھا پھر ریح خارج ہوئی تو فقہاء کا یہ قول ہے کہ اس کا گردا گرد نجس نہیں ہوتا اور یہی حکم اس صورت میں ہے کہ استنجا تو نہیں کیا بلکہ پا جامہ پسینے یا پانی میں تر ہو گیا پھر ریح خارج ہوئی۔ لیکن اگر خشک ہونے پر اثر یعنی زردی وغیرہ ظاہر ہو تو نجس ہوگا اگر سردی کے موسم میں کھوڑے بندھنے کی جگہ میں جہاں لید وغیرہ چلتی رہتی ہے داخل ہوا اور بدن اس کا تر تھا یا کوئی تر چیز وہاں لے گیا اور وہ اس کی گرمی سے خشک ہوئی تو نجس نہ ہوگی لیکن اگر اثر ظاہر ہوا مثلاً زردی کپڑے یا اس چیز پر خشک ہونے کے بعد ظاہر ہوئی تو نجاست کا حکم ہوگا۔ اگر کوئی شخص ایسے پچھونے پر سو یا جس پر مٹی لگ کر خشک ہوئی تھی پھر اس کو پسینہ آیا اور اس سے وہ پچھونا تر ہو گیا تو اگر اس پچھونے کی تری کا اثر اس کے بدن پر ظاہر نہیں ہوا ہے تو نجس نہیں ہوگا اور اگر ظاہر ہوا (یعنی کچھ نجاست چھوٹ کر بدن یا کپڑے کو لگ گئی) تو نجس ہو جائے گا۔ گدھے نے پانی میں پیشاب کیا اور اس پانی کی کچھ چھینٹیں کسی آدمی کے کپڑے پر پڑیں تو وہ نماز جائز ہونے کو نہیں روکتیں اگرچہ بہت ہوں لیکن جب یقین ہو جائے کہ وہ چھینٹیں پیشاب کی تھیں تو نماز جائز نہ ہوگی اور ایسے ہی چرکین (گوبر پاخانہ وغیرہ) پانی میں پڑے اور اس سے چھینٹیں اڑیں اور کپڑے پر پڑیں اگر ان کا اثر کپڑے پر ظاہر ہو گیا تو کپڑا نجس ہوگا ورنہ نجس نہ ہوگا خواہ پانی جاری ہو یا نہ ہو، یہی مختار ہے، اگر کھوڑے کے پاؤں میں نجاست لگی ہو اور وہ پانی میں چلے اور اس کی چھینٹیں سوار کے کپڑے پر پڑیں تو وہ نجس ہو جائے گا خواہ پانی بند ہو یا جاری، صحیح یہ ہے کہ نجس نہ ہوگا مگر جب قاعدہ کلیہ کے کہ یقین خشک سے زائل نہیں ہوتا۔ میت کے نہلانے والے پر میت کے دھوون سے جو چھینٹیں اڑیں جن سے بچاؤ کرنا ممکن نہیں ہے تو وہ اس کو نجس نہیں کریں گی بوجہ عموم بلوئی۔ نمازی کے غسل سے جو چھینٹیں برتن میں گریں جن کے گرنے کا موقع ظاہر نہیں ہوتا تو وہ معاف ہے جیسے راستے کی کچڑ اور نجس چیزوں کا دھواں وغیرہ کا غبار اور کتوں کے بیٹھنے کی جگہ کا غبار معاف ہے یعنی نجس نہ ہوگا۔ پاخانے کی کھیاں اگر کسی کے کپڑے پر بیٹھ جائیں تو وہ نجس نہیں ہوتا لیکن اگر وہ غالب ہوں اور بہت ہوں تو نجس ہو جاتا ہے۔ کسی شخص کے پاؤں میں کچڑ لگ گئی اور وہ مٹی میں چلا اور پاؤں نہ دھوئے اور نماز پڑھ لی تو اگر نجاست کا اثر اس میں نہیں ہے تو جائز ہے لیکن احتیاط یہ ہے کہ پاؤں دھو لے۔ پاک پانی میں اگر نجس مٹی ڈالے یا پاک مٹی میں نجس پانی ڈالے تو صحیح یہ ہے کہ وہ گارا نجس ہوگا۔ اگر نجس بھوسہ یا گوبر و لید گھرے میں ڈالا جائے اور وہ بھوسہ وغیرہ قائم رہے اور نظر آتا ہو تو اگر بہت ہوگا تو نجس ہوگا ورنہ نجس نہ ہوگا اور اگر خشک ہو جائے گا تو اس کی طہارت کا حکم ہوگا۔ کتے کا لعاب نجس ہے پس اگر کسی کے عضو یا کپڑے کو کچڑ لے تو جب تک اس پر تری ظاہر نہ ہوگی نجس نہ ہوگا خواہ وہ کتا خوشی (لاڈ) میں ہو یا غصہ میں برابر ہے، یہی مختار ہے۔ کتے کا بدن خود نجس نہیں خواہ سوکھا ہو یا گیلیا لیکن اگر اس کے بدن پر نجاست ہو تو اس نجاست کے گلنے سے ناپاک ہو جائے گا (پس اگر کتا مسجد کے بورے پر کھڑا ہو جائے اگر وہ خشک ہے تو نجس نہ ہوگا اور اگر تر ہو اور نجاست کا اثر ظاہر نہ ہو اتب بھی یہی حکم ہے یعنی بورہ پاک ہے، ہاتھی کی ہڈی شخین کے نزدیک پاک ہے یہی اصح ہے، ہاتھی کا لعاب شیر اور چیتے کے لعاب کی طرح نجس ہے اگر اس کی سوڈ سے کسی کپڑے پر اس کا لعاب گرے گا تو نجس ہو جائے گا۔ ہر جانور کا جگال مثل اس کے پاخانہ کے ہے، اونٹ یا بکری کی میٹھی میں اگر جو ہوں تو دھو کر کھائے جاسکتے ہیں یعنی تین بار دھوئے اور ہر بار سکھائے، بتل گائے بھینس وغیرہ کے گوبر میں ہوں تو نہ کھائے جائیں اس لئے کہ اس میں سختی نہیں ہے۔ کھوڑے گدھے اور خچر کا لعاب اور پسینہ پاک ہے لیکن دھوڑا لٹا بہتر ہے۔ روٹی کے اندر سے جو ہے کے میٹھی نکلی اگر اس میٹھی میں اس کی ختی موجود ہو تو میٹھی اور اس کے ارد گرد سے روٹی توڑ کر پھینک دے اور باقی روٹی کھالے۔ دودھ دوہتے وقت اگر میٹھی دودھ کے برتن میں گر جائے اور اسی وقت پھینک دی جائے تو مضائقہ نہیں اور اگر میٹھی دودھ میں ٹوٹ جائے تو نجس ہو جائے گا پھر پاک نہ ہوگا، اگر بکری کا پیشاب (جو کہ نجاست خفیفہ ہے) اور آدمی کا پیشاب (جو کہ غلیظہ ہے) کسی چیز پر لگے تو

نجاست خفیفہ نجاست غلیظہ کے تابع ہو جائے گی یعنی خفیفہ اس صورت میں بمنزلہ غلیظہ کے ہوگی اور دونوں کو جمع کر کے قدر درہم سے زیادہ پر نماز جائز نہ ہونے کا حکم ہوگا۔ (۱) نجس سرمہ یا کاجل آنکھوں میں لگایا تو اس کا پونچھنا اور دھونا واجب نہیں ہاں اگر پھیل کر آنکھ کے باہر آگیا ہو تو دھونا واجب ہے۔ کافر جو کھانے کی چیزیں بنائیں نیز ان کے برتن اور کپڑے وغیرہ کو ناپاک نہ کہیں گے تا وقتیکہ اس کا ناپاک ہونا کسی دلیل یا قریبہ سے معلوم نہ ہو، بعض لوگ جو شیر وغیرہ کی چربی استعمال کرتے ہیں اور اس کو پاک جانتے ہیں یہ درست نہیں۔ ہاں اگر طیب حاذق دیندار کی یہ رائے ہو کہ اس مرض کا علاج شیر کی چربی کے علاوہ نہیں تو ایسی حالت میں بعض علما کے نزدیک اس کا خارجی استعمال درست ہے لیکن نماز کے وقت اس کو دھونا ضروری ہوگا۔ راستوں کی کچھڑ اور ناپاک پانی معاف ہے بشرطیکہ بدن یا کپڑے پر نجاست کا اثر نہ معلوم ہو، فتویٰ اسی پر ہے، باقی احتیاط یہ ہے کہ جس شخص کی آمد و رفت بازار اور راستوں میں زیادہ نہ ہو وہ اس کے لگنے سے بدن اور کپڑے پاک کر لیا کرے چاہے ناپاکی کا اثر محسوس نہ ہو۔ نوشار پاک ہے اگرچہ وہ نجاست کے دھوئیں سے بنتا ہے۔ نجاست کے اوپر جو گرد و غبار ہے وہ پاک ہے بشرطیکہ نجاست کی تری نے اس میں اثر کر کے اس کو تر نہ کر دیا ہو، پھل وغیرہ کے کپڑے پاک ہیں لیکن ان کا کھانا درست نہیں جبکہ ان میں جان پڑ گئی ہو، گولر وغیرہ سب پھلوں کے کپڑوں کا یکساں حکم ہے۔ کھانے کی چیزیں اگر سڑ جائیں اور بو کرنے لگیں تو ناپاک نہیں ہوتیں جیسے گوشت حلوہ وغیرہ لیکن صحت کے نقصان کے خیال سے ان کا کھانا درست نہیں۔ لیکن گھی اور دودھ، تیل اور رغن زیتون میں اگر بسا نہ ہو جائے تو ان کا کھانا حرام منع نہیں ہے، اور اسی طرح پینے کی چیزیں اگر بدبودار ہو جائیں تو اس تغیر کی وجہ سے حرام نہیں ہوتیں، مشک اور اس کا تانہ پاک ہے اور اسی طرح غبر وغیرہ بھی پاک ہیں۔ گندہ اظہار حلال جانور کا پاک ہے بشرطیکہ ٹوٹا نہ ہو، پس نماز پڑھنے میں وہ جیب میں ہو تو نماز ہو جائے گی، لیکن اگر جیب میں پیشاب وغیرہ کی بند شیشی ہے تو نماز نہ ہوگی جیسا کہ پہلے بیان ہوا، مردہ انسان جس پانی میں نہلایا جائے وہ ناپاک ہے۔ عورت کے وضو اور غسل سے بچے ہوئے پانی سے مرد کو وضو اور غسل کرنا امام احمد کے نزدیک جائز نہیں احناف کے نزدیک جائز ہے، تاہم اختلاف سے بچنے کے لئے نہ کرنا اولیٰ ہے۔ جن مقاموں پر اللہ تعالیٰ کا عذاب کسی قوم پر آیا ہو جیسے خود اور عادی قوم کے عذاب کے مقامات تو اس مقام کے پانی سے وضو و غسل نہ کرنا چاہئے اگرچہ اس میں بھی اختلاف ہے تاہم بچنا اولیٰ ہے اور بوجہ ضرورت و مجبوری جائز ہے (زمزم شریف نے پانی سے وضو اور غسل بلا کراہت جائز ہے بلکہ اس کا ثواب زیادہ ہے اور یہ اس وقت ہے جبکہ طہارت پر تبرک کے لئے کیا جائے۔ پس جنہی اور محدث کو اور نجس مکان میں زمزم کا پانی استعمال نہیں کرنا چاہئے اور نہ اس سے استنجا کرے اور نہ اس سے نجاست حقیقہ کو دھوے اور بعض علما نے اس کو حرام کہا ہے اور کہا گیا ہے کہ بعض لوگوں نے اس سے استنجا کیا پس ان کو بواہر ہوگئی، البتہ ضرورت کے وقت بلا کراہت وضو و غسل جائز ہے اور اس وقت تکمیل جائز نہیں، اگرچہ آب زمزم قمتوں میں بند ہو اور ٹانگا لگا ہوا ہو پس تو ذکر پانی نکال کر وضو یا غسل کرنا لازمی ہے)۔ ناپاک زمین پر مٹی وغیرہ ڈال کر نجاست چھادی جائے اس طرح کہ نجاست کی بوند آئے تو مٹی کا اوپر کا حصہ پاک ہے۔ اگر ٹوٹے ہوئے دانت کو جو ٹھکڑا کر علیحدہ ہو گیا ہو اس کی جگہ پر رکھ کر جمادیا جائے خواہ پاک چیز سے یا ناپاک چیز سے اور اسی طرح اگر کوئی ہڈی ٹوٹ جائے اور اس کے بدلے کوئی ناپاک ہڈی رکھ دی جائے یا کسی زخم میں ناپاک چیز بھر دی جائے اور وہ اچھا ہو جائے تو اس کو نکالنا نہ چاہئے بلکہ وہ خود بخود پاک ہو جائے گا۔ دو ہرا کپڑا یا روئی دار کپڑا اگر ایک جانب سے نجس ہو جائے اور دوسری جانب پاک ہو تو کل کپڑا ناپاک سمجھا جائے گا نماز اس پر درست نہیں یعنی اگر وہ مسجد سے یا کھڑے ہونے کی جگہ پڑتا ہو اور دونوں کپڑے باہم ملے ہوئے ہوں تو پھر ایک کے ناپاک ہونے سے دوسرا ناپاک نہ ہوگا جب کہ اوپر کا حصہ اتنا موٹا ہو کہ اس میں سے سے فچی کی نجاست کا رنگ و بو ظاہر نہ ہوتا ہو

(۱)۔ یعنی اگر دونوں خشک ہوں تو مطلقاً غلیظہ کو ترجیح ہوگی ورنہ اگر مساوی یا غلیظہ زیادہ ہو تو غلیظہ اور اگر خفیفہ زیادہ ہو تو خفیفہ کا حکم ہوگا۔ (از شامی مؤلف)

تو اس پر نماز جائز ہوگی۔ مرغی یا کوئی اور پرندہ پیٹ چاک کر کے اس کی آلائش نکالنے سے پہلے پانی میں جوش دی جائے تو وہ کسی طرح پاک نہیں ہو سکتی (یہ امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک ہے) اسی پر فتویٰ ہے احتیاطاً آلائش نکال کر اور خون دھو کر جوش دیا جائے۔ بعض نے تین دفعہ پاک پانی میں پکانے اور اس پانی کو ہر بار بدلنے سے پاک ہونے کا حکم دیا ہے۔ (یہ امام ابو یوسفؒ کا قول ہے) دکھتی آنکھ سے جو پانی نکلے نیز ناف یا پستان سے درد کے ساتھ جو پانی نکلے وہ نجاست غلیظہ ہے۔ بلغمی رطوبت ناک یا منہ سے نکلے نجس نہیں اگرچہ پیٹ سے چڑھے اور خواہ بیماری کے سبب ہو، جو خون زخم سے بہا نہ ہو پاک ہے۔ روئی دار کپڑا (مرزئی وغیرہ) ادھیڑا گیا اور اس کے اندر سوکھا ہوا چوہا ملا تو اگر اس میں سوراخ ہے تو تین دن رات کی نمازیں لوٹائیں۔ اگر سوراخ نہ ہو تو جتنی نمازیں اس سے پڑھی ہیں سب کا اعادہ کرے، آدمی کی کھال یا گوشت اگر ناخن کے برابر تھوڑے پانی میں گرے تو وہ پانی نا پاک ہو گیا اور اگر اس سے کم ہو تو نا پاک نہیں ہوگا۔ خود ناخن یا بال گر جائے تو نا پاک نہیں کیوں کہ ان میں خون سرایت نہیں کرتا۔ عورت کے پیشاب کے مقام سے جو رطوبت نکلے پاک ہے کپڑے یا بدن میں لگے تو دھونا کچھ ضروری نہیں ہاں بہتر ہے، یہ حکم امام صاحبؒ کے نزدیک ہے اور صاحبین کے نزدیک نجس ہے، یہ حکم فرج داخل کا ہے اور فرج خارج کی رطوبت بالاتفاق پاک ہے لیکن وضو کے لئے اس کا دھولیا سنت ہے نجاستوں سے جو کپڑے پیدا ہوتے ہیں وہ نجس ہیں۔

استنجہ کا بیان

پاخانے یا پیشاب کرنے کے بعد جو ناپاکی بدن پر لگی رہے اس کے پاک کرنے کو استنجا کہتے ہیں۔ پیشاب کرنے کے بعد مٹی کے پاک ڈھیلے سے پیشاب کو سکھانا چاہئے اس کے بعد پانی سے دھو ڈالنا چاہئے، پاخانے کے بعد مٹی کے تین یا پانچ ڈھیلوں سے پاخانے کے مقام کو صاف کرے پھر پانی سے دھو ڈالے۔ استنجان چیزوں سے جائز ہے جو پتھر کی طرح صاف کرنے والی ہیں جیسے ڈھیلا، ربیت، لکڑی، پھٹا ہوا (بے قیمت) کپڑا، چمڑا اور اس کے سوا اور ایسی ہی چیزیں جو پاک ہوں اور نجاست کو دور کریں بشرطیکہ قیمت دار و محترم نہ ہوں (اگر استنجا کرنے کے بعد کوئی کپڑا دھو کر کام میں آ سکے تو اس کپڑے سے بھی ضرورتاً جائز ہے) اور صحیح قول کے بموجب اس میں کچھ فرق نہیں ہے کہ جو چیز نکلی ہے وہ عادت کے موافق ہو یا عادت کے خلاف ہو یہاں تک کہ اگر دونوں راستوں سے خون یا کچلو ہو نکلے تو بھی پتھر وغیرہ سے طہارت ہو جاتی ہے، اسی طرح اگر استنجہ کے مقام پر باہر سے کچھ نجاست لگ جائے تو بھی پتھر وغیرہ سے استنجا کرنے سے پاک ہو جاتا ہے، ڈھیلوں سے استنجا سنت ہے۔

ڈھیلے سے استنجا کرنے کا طریقہ

ڈھیلے سے استنجا کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ بائیں طرف زور دے کر بیٹھے اور قبلے کی طرف منہ نہ ہو، اور ہوا اور سورج اور چاند کی طرف سے بھی بچ جائے اور تین یا پانچ یا سات ڈھیلے لے، پہلے ڈھیلے کو پیچھے کی طرف لے جائے اور دوسرے کو آگے کی طرف لائے پھر تیسرے کو پیچھے کی طرف لے جائے، یہ طریقہ گرمی کے موسم کا ہے لیکن جاڑوں میں پہلے ڈھیلے کو آگے لائے اور دوسرے کو پیچھے لے جائے پھر تیسرے کو آگے لائے، اور عورت ہمیشہ وہی طریقہ اختیار کرے جو مرد جائزوں میں کرتا ہے، اور یہ طریقہ مقصود نہیں بلکہ بعض فقہاء کے خیال میں صفائی کا مددگار ہے، اصل مقصود صفائی و پاکی ہے خواہ جس طریق سے بھی حاصل ہو جائے، ڈھیلے سے استنجا کہ لینے کے بعد جو نجاست باقی رہ جاتی ہے پسینے کے حق میں اس کا کوئی اعتبار نہیں یہاں تک کہ اگر مقعد سے پسینہ نکل کر کپڑے یا بدن کو لگے تو نجس نہیں ہوتا اور اگر وہ تھوڑے پانی میں بیٹھ جائے گا تو وہ نجس ہو جائے گا یہی صحیح ہے۔ ڈھیلے سے استنجا کرنے میں کوئی عدد مستون نہیں بلکہ صاف ہونا شرط ہے یہاں تک کہ اگر ایک ڈھیلے سے صفائی حاصل ہو جائے تو سنت ادا ہو گئی اور اگر تین ڈھیلوں سے بھی صفائی حاصل نہ ہو تو سنت ادا نہ ہوگی البتہ مستحب یہ ہے کہ ڈھیلے طاق عدد ہوں اور کم سے کم تین ہوں تو اگر ایک یا دو سے صفائی ہو گئی تو تین کی گنتی پوری کرنے اور چار سے صفائی حاصل ہو تو ایک اور بے لے تاکہ طاق ہو جائیں اور مستحب ہے کہ پاک پتھر دائیں طرف رکھے اور استنجا کئے ہوئے بائیں طرف رکھے اور ان کی نجس جانب نیچے کو کر دے۔ ڈھیلے وغیرہ سے استنجا کرنے کے بعد پانی سے استنجا کرنا سنت ہے، افضل یہ ہے کہ پردہ دار جگہ ہو تو دونوں کو جمع کرے اور اگر پردہ دار جگہ نہ ہو تو لوگوں کے سامنے ستر نہ کھولے اور صرف ڈھیلے سے استنجا پر اکتفا کرے پانی سے نہ کرے کیوں کہ لوگوں کے سامنے ستر کھولنا فسق ہے۔ صرف ڈھیلوں سے طہارت اسی وقت جائز ہوگی جب کہ نجاست صرف مخرج پر ہی لگی ہو لیکن اگر مخرج سے زیادہ پھیلی ہو تو سب کا

اجماع اس بات پر ہے کہ اگر وہ تجاوز کی ہوئی نجاست درہم سے زیادہ ہو تو اس کا دھونا فرض ہے صرف ڈھیلوں سے چھڑانا کافی نہیں مگر ڈھیلوں کا استعمال اب بھی سنت ہے اگر نجاست ایسی خشک ہو جائے جو ڈھیلوں سے نہ چھوٹ سکے تو پھر پانی سے استنجا کرنا چاہئے۔ اسی طرح اگر پیشاب کے مقام کے کناروں پر پیشاب قدر درہم سے زیادہ لگ جائے تو اس کا دھونا واجب ہے اور اگر وہ نجاست جو مخرج سے باہر پھیلی ہوئی ہے قدر درہم سے کم ہے یا بقدر درہم ہے لیکن جب اس کو مخرج کی نجاست کے ساتھ ملائیں تو قدر درہم سے زیادہ ہو جائے پس اگر اس کو ڈھیلے سے دور کر لیا اور پانی سے نہ دھویا تو نجاست کے نزدیک جائز ہے اور مکروہ نہیں یہی صحیح ہے۔ (امام محمدؒ کے نزدیک دھونا فرض ہے) اگر ذکر کے منہ پر نجاست قدر درہم سے کم لگی ہو اور دوسری جگہ بھی نجاست قدر درہم سے کم ہو لیکن اگر دونوں کو جمع کریں تو قدر درہم سے زیادہ ہو جائے تو ان دونوں کو جمع کریں گے، یہی صحیح ہے۔ اگر مقعد کا مقام فراخ ہو اور نجاست اس میں قدر درہم سے زیادہ لگی ہو لیکن مقعد سے باہر پھیلی ہوئی نہ ہو تو ڈھیلوں سے استنجا کافی ہے یہی اصح ہے اور یہی امام ابو حنیفہؒ اور امام ابو یوسفؒ کے قول سے زیادہ مشابہ ہے اور مختار ہے۔

ڈھیلے سے پیشاب کے استنجے کا طریقہ

اس کا طریقہ یہ ہے کہ ذکر کو بائیں ہاتھ سے پکڑے اور اس کو دیوار یا پتھر یا ڈھیلے پر جو زمین سے اٹھا ہوا ہو یا بائیں ہاتھ میں لیا ہوا ہو رکھ دے، ڈھیلے کو دائیں ہاتھ میں نہ لے اور اسی طرح ذکر کو دائیں ہاتھ میں اور ڈھیلے کو بائیں ہاتھ میں نہ پکڑے اور اگر یہ نہ ہو سکے تو ڈھیلے کو دونوں ایڑیوں میں پکڑ لے اور ذکر کو بائیں ہاتھ میں پکڑ کر اس پر رکھ دے اور جو یہ بھی نہ ہو سکے تو پتھر کو دائیں ہاتھ میں پکڑے اور اس کو حرکت نہ دے، اور استبراء یعنی پاک کرنا اس وقت تک واجب ہے جب تک دل میں یہ یقین نہ ہو جائے کہ اب پیشاب نہ آئے گا۔ بعض نے کہا کہ استبراء کرنا یعنی پیشاب کے بعد ایسا کرنا کہ اگر قطرہ رکھا ہوا ہو تو گر جائے واجب ہے اور اس کی مختلف صورتیں ہیں مثلاً چند قدم چلنا بعض نے چالیس قدم کہا ہے مگر یہ ضروری نہیں غرض اطمینان ہے، زمین پر پاؤں مارنا، کھٹکنا اور داہنی ٹانگ کو بائیں ٹانگ پر پلٹنا اور اسی طرح بائیں کو دائیں پر پلٹنا اور زور دینا یا بلندی سے نیچے کی طرف اترنا، یا نیچے سے بلندی پر چڑھنا یا بائیں کر دھ پر پلٹنا، یا بھیجے کے نیچے سے رگوں کو سوتا وغیرہ، اور صحیح یہ ہے کہ لوگوں کی طبیعتیں مختلف ہوتی ہیں جب اس کے دل میں اطمینان ہو جائے کہ نجاست جو سوراخ میں تھی وہ تمام خشک ہو گئی ہے تو استنجا ہو گیا۔ (یہ استبراء کا حکم مردوں کے لئے ہے عورت فارغ ہونے کے بعد تھوڑی دیر توقف کر کے پہلے ڈھیلے سے پیشاب دبا خانے کے مقام کو خشک کر لے پھر پانی سے طہارت کر لے یا صرف پانی سے طہارت کر لے) اور اگر شیطان اس کے دل میں بہت سے دوسوے ڈال رہے ہو تو اس کی طرف التفات نہ کرے جیسے نماز میں ایسے دوسوے کی طرف التفات نہیں ہوتا اور شرم گاہ کے سامنے والے کپڑے پر چلو سے پانی چھڑک لیا کرے تاکہ وہاں اگر تری دیکھے تو پانی کی تری سمجھ لے، یہ ایسے دوسوے کا علاج حدیث شریف کے مطابق ہے۔

پانی سے استنجا کرنے کا طریقہ

اس کا طریقہ یہ ہے کہ پہلے اپنے ہاتھ کو کھائی تک دھو لے پھر اگر روزہ دار نہ ہو تو پاخانے کے مقام کو خوب ڈھیل کر کے بائیں ہاتھ سے خوب استنجا کرے اور بیچ کی انگلی کو ابتدا میں اور انگلیوں سے کچھ اونچا کرے اور اس سے مقام نجاست کو دھوئے پھر چھٹکیا کے پاس کی انگلی اٹھائے اور اس سے اس مقام کو دھوئے پھر چھٹکیا کو اٹھائے اور پھر انگوٹھے کے پاس کی انگلی اٹھائے اور اس قدر دھوئے کہ اس کو پاکی کا یقین یا ظن غالب ہو جائے اور چٹکانی جاتی رہے اور دھونے میں خوب زیادتی کرے اور اگر روزہ دار ہو تو زیادتی نہ کرے اور نہ زیادہ پھیل کر بیٹھے،

دھونے کی کچھ حد مقرر نہیں، اگر وسوسہ والا ہے تو اپنے لئے تین مرتبہ دھونے کی مقدار مقرر کر لے۔ ایک روایت کے مطابق استنجہ میں تین انگلیوں سے زیادہ نہ لگائے اور انگلیوں کی چوڑائی سے استنجا کرے، سروں سے اور انگلیوں کی پشت سے استنجانہ کرے اور پانی آہستہ سے ڈالے سختی سے نہ مارے اور نرمی سے ملے، بعض مشائخ نے کہا ہے کہ بغیر انگلیاں اٹھائے ہتھیلی سے دھونا کافی ہے، عورت کشادہ ہو کر بیٹھے اور ہتھیلی سے اوپر اوپر دھولے اور انگلی فرج کے اندر داخل نہ کرے یہی مختار ہے۔ عورت مرد کی نسبت زیادہ کشادہ ہو کر بیٹھے، امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک پاخانے کے مقام کو پہلے دھوئے اور پیشاب کے مقام کو بعد میں اور صاحبین کے نزدیک پیشاب کے مقام کو اول دھوئے اور یہی مختار ہے، اور موضع استنجا کے پاک ہونے کے ساتھ ہی ہاتھ بھی پاک ہو جاتا ہے اور استنجا کے بعد ہاتھ بھی (کلائیوں تک) دھولے جیسا کہ اول میں دھوتا ہے تاکہ خوب ستھرا ہو جائے بلکہ مٹی لگا کر دھونا مستحب ہے، جاڑے کے دنوں میں بہ نسبت گرمیوں کے دھونے میں زیادہ مبالغہ کرے اور اگر پانی گرم ہے تو جاڑے اور گرمی کا موسم برابر ہے۔ مگر گرم پانی سے طہارت کرنے میں ٹھنڈے پانی سے ثواب کم ہے۔ استنجانہ والی عورت کو پیشاب و پاخانے کے سوا ہر نماز کے وقت میں نیا استنجا کرنا واجب نہیں ہے۔ اگر کسی کے دونوں ہاتھ شل ہو جائیں یا کٹ جائیں (یعنی لجا آدمی ہو) اور کوئی بیوی یا باندی نہ ہو جو پانی ڈالے تو استنجانہ کرے (یعنی اس سے استنجا ساقط ہو گیا) اور اگر جاری پانی پر قادر ہو اور دایاں ہاتھ موجود ہو تو داہنے ہاتھ سے استنجا کرے، اسی طرح بیمار آدمی کی اگر بیوی یا باندی نہ ہو اور اس کا بیٹا یا بھائی ہو اور وہ خود وضو و استنجا نہیں کر سکتا تو اس کو اس کا بیٹا یا بھائی وضو کرادے اور استنجا اس سے ساقط ہو جائے گا اسی طرح بیمار عورت کا اگر شوہر نہ ہو اور وہ وضو کرنے سے عاجز ہو اور اس کی بیٹی یا بہن ہو تو اس کو وضو کرادے اور استنجا اس سے ساقط ہو جائے گا۔

مکروہات استنجا و بیت الخلا

استنجا میں اور پیشاب پاخانہ کرتے وقت قبلے کی طرف کو منہ یا پیٹھ کرنا مکروہ ہے اور اگر بھول کر قبلے کی طرف کو بیٹھ گیا تو مستحب ہے کہ قبلے کی طرف سے جس قدر بچ سکے بچ جائے اور رخ پھیر لے، بنے ہوئے پاخانوں اور جنگل میں اس حکم میں کچھ فرق نہیں، اور عورت کے لئے چھوٹے بچے کو قبلے کی طرف بٹھا کر پیشاب پاخانہ کرنا بھی مکروہ اور منع ہے اور اس کا گناہ اس عورت پر ہے۔ ایسی جگہ استنجا کرنا کہ کسی شخص کی نظر استنجا کرنے والے کے ستر پر پڑتی ہو مکروہ ہے ہڈی، گوبر، لید، طعام، گوشت، شیشہ، چونا، لوہا، چاندی، سونا وغیرہ، ٹھیکرے، پکی اینٹ، پتے، بال، روٹی، کولہ، نمک، ریشمی کپڑا اور ہر قیمتی شے سے اور بلا عذر دائیں ہاتھ سے استنجا کرنا مکروہ ہے۔ اگر بائیں ہاتھ میں کوئی عذر ہے کہ استنجا نہیں ہو سکتا تو دائیں ہاتھ سے کرنا بلا کراہت جائز ہے۔ نجس چیزوں سے استنجانہ کرے اور ایسی چیز سے جو نجاست کو صاف نہ کرے جیسے سرکہ وغیرہ اور تمام ایسی چیزیں جن سے انسان اور اس کے جانور نفع حاصل کریں اور اسی طرح اس پھر یا ڈھیلے وغیرہ سے جس سے وہ خود یا کوئی اور شخص استنجا کر چکا ہے استنجانہ کرے لیکن اگر پتھر کے کئی کونے ہوں اور ہر مرتبہ ایسے کونے سے استنجا کرے جس سے پہلے استنجانہ کیا تھا تو بغیر کراہت جائز ہے، اور کاغذ نے استنجانہ کرے اگرچہ سادہ بغیر لکھا ہوا ہو، انگریزی، ہندی، گورکھی وغیرہ لکھی ہو یا ابو جہل جیسے کافر کا نام لکھا ہو کیوں کہ خود کاغذ محض بھی قابل احترام ہے، اسی طرح ہر قابل احترام چیز جیسے آدمی کے اجزاء، بال، ہڈی، گوشت وغیرہ یا مسجد کی چٹائی یا کوڑا وغیرہ اور ایسی چیز جس کی کچھ قیمت ہو اگرچہ تھوڑی یعنی ایک آدھ پیسہ ہی ہو جیسے کپڑا عرق وغیرہ اور جانوروں کے چارے (گھاس بھوسہ وغیرہ) سے استنجا کرنا منع اور مکروہ ہے (پانی بھی اگرچہ قابل احترام ہے مگر بوجہ عموم ضرورت شریعت نے اس کو جائز رکھا ہے)۔ بلا اجازت کسی دوسرے کی دیوار سے استنجا سکھانا مکروہ ہے اور اس سے ڈھیلا لینا جائز نہیں۔ یہی حکم وقف کی دیوار اور پرانے پانی یا

کپڑے وغیرہ کا ہے۔ کراپے کے مکان کی دیوار سے سکھانا جائز ہے لیکن اس میں سے ڈھیلا لے کر سکھانا جائز نہیں۔ زمزم شریف سے استنجا پاک کرنا مکروہ ہے اور پہلے ڈھیلا نہ لیا ہو تو ناجائز ہے۔ وضو کے بقیہ پانی سے طہارت کرنا جائز مگر خلاف اولیٰ ہے۔ طہارت کے بچے ہوئے پانی سے وضو کر سکتے ہیں اس کو گرانا نہ چاہئے کہ یہ اسراف ہے۔

پانی سے استنجا پانچ قسم پر ہے

ان میں سے دو واجب یعنی فرض ہیں: ۱۔ مخرج کا اس وقت دھونا جب کہ جنابت یا حیض یا نفاس کی وجہ سے غسل کرے تاکہ نجاست اور بدن میں نہ پھیل جائے اگرچہ قلیل ہو، ۲۔ جب نجاست مخرج سے زائد ہو خواہ تھوڑی ہو یا بہت امام محمدؒ کے نزدیک دھونا واجب ہے اور اس میں زیادہ احتیاط ہے اس لئے کہ یہ بھی مخرج سمیت قدر درہم سے زائد ہو جائے گی، اور امام ابو حنیفہؒ اور امام ابو یوسفؒ کے نزدیک اگر نجاست مخرج کے علاوہ قدر درہم سے تجاوز ہو تو اس وقت دھونا واجب ہے اس لئے کہ جس قدر نجاست مخرج پر ہے اس کا کوئی اعتبار نہیں کیوں کہ اس کا کسی چیز سے پونجھ لینا کافی ہے پس وہی نجاست معتبر رہی جو مخرج کے سوا ہے، ۳۔ سنت اور وہ اس وقت ہے جب کہ نجاست مخرج سے نہ بڑھے، ۴۔ مستحب اور وہ اس وقت ہے جب کہ صرف پیشاب کیا اور پانچاخانہ نہ پھر تو پیشاب کے مقام کو دھو لے، یعنی جب کہ نجاست مخرج سے نہ بڑھے یہ بعض کے نزدیک مستحب ہے اور بعض کے نزدیک یہ بھی سنت ہے، ۵۔ بدعت اور وہ ریح نکلنے سے استنجا کرنا ہے (فصد اور سونے کے بعد بھی استنجا بدعت ہے) اور جو پاک چیز پانچاخانے کے مقام سے نکلے جیسے کوئی کنکری یا دانہ وغیرہ اگر اس پر نجاست نہ لگی ہو استنجا کرنا بدعت ہے اور اگر اس پر نجاست ہو تو اس کی وجہ سے استنجا کرنا ہوگا۔

مستحبات و آداب بیت الخلا

جب پانچاخانے میں داخل ہونے کا ارادہ کرے تو مستحب ہے کہ جن کپڑوں سے نماز پڑھتا ہے ان کے سوا دوسرے کپڑے پہن کر پانچاخانے میں جائے جب کہ ایسا کر سکتا ہو، اور اگر یہ نہیں کر سکتا تو اپنے کپڑوں کو نجاست اور مستعمل پانی سے بچانے میں کوشش کرے اور سر ڈھک کر پانچاخانے میں جائے (جنگل میں پانچاخانے کو جائے تواتی دور نکل جائے کہ لوگوں کی نظروں سے غائب ہو جائے) اگر انگوٹھی یا کسی اور چیز پر اللہ تعالیٰ کا نام یا قرآن مجید کی آیت یا رسول اللہ ﷺ کا نام یا کسی بزرگ کا نام، یا حدیث شریف یا دعا کھدی ہوئی ہو تو اسے نکال دے کیوں کہ اس کو پہن کر پانچاخانے میں داخل ہونا مکروہ ہے، البتہ اگر ایسی چیز جیب میں ہو یا تعویذ وغیرہ کپڑے میں پلٹا ہوا ہو تو کراہت نہیں، اور مستحب ہے کہ پانچاخانے میں داخل ہوتے وقت (یعنی باہری) یہ دعا پڑھے بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ (یا صرف بسم اللہ) اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُ بِكَ مِنَ الْخُبْثِ وَالْخَبَائِثِ "اے اللہ میں تیری پناہ مانگتا ہوں ناپاک جنوں سے اور ناپاک جنیوں سے" اور پانچاخانے میں داخل ہوتے وقت بایاں پاؤں پہلے داخل کرے اور باہر آتے وقت دایاں پاؤں پہلے نکالے اور کھڑے ہونے کی حالت میں ستر نہ کھولے بلکہ بیٹھنے کے قریب ہو کر کھولے اور ضرورت سے زیادہ بدن نہ کھولے اور دونوں پاؤں کو دور رکھے (یعنی کھلا بیٹھے) اور بائیں طرف کو جھکا رہے (یعنی بائیں چہرہ پر زور رکھے) پانچاخانے میں بات نہ کرے اور نہ ہی زبان و حلق وغیرہ سے اللہ کا ذکر کرے (دل میں خیال سے ذکر کر سکتا ہے) چھینک، سلام اور اذان کا جواب نہ دے، اگر خود کو چھینک آئے تو دل میں الحمد للہ پڑھ لے زبان سے نہ پڑھے اور کسی دینی مسئلے میں غور نہ کرے کہ یہ باعث محرومی ہے، زبان نہ ہلائے، بلا ضرورت اپنے ستر کو نہ دیکھے اور نہ بول و براز کو دیکھے، نہ تھوکے، نہ ناک سکے، نہ کھنکھارے،

نہ بہت ادھر ادھر دیکھے، اپنے بدن سے کھیل نہ کرے اور آسمان کی طرف نظر نہ اٹھائے اور پیشاب پاخانہ پر بہت دیر تک نہ بیٹھے، اور جب فارغ ہو جائے تو مرد بائیں ہاتھ سے اپنے ذکر کو جڑ کی طرف سے سر کی طرف سونٹے تاکہ جو قطرے رکے ہوئے ہوں نکل جائیں پھر اسیلوں سے صاف کر کے کھڑا ہو جائے اور سیدھا کھڑے ہونے سے پہلے بدن چھپالے، پیشاب بھی ڈھیلے سے خشک کرے اور جب قطرہ آنا موقوف ہو جائے تو پانی سے طہارت کے لئے کسی دوسری جگہ بیٹھے اور پہلے تین بار دونوں ہاتھ ہتھپوں تک دھو لے اور طہارت خانے میں داخل ہونے سے پہلے باہر یہ دعا پڑھے (اگر وہیں پاخانے میں ہی استنجا کرے تو یہ دعا نہ پڑھے)

بِسْمِ اللّٰهِ الْعَظِیْمِ وَبِحَمْدِهِ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ عَلٰی دِیْنِ الْاِسْلَام ط اللّٰهُمَّ اجْعَلْنِیْ مِنَ التَّوَابِیْنِ

وَاجْعَلْنِیْ مِنَ الْمُتَطَهِّرِیْنَ الَّذِیْنَ لَا خَوْفٌ عَلَیْهِمْ وَلَا هُمْ یَحْزَنُوْنَ ط

پھر ذرا اپنے ہاتھ سے پانی بہائے اور بائیں ہاتھ سے دھوئے اور پانی کا لوٹا اونچا رکھے کہ چھینٹیں نہ پڑیں پھر کی پاک کپڑے سے پونچھ ڈالے اور اگر کپڑا پاس نہ ہو تو بار بار ہاتھ سے پونچھے کہ تری برائے نام رہ جائے پھر وہاں سے باہر آ کر یہ دعا پڑھے:

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ جَعَلَ الْمَاءَ طَهُوْرًا وَّالْاِسْلَامَ نُوْرًا وَقَابِلًا وَّذَلِیْلًا اِلٰی اللّٰهِ وَاِلٰی جَنَّاتِ

النَّعِیْمِ ط اللّٰهُمَّ حَصِّنْ فَرْجِیْ وَطَهِّرْ قَلْبِیْ وَمَخْصَصْ ذُلُوْبِیْ

جب پاخانے سے نکلے تو نکل کر یہ دعا پڑھے:

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ اَخْرَجَ مَا یُوْذِیْنِیْ وَاَنْقَضَ مَا یَنْفَعْنِیْ (وَبَقِیْ فِیْ مَا یَنْفَعْنِیْ غُفْرَانَكَ رَبَّنَا

وَإِلَیْكَ الْمَصِیْرُ) یا یہ پڑھے غُفْرَانَكَ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ اَذْهَبَ عَنِّیْ الْاَذٰی وَعَافٰی

مکروہات بیت الحلا

جاری پانی یا بند پانی میں یا نہر یا کنوئیں یا حوض یا چشمہ کے کنارے پر یا پھل دار درخت کے نیچے یا کھیتی میں یا ایسے سائے میں جہاں بیٹھنے کا آرام ملے اور مسجد کے برابر اور عید گاہ کے برابر اور قبروں میں اور چوپائے جانوروں اور لوگوں کے بیٹھنے یا راستہ چلنے کی جگہ میں پیشاب کرنا اور پاخانہ پھرنا مکروہ ہے (بند قلیل پانی پیشاب یا پاخانہ کرنا حرام ہے بند کثیر میں مکروہ تحریمی اور جاری میں مکروہ تنزیہی ہے۔ البتہ جو لوگ دریا و سمندر کا سفر کرتے ہیں ان کو بوجہ مجبوری جائز ہے، اور مسجد میں یا مسجد کی چھت پر پاخانہ پیشاب کرنا حرام ہے) نیز بچی جگہ میں بیٹھ کر اونچی جگہ کی طرف اور چوہے اور سانپ اور چوٹی کے بل میں بلکہ ہر سوراخ میں پیشاب کرنا، قافلہ یا کسی مجمع کے قریب پیشاب کرنا، بلا عذر کھڑے ہو کر یا لٹ کر اور بلا عذر رنگا ہو کر (یعنی تمام کپڑے اتار کر) پیشاب کرنا مکروہ ہے اگر عذر ہو تو مضا لقعہ نہیں۔ اسی طرح سخت زمین پر بھی مکروہ ہے پس اگر سخت زمین پر پیشاب کرنے کا ارادہ کرے تو پتھر یا عصا وغیرہ سے اس کو کوٹ کر نرم کر لے یا کچھ کھود لے تاکہ چھینٹیں نہ اڑیں، پیشاب کر کے اس جگہ میں وضو کرنا غسل کرنا (اسی طرح وضو کی جگہ یا غسل خانہ میں پیشاب کرنا) مکروہ ہے۔